ESTD. THE ISMAT. 1908. DELHI.
عصمت
۱۹۳۲
چندہ سالانہ قسم اول
پانچ روپے
چندہ سالانہ قسم دوم
تین روپے

اس پرچے کے تمام مضامین کا کاپی رائٹ بحق عصمت محفوظ ہے
عصمت
شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے
اُردو کا
بہترین ماہوار رسالہ
۲۷ ستائیسویں سال کا پہلا پرچہ
سالگرہ نمبر ۱۹۳۴ء
مُرتبّہ
رازق الخیری
تعداد اشاعت
۵۳۰۰
قیمت
قسم اول ڈیڑھ روپیہ
قسم دوم ایک روپیہ

فہرست مضامین رسالہ عصمت دہلی سالگرہ نمبر (جولائی، اگست ۱۹۳۴ء) جلد ۵۳ نمبر ۱/۲

مذہب، اخلاق، معاشرت، تمدن

تاریخ و سیر، سیر و سیاحت

افسانے ڈرامے، ادب و انشا

نظمیں

خانہ داری، تربیت اطفال، حفظان صحت

صنعت و حرفت

مفید اور دلچسپ معلومات

متفرقات

چندہ سالانہ پیشگی

معہ محصول ڈاک وغیرہ

قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں للعہ روپے سالانہ سے ۔ والیان ریاست سے سو روپیہ فی پرچہ ایک روپیہ ممالک غیر سے ایک پونڈ

قسم اول جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے۔ پانچ روپیہ (صہ) فی پرچہ سات آنے (۷ر) ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ۔

قسم دوم۔ جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپے (للعہ) فی پرچہ پانچ آنے (۵ر)

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وھیلر کے بک اسٹال پر بھی ملتا ہے۔

باہتمام ابوالامین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

سودلس

بلاک کی تصویریں

تمام بلاک خاص طور پر اس سالگرہ نمبر کے لئے بنوائے گئے ہیں

رنگین تصویریں (۱) گھونگھٹ (۲) "ان" کی یاد میں (۳) عکس خیال

ایک رنگ کی تصویریں

(۴) تصاویر مضمون نگاران عصمت (۵) محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا (۶) محترمہ امتہ الحفیظ۔

بجلی سے علاج مضمون کے متعلق (۷) الٹرا وائلٹ کے علاج کا کمرہ (۸) کنٹھ مالا کے مریض کی گردن (۹) کنٹھ مالا کا مریض علاج کے بعد (۱۰) رکٹس کی ماری ہوئی بچی (۱۱) رکٹس کی مریضہ علاج کے بعد (۱۲) ایک دق کی ماری کمزور بچی (۱۳) دق کی ماری بچی علاج کے بعد (۱۴) نسل کا الٹرا وائلٹ سے علاج (۱۵) دانت کے درد کا علاج (۱۶) الفرا ریڈ سے سینہ کے درد کا علاج (۱۷) ڈایا تھرمی سے گھٹنے کے درد کا علاج (۱۸) ڈایا تھرمی سے اپریشن (۱۹) بجلی کی لہروں سے علاج کرانے کی مشین (۲۰) بجلی سے غسل دینے کا حمام (۲۱) ایکس رے مشین سے دل کا فوٹو (۲۲) پیٹ دل جگر کا معائنہ۔

عجیب و غریب عورتیں۔ (مضمون کے متعلق) (۲۳) نصف مرد نصف عورت (۲۴) چار فٹ لمبی گردن کی عورت (۲۵) ۵ من ۲۵ سیر کی عورت۔

ہندوستان کے قدیم باشندے مضمون کے متعلق (۲۶) چھتیس گڑھ کے قدیم باشندوں کا ناچ (۲۷) ہاٹ کا منظر (۲۸) عورتیں اپنے سنگار کی چیزیں خرید رہی ہیں (۲۹) رہائش کا ایک منظر۔

زلزلہ بہار کے مناظر (۳۰) مونگیر کا گھنٹہ گھر (۳۱) جمال پور کا ایک عالیشان بنگلہ (۳۲) بیگم نواب محمد مہدی صاحب کا مکان۔

چند مشہور مقامات (۳۳) مقبرہ جہانگیر (۳۴) شاہی مسجد لاہور (۳۵) پٹنہ میوزیم (۳۶) مرشد آباد کا ایک امام باڑہ (۳۷) قلعہ نظامت مرشد آباد کا پھاٹک۔

دلکش مناظر (۳۸) کشمیر کی ایک سڑک پر برف (۳۹) لداخ کے راستہ میں برف (۴۰) عیدگاہ نماز کے بعد۔

عصمتی بہنوں کے تندرست بچے (۴۱) سلطانہ بیگم (۴۲) محمد طاہر (۴۳) مسعود احمد (۴۴) سجاد احمد (۴۵) ننھے بہن بھائی (۴۶) مبارک بیگم۔ ناصر احمد (۴۷) عبداللطیف۔ (۴۸) بھائی بہن (۴۹) محمد محسن (۵۰) علیم احمد (۵۱) صادقہ خاتون (۵۲) شیلا کماری (۵۳) سید ابو طاہر صاحب کے بھانجے۔

عصمت کی ۲۷ ستائیسویں سالگرہ کی خوشی میں کتابوں کی قیمت میں

رعایت رعایت رعایت

یہ اعلان ہر سال نہیں ہوتا۔ رسالہ عصمت کی ۲۶ سالہ زندگی میں اس سے پہلی صرف ۱ مرتبہ کتابوں کی قیمتوں میں رعایت کی گئی ہے اس لئے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے (۱) تصانیف علامہ راشد الخیری قبلہ اور دوسری مطبوعات عصمت پر دو آنہ فی روپیہ رعایت دی جائے گی اور کم سے کم ۸ روپے کی کتابوں پر ۳ فی روپیہ اور کم از کم پندرہ روپے کی کتابوں پر ۴ فی روپیہ رعایت گویا تاجران کتب کو جس کمیشن پر کتابیں دی جاتی ہیں۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ یہ رعایت صرف ۲۵ جولائی تک ہے۔

منیجر عصمت دہلی

THE "ISMAT" DELHI.
Annual Number 1934.

چند باتیں

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ عصمت کا چھبیسواں سال بخیر پورا ہوا۔ یہ ستائیسویں سال کا پہلا پرچہ ہے اور حسب معمول سالگرہ نمبر کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔

عصمت ہر ماہ نہایت پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ ہندوستان کے زنانہ رسالوں میں مضامین کے سب سے زیادہ صفحے دیتا ہے اور تصاویر سب سے زیادہ شائع کرتا ہے اور لکھائی چھپائی کاغذ وغیرہ کے اعتبار سے بھی اردو کے بہترین رسائل میں عصمت کسی سے پیچھے نہیں، باوجود ان تمام باتوں کے عصمت کی سب سے بڑی خصوصیت اس کے مضامین ہیں اور ہمیں امید ہے مضامین کے اعتبار سے عصمت کا یہ سالگرہ نمبر بھی ہندوستانی بیبیوں میں پسندیدگی اور قدر و وقعت کی نظر سے دیکھا جائیگا۔

اس پرچہ میں جہاں عصمت کی مخصوص و مشہور قدیم مضمون نگار خواتین کے گراں قدر مضامین ہیں وہاں کئی ہونہار نئی لکھنے والی بیبیوں کے مضامین بھی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جائیں گے اس سالگرہ نمبر کی قدر و قیمت بڑھانے میں جہاں ان نامور لکھنے والی خواتین نے حصہ لیا ہے جن کی کتابوں سے زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے وہاں یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے والی عالمہ فاضلہ خواتین بھی پرچہ کی زینت بڑھا رہی ہیں ایک طرف اگر اس چمنستان ادب میں ان خواتین نے مہکتے ہوئے پھول کھلائے ہیں جن کی قابلیت طبقہ نسواں کے لئے باعث فخر ہے تو دوسری طرف ان انشا پردازوں اور شاعروں نے اس پرچہ کی آب و تاب کو بڑھایا ہے۔ جو آسمان ادب پر درخشندہ ستارے بن کر چمک رہے ہیں۔ اس پرچے میں ایسے مضامین کافی تعداد میں پیش کئے جا رہے ہیں جن سے ہندوستانی بیبیاں عملی طور پر بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ کئی نہایت ضروری موضوعوں پر سنجیدگی اور متانت سے نہایت معقول بحث کی گئی ہے تو خوش مذاقی لطیفہ گوئی بذلہ سنجی کے بھی عمدہ عمدہ نمونے ہیں، بعض مضامین نئے نئے موضوعات پر ہیں اور دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں بعض عنوانات میں جدت نہیں مگر نئے نئے خیالات کا سلیقہ اور خوبی سے اظہار کیا گیا ہے اور طرز تحریر میں دلاویزی ہے ایک طرف دلکش سبق آموز نتیجہ خیز بلند پایہ افسانے اور پر اثر نظمیں ہیں تو دوسری طرف خانہ داری حفظان صحت بچوں کی پرورش صنعت و حرفت کے نہایت کام کے مضامین ہیں پاکیزہ خیالات کا یہ سالگرہ نمبر قابل قدر مجموعہ ہے تو ایسے مضامین بھی بہت کافی ہیں جن سے تعلیم یافتہ خواتین کی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوگا غرض مضامین کے لحاظ سے ہم نے عصمت کی خصوصیت کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کی ہے

تصاویر

عصمت کے سالگرہ نمبر کی تمام تصاویر خاص ہوتی ہیں چنانچہ اس مرتبہ بھی سوائے ایک بلاک کے تمام بلاک خاص طور پر اس سالگرہ نمبر کے لئے بنوائے گئے ہیں۔ رنگین تصویریں ۳ ہیں عصمت کے مصور مسٹر عبدالحفیظ کی کئی رنگین تصویریں پہلے شائع ہو چکی ہیں اس دفعہ ان کی بنائی ہوئی رنگین تصویر صرف ایک ہی جس کے متعلق ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی موثر نظم ہے۔ دوسری رنگین تصویر "گھونگٹ" کے لئے ہم مراری آرٹ کمپنی کے ممنون ہیں تیسری رنگین تصویر بھی امید ہے دلچسپی سے دیکھی جائیگی ایک رنگ کی سادہ تصویریں ۵۰ ہیں جن میں قریباً دو تہائی تصویریں مضامین کے متعلق ہیں چنانچہ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کے مضمون "بجلی سے علاج" کے متعلق ۱۶ تصویریں ہیں جن کی مدد سے یہ بیش بہا مضمون خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے اس مضمون اور

ان تصاویر کے لئے ہم محترمہ نصیر بیگم کے شکر گذار ہیں اس سالگرہ نمبر کی زینت عصمت کی دو مخصوص مضمون نگار خواتین محترمہ صغرا ہمایوں مرزا اور امۃ الحفیظ صاحبہ کی تصاویر سے بھی بڑھ رہی ہے مسز حمید صاحبہ کے مضمون کے ساتھ تین عجیب و غریب تصویریں نہایت ہی دلچسپ ہیں ہندوستان کے قدیم باشندوں کی چھ تصویریں گذشتہ سہ ماہی میں بہنوں نے ملاحظہ فرمائی ہونگی ۴ تصویریں اس مرتبہ بھی مضمون کے ساتھ شائع کیجاتی ہیں۔ یہ تصاویر اس لحاظ سے قابل ذکر ہیں کہ مضمون نگار صاحب نے جنگلوں اور دیہات میں جا کر محض عصمتی بہنوں کی خاطر یہ فوٹو کھینچے ہیں۔

فروری کے عصمت میں زلزلہ کے متعلق کپتان نصیر الدین صاحب کا باتصویر مضمون شائع ہوا تھا اسی سلسلہ میں ۳ تصویریں اس پرچہ میں بھی دیجا رہی ہیں مشہور مقامات اور مناظر کی تصاویر خاصی معقول تعداد میں ہیں عصمتی بہنوں کے تندرست بچوں کی تصویریں اس دفعہ بھی ایک درجن سے زیادہ ہیں۔

نہایت ضروری اطلاع

سالگرہ نمبر حسب معمول

جولائی اور اگست کا یکجائی پرچہ ہے۔ اس پر لاگت تین پرچوں سے بھی زیادہ کی آئی ہے۔ مگر صرف دو ماہ کے پرچوں کی جگہ پیش کیا جا رہا ہے اس لئے اب اگست میں رسالہ کا انتظار نہ کیجیئے۔

نوٹ بک میں یہ پرچہ ملتے ہی لکھ لیجیئے تا کہ اگست کی شروع تاریخوں میں جب پرچہ نہ ملے تو آپ شکایتی خطوط روانہ نہ فرمائیں جولائی اگست کے اس یکجائی پرچہ سالگرہ نمبر کے بعد ۳۰ اگست کو ستمبر کا رسالہ شائع ہوگا جس کی کتابت ختم ہو چکی ہے۔

دستِ کرم

خدا جزائے خیر دے ان درمند مسلمانوں کو جنہوں نے گذشتہ دو ماہ میں تربیت گاہ کی مالی امداد فرمائی۔

نواب فخر الملک بہادر حیدر آباد دکن لعہ

اہلیہ مولوی حبیب الحق فخر الدین صاحب چھپرہ عسہ

حامد علی خانصاحب معرفت خاں بدیع الزمان خانصاحب لاہور عسہ

بی اے عبد الرزاق اینڈ سنز بنگلور چھاؤنی عہ

بیگم صاحبہ عبد الجلیل خاں صاحب ڈی سی بنارس لعہ

جنہوں نے دس دس روپے روانہ فرمائیے

مسز سعد اللہ خاں صاحب سیتا پور

مولوی اکبر علی صاحب بی اے بنارس شہر

بیگم صاحبہ مولوی عبد القیوم صاحب جموں کشمیر

ام کے جوڈیشل او فیسر سید احمد حسن صاحب بھوپالی

سید عوض علی صاحب مینجر پینڈرا روڈ۔ سی پی

محمد سعید صاحب کوتوال اول چھاؤنی کانپور

سلمہ آمنہ بنت خواجہ فضل الہی صاحب لاہور

محمد یوسف خاں صاحب سکریٹری دیوبند

دختر قاضی محمد اسمٰعیل صاحب بجنور

بیگم صاحبہ خان بہادر حاجی محمد یونس خانصاحب د تاولی علی گڈھ۔

راشد الخیری

تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی

عصمت کی لاج

عصمت کے کثیر اخراجات کو محسوس فرما کر جن خواتین و حضرات نے ۲۱ جون تک اپنے پرچہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا اور نئے خریدار عنایت فرمائے ان کے اسمائے گرامی دلی شکریہ کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

محترمہ سلمہ خاتون بیگم شیخ عبدالعزیز صاحب وکاڑہ ۳
قاضی محمد اسحق صاحب شیر پور ۲
جناب معین الدین صاحب حیدرآباد دکن ۲
محترمہ انیس فاطمہ صاحبہ جالنہ حیدرآباد دکن ۳
محترمہ مس مریم یوسف علی صاحب بی اے میسور ۲
نسیم جہاں بیگم صاحبہ صدر لکھنؤ ۲

ایک ایک خریدار دینے والوں کے نام

سید محمد علی صاحب نقوی لکھنوی
محترمہ سعید فاطمہ صاحبہ پرتاب گڑھ
بنت خان بہادر رحمت اللہ صاحب اناؤ
بنت سید نقی حسن صاحب غازی پور
محترمہ سلیمہ خاتون صاحبہ کانپور
ہمشیرہ عبدالحئی صاحب جموں
مسز ظہور احمد صاحب کلکتہ
ہمشیرہ امین حسن صاحب جاوُرہ
محترمہ ساجدہ خاتون صاحبہ۔ بنت سید شفیع احمد صاحب رام نگر
مسز اعزاز حسین صاحب رائے بریلی
مسز سید مسعود حسن صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد
محترمہ حسن آرا بیگم صاحبہ پھول پور
محمد اظہر صاحب کٹک
محترمہ سلطان بیگم صاحبہ الہ آباد

نذیر احمد صاحب رانچی
ڈاکٹر یوسف علی خاں صاحب کولار س
حسن مہدی صاحب اناؤ
محمد احمد رضا خاں صاحب سیونی
محترمہ بلقیس فاطمہ صاحبہ کمپو گوالیار
ہمشیرہ اسلام محمود خان صاحب بیرون
مسیح احمد صاحب چھاؤنی گرماؤں
محترمہ شہر بانو صاحبہ اورنگ آباد گیا
محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ جالندھر
حمید الدین صاحب بہار شریف
محترمہ ش م صاحبہ مشیر منزل لکھنؤ
عظیم الحق صاحب گورکھپور
سکریٹری صاحبہ زنانہ کتب خانہ کاکوری
محترمہ خورشید جہاں بیگم صاحبہ ڈنڈیگل
بنت ڈاکٹر محمد انعام باری صاحب رحیم یار خاں

مسز سردار احمد خاں صاحب آگرہ
محترمہ اہلیہ سید مصطفےٰ حسین صاحب جھانسی
مس ایچ ایچ ابراہیم سیٹھ صاحب اگمور مدراس
ولایت حسین صاحب وکیل سردار پور
محترمہ بیگم صاحبہ حاجی ابوامام صاحب کلکتہ
مسز ایم اصغر صاحب فاروقی شکور بستی۔ بی ایم
ھیبت صاحب سینئر۔ مس ابراہیم سیٹھ صاحب مدراس
محترمہ مس محمودہ لطیف صاحبہ ایم اے عظیم صاحب چک بالاپور
اقبال حسین صاحب بریلی۔ امداد علی خاں صاحب بی ایس سی۔ لائی روڈ۔ محمد اظہر علی صاحب کلرک شاہ پور پنجاب
سردار محمد صاحب ممباسہ، سید حمید صاحب کوہی
عبدالعزیز خاں صاحب الہ آباد، عبدالحمید خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کیرہ۔ بنت مولوی ابولیث صاحب فصیحی غازی پور۔
باقی نام ستمبر کے پرچہ میں شائع ہوں گے منیجر

تربیت گاہ بنات دہلی

۲۴ جون کو امتحانات ختم ہونے کے بعد ۶ جولائی سے تربیت گاہ تین ہفتے کے واسطے بند ہوگی۔ بورڈر لڑکیاں گھر جانی شروع ہوگئی ہیں جو موجود ہیں وہ بھی دو تین روز میں چلی جائینگی نیا سشن اکتوبر کے پہلے ہفتہ سے شروع ہوگا نئی بچیوں کے داخلے کے سلسلہ میں جو حضرات خط و کتابت فرمائیں وہ وسط ستمبر میں مجھے مطلع فرمائیں شہری بچیوں کے واسطے مدرسہ چھ ہفتہ کیواسطے بدستور کھلا رہیگا اور دو استانیاں واجدہ بیگم کی نگرانی میں جواب بھی دونوں سیکشنوں کی نگراں ہیں کام کریں گی بچیوں کے متعلق خط و کتابت اور منی آرڈر بدستور تربیت گاہ کوچہ چیلاں دہلی کے پتہ سے آنے چاہئیں یتیم بچیوں کے متعلق مجھے شروع ستمبر میں معلوم ہوجانا چاہیے تاکہ میں فیصلہ کرسکوں کہ اس سیشن میں کس قدر نئی بچیاں لے سکوں گا۔ راشد الخیری

عصمت

مدّتوں کے بعد عصمت پر پڑی میری نظر
چھا گئی دل پر مسرت اس کا منظر دیکھ کر

اک زمانہ وہ تھا جب طفلی کا اس کے عہد تھا
لوریوں کی تھی ضرورت اور یہ زیبِ مہد تھا

لائق اناؤں کو اس کی تربیت کا تھا خیال
جاگزیں دل میں یہ تھا اس کو بنائیں بے مثال

چاہنے والوں کی اس کے تھی بہت تعداد کم
مسئلہ نشو و نما کا اس کے تھا کیسا اہم

پیار آتا تھا مجھے بھی اس کی صورت دیکھ کر
بچپنے ہی سے تھی اس کی کچھ عجب دلکش نظر

تشنۂ مہر و محبت تھا یہ بچہ اس گھڑی
چاہنے والوں کو اس کے دم کی تھی ہر دم پڑی

رفتہ رفتہ خود بخود سب کو محبت ہو گئی
چند ہی دن میں ترقی کی بھی صورت ہو گئی

یا زمانہ وہ تھا یا اب آج ہے اس کا شباب
سیرت و صورت یہ دونوں ہی میں نکلا لاجواب

سال گرہ ہی اس کا وہ نمبر تھا دیکھا تھا جسے
دیکھتے ہی حسن اس کا وجد ہم کرنے لگے

چشم بد دور۔ اپنی ہر خوبی میں ہے یہ بے نظیر
ملک کا آداب نسواں کے نہ کیوں ہو پھر سفیر

عمر ہے چھبیس سالہ اس کی ہے پورا جواں
بزم نسواں میں ادب اور خُلق کا ہے نغمہ خواں

زمزمے کرتا ہے اصلاحِ تمدن کے کبھی
اور بتاتا ہے کبھی یہ حسنِ طرزِ زندگی

اور رہائش کا کہیں بنتا ہے یہ خضرِ طریق
اقتصادی زندگی کا ہے کہیں مخلص رفیق

ارتقا کے بام کے زینوں کو بتلاتا ہے یہ
جادۂ تہذیبِ نفسانی پہ لے آتا ہے یہ

اک ذخیرہ پیش کر دیتا ہے معلومات کا
اور سکھاتا ہے کبھی یہ انضباطِ اوقات کا

مائل تعلیم ہیں اس سے خواتین ملک کی
اس کے دم سے ہر طرف ہے آج تحسین ملک کی

آج ہے اس کے سبب سے گرم میدانِ عمل
یہ بتا دیتا ہے ہر ہر بات کا موقع محل

جس طرف دیکھو اُدھر بدلی ہوئی ہے اب فضا
پھونک دی عصمت نے نسواں میں ہوائے جانفزا!

کہہ رہی ہے صاف یہ علم و عمل کی روشنی
ہے سہیلی ان کی اب تہذیب اور شائستگی

قابلانہ ان کی تحریریں پتا دیتی ہیں صاف
جہل و نادانی کا اترا اب وہ ان پر سے غلاف

کر دیا تعلیم نسواں نے کچھ ایسا انقلاب
ان کا ہے ایک ایک مضموں قدر میں دُرِ خوش آب

ہیں ادیبانِ جہاں سے ان کے کب مضمون کم
کوئی نازیبا نہیں کہتا انہیں اہلِ قلم

ہوا پھر چشمۂ شفاف جاری ہنسی تسنیم پر جس کی صفائی

نظر آیا وہ جلوہ ماہِ نو کا جھلک عصمت نے پھر اپنی دکھائی

نگاہیں پھر گریں پروانہ بن کر وہ شمع ضو فشاں ہاتھوں میں آئی

مبارک تحفۂ رنگین عصمت سحر یہ ہدیہ پُر کیف لائی

یہ وہ شیشہ ہے جس کی ہر جھلک نے سیاہی قلب نسواں سے چھڑائی

یہ وہ بجلی ہے جس کی تابشوں نے گھٹائے جہلِ نسوانی گھٹائی

ہے گرہ سال عصمت کی مسرت سحر نوروز کی پھر جھلملائی

مبارک پھر امید نہاں نے نقاب روئے نورانی اٹھائی

نوا سنجانِ گلشن کو مبارک

مبارک باد کی نغمہ سرائی

مبارک! غنچۂ خندانِ عصمت مبارک سالِ نو کی یہ مسرت

مبارک! راشد و رازق کو یعنی یہ صبح دلکشائے شوق و بہجت

مبارک! دستہ گلہائے نازک مبارک ساغر آبِ صداقت

مبارک! چاند یہ چرخ حیا کا مبارک مہر گردونِ شرافت

مبارک! رہبر صحرائے دستی مبارک! شمع منزل کی بشارت

مبارک یہ رفیقِ دردِ نسواں مبارک خندۂ تجدید قسمت

مبارک چشمۂ فیض مسلسل مبارک یہ نمود ابر رحمت

رہے روشن ہمیشہ ماہ نسواں رہے تاباں سدا خورشید عصمت

بتائے ہم کو اسرار ترقی سکھائے جوہر علم و لیاقت

دکھائے شاہ راہِ زیست ہم کو نکالے پاؤں سے زنجیر ذلت

بچائے ڈوبتی کشتی ہماری رہے جاری ہمیشہ جوئے الفت

گلوں کو گوندہ دے تار وفا میں

جمالہ ایسا گل چیں ہو یہ عصمت

مبارکباد سالگرہ عصمت

(از محترمہ نواب قمر جہاں بیگم صاحبہ تعلقہ دار اودھ)

آج دُنیائے ادب میں "برتھ ڈے" عصمت کا ہے　　جو شریک بزم عصمت ہو دھنی قسمت کا ہے

آگئی فصل بہاری نغمہ زن ہیں بلبلیں　　گلشن عصمت نمونہ گلشنِ جنت کا ہے

خوب لٹتا ہے زرِ گل جوہر نقد سخن　　اسکا سالانہ یہ جلسہ شان اور شوکت کا ہے

خیر سے ہے ابتدائے بست و ہفت سال نو　　یہ سبب اس شادمانی بہجت و نزہت کا ہے

فضلِ حق سے ہے غنی تعریف و توصیف سے　　سرپرست عصمت کا شیدا ملک و ملت کا ہے

تربیت گاہ اور عصمت کا وجود مستقل　　بیکسوں کو اک سہارا ذات بابرکت کا ہے

سعی ہوتی ہے بشر کی اور مدد اللہ کی　　کامیابی کام میں ثمرہ یہ بس نیت کا ہے

نت نئے اب تو رسالے روز لیتے ہیں جنم　　پر کوئی مدِمقابل کب بھلا عصمت کا ہے

اس کے اغراض و مقاصد ہیں ترقی قوم کی　　اور یہ سہرا رازق الخیری ہی کی قسمت کا ہے

آگئیں خاتون اکرم یاد اس تقریب میں　　کیونکہ یہ لخت جگر اُس صاحب عصمت کا ہے

گو تناور ہو کے یہ اطرافِ عالم گھیرے　　ہاں مگر سینچا ہوا پودا اُسی عورت کا ہے

روز افزوں ہو ترقی اس رسالہ کو نصیب　　یہ محافظ عورتوں کے حق کا اور عزت کا ہے

مذہب و اخلاق ہے مضمر ہر اک مضمون میں　　یہ سکھا دیتا ہے ہمکو فرض جو عورت کا ہے

گو بظاہر فرقۂ نسواں کے حق میں ہے مفید　　حق میں مردوں کے وجود اسکا بڑی نعمت کا ہے

بزم عصمت میں یہ اس تقریب کی ہے دھوم دھام　　کچھ نہ کچھ تحفہ ہر اک ہی صاحب ہمت کا ہے

چشم بد بیں سے رکھے محفوظ اس کو کبریا　　اس پہ سایہ فضل حق کا آیۂ نصرت کا ہے

عصمتی بہنو مبارک ہو یہ تقریب سعید　　ہدیہ احقر قمر کا بھی اسی صورت کا ہے

چھبیسویں [۲۶] سال کے مضمون نگار

۴- اس آر کے رفیعہ امیر کرمانیہ صاحبہ لکھنؤ ملک کی کامیاب افسانہ نگار خواتین میں سے ہیں۔ سال گذشتہ انکے کئی بلند پایہ افسانے عصمت میں شائع ہوئے تھے جن پر افسانہ نگاری کا درجہ اول کا انعام دیا گیا تھا۔ اس سال ان بہن کے زیادہ تر مذہبی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ انکے چار مضمون جو سرور کائنات صلعم کی سیرت پاک کے متعلق ہیں ایک ادبی شان رکھتے ہیں اور نہایت مؤثر اور دلنشین پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ خانہ داری اخلاق معاشرت پر بھی انکے کئی مفید مضامین اس سال شائع ہوئے ہیں۔

۶- ایس بی طاہرہ صاحبہ پشاور کے چھوٹے چھوٹے ادبی مضامین کئی سال سے برابر شائع ہو رہے ہیں۔ یہ بہن نثر میں شاعری کرتی ہیں مضمون کا عنوان بالعموم روکھا پھیکا سا ہوتا ہے مگر طرز بیان نہایت دلآویز ہے۔

۷- ایس کے صغرا صاحبہ سبزواریہ کلکتہ کو بنگالی افسانوں کے ترجمے کرنے میں خوب مہارت ہے انکی مادری زبان بنگالی نہیں فارسی ہے مگر یہ افسانہ کو اس خوش اسلوبی سے اردو کا جامہ پہناتی ہیں کہ طبع زاد معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ کے لئے انکا انتخاب بھی قابل داد ہوتا ہے۔ "رحیمی" (سالگرہ نمبر) نہایت دردناک رقت انگیز اور مؤثر افسانہ ہے "مہر بلانگ" (ستمبر) مہذب ظرافت میں ڈوبا ہوا ہے "حاجی محسن کی باتیں" (مئی) سبق آموز اور نتیجہ خیز ہے نومبر کا مضمون "رہبر نسواں کی یاد" سچی محبت اور خلوص سے لکھا گیا ہے اور بتا رہا ہے کہ ان بہن کو اپنے فرقہ کی بہتری اور ترقی کا کس قدر خیال ہے۔

۱۱- امۃ الحفیظ (مسز ارحیم) صاحبہ دوارکا کاٹھیاواڑ کے مضامین اس سال کے قریب قریب ہر پرچہ میں شائع ہوئے ہیں اور سب مضامین صرف ایک عنوان "صنعت و حرفت" کے ہیں۔ اردو رسائل میں اس موضوع پر جو مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں بالعموم ناقص اور غیر مفید ہوتے ہیں۔ جس طرح کھانے پکانے کی ترکیبیں عام طور پر غلط شائع ہوتی ہیں اسی طرح ان مضامین کے نسخے بھی ادھر ادھر سے نقل کر دیئے جاتے ہیں۔ محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ نے جب عصمت میں یہ سلسلہ مضامین شروع کرنے کا قصد ظاہر فرمایا تو ہمنے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ صرف وہی نسخے لکھیں جنکا بار بار وہ خود تجربہ کر چکی ہیں نسخے کم سے کم ہوں مگر ہر نسخہ مکمل اور حقیقتاً کارآمد و مفید ثابت ہو ہم محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ کے بے انتہا شکر گذار ہیں کہ انہوں نے آزمائے ہوئے نسخوں پر بھی عصمتی بہنوں کی خاطر سینکڑوں روپیہ خرچ کر کے ایک ایک نسخہ کا پھر تجربہ کیا اور اس کے بعد قلمبند فرمایا ہمیں نہایت خوشی ہے کہ یہ مضامین جس قدر گراں بہا ہیں اتنی ہی قدر اور وقعت کی نظر سے حلقہ عصمت میں دیکھے جا رہے ہیں اور نہ صرف ہمارے پاس ان مضامین کی تعریف میں کتنے ہی خطوط آ چکے ہیں بلکہ براہ راست محترمہ موصوفہ کو بھی بیسیوں بہنوں نے ان مضامین کی داد دی ہے۔ یہ مضامین بڑی محنت سے عام فہم پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اور ہر نسخہ کا وزن

نہایت احتیاط سے درج کیا گیا ہے۔ عصمتی بہنوں کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوگی کہ عنقریب یہ مضامین کتابی صورت میں بھی شائع ہونگے۔

۱۲- امتہ الوحی صاحبہ دہلی (مصنفہ شہیدِ وفا) کے مضامین قریباً چوتھائی صدی سے زنانہ پرچوں کی زینت بڑھا رہے ہیں۔ ان کے سبق آموز دلآویز افسانے اور نتیجہ خیز نصیحت آمیز معاشرتی اخلاقی اور مذہبی مضامین دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ محترمہ موصوفہ بہت سلجھے ہوئے خیالات رکھتی ہیں اور دقیق مسائل پر عام فہم پیرایہ میں خوش اسلوبی سے بحث فرماتی ہیں۔

۱۳- آمنہ نازلی صاحبہ دہلی (مؤلفہ عصمتی دسترخوان وغیرہ) کے مضامین کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مفہوم کو کم سے کم الفاظ میں بخوبی ادا کرتی ہیں۔ "دیوی" (سالگرہ نمبر) دو صفحہ کا مختصر افسانہ ہے۔ پلاٹ میں کوئی خاص جدت نہیں لیکن کافی دلچسپ، خاصہ موثر نصیحت آمیز اور سبق آموز ہے۔ زبان کی شیرینی، چھوٹے چھوٹے جملوں اور لطیف استعاروں سے انداز بیان میں ایک شان پیدا ہوگئی ہے، "سمدھنوں کو گالیاں" (اپریل) اور "ہماری محفلیں" (مئی) یہ دونوں مضمون بھی مختصر ہیں لیکن کامیاب، جن معاشرتی پہلوؤں پر خواتین کو متوجہ کیا گیا ہے وہ حقیقتاً جلد سے جلد اصلاح طلب ہیں۔

۲۰- آر بیگم ظہیر الدین صاحبہ دہلی اپنے طرزِ تحریر کی دلآویزی کے سبب پچھلے سال کی نئی مضمون نگار خواتین میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں "شادی کا شوق" (سالگرہ نمبر) بے انتہا دلچسپ مضمون ہے ایک ایک سطر میں سات سات آٹھ آٹھ مرتبہ لفظ ش کا استعمال اور اس طرح کہ کہیں معنی خبط ہوں نہ کوئی جملہ بے ترتیب ہو قابل داد ہے۔ ہمیں خوشی ہوگی اگر یہ بہن اپنے مخصوص طرزِ تحریر میں آیندہ بھی وقتاً فوقتاً مضامین رکھتی رہیں گی۔

۲۴- بلقیس جمال خاتون صاحبہ بریلوی۔ (مصنفہ آئینہ جمال) حلقۂ عصمت کی مقبول و مشہور شاعرہ ہیں اور گذشتہ سات آٹھ سال میں انھوں نے عصمتی بہنوں کے لیے بعض نظمیں نہایت عمدہ لکھی ہیں۔ سالگرہ نمبر نومبر اور جنوری کے پرچوں کی نظمیں موقع کی مناسبت سے لکھی گئی ہیں "قربان گاہ وفا" جذبات نگاری کے اعتبار سے بہت کامیاب ہے۔

۲۷- بیگم خان عبدالرشید صاحب لاہور کے مضامین دو ڈھائی سال سے شائع ہو رہے ہیں اور اگر مضمون نگاری کی مشق کرتی رہیں تو مستقبل قریب میں کامیاب لکھنے والیوں میں انکا شمار ہوگا دسمبر اور اپریل کے پرچوں میں ان کے جو مضامین شائع ہوئے ہیں خاصے دلچسپ اور مفید ہیں۔

۳۰- بیگم محمد سمیع اللہ صاحب لاہور کے مضامین سال گذشتہ کی نئی لکھنے والیوں میں اس سال سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں مضمون کے لئے یہ بہن عموماً کوئی کارآمد عنوان منتخب کرتی ہیں معلومات عامہ اور خانہ داری پر ان کے کئی مضامین اس سال شائع ہوئے ہیں جو بڑی حد تک مفید کہے جا سکتے ہیں۔

۳۵- بیگم محمد رفیق علی صاحب شاہ آباد بھی پچھلے سال کی لکھنے والیوں میں سے ہیں ستمبر اور فروری کے دونوں مضمون بعنوان بچوں کے ہومیوپیتھک علاج تجربہ کی بنا پر لکھے گئے ہیں اور خواتین ان سے بہت کچھ فایدہ اٹھا سکتی ہیں۔

۳۸- جمیلہ بیگم صاحبہ کلکتہ اس سال کی نئی مضمون نگار خواتین میں سے ہیں۔ اپنے خیالات کو سلیقہ کے ساتھ عام فہم پیرایہ میں ادا کرتی ہیں [illegible] کی غذا" (نومبر) اور ہم بچوں کو [illegible]

دونوں مضمون قابل قدر ہیں اور غور و فکر کے بعد محنت
سے لکھے گئے ہیں۔

۴۰۔ ح۔ اختنا بنت سیٹھ ابو رنگون کے مضامین عصمت میں

کئی سال سے شائع ہو رہے ہیں لیکن مضمون نگار خواتین میں نمایاں حیثیت
انھوں نے اس سال حاصل کی ہے۔ "بچوں کی پرورش"
(سالگرہ نمبر) ذاتی مشاہدات کی بنا پر لکھا گیا ہے اور اپنے
موضوع پر بہترین مضمون ہے اور ان خواتین کے لئے
جن کی گود میں ننھے بچے ہیں۔ بہت مفید ہے جو واقعات
مضمون میں بیان کیے گئے ہیں۔ نہایت درد انگیز اور سبق
آموز ہیں۔ "برمی خواتین" (ستمبر) مختصر مضمون ہے لیکن
نہایت دلچسپ "ساس کا برتاؤ داماد کے ساتھ" (نومبر)
اور "نوکروں کے خصائل" (دسمبر) یہ دونوں مضمون بھی
دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مفید ہیں۔
جنوری کے پرچہ کا مضمون "سبز ترکاریوں کے فائدے"
مفید معلومات سے پڑھے یہ مضمون بہت محنت سے
لکھا گیا ہے۔ فروری کا مضمون "مذہب سے غفلت کی
وجہ" عنوان کے لحاظ سے خشک ہے مگر انداز بیان میں
دلکشی ہے۔ جن اسباب پر ح۔ ا صاحبہ نے بحث فرمائی
ہے واقعی اصلاح طلب ہیں اور گھن کی طرح مسلمانوں
کو اندر ہی اندر نقصان پہنچا رہے ہیں۔ "نباہ" (مارچ)
اس سال کے بہترین تمدنی مضامین میں سے ہے۔ "فرقہ
اناث پر آنحضرت صلعم کا لطف و کرم" (مئی) موضوع میں
جدت نہیں مگر پیرایہ بیان دلنشین ہے۔ ح۔ ا صاحبہ کے
مضامین اس لحاظ سے قابل تعریف ہوتے ہیں کہ مضمون کو
بڑھانے کی کوشش نہیں کرتیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے
مضامین اسی موضوع کے دوسرے لمبے چوڑے مضامین پر اس
اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں۔

۴۱۔ حسن النسا صاحبہ حیدرآباد دکن کا ترجمہ

افسانہ "جوہر شرافت" (جنوری) اس سال کے بہترین
اخلاقی افسانوں میں سے ہے۔ ترجمہ کے لئے ایسے بلند پایہ
افسانہ کا انتخاب حسن آرا صاحبہ کے بلند ادبی مذاق کا
ثبوت ہے۔

۴۵۔ حمیدہ خانم صاحبہ ایم اے میسور

کا گزشتہ سال ایک مضمون بعنوان "تعلیم یافتہ لڑکیاں"
شائع ہوا تھا جس پر سالگرہ نمبر ۱۹۴۳ء میں ہم اپنے
خیالات کا تفصیل کے ساتھ اظہار کر چکے ہیں۔ مسلمان لڑکیوں
کے لیے "انگریزی تعلیم کی ضرورت" (جون) اس سلسلہ کی
دوسری کڑی ہے۔ حمیدہ خانم صاحبہ کے خیالات کچھ شک
نہیں قابل قدر اور انکی دلایل نہایت معقول ہیں۔ انگریزی
تعلیم کا حاصل کرنا لڑکیوں کے لئے اس زمانہ کی ایک
نہایت اہم ضرورت ہے۔ دور اندیشی۔ عاقبت بینی۔
یہی ہے کہ جو لوگ اعلیٰ تعلیم یافتہ دامادوں کے خواہشمند
ہوں وہ پہلے اپنی لڑکیوں کو انگریزی کی معقول تعلیم سے
مزین کر دیں لیکن وہ اسی وقت مبارکباد کے مستحق ہیں
جب کہ مشرقیت لڑکیوں میں سے فنا نہ ہو۔ ہندو لڑکیاں
بی۔ اے۔ ایم اے کی جماعتوں میں پہنچ کر بھی گاڑھے ہی کی
ساڑھیاں باندھتی اور گھر کے سب کام اپنے ہاتھ سے
انجام دیتی ہیں مگر مسلمان لڑکیاں انٹرنس بھی نہیں کرنے
پاتیں کہ مذہب کے نام سے متنفر، فیشن کی نیتریاں
مغرب کی دلدادہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ یہ خرابی تربیت کی
ہے۔ والدین کی غفلت اور لاپرواہی اس کی ذمہ دار ہے
ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک طرف ان کا دماغ علوم
مغربی کے پھولوں سے مہک رہا ہو تو دوسری طرف
ان کا دل مذہب مقدس کے جواہر ریزوں سے مالا مال
ہو اور اعلیٰ تعلیم پا کر جہاں انھیں اپنے حقوق کا احساس
پیدا ہو وہاں اپنے فرائض کو بھی بخوبی ادا کر سکیں انھیں

"شمعِ انجمن" بننے پر ہی ناز نہ ہو وہ پہلے "چراغ خانہ" ہونے پر فخر کر سکیں۔ سوسائٹی میں وہ کتنی ہی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہوں مگر مقدم یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں ماہر ہوں اور گھر کا انتظام حسن و سلیقہ کے ساتھ کر سکیں

محترمہ حمیدہ خانم کچھ تو خرابی صحت کی بنا پر اور کچھ تعلیمی مصروفیت کے سبب کہ ایک سال میں انھیں ام اے کرنا تھا اس سال زیادہ مضامین نہ لکھ سکیں لیکن سال آیندہ ان کے مضامین نہایت معقول تعداد میں شایع ہونگے۔

۴۷- خدیجہ بائی صاحبہ انڈھیری بمبئی

عصمت کی نامور دستکار بہن ہیں جن کے کام پر زنانہ نمائشوں میں بھی انعامات دئے گئے ہیں۔ وضع وضع کی زنانہ دستکاریاں جانتی ہیں انکے دستکاری کے مضامین وانی حلقوں میں بہت قدر اور عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ نمونے نہایت خوبصورت بناتی ہیں اور ترکیبیں اس قابلیت سے لکھتی ہیں کہ باآسانی سمجھ میں آجائیں۔ ان بہن کی کتاب "سلمہ ستارہ کا کام" جسکا دستکار بہنوں کو دو ڈھائی سال سے انتظار ہو رہا ہے انشاء اللہ نومبر تک شائع ہو جائے گی۔

۴۸- خورشید آرا بیگم صاحبہ منشی فاضل امراوتی

عصمتی بہنوں کی محبوب و مقبول شاعرہ ہیں اور عصمت کے ذریعہ گذشتہ نو دس سال سے طبقہ نسواں اور ادب اُردو کی قیمتی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ان کی قومی اور ملی اخلاقی اور تاریخی اور مناظر قدرت کی نظمیں ادبی حلقوں میں نہایت وقعت سے دیکھی جاتی ہیں افسوس ہے اس سال ان کی نظموں کی تعداد بہت کم ہے لیکن خورشید آرا صاحبہ کو عصمت سے سچی محبت ہے اور ہمیں یقین ہے کہ آیندہ سال انکی نظمیں مثل سابق معقول تعداد میں شائع ہوں گی۔

۵۰- رابعہ خاتون صاحبہ پنہاں امرتسر

بھی چھ سات سال سے اوراق عصمت کی اپنی دلکش نظموں سے زینت بڑھا رہی ہیں۔ رابعہ پنہاں صاحبہ گنتی کی اُن چند خواتین میں سے ہیں جن کی نظمیں مذاق صحیح اور ذوق سلیم سے خراج تحسین حاصل کرتی ہیں۔ "شب ماہ" (سالگرہ نمبر) "موسم برسات" (نومبر) دونوں نظموں میں مناظر قدرت کی مصوری خوب کی گئی ہے۔ ان بہن کی نظموں کی ایک خصوصیت بالعموم ہر سال یہ رہتی ہے کہ موقع کی مناسبت سے لکھی جاتی ہیں چنانچہ اس سال بھی ان کی تین نظموں کی یہ خصوصیت قایم ہے۔

۵۱- ر۔س صفا جبہ

نئی مضمون نگار ہیں اور اس سال کی نئی لکھنے والیوں میں انھیں کے مضامین سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ انکی تحریر سے ہونہاری ٹپک رہی ہے "گانا" (اپریل) انکا بہترین مضمون ہے اور ایک اہم موضوع پر شگفتہ پیرایہ لکھا گیا ہے اور حق رکھتا ہے کہ جو والدین قدامت پرست ہیں اور لڑکیوں کی آزادی کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے لیکن اپنی لڑکیوں کے خوشگوار مستقبل کے آرزومند ہیں وہ بھی ٹھنڈے دل سے اس مضمون پر تھوڑی دیر کے لئے غور فرمائیں۔ "موٹاپا اور اسکا علاج" (نومبر) "آخری دور" (مئی) "آواز" (جون) تینوں مضمون بہت کارآمد ہیں۔

۵۲- زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی

سالہا سال سے عصمت کی گراں قدر قلمی اعانت فرما رہی ہیں افسوس ہے اس سال ان کے مضامین شمار میں کچھ زیادہ نہیں "کتے کی قبر" (اپریل) نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز مضمون ہے اور بتا رہا ہے کہ مسلمان اپنی جہالت سے کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔"

۵۳۔ سردار محمدی بیگم صاحبہ لونی (بمبئی)

عصمت کی قدیم و مخصوص مضمون نگار ہیں۔ ان کے مذہبی اخلاقی معاشرتی مضامین خصوصیت کے ساتھ قابل مطالعہ ہوتے ہیں۔ اپنے خیالات کو ترتیب اور سلیقہ کے ساتھ قلمبند کرنے کی قدرت رکھتی ہیں۔ تحریر میں روانی ہے۔ "میل جول میں اصلاح" (سالگرہ نمبر) ایک ضروری موضوع پر قابل قدر مضمون ہے جس میں خواتین کو ان امور پر متوجہ کیا گیا ہے جن کی طرف سے اکثر غفلت برتی جاتی ہے لیکن جن کا میل جول میں پورا پورا خیال رکھنا چاہئے۔ "عورت کا رعب" (اپریل) نہایت مدلل نہایت مؤثر اور بے حد قابل تعریف مضمون ہے اور ہر شریف بی بی سے خراج تحسین حاصل کرے گا۔ سردار محمدی بیگم صاحبہ کے مضامین شمار میں اس دفعہ کافی شائع ہوئے ہیں۔

۶۴۔ شہر آرا بیگم صاحبہ مرادابادی کے مضامین

پچھلے سال سے شائع ہو رہے ہیں۔ یہ بہن بہت ہونہار معلوم ہوتی ہیں۔ علمی تاریخی مضامین کافی مطالعہ کے بعد دلچسپ پیرایہ میں لکھتی ہیں اور ان سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوتا ہے افسانے بھی خاصے لکھ لیتی ہیں۔

۶۵۔ شہر بانو صاحبہ گیا

عصمت کی مخصوص مضمون نگار ہیں اور مسلسل چار پانچ سال سے مختلف موضوعوں پر مفید مضامین لکھ رہی ہیں ان کے بعض علمی تاریخی سیاسی اقتصادی مضامین نہایت بلند پایہ شائع ہوئے ہیں۔ شہر بانو صاحبہ کے بعض مضامین گو عام دلچسپی کے نہیں ہوتے لیکن معلومات سے پر۔ بڑی محنت اور کاوش سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی تحریر میں پختگی اور روانی ہے اس سال سب سے زیادہ مضامین انہیں بہن کے شائع ہوئے ہیں اور سب مضامین اپنی اپنی جگہ دلچسپ اور کار آمد ہیں۔

صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ایم آر اے ایس حیدرآباد دکن

عصمت کی نامور مضمون نگار ہیں اور ان مقتدر خواتین میں سے ہیں جو ہمیشہ عصمت کو اپنا پرچہ سمجھتی ہیں اور مضمونوں سے کتابوں سے خریداروں سے مشوروں سے غرض ہر طرح عصمت کی مدد کرتی رہتی ہیں۔ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ہندوستان کی مشہور مصنفہ ہیں اور ان کی کتابیں ادبی اور نسوانی حلقوں میں کافی مقبول ہیں۔ ان کے مضامین میں آورد نام کو بھی نہیں ہوتی برجستہ لکھتی ہیں طرز بیان میں دلکشی ہے اپنے مفہوم کو عام فہم زبان میں ادا کرتی ہیں۔ "جرمنی پولیس کا کتا" باتصویر (سالگرہ نمبر) اور "بچوں کی امدادی انجمن" (ستمبر) دونوں مضمون نتیجہ خیز ہیں اور معلومات میں اضافہ کرتے ہیں "پریشانیوں سے نجات" (مارچ) اپنے موضوع پر بہترین مضمون ہے۔

۷۳۔ غدیر فاطمہ بیگم صاحبہ ضیا دہلی (مؤلفہ گلدستہ کشیدہ)

محترمہ خدیجہ بائی کی طرح یہ بہن بھی مختلف قسم کی زنانہ دستکاریاں جانتی ہیں اور حلقہ عصمت میں دستکاری کے مضامین انکے بھی پسندیدگی اور قدر کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ معاشرتی تاریخی تنقیدی مضامین بھی لکھتی ہیں "سکندر اعظم" (سالگرہ نمبر) محققانہ مدلل مضمون ہے اور "زچہ خانہ" (مئی) اپنے موضوع پر نہایت کامیاب شادی شدہ عورتوں کے لئے اسکا مطالعہ یقیناً نہایت مفید ہوگا۔

۷۴۔ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ بنگلوری (مؤلفہ عصمتی کروشیا)

کے مضامین اب تین چار سال سے بہت کم چھپ رہے ہیں پہلے ہر سال ان کے مضامین شمار میں بہت معقول ہوتے تھے۔ یہ بھی مشہور دستکار ہیں۔ اگرچہ اس سال انکا کوئی دستکاری کا مضمون نہیں چھپا

جو تین مضمون شائع ہوئے ہیں ترجمے ہیں اور انکے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بہن طبع زاد مضامین بھی اچھے خاصے لکھتی ہیں۔

۷۵۔ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی (لکھیم پور اودہ)

گذشتہ سال کی نئی لکھنے والیوں میں سے ہیں۔ انھوں نے "امداد اول" (فروری، مارچ، مئی) بہت مفید مضمون لکھا ہے اور نہایت محنت احتیاط اور توجہ سے، اور لڑکیاں اگر سمجھنے کی کوشش کریں تو اس مضمون سے بہت کچھ فایدہ اٹھا سکتی ہیں۔ یہ بہن بھی زنانہ دستکاریوں کی مشہور ماہر ہیں۔ انکی جیاطی کی کتاب جس کا خواتین کو قریباً ایک سال سے انتظار ہو رہا ہے اب عنقریب ہی دفتر عصمت سے شائع ہونے والی ہے۔

۷۶۔ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل مصنفہ "غیرت کی پتلی" سابق اڈیٹر شریف بی بی

ملک کی ان گنی چنی چند خواتین سے ہیں جنکی قابلیت طبقہ نسواں کے لئے باعث فخر ہے اور جو عرصہ دراز سے اپنی بہنوں کی بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہیں انکی تحریر بھی مؤثر ہوتی ہے اور تقریر بھی دلنشین۔ ٹھوس عمل کام بھی انھوں نے عورتوں کے لئے کئے ہیں۔ انکا اور انکی بہنوں کا یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرلینا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ بہن لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کی حامی ہیں لیکن مشن سکولوں میں تعلیم پانے اور مشنری عورتوں کی صحبت میں رہنے سے لڑکیوں پر جو جو اثر پڑ سکتا ہے اور اسلام سے دور ہٹ کر مغرب کی اندھا دھند نقالی کرنے کے جو جو نتائج ہو سکتے ہیں محترمہ موصوفہ نے انکا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا ہے اس لئے لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں محترمہ فاطمہ بیگم کے مضامین خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر "تعلیم نسواں منزل مقصود سے دور" (اکتوبر) اور "مشن سکولوں کی تعلیم رنگ لائے گی" (دسمبر) اس سال بھی یہ دو مضمون انکے شائع ہوئے ہیں جو مدت دراز کے مشاہدے اور مطالعہ کا نتیجہ ہیں ان درد انگیز مؤثر مضامین میں اسلام کا حقیقی درد رکھنے والے، عاقبت اندیش انجام بیں سمجھدار والدین کے لئے نصیحت اور عبرت کا بہت کچھ سبق موجود ہے۔ محترمہ فاطمہ بیگم کی سیاحت پونا کے حالات بھی اشتیاق سے خواتین نے دلچسپی کے ساتھ پڑھے ہونگے۔

۸۱۔ قیصرہ بیگم صاحبہ کلکتہ کے مضامین گذشتہ سال سے درج رسالہ ہورہے ہیں۔

یہ بہن اگر مضمون نگاری کی مشق کرتی رہیں تو بہت اچھے اچھے مضامین لکھنے لگیں گی "لڑکی پر ٹیکس" (مئی) انھوں نے قابل تعریف مضمون لکھا ہے بنگال کا یہ دستور کہ لڑکی کی شادی کے وقت باپ کو ایک معقول رقم داماد کو ادا کرنی پڑتی ہے قطعی اسلام کے خلاف نہایت بیہودہ قابل نفرین انسانیت سوز رواج ہے جس کی اصلاح کی طرف بنگال کی تعلیم یافتہ دردمند مسلم خواتین کو جلد از جلد پوری توجہ کرنی چاہئے۔ مضمون درد انگیز اور بہت مؤثر ہے۔ "اعتراف شکست" (مارچ) نصیحت آمیز نتیجہ خیز دلکش افسانہ ہے۔

۸۳۔ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل (جموں کشمیر)

عصمت کی مخصوص مضمون نگاروں میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ خانہ داری حفظان صحت۔ تیمارداری، بچوں کی تربیت وغیرہ کے سلسلہ میں انکے نہایت قیمتی مضامین سے اوراق عصمت کی شان بڑھی ہے۔ تمدنی تعلیمی اخلاقی امور پر بھی انکے سلجھے ہوئے خیالات اور سنجیدہ بحثیں نہایت معقول ہوتی ہیں۔ "ساس بہو کے جھگڑے" (سالگرہ نمبر ۱) اور "دردمند بہنوں سے" دونوں مضمون دلسوزی اور دردمندی سے لکھے گئے ہیں اور ان میں ہماری معاشرت کے بعض تاریک پہلوؤں پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔ کنیز محمد بیگم صاحبہ کے کئی چھوٹے چھوٹے خیالی مضامین اس سال بھی شائع ہوئے ہیں۔

۸۷۔ محمدی بیگم صاحبہ بی اے حیدرآباد دکن عصمت کی قدیم

مضمون نگار محترمہ قیصری بیگم (حیدرآباد) کی صاحبزادی ہیں ۱۹۳۱ء میں بی اے کے امتحان میں یہ ساری یونیورسٹی میں اول آئی تھیں۔ انکی انگریزی اور عربی کی قابلیت اسلامی تاریخ اور ادب اردو کی واقفیت اور مذہبی معلومات حیرت انگیز ہیں۔ سکریٹری انجمن خواتین دکن کی حیثیت سے انھوں نے کئی سال تک اپنی قومی بہنوں کے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ محمدی بیگم صاحبہ کو مضمون نگاری میں بھی خاص ملکہ حاصل ہے افسوس انکی صحت درست نہ تھی ورنہ اس سال انکے مضامین کی معقول تعداد ہوتی ہیں اُمید ہے کہ ۱۹۳۵ء کے سالگرہ نمبر میں کم سے کم چار مضمون لکھنے والی خواتین کی فہرست میں محمدی بیگم صاحبہ کا نام بھی نظر آئے گا۔

۹۱۔ مسز برلاس (اشرف جہان بیگم صاحبہ)

دلی کی مشہور انشاپرداز اور "فغان اشرف" جیسے مؤثر اصلاحی ناول کی مصنفہ ہیں۔ انکا طرز تحریر نہایت دلچسپ بے تکلفی سادگی اور بے ساختگی کی جان ہے۔ آج کل اپنے شوہر پروفیسر نورالحسن صاحب برلاس کے ساتھ جاپان میں مقیم ہیں۔ ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۳ء میں محترمہ مسز فضلی نے جاپانی خواتین کے متعلق گرانقدر مضامین سے اوراق عصمت کی زینت بڑھائی تھی اب محترمہ مسز برلاس وعدہ کرتی ہیں کہ جاپان کے متعلق مضامین بھیج کر عصمتی بہنوں کی معلومات میں مزید اضافہ کرینگی۔

۹۷۔ معتصمۃ الرحمن صاحبہ حیدرآباد دکن

اسی سال کی لکھنے والی ہیں اور ہونہار معلوم ہوتی ہیں۔ تحریر میں دلکشی ہے "ڈاک خانہ" (سالگرہ نمبر) اور "مٹی" (اپریل) عنوان دونوں کچھ خشک سے ہیں مگر مضمون دونوں دلچسپ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئی ہیں "نمناک دیوار" نہایت دلآویز افسانہ ہے۔ ترجمہ بھی بہت اچھا کیا گیا ہے۔

۹۸۔ منظور مبارک علی صاحب منٹگمری

کے مضامین بالعموم خانہ داری اور حفظان صحت کے متعلق ہوتے ہیں "ترکاریاں سکھانا" سالگرہ نمبر نہایت کارآمد مضمون ہے۔ یہ بہن اخلاقی اور معاشرتی مضامین بھی خاصے لکھ لیتی ہیں

۹۹۔ مہرالنساء صاحبہ (اننت پور۔ مدراس)

مؤلفہ "نامور خواتین اندلس" کے مضامین اس سال بھی معقول تعداد میں شائع ہوئے ہیں، یہ بہن مختلف موضوعوں پر لکھتی ہیں۔ "نومسلم" (اکتوبر) اور "تجوری" (جون) دونوں طبعزاد افسانے خوب ہیں۔ کافی دلچسپ اور نتیجہ خیز، پلاٹ میں تنوع ہے۔ کردار نگاری بھی کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ "خوفناک جزیرے" (نومبر) اور "ناصح" (جون) یہ دونوں مضمون انشائے لطیف کے عمدہ نمونے ہیں "اخلاق وعادات" (فروری) کے واقعات بہت محنت سے جمع کیے گئے ہیں۔ انداز بیان میں ادیبانہ شان ہے ان بہن کے تاریخی مضامین خصوصیت سے قابل ذکر ہوتے ہیں دو تین اس سال بھی شائع ہوئے ہیں "شہنشاہ بابر کی زندگی کا ایک ورق" ترجمہ ہے لیکن اسقدر کامیاب کہ طبعزاد معلوم ہوتا ہے۔ مضمون نہایت دلچسپ اور مؤثر ہے اور اکثر سطریں کئی کئی بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

۱۰۴۔ نشاط افزا صاحبہ کلکتہ

کے مضامین مختلف وضع کی زنانہ دستکاریوں پر اس سال سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ یہ بہن نمونے نہایت صفا بہت خوبصورت بناتی ہیں ترکیبیں بھی کمل عام فہم ہوتی ہیں۔

۱۰۵۔ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے حیدرآباد دکن

کی بلند پایہ نظمیں اب دو ایک سال سے بہت کم شائع ہو رہی ہیں جسکی وجہ انکی خرابی صحت ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا انھیں جلد از جلد پوری صحت عطا فرمائے۔

۱۰۷۔ و۔ ا بلقیس بیگم صاحبہ

مصنفہ خانہ داری کے تجربے مفید نسواں وغیرہ کا شمار گنتی کی ان چند خواتین میں سے ہے جو ہندوستان کی قابل فخر لکھنے والیاں ہیں انکی تحریر میں غضب کی روانی اور پختگی ہے۔ سیدھی سادی عام فہم زبان اور نہایت شستہ عبارت لکھتی ہیں انکی سنجیدہ تمدنی معاشرتی تعلیمی بحثیں اور خانہ داری اور حفظان صحت پر نہایت کارآمد مضامین تعلیم یافتہ خواتین میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں افسوس ہے اس سال انکے مضامین سال گذشتہ کے مقابلہ میں کچھ زیادہ

نہیں "وقت اور کام کی کفایت" خانہ داری کے سلسلہ میں اس سال کا
بہترین مضمون ہے جس سے لڑکیوں اور عورتوں کو کام کی بہت سی مفید
باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

محترمہ و-ا- افسانہ نگار نہیں لیکن اکثر برکے پرچہ میں انکا جو سبق آموز
دردانگیز افسانہ "نصیرہ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اکثر اعتبار
سے کامیاب کہا جاسکتا ہے۔

نئی لکھنے والی خواتین میں محترمات بلقیس رضوی (راکور) بیگم اصغر حسین نگرامی (لکھنؤ) بیگم عبدالرحمٰن
خاں ب-ن ابراہیم (مدراس) ام عاصمہ (گلبرگہ) جلیلہ خاتون (بدایون)
حمیدہ وزیر (کانپور) سیدہ بیگم (گوالیار) صالحہ خاتون پانی پتی لطف النسا
بیگم نہت حضرت شاطر مدراس۔ مسز حمید (لکھنؤ) مسز غلام حسین (رنگون)
کے ایک ایک یا دو دو مضمون شائع ہوئے ہیں یہ خواتین مشق کرتی رہیں تو
مضمون نگاری میں جلد ترقی کر سکتی ہیں۔

محترمات بیگم کپتان نصیر الدین احمد (کلکتہ) حفیظہ جمال حیدر آباد دکن
مسز ام الحلیمہ مریم جمیل کلکتہ۔ شرافت بیگم (ریمنی) عائشہ بیگم
(مسز غلام رسول) لاہور۔ نواب قمر جہاں بیگم لکھنؤ۔ گ-ن عطار اللہ
مسز فضلی (دہلی) اور زہرت افضل لاہور کے مضامین کئی سال سے شائع
ہو رہے ہیں لیکن اس سال ان معزز بیبیوں کے صرف ایک ایک دو دو
مضمون ہی درج رسالہ ہوئے ہیں ہمیں امید ہے ان میں سے کئی بیگمات
کے مضامین سال آئندہ اس سال سے زیادہ شائع ہونگے۔

عصمت کے دور اولیں کی ممتاز مضمون نگاروں میں محترمات
مدر سجاد حیدر۔ عطیہ بیگم فیضی۔ حامدہ بیگم خیری اور بیگم عبداللہ کے
مضامین شائع ہوئے مدتیں گذر گئیں۔ اسی طرح افسوس ہے کہ
محترمات ظفر جہاں بیگم۔ مسز یوسف الزماں۔ انیس فاطمہ بنت اسوق
مرحوم۔ عطیہ نصرت خانم کلکتہ۔ خورشید اقبال جیا۔ ہر ہائی نس فاطمہ صدیقہ
بیگم صاحبہ اف ماناودر۔ لطیف بیگم۔ سلطانہ آصف بمبئی۔ بشیر النسا بیگم بشیر
حیدر آبادی۔ افضل النسا بیگم جوہی۔ بیگم حفاظت علی۔ بیگم یار محمد۔ بیگم
عباس علی مدراس۔ عابدہ بیگم رعنا۔ ممتاز رفیع بیگم مارہروی۔ بلقیس صدیقہ بیگم
نور جہاں بیگم ناز۔ حجاب امتیاز علی بنت بلدیو پرشاد۔ تہذیب فاطمہ عباسی۔

کرشن کماری کوسوی۔ رضیہ دلشاد۔ اختر خانم بندر عباس ایران۔
سلیمہ مرتضیٰ بی اے علیا ظفر دہلی۔ مسز عبدالغنی گونڈہ۔ اور آر بی حیدرآباد
دکن کا اس سال نام کو بھی کوئی مضمون درج رسالہ نہ ہوا ہمیں خوشی ہوگی
اگر ان مقتدر خواتین کے نام ستائیسویں سال کے مضمون نگاروں
کی فہرست میں نظر آئیں گے۔

ب

۱۰۹- سید ابو طاہر صاحب داؤد بی ایس سی کے
مضامین تین سال سے شائع ہو رہے ہیں انکے تفریحی مضامین میں سنجیدہ ظرافت
ہوتی ہے پھکڑپن جو مذاق سلیم کو گراں گذرے ڈھونڈے سے بھی کسی
مضمون میں نہ ملیگا۔ سید صاحب تہذیب اور متانت سے ہٹا ہوا کوئی نقطہ نہیں
لکھتے۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جو ملک کے بہت سے مشہور مذاح نگار حضرات کی
تحریر میں نظر نہیں آتی۔ ہل چل (دسمبر) نہایت کامیاب تفریحی لیکن اصلاحی
ڈراما ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ ایک شریف خاندان میں جہاں اعلیٰ
تعلیم کی کمی ہے ڈاکٹر کے آنے پر کیا طوفان بدتمیزی برپا ہو جاتا ہے۔ "کپڑوں
کی دھلائی" کے عنوان سے سید صاحب نے جو سلسلہ مضامین شروع
کیا ہے اس سے وہ خواتین بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں جنکی نگاہ میں وقت
اور روپیہ کی کچھ وقعت ہے۔

۱۱۱- افسر الشعرا حضرت آغا شاعر صاحب قزلباش دلی کے باکمال شعرا
کی آخری یادگار ہیں انکے استاد حضرت داغ زبان کے بادشاہ تھے آغا صاحب
کی زبان بھی موجودہ شعرا میں جواب نہیں رکھتی۔ اس سال آغا صاحب کی
نظمیں سب سے زیادہ شائع ہوئی ہیں۔

۱۱۲- اقبال احمد صاحب بھوپال کے مضامین کپڑوں کی چھپائی
کے متعلق سال گذشتہ سے شائع ہو رہے
ہیں۔ یہ مضامین محض کتابی علم کی بنا پر نہیں لکھے گئے بلکہ ذاتی تجربے بنا بر
محنت اور توجہ سے قلمبند کیے گئے ہیں۔ اسی لیے خواتین میں یہ مضامین
بہت مقبول ہو رہے ہیں۔

۱۱۶- رملنشی / پریم چند بی اے ملک کے بہترین افسانہ نگاروں
میں نہایت ممتاز درجہ رکھتے ہیں انکے افسانوں کے پلاٹ میں جو بین نظر

افسانے کے مطابق ہوتے ہیں۔ دلکشی ہوتی ہے۔ کردار نگاری میں منشی صاحب کو کمال حاصل ہے۔ ترجمانی جذبات بھی خوب کرتے ہیں۔ زبان عام فہم لکھتے ہیں۔ تحریر میں زور اور روانی ہے۔ "عیدگاہ" (سالگرہ نمبر ۱۹۳۲ء) اور "سکون قلب" (فروری) دونوں اعلیٰ درجہ کے افسانے ہیں۔

۱۱۷۔ لالہ تلوک چند صاحب محروم بی اے ہندوستان کے نامور شاعر ہیں۔ اور اپنی بلند پایہ مؤثر نظموں سے پانچ دس سال سے نہیں ۱۹۱۸ء سے عصمت کی دلچسپیاں بڑھا رہے ہیں۔ خواتین کے مطلب کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظمیں لکھنے والے سارے ملک میں ایسے قادر الکلام شعر گوئی کے چند ہی ہیں۔

۱۱۸۔ تقی علی صاحب صبا ہاشمی (ناگپور) کے مضامین زیادہ تر ہندی افسانوں کا ترجمہ ہوتے ہیں۔ ہاشمی صاحب کو ترجمہ کرنے میں خوب مہارت ہے افسانے بھی درد انگیز اور سبق آموز ہوتے ہیں اس سال انکے ترجمہ کئے ہوئے چار افسانے شائع ہوئے ہیں اور چاروں اچھے ہیں۔

۱۱۹۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب صبا بریلوی عصمت کے مخصوص شاعر اور ملک کے ممتاز افسانہ نگار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی نظم بھی عام فہم سلیس ہوتی ہے اور نثر بھی۔ جذبات نگاری میں ڈاکٹر صاحب کو خاص ملکہ ہے انکی نظمیں نہایت مؤثر اور افسانے نہایت دلچسپ ہوتے ہیں۔

۱۲۹۔ حضرت عزیز لکھنوی عصمت کے مخصوص اور ملک کے مایہ ناز شاعر ہیں۔ اور مدت دراز سے انکی نظمیں حلقہ عصمت میں نہایت قدر و وقعت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جا رہی ہیں۔ سوز و گداز اور درد و اثر حضرت عزیز کی نظموں کی بڑی خصوصیات ہیں۔

۱۳۷۔ مولوی محمد ظفر صاحب ام اے ال ال بی اردو کے نامور ادیب ہیں اور عصمت کے مخصوص ممتاز قلمی معاون۔ مدت دراز سے انکے ہر پرچہ میں دو مضمون مستقل طور پر شائع ہو رہے ہیں۔ "سیر بین" کے عنوان سے مہینہ بھر کی نئی نئی دلچسپ معلومات۔ بڑی محنت سے جمع کی جاتی ہیں۔ "خانہ داری" کے نوٹ نسوانی حلقوں میں غیر معمولی پسندیدگی اور شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اس سال دفتر عصمت کو مولوی صاحب کی ایک نہایت قابل قدر کتاب "سنگھار خانہ" شائع کرنے کا فخر حاصل ہوا ہے "سنگھار خانہ" سنگھار اور آرائش خوبصورتی اور تندرستی اور گھر داری کے متعلق نہایت کامیاب کتاب ہے اور اس زمانہ میں جبکہ فیشن پرستی اور مغربی تہذیب کی اندھا دھند نقالی کا بہت زور ہے اور تعلیم یافتہ لڑکیوں کی صحت بالعموم درست نہیں رہتی مولوی محمد ظفر صاحب نے چھ سال کی محنت کے بعد یہ کتاب تالیف فرما کر ہندوستانی خواتین کی ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔

۱۴۱۔ مفتاح الدین صاحب ظفر بی ایس ایس کے اس سال تین مضمون بچوں کی ذہنی اور دماغی ترقی کے متعلق شائع ہوئے ہیں اور تینوں مضمون اس قابل ہیں کہ ننھے بچوں کی مائیں انکا ایک ایک حرف غور سے مطالعہ فرمائیں۔

۱۴۲۔ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کے اس سال بھی کئی بیش بہا باتصویر مضامین شائع ہوئے ہیں ہم محترمہ نصیر بیگم کا کس طرح شکریہ ادا کریں کہ وہ جناب ڈاکٹر صاحب سے ہر سال عصمت کیلئے بہت سے بہتر مضامین لکھوا رہی اور زر کثیر خرچ کر کے عمدہ عمدہ تصاویر بھجوا رہی ہیں۔ "جنگ عظیم اور عورت" (سالگرہ نمبر) اور "زلزلہ" (مارچ) دونوں باتصویر مضمون نہایت محنت سے خوش اسلوبی کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور ان میں زیادہ سے زیادہ معلومات دلچسپ پیرایہ میں فراہم کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی بے مثل کتاب زچہ خانہ جسکا دو سال سے انتظار ہو رہا ہے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اسکے جلد عصمت میں شائع ہو جائے۔

اس سال نامور افسانہ نگار ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی اور پروفیسر علی عباس صاحب حسینی ام اے اور مایہ ناز شعراء خان بہادر چودھری خوشی محمد صاحب ناظر بی اے اور خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی اور مشہور حامی حقوق نسواں حضرت امام اکبر آبادی اور عصمت کی قدیم مضمون نگار محترمہ ام الحلیمہ مریم کے شوہر پروفیسر طاہر جمیل ام اے اور دکن کے مشہور ادیب مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی کا صرف ایک ایک مضمون یا نظم شائع ہوئی ہے کاش ان حضرات کے مضمونوں اور نظموں کی تعداد کچھ زیادہ ہوتی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی بی اے۔ مولوی محمد حسین صاحب محوی صدیقی لکھنوی۔ مسٹر ضیاء الدین برنی بی اے۔ مولوی سید راحت حسین بی اے ایل ایل بی۔ سید ابو تمیم صاحب فرید آبادی۔ پروفیسر ستار خیری ام اے کے مضامین اس سال بالکل شائع نہیں ہوئے ان حضرات سے ہمیں مخلصانہ شکایت ہے۔

راشد الخیری

خاتونِ اکرم عصمتی انعامات

اس پرچہ کے آخری ۴ صفحوں پر اُن بیگمات و حضرات کی فہرست شائع ہو رہی ہے جن کے مضامین عصمت کے چھبیسویں سال میں یعنی جولائی ۱۹۳۳ء سے جون ۱۹۳۴ء تک شائع ہوئے ہیں۔ اس سالانہ فہرست میں مضمون نگار خواتین کے نام اس دفعہ بھی سو سے زیادہ ہیں اور گو پچھلے دو سال سے مضمون نگاروں کی تعداد میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا لیکن عصمت نے اس سال بھی کئی ہونہار لکھنے والیاں پیدا کی ہیں۔ ان محترم خواتین میں جن کے مختلف موضوعوں کے بہترین مضامین سال بھر میں شائع ہوتے ہیں **محترمہ خاتون اکرم** جنت مکانی کی یادگار میں عصمت ہر سال انعامات تقسیم کرتا ہے۔ لیکن یہ انعامات بالعموم صرف انہیں بیگمات کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں جن کے سال بھر میں کم سے کم ۴ مضمون درج رسالہ ہوتے ہوں۔

خانہ داری عصمت کا نہایت اہم موضوع ہے جس پر ہر پرچہ میں دو تین مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ خانہ داری کے مضامین کے اعتبار سے عصمت کا چھبیسواں سال سابقہ گذشتہ کی طرح بہت کامیاب سال ہے اور کئی محترم خواتین کے نہایت مفید مضامین شائع ہوئے ہیں "وقت اور کام کی کفایت" (سالگرہ نمبر) از محترمہ و۔ ا اور "پریشانیوں سے نجات" (مارچ) از محترمہ صغرا ہمایوں مرزا اس موضوع کے اس سال بہترین مضامین ہیں ۱۰-۱۰ روپیہ کے انعام کے مستحق۔ ۵ روپیہ کا ایک انعام منظور مبارک علی صاحب کو دیا جاتا ہے انکے مضمون "سبزیاں سکھانے" پر۔

صنعت و حرفت کے مضامین اس سال بھی بہت اچھے رہے۔ محترمہ امۃ الحفیظ کے مضامین جو قریب قریب ہر پرچہ میں شائع ہوئے ہیں بے حد قابل قدر ہیں ان پر ۱۰ روپیہ کی حقیر رقم بطور انعام پیش کی جاتی ہے۔ مختلف قسم کی دستکاریوں کے مضامین ... نشاط افزا صاحبہ کے شائع ہوئے ہیں سب خوب ...

... نو نے **خدیجہ بانو** صاحبہ کے ہیں گو انکے مضامین اس دفعہ ۴ سے کم ہیں مگر یہ بہن کئی سال سے زنانہ دستکاری کے اول درجہ کا نمونہ پیش کر رہی ہیں۔ ان دونوں دستکار بہنوں کی خدمت میں ۵-۵ روپیہ پیش کیے جاتے ہیں۔

صحت و تندرستی کے مضامین بھی برے نہیں رہے گو خواتین کے لکھے ہوئے اعلیٰ درجہ کے مضامین کی اس سال کمی رہی "خواب راحت" (اپریل) اور "دماغی کمزوری" (فروری) پر محترمات رفعیہ کرمانیہ اور سعودا احمدی بیگم کو ۵-۵ روپیہ بطور انعام دیئے جاتے ہیں۔

بچوں کی تربیت اور پرورش کے مفید مضامین اس سال نہایت معقول تعداد میں شائع ہوئے ہیں جن میں ... "بچوں کی پرورش" (سالگرہ نمبر) ...

نہایت کار آمد مضامین ہیں۔ ان تینوں بہنوں کو ۵-۵ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں۔

معاشرتی تمدنی مضامین کے لحاظ سے حسب سابق یہ سال بھی نہایت کامیاب رہا "نباہ" (مارچ) اور "داماد کے ساتھ برتاؤ" (نومبر) از محترمہ ح-ا بو "میل جول" (سالگرہ نمبر) از محترمہ سردار محمدی بیگم "ساس بہو کے جھگڑے" (سالگرہ نمبر) از محترمہ کنیز محمد بیگم منشی فاضل "لڑکی بڑکیں" (مئی) از محترمہ قیصری بیگم یہ سب مضامین اپنی اپنی جگہ دلچسپ اور مفید ہیں۔ اس دفعہ اور ۵ روپیہ بڑھا کر ۲۰ روپیہ کا یہ انعام برابر کے چار حصوں میں ان محترم خواتین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اخلاقی مضامین اس سال کچھ زیادہ نہیں چھپے ۵ روپیہ کا انعام "خوش طبعی" (جنوری) پر سردار محمدی بیگم صاحبہ کو دیا جاتا ہے۔

تاریخی مضامین کی تعداد اس سال بھی معقول رہی الف صاحبہ کو ۱۰ روپیہ کا انعام انکے دو مضامین "شہنشاہ بابر کی زندگی کا ایک ورق" (مارچ) اور "اخلاق و عادات" (فروری) پر دیا جاتا ہے شہر آرا بیگم صاحبہ کا مضمون "رستم کی اولاد" سالگرہ نمبر بھی ۵ روپیہ کے انعام کے مستحق ہے۔

مذہبی مضامین بھی اس سال بُرے نہیں رہے ۱۰ روپیہ کا انعام محترمہ رنعیلہ کرمانیہ صاحبہ کے مضامین پر دیا جاتا ہے اور ۵ روپیہ سردار محمدی بیگم صاحبہ کی نذر ہیں انکے قابل قدر مضمون "عورت کے عیب" (اپریل) پر

تفریحی مضامین کے لحاظ سے یہ سال کچھ زیادہ کامیاب نہیں خوش طبع خوش مذاق مضمون نگار خواتین کو اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ لیکن بالعموم جس قسم کے مذاحیہ مضامین مردانہ رسالوں میں چھپتے ہیں ہمیں پسند نہیں عصمت کے لئے سنجیدہ ظرافت ہونی چاہئے۔ خواتین کے تفریحی مضامین میں محترمہ شہر بانو صاحبہ کا مضمون "چوڑی والی حجن" ۵ روپیہ کے انعام کا مستحق ہے۔

سیر و سیاحت کے مضامین اس سال بھی خاصی تعداد میں شائع ہوئے ہیں۔ ان میں محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل کا مضمون "پار دین پور" بہت خصوصیت سے قابل ذکر ہے اس پر ۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔

تعلیمی مضامین خاصے اچھے رہے محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل کے دونوں مضمون "تعلیم نسواں منزل مقصود سے دور" (اکتوبر) اور "مشن سکولوں کی تعلیم" اس سال کے بہترین مضامین میں سے ہیں یہ ۱۰ روپیہ کا انعام محترمہ موصوفہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے

تنقیدی مضامین قابل اطمینان ہیں یہ ۱۰ روپیہ کا انعام محترمات شہر بانو اور رعنیہ فاطمہ میں برابر کا تقسیم کیا جاتا ہے ان کے مضامین "مرحومہ خاتون اکرم اور نسوانی صحافت" (نومبر) اور "سنگھار خانہ" (مئی) پر

علمی مضامین سال گذشتہ کے مقابلہ میں اس سال کچھ کم ہیں ۵ روپیہ بطور انعام شہر بانو صاحبہ کے مضامین پر دئے جاتے ہیں

مختصر ادبی مضامین کے لحاظ سے یہ سال بھی اچھا رہا۔ ایس.بی طاہرہ صاحبہ کو انکے مضامین پر ۱۰ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے

ڈرامہ عورتوں کا لکھا ہوا کوئی قابل انعام ڈرامہ اس سال نہیں چھپا مضمون نگار خواتین کو اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئے

افسانوں کے اعتبار سے ہر سال کی طرح یہ سال بھی نہایت کامیاب رہا۔ طبع زاد افسانوں میں "نرسلم" (اکتوبر) اور "نجومی" محترمہ مہر النسا نے خوب لکھے ہیں۔ بنگالی، ہندی، انگریزی، فرانسیسی زبانوں کے بہترین افسانوں کے کامیاب ترجمے بھی نہایت معقول تعداد میں ہیں۔ کم سے کم چار مضمون جن خواتین کے اس سال شائع ہوئے ہیں ان میں ترجمہ کیے ہوئے قابل انعام افسانے "چھٹی" (سالگرہ نمبر) اور "کوہلا نگ" (ستمبر) ا بیں کے صغرا صاحبہ سبزواریہ کے ہیں۔ ان دونوں بہنوں کی خدمت میں ۱۰-۱۰ روپیہ پیش کیے جاتے ہیں۔

نظمیں

باوجود اس کے کہ اس سال عصمت کی بعض مخصوص شاعر بہنیں اپنے پرچہ پر کچھ زیادہ توجہ نہ فرما سکیں یہ سال بھی نظموں کے اعتبار سے کامیاب رہا۔ موقعہ و مناسبت کے لحاظ سے رابعہ پنہاں صاحبہ کی کئی نظمیں شائع ہوئی ہیں ۱۰ روپیہ کا انعام انکی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور ۵-۵ روپیہ محترمات طلقیس جمال اور خورشید آرا بیگم منشی فاضل کی خدمت میں۔ محترمہ خورشید آرا کی نظمیں اس سال صرف تین شائع ہوئی ہیں مگر وہ سالہا سال سے عصمت کی بیش بہا امداد فرما رہی ہیں۔

تقریر

یہ انعام ۵ روپیہ کا صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے انکی اس تقریر پر جو اپریل کے پرچہ میں شائع ہوئی ہے۔

تصاویر

سے اس سال بھی محترمات بیگم کپتان نصیر الدین احمد اور صغرا ہمایوں مرزا نے عصمت کی دلچسپیاں بڑھانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے ان دونوں محترم خواتین کی خدمت میں ۱۰-۱۰ روپیہ بطور انعام پیش کیے جاتے ہیں۔

تعداد مضامین

سب سے زیادہ مضامین محترمات شہر بانو اور امۃ الحفیظ کے ہیں۔ شمار میں دونوں بیبیوں کے مضامین برابر ہیں مگر امۃ الحفیظ صاحبہ کے مضامین صرف ایک ہی موضوع کے ہیں جن پر انہیں صنعت و حرفت کا درجہ اول کا انعام بھی مل چکا ہے۔ اس کے علاوہ انکے دو ایک مضمون صرف ایک ایک صفحہ ہی کے ہیں اسلئے اول درجہ کے انعام ۱۵ روپیہ کی مستحق شہر بانو صاحبہ ہیں۔ جنکا محترمہ ح-ا ابو سے صرف ایک مضمون زیادہ شائع ہوا ہے ۱۰-۱۰ روپیہ کے دو انعام امۃ الحفیظ صاحبہ اور ح-ا ابو صاحبہ کو بھی دیئے جاتے ہیں۔

توسیع اشاعت

کا مضمون نگاری سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن جس طرح کسی بلند پایہ رسالہ کے لئے سب سے مقدم اعلیٰ درجہ کے غیر مطبوعہ مضامین ہیں اسیطرح کسی پرچہ کی ترقی اسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک خریدار زیادہ سے زیادہ نہ ہوں۔ افسوس ہے اس سال کتنی بہنوں نے اپنے پرچہ کی اشاعت بڑھانے میں بہت کم حصہ لیا اور کم سے کم ۵ خریدار کسی بہن نے بھی اس سال نہیں دیئے

متفرق انعامات

سال گذشتہ محترمہ مسز تفضلی نے جاپانی خواتین کے متعلق دو قابل قدر مضامین لکھے تھے لیکن مضمون نگاروں کی فہرست میں انکے صرف دو مضمونوں کے عنوان درج ہوئے اور انکے بہترین اور قابل انعام مضمون "نسوانی جاپان" کا عنوان فہرست میں درج ہونے سے رہ گیا اسی طرح محترمہ آرا بیگم طہیر الدین کا مضمون "حج کا پرچہ" طرز تحریر کی دلکشی کے اعتبار سے قابل انعام تھا ان دونوں محترم خواتین کی خدمت میں ۵-۵ روپے کے انعامات اب سال بھر بعد پیش کئے جاتے ہیں ہمیں بے حد ندامت ہے کہ سال گذشتہ یہ انعامات بھول رہ گئے

محترمہ بیگم سمیع اللہ کا خصوصیت کے ساتھ کوئی قابل انعام مضمون اس سال نہیں چھپا لیکن انکے مضامین کی تعداد معقول ہے۔ محترمہ فاطمہ بیگم کا مضمون امداد اولیٰ نہایت کارآمد اور خواتین کے لیئے اشد ضروری ہے ۵-۵ روپیہ ان بہنوں کو بھی بطور انعام دے جاتے ہیں۔

جن بہنوں نے خانہ داری کی مصروفیات اور تعلیمی مشاغل سے وقت نکال کر اور جن خواتین نے باوجود خرابی صحت کے اس سال عصمت کے لئے مضامین لکھے اور ہزاروں ہندوستانی بیبیوں کو اپنے خیالات سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ جو مختصر خواتین کی خدمت میں انعامات پیش کئے جا رہے ہیں ہمیں ان سے ندامت ہے کہ انکے مضامین کی پوری پوری قدر نہ کی جا سکی۔ یہ انعامات ہمیں اعتراف ہے کہ مالیت کے اعتبار سے نہایت ہی کم قیمت اور حقیر ہیں لیکن چونکہ جنت مکانی کی یادگار کے طور پر تقسیم کیے جاتے ہیں یقین ہے ہماری عزیز اور محترم بہنیں انہیں قبول فرمائیں گی اور وقعت کی نظر سے دیکھیں گی۔

رازق الخیری

اس سال کے خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق بیبیاں

۱- محترمہ شہر بانو — اکھجوہ (بہار) — (۵ + ۵ + ۵ + ۱۵) — ۳۰ روپے

۲- محترمہ صغرا ہمایوں مرزا- ام اے ایس — (حیدر آباد دکن) — (۱۰ + ۵ + ۱۰) — ۲۵ "

۳- محترمہ سردار محمدی بیگم آف لونی — (رسوہ بمبئی) — (۵ + ۵ + ۵ + ۵) — ۲۰ "

۴- محترمہ مہرالنسا مؤلفہ "نامور خواتین اندلس" — (راشنت پور مدراس) — (۱۰ + ۱۰) — ۲۰ "

۵- محترمہ ح- ابو — رنگون — (۵ + ۵ + ۱۰) — ۲۰ "

۶- محترمہ امۃ الحفیظ — دوارکا- کاٹھیاواڑ — (۱۰ + ۱۰) — ۲۰ "

۷- محترمہ رفیعہ امیر کرانیہ مصنفہ نیرنگ — لکھنؤ — (۵ + ۱۰) — ۱۵ "

۸- محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل — (بمبئی) — (۵ + ۱۰) — ۱۵ "

۹- محترمہ و- ا- مؤلفہ "خانہ داری کے تجربے" — آگرہ — ۱۰ "

۱۰- محترمہ رابعہ خاتون پنہاں — امرتسر — ۱۰ "

۱۱- محترمہ ایس بی طاہرہ — پشاور — ۱۰ "

۱۲- محترمہ بیگم کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد — ہوڑہ — ۱۰ "

۱۳- محترمہ مس کے صغرا سبزواریہ کلکتہ ۱۰ روپے — ۱۴- محترمہ شہر آرا بیگم - الہ آباد — ۱۰ "

۵-۵ روپے کے انعامات حاصل کرنیوالی خواتین

۱۵- محترمہ (منظور مبارک علی منٹگمری)

۱۶- محترمہ کنیز محمد بیگم منشی فاضل جموں کشمیر — ۱۷- محترمہ جمیلہ بیگم کلکتہ

۱۸- محترمہ بلقیس جمال مصنفہ "آئینہ جمال" میرٹھ — ۱۹- محترمہ نشاط افزا کلکتہ

۲۰- محترمہ خورشید آرا بیگم منشی فاضل امراوتی — ۲۱- محترمہ قیصرہ بیگم کلکتہ

۲۲- محترمہ غدیر فاطمہ مؤلفہ "گلدستہ کشیدہ" دہلی — ۲۳- محترمہ فاطمہ بیگم منشی لکھیم پور اودھ

۲۴- محترمہ مسز فضلی مؤلفہ "جاپانی کہانیاں" دہلی — ۲۵- اے آر بیگم ظہیر الدین گونڈہ

۲۶- محترمہ خدیجہ بائی مؤلفہ "سلمہ ستارہ کا کام" اندھیری بمبئی- ۲۷- محترمہ بیگم سمیع اللہ لاہور

انعامات حاصل کرنے والی یہ محترم خواتین حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ خاکسار اڈیٹر اور تمام عصمتی بہنوں کی طرف سے اس علمی ترقی پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔
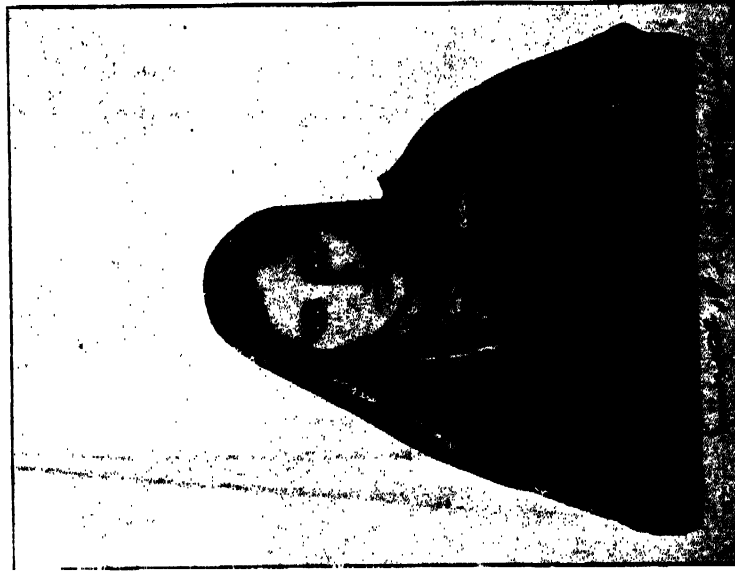
رازق الخیری

محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ام۔آر۔اے۔ایس (لندن) گولڈ میڈلسٹ۔
صدر انجمن خواتین دکن عصمت کی مشہور مضمون نگار۔ ۱۴ کتابوں کی مصنفہ

ننھے بہن بھائی
مرسلہ سرور جہاں صاحبہ رعنا

بھائی بہن
مشیر الدین سال
بیگم معین الدین انصاری کے بچے

ناصر احمد
۴ ½ سال
مبارکہ بیگم
۲ ½ سال
بیگم شیخ قمر احمد گوجرانوالہ کے بچے

از حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

اسلام کا وہ دور بھی کچھ کم قیامت خیز نہ تھا جب مسلمانوں نے نفسانیت کا شکار مذہب کی آڑ میں کھیلا اور علماء اسلام نے چند نقرئی سکوں کے لالچ میں قرآن و حدیث کو ضرورت کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ یہ بدبختی اگر مرتیوں کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی تو پھر غنیمت تھا مگر وہ بیج آج بھی گھن دار درختوں کی صورت میں چھائے ہوئے ہیں اور ان کے جراثیم اندر ہی اندر شجر اسلام کو کھوکھلا کرتے ہیں، ان ہی مسائل میں سے جنہوں نے علماء اسلام کی بدولت قوم کو زیر وزبر اور اسلامیت کو تہ وبالا کر ڈالا ایک عقد بیوگان بھی ہے۔ قرآن سے اس کی اجازت ثابت ضرور ہے لیکن اس کی فرضیت نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے کچھ مسلمانوں ہی کے نہیں ساری دنیا کے معاملات حالات کے اعتبار سے طے ہوتے ہیں، ایک عورت جس پر دو تین بچوں کی پرورش فرض ہے۔ اگر بیوہ ہوگئی تو ہرگز ہرگز اپنی خواہش و مرضی کے خلاف مسلمانوں کے خدا اور رسول کے حکم سے عقد ثانی کے واسطے مجبور نہیں ہوسکتی، لیکن مولوی صاحب جو خود خواہشمند ہیں یا اس شخص کی تحریک سے جو محض اسی مقصد کے لئے پانچ روپے دیکر مولوی صاحب سے وعظ کہلوا رہا ہے جھوم جھوم کر غلط آیتوں کی جھوٹی تاویلیں فرما رہے ہیں کبھی موتیوں کے محل پیش کرتے ہیں کبھی دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھاتے ہیں۔ اور غریب کا پیچھا اسوقت تک نہیں چھوڑتے جب تک وہ ہاں نہ کرلے۔ کیا ہمارے محترم واعظ مسلے کے اس پہلو پر بھی غور فرمائیں گے کہ یہ عورت جو دو تین بچوں کی ماں بھی ہے اور ان کی پرورش شرعاً اور اخلاقاً اس کا فرض ہے۔ یہ بھی اور یہ بچے بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اگر وہ نکاح کی خواہش مند ہے تو مسلمانوں کا اور ان کے علماء کا کام یہ ہے کہ اس کی راہ میں جو رکاوٹیں ہوں دور کردیں۔ قرآن کی آیت اور حدیث کے الفاظ اس کے آگے کچھ نہیں کہتے۔ اسلام دین الہی ہے اس نے فطرت انسانی کو اپنے ہر فیصلے میں ہر مذہب سے زیادہ ملحوظ رکھا ہے۔ مگر افسوس ان لوگوں پر جو محض اپنے نفس یا مصلحت کے تحت میں مذہب اور اس کے تسلیم کرنے والوں کو الٹی چھری سے ذبح کردیں،

میں نے خود سوتیلی ماں کے مظالم کے متعلق دل کھول کر اور پیٹ بھر کر لکھا ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ موت سے پہلے میں نے یہ محسوس کرلیا کہ سوتیلے باپ کی سختیاں سوتیلی ماں سے بھی کچھ بڑھی ہوئی ہوتی ہیں اسلئے بیوہ عورت کا عقد قطعاً رنڈوے مرد کے عقد سے کم وزن نہیں رکھتا۔ بیوہ عورت کو ثواب کا راگ دے کر نکاح پر آمادہ کرنا ایسی حالت میں کہ اس کے پاس پرورش کے لئے بچے موجود ہیں یقیناً ایسا ظلم ہے جس کی تلافی نہیں ہوسکتی

یوں تو شمالی ہند کے اکثر اضلاع پر اٹھارویں صدی کی تکمیل آفات و مصائب کی تکمیل تھی مگر بعض اضلاع وبائی امراض قحط

کے ایسے شکار ہوئے کہ الامان الحفیظ۔ سلیم پور بھی اسی آفت ناگہانی کا شکار رہوا۔ قحط کی آگ ابھی پوری طرح فرد نہیں ہوئی تھی کہ ہیضے کی شدت نے گھر کے گھر صاف کر دئے،

کبریٰ اور صغریٰ دونوں بہنیں اچھے خاصے کھاتے پیتے بھائیوں کی بیویاں تھیں۔ جاہل بھی نہیں پڑھی لکھی مگر خدا بھلا کرے ان جغا کار مولویوں اور نا بکار مسلمانوں کا جنہوں نے اسلام کے معنے نہ خود سمجھے اور نہ دوسروں کو سمجھنے دئے، خدا اور رسول کو اس بری طرح ذہن نشین کیا کہ تخیل ان کے ناموں سے پناہ مانگتا ہے۔ مسلمانوں کا خدا جس کی شان رحیمی و کریمی گنہ گار سے گنہ گار بندے کو رحم و کرم کے جھولے میں جھلا رہی ہے اس کو علمائے اسلام نے اس طرح پیش کیا کہ نعوذ باللہ گویا ایک بڑے میاں کالا دیو بنے ہوئے (خاکم بدہن) ستر ہزار کپڑے پہنے۔ ستر ہزار گز کا سونٹا ہاتھ میں لئے ستر ہزار فرشتوں کو دبوچے ستر ستر ہزار گنہ گاروں کو دوزخ میں پھینک رہے ہیں۔ یعنی کائنات کا ہر ذرہ فنا ہونے کے بعد بھی ستر ہزار کی گردان کر رہا ہے۔ ضرورت یہ تھی کہ کبریٰ کے شوہر کا ہیضہ اسلئے کہ مرض متعدی تھا گھر بھر کے واسطے احتیاط کا سبب ہوتا رونے پیٹنے کی آوازیں اڑوس پڑوس کے کلیجے توڑتی تھیں۔ خانصاحب کو کس خدا نے بتایا تھا کہ رات کے بارہ بجے بریانی اور زردہ، مرغ اور تیتر، شیرمال اور خمیریاں ڈنبے کی چکتی اور تیل کے کریلے اڑاتے مگر وہ تو ہر لقمہ پیٹ کے بدلے جنت میں جا رہا تھا کس کی مجال تھی کہ کوئی منع کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چار بجے سے دست اور قے شروع ہوگئی، اس کا بھی مضائقہ نہیں جیسا کیا ویسا بھرا مگر چونکہ مسلمان تھے توقع یہ تھی کہ گھر بھر آکر جھپٹ جاتا، کوئی ہاتھ دباتا، کوئی پاؤں، خدا کا شکر ہے کہ حضرت نے عورتوں پر رحم فرمایا اور شفقت کی تمام رحمتیں چھوٹے بھائی پر نازل ہوئیں جس کی بابتہ انہوں نے یہ فرمایا کہ بھیا میرا آخری وقت ہے۔ میری آنکھ سے اوجھل نہ ہوا اور پلنگ پر بیٹھا رہ اس کا انجام یہ ہونا چاہئے تھا اور ہوا کہ جب خانصاحب نے عالم ارواح میں بھی چھوٹے بھائی کو خدمت کے واسطے ساتھ رکھا، دونوں جنازے ساتھ ہی اٹھے اور ساتھ ہی دفن ہوئے۔

(۳)

کبریٰ اور صغریٰ بیوہ بہنیں رانڈاپے کی عمر گذار رہی ہیں۔ کبریٰ کے پاس صرف ایک لڑکا ہے، صغریٰ کے پاس ایک پانچ برس کی لڑکی اور آٹھ سال کا لڑکا ہے۔ کبریٰ اپنا وقت اطمینان سے گذار رہی ہے مگر صغریٰ کو جنت میں پہنچانے کے لئے اسکے شوہر کے ایک پیر بھائی پیچھے ہوئے ہیں جو قریباً روزانہ وعظ فرماتے ہیں، اور صبر و شکر کی تلقین کے علاوہ نکاح بیوگان کے مدارج اس زور و شور سے فرماتے ہیں کہ شاید بہائمنوں کے دل بھی رانڈ ہو کر نکاح ثانی کے لئے بھرا جائیں آخر مولوی صاحب نے ایک روز وعظ فرمانے کے بعد تنہائی میں صغریٰ سے صراحت فرمایا، ”اے عمر زادہ او جل جلالہ نے اپنے حبیب پاک جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت جو احکام نازل فرمائے ہیں ان میں سب سے زیادہ ثواب بیوہ کے عقد کا ہے۔ نماز روزہ، زکوٰۃ سب گرد ہیں یہاں تک حکم ہے کہ جس وقت بیوہ نکاح کا قصد کرتی ہے اسی وقت سے فرشتے اس کی نیکیاں لکھنی شروع کر دیتے ہیں اور جو فرشتے آسمان پر معماری کا کام کرتے ہیں وہ اسی وقت سے جنت الفردوس میں بیوہ کے واسطے جنت کا محل چننا شروع کر دیتے ہیں خدا اور اس کے رسول فرما رہا ہے کہ جب بیوہ نے نکاح کر لیا ہے تو دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگئی ہے مجھے تعجب ہے کہ اتنی بڑی نعمت کو تم ہاتھ سے کھو رہی ہو، میں پہلے شوہر سے زیادہ خوش رکھونگا اور تمہارے بچوں کو باپ کی شفقت بھلا دونگا۔ ایسے نیک کام میں دیر لگانی وسوسہ شیطانی ہے۔ بیوہ کو وکیل اور گواہ کی بھی ضرورت نہیں

میں ابھی نکاح پڑھا لیتا ہوں۔ میں اور تم دونوں ہاں کر لیں نکاح ہوگیا"۔ جنت کی آواز سنتے ہی اور لتنے بڑے ثواب کی آواز کان میں پہنچتے ہی صغریٰ پھسل گئی کیونکہ اس کو اسلام کے معنی ہی نہیں بتائے گئے تھے۔ مگر اس نے پھر بھی اتنا کہا کہ "مجھے کم سے کم سوچ لینے دیجئے"۔ وہ چاہتی تھی کہ اس معاملہ میں بڑی بہن سے گفتگو کرے کیونکہ کچا ساتھ خالی ہاتھ۔ اتفاق سے مولوی صاحب کے تشریف لیجاتے ہی کبریٰ جو مولوی صاحب کے تیور دیکھ اور بہن کا رنگ بھانپ رہی تھی خود ہی صغریٰ کے کمرے میں آئی اور کہا "صغریٰ۔ چند روز سے میں تمہارے طور بے طور دیکھ رہی ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ نابنجار مولوی جو نائب رسول بن کر تمہارے سامنے آیا ہے تمہارے واسطے شیطان مجسم ثابت نہ ہو جائے میں نے کئی دفعہ اس کا وعظ صرف اس غرض سے سنا کہ شاید یہ ایک بات بھی صحیح کہتا ہو لیکن اس کمبخت نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ جو بات کہے گا وہ ایسی جس پر دشمنان اسلام چاروں طرف سے ٹوٹ پڑیں اور اسی بدبخت کے ہتھیاروں سے اسلام کے پرزے اڑا دیں۔ پرسوں ہی تو شاید نوح علیہ السلام کے متعلق فرما رہے تھے اور جو کچھ ارشاد ہو رہا تھا اس میں ایک بات بھی قرین قیاس نہ تھی۔ یاد رکھو اسلام دین فطرت ہے۔ اور اس کا ہر فیصلہ فطرت انسانی کے مطابق ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو عقل سلیم تسلیم نہ کرسکے اور یہی اسلام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ مگر آج جاہل مسلمان اسلام کا یہ جوہر مٹا رہے ہیں عقد بیوگان کے متعلق مولانا کی تقریر میں نے بھی سنی۔ جن الفاظ کو وہ رسول کی طرف منسوب کرتے ہیں جس فیصلے کو اسلام کا عطر بتاتے ہیں اور جس آیت کے معنی حکم قطعی لگا رہے ہیں اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوہ نکاح کا ارادہ کرتے ہی جنت کی مالک ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ میں ایسے اسلام ایسی جنت سے باز آئی۔ میں ہرگز ایسے خدا اور ایسے رسول پر ایمان نہیں لاسکتی جس کا حکم ایک عورت کا مستقبل برباد اور اس کے بچوں کی مٹی پلید کر دے۔ لاریب اگر خواہش نفس مجبور کرتی ہے تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کی مخالفت کر سکے لیکن اگر موتی کے عوض دیکر ایک عورت کی مٹی پلید کرنی ہے اور اس کے بچوں کا کھوج کھونا ہے تو یہ رحمان نہیں شیطانی فعل ہے۔ میں خوب اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ تو اس مکار مولوی کے پھندے میں پھنس چکی ہے اور یہ شیطان چند ہی روز میں تیرا مکان اور زیور سب کھا جائیگا اور یہ پھلیر والے لال جن سے دنیا کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں تیری ایک غلطی سے دنیا کی بدترین مخلوق بن جائیں گے"۔

(۳)

صغریٰ کے نکاح ثانی کو چھ ماہ سے زیادہ ہوگئے ہیں وہ اب مولوی اختر کے گھر میں ان کے بیوی بچوں کے ماتحت دن پورے کر رہی ہے۔ زیور کا بڑا حصہ فروخت ہو چکا۔ مکان بھی صبح شام بکنے والا ہے۔ چونکہ نماز کی پابند پہلے سے تھی اس لئے پانچ بجے اٹھ بیٹھتی ہے۔ بعد نماز خانہ داری کے فرائض وہ پہلے سے بھی انجام دیتی تھی اور آج بھی انجام دے رہی ہے مگر پہلے اس کو فرض سمجھکر اور آج مولانا اور ان کی بیوی کے احکام سمجھ کر۔ جو شخص دونوں بیویوں میں عدل حقیقی کا مدعی تھا اس کی دوسری بیوی صغرا بیاہتا بیوی کے مقابلہ میں بہت ہی کم وقعت رکھتی تھی اس کی حالت اگر اس سے بھی بدتر ہو جاتی تو کائنات کے کسی متنفس سے اسکو ہمدردی نہیں ہو سکتی تھی۔ صدمہ اس کا تھا کہ صغریٰ کے دونوں بچے نصیر اور نصیرہ بہت بری طرح برباد ہو رہے ہیں مولوی صاحب جب وعظ فرمانے جاتے ہیں تو نصیر ان کا بستہ اٹھا کر لیجاتا اور لاتا ہے بعض دفعہ دن میں دو تین وعظ ہوتے اور بجائے معقول تعلیم و تربیت کے بدبخت ماں کی جہالت کا مارا ہوا یتیم نصیر سوتیلے باپ کی کتابیں ڈھوتا اور پیٹ بھرتا نصیرہ گو ساڑھے پانچ برس کی تھی مگر ماں نے جو مصیبت اس پر ڈالدی تھی اس کا آغاز بھی ہو چکا تھا اور نصیرہ سوتیلی ماں کی خدمت کے لئے مقرر ہو چکی تھی،

(۴)

کبریٰ اور اس کا بچہ ظہیر اطمینان سے زندگی بسر کر رہے ہیں ظہیر گو نصیر سے چھوٹا ہے مگر چوتھی جماعت میں اول پاس ہوا ہے

آج اس کی کامیابی کی بزم میلاد ہے ماں اپنی آمدنی اور وقت کا بڑا حصہ بچے کی تعلیم پر صرف کر رہی ہے۔ اس نے پردے کی وقعت جھوٹی شرم اور غلط حیا بچے کے مستقبل پر قربان کر دی۔ وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ میرا فرض صرف اب یہ ہے کہ میں ظہیر کو انسان بنا دوں اور جس طرح بھی ہو اس کے رہنے کی جگہ دنیا میں پیدا کر دوں محبت کی دیوانی خود بچے کو مدرسے پہنچانے جاتی اور ممتا کی ماری اسلئے کہ بد مذاق لڑکوں کی صحبت کا اثر نہ پڑے چھٹی سے پہلے ہی مدرسے کے دروازے پر جا بیٹھتی۔ اور گھر آکر پھر باہر نکلنے نہ دیتی کھیلوں میں وہ اس کے ساتھ رہتی۔ تفریحوں میں وہ اس سے جدا نہ رہتی غرض شوہر کے بعد وہ ماں کے فرائض بھی اس طرح ادا کر رہی تھی کہ تمام محلہ متحیر تھا اس نے اپنے کپڑوں میں پیوند لگا کر بچہ کو چھیلا بنایا، خود روٹی بچا کر اس کا پیٹ بھرا، دکھ اٹھا کر اس کو سکھ دیا اور پردے والی نے اپنے لال کو دولہا بنا دیا۔

بزم میلاد میں اس نے یتیموں اور اپاہجوں کو کھانا کھلایا اور دس بجے دن کے جب تیسری مرتبہ عورت کو بہن کے ہاں یہ کہلا کر بھیجا "میرے مہمان گھبرائے جا رہے ہیں۔ اگر تم نہ آسکو تو مجھے مطلع کر دو تاکہ میں میلاد شریف شروع کر دوں تو اس کے جواب میں صغریٰ کے پاس سے یہ جواب آیا" آپا جان مجھ پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے۔ خدا دشمن پر بھی نہ ڈالے۔ میں نے جنت کے دھوکے میں اپنی دنیا دوزخ بنالی مجھے شرکت کی اجازت نہیں ہے اس لئے مجبور ہوں۔ سمجھ لیجئے صغریٰ مر گئی، خدا آپ کو بچے کی بہار دیکھنی نصیب کرے۔ میں نے خودکشی کی ہے اس لئے ہمدردی کی مستحق نہیں ہوں۔" یہ پرچہ پڑھکر کبریٰ کو سناٹا آگیا مگر کیا کر سکتی تھی جب مہمان رخصت ہو گئے تو کھانا لیکر بہن کے ہاں پہنچی دیکھتی کیا ہے کہ مولانا توند پر ڈاڑھی پھیلائے ہوئے خراٹے لے رہے ہیں۔ صغریٰ پاؤں دبا رہی ہے اور نصیر کھڑا پنکھا جھل رہا ہے، بہن کی صورت دیکھتے ہی صغریٰ کے آنسو نکل پڑے، باہر آئی اور بہن کو لیکر ایک کھٹولے پر بیٹھ گئی ضبط کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی اور چیخ نکل گئی رونے کی آواز سنکر مولانا باہر نکلے سالی سے سلام علیک کی اور فرمایا" خیر صلا کیا بات ہے؟ مولانا کو یقین تھا کھانا آئیگا اس لئے منتظر تھے۔ بیوی سے کہا "لا کھانا دسترخوان اندر بچھا دے۔ سب ایک جگہ کھالیں گے۔ اکٹھا کھانا سنت ہے۔" مولوی صاحب کی صورت دیکھتے ہی کبریٰ کے بدن میں آگ لگ گئی اور اس نے کہا "آپ کھانا کھا لیجئے میں ذرا بہن کو اپنے ہاں لیجاتی ہوں" مولانا کا یہ موچھوں کی باچھ کھیسانی ہنسی سے چیر کر کانوں کی لو تک پہنچ گیا۔ انہوں نے زور سے ڈکار لی اور پھر پیٹ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تم اسی کو غنیمت سمجھو کہ میں نے تم کو یہاں بہن سے بات کرنے کی اجازت دیدی ہے ورنہ میرا فتویٰ یہ ہے کہ تم سے زیادہ گنہگار آدمی دنیا میں کوئی نہوگا۔ ایک جوان عورت کا گھر سے باہر نکلنا ایسا گناہ ہے جو بخشا نہیں جا سکتا۔ تمہارے میلاد شریف کی آواز سارے محلے میں گونج رہی تھی، حالانکہ عورت کی آواز گھر سے باہر نکلنی اور غیر مرد کا سننا ہر اعتبار سے ممنوع ہے۔" مولانا یہیں تک پہنچے تھے کہ کبریٰ بگڑ گئی اور کہا "آپ کے ان ڈھکوسلوں میں تو وہ آسکتے ہیں جن کو رزق نہ موت آپ کیا جانیں اسلام کیا چیز ہے، ہاں اور آپ جیسے مسلمانوں نے مذہب مقدس کو خوار کر رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس کو غنیمت سمجھوں کہ آپ نے مجھکو بہن سے بات کرنے کی اجازت دی، سبحان اللہ کیا معقول بات فرمائی ہے، کیا نکاح یہی معنی رکھتا ہے کہ نکاح کے بعد عورت کے تمام فطری حقوق زائل ہو جائیں اور ایک مرد کے پنجرے میں قید ہو کر ظالم صیاد کے رحم پر زندہ رہے۔ مرد کی اس خود غرضی کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ اسلامی دنیا دیکھ چکی ہے۔ اسی جولائی کے مہینہ میں تین مسلمان لڑکیاں اسلام چھوڑ چکیں۔ خدارا آپ ان لڑکیوں کے بیانات پڑھیے ان لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے اظہار میں آپ اور آپ جیسے مسلمانوں کے منہ پر ایسی جوتیاں ماریں کہ اسلام لرز اٹھا۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک جتنے مذاہب

دنیا میں گذرے ہیں ان میں یہ خصوصیت صرف اسلام ہی کو ہے کہ اس نے عورت کی شخصیت کو علیحدہ تسلیم کیا ہے اور اس کے حقوق خود قرآن نے مرد کے برابر قرار دیئے ہیں مگر آپ جیسے ناہنجار مردوں نے علما کے کپڑے پہن کر عورت کو دباتے زمین کا پیوند کر دیا۔ مولانا! یہ کاغذ کی ناؤ تھی جو سدا بہنے والی نہ تھی۔ آپ کی بے ایمانی کا دور ختم ہو گیا۔ اسوقت عورت اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہی ہے۔ وہ جو کچھ اپنے آقا اور مولا سے حاصل کر چکی ہے وہ آپ سے لے گی اور لیکر رہے گی۔ آپ کی حیثیت کیا اور آپ کا فتوی کیا۔ یوں فرمائے میری بکواس یہ ہے۔ دو چار جاہل آپ کے ہمنوا ہو گئے۔ اور آپ چوہے کی طرح ہلدی کی گرہ لے پنساری بن بیٹھے۔ آپ فرماتے ہیں عورت کا گھر سے باہر نکلنا گناہ ہے عورت کا باہر نکلنا ممنوع ہے۔ مولانا محترم کیا عہد رسالت میں بھی عورت آپ کی لغویت میں جکڑی ہوئی تھی؟ یقین کیجئے اگر اسوقت عورت کے وہم وگمان میں بھی یہ چیز پیدا ہو جاتی کہ اسلام ایسا دھوکہ باز مذہب ہے تو ایک عورت بھی اسلام قبول نہ کرتی۔ کیا امہات المومنین حضور اکرم کے ساتھ سفر میں نہیں رہیں؟ کیا وہ خود اور خاندان رسالت کی محترمات میدان جنگ میں مردوں کے دوش بدوش نہیں کھڑی ہوئیں؟ آپ کا ارشاد ہے کہ عورت کی آواز کا غیر مرد کو سننا ممنوع ہے۔ مولانا! یہ تو فرمائیے کیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کبھی حضور اکرمؐ کے بعد دونوں کے سامنے وعظ و تقریر نہیں فرمائیں؟ کیا یزید و معاویہ سے دو بدو گفتگو نہیں ہوئی۔ کیا جناب سیدہ نے اپنے حقوق کا مطالبہ فدک کے سلسلے میں خلیفہ اول و دوم سے بالمشافہ نہیں کیا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب میں حقوق نسواں کے پامال کرنے والے گردنیں جھکا لینے اور تاویلوں کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ میرے ایک آخری سوال کا جواب دیجئے اور وہ یہ ہے کہ سیر و تفریح کا وہ کونسا موقع تھا جس سے آقائے نامدار نے عملی طور پر عورت کو محروم کیا؟ ناچ رنگ سیر تماشہ وہ کونسی چیز تھی جو ان کو نہ دیکھنے دی؟ اگر آپ کو معلوم نہیں تو میں آپ کو بتاتی ہوں کہ اس موقع پر جب حضرت عمر نے ایک ایسی بات کہی جس سے عورت کے حقوق پر ضرب لگ رہی تھی۔ ام المومنین بی بی سلمہ نے اپنے شوہر اور ہمارے آقا سے جن پر ہزاروں درود اور لاکھوں سلام۔ کہدیا کہ عمر ہمارے معاملے میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے؟"

(۵)

کبریٰ اور صغریٰ دونوں حقیقی بہنوں کی زندگی دنیائے نسواں کے واسطے ایک ایسی کتاب ہے جس کی ہر سطر بلکہ ہر لفظ ہر صبح اور ہر شام ببانگ دہل عورت کے معنی بتا رہا ہے شوہر کے بعد کبریٰ نے بتا دیا کہ بیوہ عورت کے ذمے کیا فرائض ہیں اور اولاد کے حقوق کی نگہداشت وہ کس طرح کر سکتی ہے۔ اس نے قصبے بھر کو دکھا دیا کہ عورت جس کو مرد بیوقوف اور ناعاقبت اندیش سمجھتے ہیں، زندگی میں کیا کچھ کر سکتی ہے وہ میدان حیات میں ایک وسیع دل جو پاکیزہ جذبات سے لبریز تھا لیکر بچہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگے بڑھی اس دنیا میں جس کے بسنے والے مرد عورت کو لاشئے محض سمجھتے ہیں دیکھ چکے، کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔ وہ ترقی کے میدان میں سرپٹ دوڑی اور اسوقت تک نہ ٹھٹکی جب تک منزل مقصود تک نہ پہنچ گئی، دھن کی پکی اور خیال کی پوری نے اطمینان کا سانس اسوقت لیا جب اپنے لال کو معراج کمال پر پہنچا دیا۔ اس کا بچہ ممتحن کی غلطی سے بی اے میں چند نمبروں سے فیل ہوا۔ اس نے یونیورسٹی کو چیلنج دیا کہ جس طالب علم کے نمبر امتحان میں زیادہ سے زیادہ آئے ہوں اس کے پرچے نکالکر میرے بچے کے پرچوں سے مقابلہ کیا جائے سب جگہ سے ناکام ہو کر وائس چانسلر تک پہنچی۔ اور بالآخر کامیاب ہوئی،

جب ظہیر ایم اے اور ال ال بی سے فراغت پا کر آئی سی ایس میں کامیاب ہوا تو اس کی زندگی اور ترقی اس کے

قدم قدم پر ممتا کی تفسیر کر رہی تھی، ان واقعات کے بالکل برعکس صغریٰ اور اس کے بچوں کی زندگی ایسی تباہ و تاراج ہوئی کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ مولانا نے تیسرا نکاح کیا اور یتیم و معصوم بچوں کا ترکہ پدری جو دونوں بہنوں کے مشترک مکان میں تھا، سوتیلے باپ کی نئی دلہن کے جوڑے چڑھاوے کی نذر ہوا، کشمکش حیات کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ کمزور کو دنیا میں رہنے کا حق نہیں ہے اس اصول کے تحت میں اگر صغرا شوہر کے ساتھ ہی مر جاتی اور بن ماں باپ کے بچے عیسائیوں میں پہنچ جاتے تو ان کی عیسائیت اس اسلام سے بدرجہا بہتر ہوتی۔ سنگدل سے سنگدل عیسائی بھی شاید اتنا نابکار نہ ہوتا۔ یہ فخر صرف پرستاران توحید ہی کو حاصل ہے کہ انسانی زندگیاں ہضم کریں اور ڈکار نہ لیں صغرا جس کا دوسرا نکاح موت کے محل تیار کر رہا تھا۔ شاید دوزخ بھی اس کے نام سے پناہ مانگے اس نے اپنے کئے کی سزا اپنی زندگی میں بھگتی اور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، کہ اس کا بچہ سوتیلے باپ کی خدمت غلاموں کی طرح کر رہا ہے اور وہ اف تک نہیں کر سکتی اس کی بچی بیاہتا بیوی کے پاؤں رات دن دبا رہی ہے، اور اتنی مجال نہیں کہ تیوری پر بل لا سکے، لڑکا مولانا کے اور لڑکی سوتیلی ماں کے ہاتھوں چار چوٹ کی مار کھاتے اور زباں تک نہ ہلا سکتے۔ لڑکی کی تعلیم عم کے پارے پر ختم ہو چکی تھی ہاں لڑکا حفظ کے بعد یتیم کی حیثیت سے ایک آدھ مناجات پڑھ کر کچھ پیسے وصول کر لیتا۔

موسم سرما میں ایک روز مولانا نمونیہ میں مبتلا ہوئے اور دوسرے روز ہزاروں ارمان دل میں لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اگر بعد الموت اعمال انسان کی سزا برحق ہے تو مولانا سے زیادہ شیطان دنیا میں کون ہوگا جس نے محض اپنے نفس کے خاطر تین زندہ روحوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پندرہ سولہ سال کا زمانہ جوان بچوں کی تعلیم کا تھا مولانا کی سرپرستی میں ختم ہو گیا اور جب یہ بھاکار دنیا سے غارت ہوا تو بچوں کی اصلاح کا وقت نکل چکا تھا۔ صغریٰ کو اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ دونوں بچوں کو لیکر بہن کے ٹکڑوں پر آپڑے، زیور اور مکان کا حصہ ختم ہو ہی چکا تھا۔ اور گو کبریٰ نے بہن کو اس کی غلطی کی یہ کافی سزا دیدی تھی کہ تعلقات منقطع کر لئے تھے مگر پھر بھی ماجائی بہن تھی اور جس وقت صغریٰ ڈولی سے اتری، وہ فراخ حوصلگی سے اس کے استقبال کو آگے بڑھی اور اس کو اور اس کے بچوں کو سر آنکھوں پہ جگہ دی۔

(۶)

صغریٰ کبریٰ اور ظہیر نے ہر چند کوشش کی کہ نصیر کی عادات درست ہو جائیں مگر یہ کوشش غلط نکلی اور نصیر کی طبیعت میں جو رنگ قائم ہو چکا تھا وہ اب جانے والا نہ تھا۔ ایک روز جب محلے میں چوری ہوئی اور پولس کی تحقیقات میں پتہ چلا کہ نصیر بھی اس میں شریک ہے تو گو پولیس نے نصیر کا چالان نہ کیا مگر ظہیر کے کان میں کسی نہ کسی طرح سے یہ بات پڑ گئی ظہیر نے خالہ سے ذکر کیا اس نے بھانجہ کو کوئی جواب نہ دیا۔ مگر وقت کی بات تھی کہ یہ چیز اس کے دل میں اس بری طرح بیٹھی کہ پھر کسی طرح نہ نکلی اور وہ اس بات پر آمادہ ہوئی کہ اپنے ہی ہمت اپنے نا ہنجار لڑکے کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ گرمی کے موسم میں وہ لڑکے کو لیکر سیر کے بہانے سے دریا کے کنارے گئی اور اس کو دھکا دیکر گھر واپس آ گئی،

(۷)

پرگنہ اسلام پور میں آج ایک شادی کی دھوم دھام ہے۔ ظہیر منزل میں قصبہ اور شہر کے رؤسا، امرا، حکام اور اہلکار متعلقہ دار اور زمیندار جمع ہیں، دائیں طرف سرسبز گھاس میں مردوں کے واسطے اور بائیں طرف عورتوں کے لئے خیمے لگے ہیں، کوٹھی کا بڑا کمرہ نکاح کے واسطے تجویز ہوا اور بیچ کے کمرے میں کبریٰ ایک مختصر سی تقریر کے واسطے کھڑی ہے۔ جب مہمان مرد عورتیں

اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو اس نے کہا۔

"مسلمان بھائیوں اور بہنوں ہم دو نو بہنیں یعنی میں اور میری حقیقی بہن صغریٰ آپ کو اسلام کے دو نمونے دکھا رہی ہیں میں اسلام کی حقیقی تصویر ہوں جس کی رگ رگ سے آقائے نامدار پر درود کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور صغریٰ آج کل کے مسلمانوں کا اسلام ہے جس کا ہر سانس خود غرضی اور نفسانیت کی فضا میں آ اور جا رہا ہے۔ یہ خود کسی غلطی کی ذمہ دار نہیں۔ اس بدنصیب کو اسلام کے معنی ہی یہ بتائے گئے تھے کہ ہر وہ چیز اور ہر وہ بات جو خدا اور رسول کے نام سے اسکے سامنے پیش کیجائے یہ بغیر سوچے سمجھے اسپر ایمان لے آئے اور سر جھکا دے میں بھی اسی کی بہن ہوں اور گو میری اور اس کی تعلیم و تربیت ایک ہی گھر سے ہوئی مگر میں نے اسلام کے ہر حکم کو اپنے ضمیر کی کسوٹی پر پرکھا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ مذہب مقدس صد ہا نا ہنجار مسلمانوں کے ہاتھوں پڑکر خود بھی رسوا ہو رہا ہے اور اپنے پیروؤں کو بھی خوار کر رہا ہے۔ میرے شوہر نے اپنی موت کے بعد ایک اور اس کے شوہر نے دو بچے پرورش کے واسطے چھوڑے۔ یہ ہمارے مرنے والے شوہروں کی امانت تھی اور ہماری انسانیت کا پہلا فرض یہ تھا کہ ہم اس دنیا میں ان بچوں کے واسطے جگہ پیدا کریں۔ ایک نفس کے مقابلہ میں مرنیوالوں کے حقوق ماممتا اور نسوانیت کے فرائض کا وزن کچھ کم نہ تھا۔ ایثار اور نفس کشی مسلمان عورت کا موروثی حصہ ہے ہمارے سامنے تو یہ سوال تھا ہی نہیں بحث کا دار و مدار چونکہ اسی چیز پر ہے اس لئے اس کا ذکر ضروری ہوگیا ورنہ ہمارے شوہر ہمارے واسطے شوہر چھوڑ گئے تھے جو ہمارے لال تھے اور ہم کو اپنی زندگیاں انہی پر کاٹنی تھیں بشرطیکہ جناب مولانا علیہ اللعن کی طرح کوئی ہمارے پیچھے قرآن و حدیث کے جھوٹے نعرے لگاتا ہوا نہ پڑ جاتا۔ مولانا نکاح بیوہ کے متعلق جو کچھ فرماتے تھے اس میں صرف ایک بات قابل جواب ہے اور وہ قرن اولیٰ کی مسلمان عورتیں۔ افسوس نہیں صدمہ ہے کہ مسلمان یہاں بھی نفس کا شکار کھیل رہے ہیں اور اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اسوقت مسلمانوں کی تعداد ہی کتنی تھی اسقدر ضرورت تھی کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا یہ تھا وہ اصول جس پر کاربند ہوکر اس دور کی بیواؤں کے واسطے نکاح ضروری سمجھا جاتا تھا مگر آج کل جب ہمارے مولانا جیسے مسلمان پیدا ہو رہے ہیں ایسے مسلمانوں کا پیدا کرنا بجائے خود ایک گناہ ہے۔ آپ حضرات نے دیکھا اور سن لیا کہ سوتیلا باپ معصوم بچوں کے واسطے کیسا ثابت ہوا، قلم چونکہ اب تک مرد کے ہاتھ میں تھی آپنے یہ نہ سنا ہوگا کہ سوتیلے باپ کے مظالم سوتیلی ماں سے زیادہ جگر خراش ہو سکتے ہیں۔ اور ایک جفا کار شوہر جنت کے باغ و بہار کس طرح ایک عورت اور اس کے بچوں کو تاراج کر سکتا ہے میں نے اپنے پیارے ظہیر کو جس کی آج شادی ہے جس طرح پالا اسی طرح اس کو دنیا میں عزت سے زندہ رہنے کے قابل بھی بنا دیا۔ اب میرا فرض ختم ہوگیا۔ بچہ کی پرورش کچھ مشکل کام نہیں۔ ضرورت اس کی تعلیم و تربیت کی ہے میرے ذمے ایک اور فرض بھی تھا جس کا آپ صاحبوں کو علم نہیں۔ اور وہ میرے والدین کی امانت میری عزیز بہن صغریٰ کی امانت تھی اس نے باوجود میری مخالفت کے محل کے دہوکے میں آکر نکاح کیا اور غارت ہوئی۔ اب میں جو کچھ اپنی ماں جائی کی مدد کر سکتی تھی وہ یہ کہ اس کی خدمت میں ظہیر جیسا دولہا پیش کروں اور اس کی پیاری بچی کو اپنی بہو بناؤں" اتنا کہہ کر اس نے ظہیر سے جو دولہا بنا کھڑا تھا کہا۔ "خالہ کے قدموں کو جو آج سے تمہاری ساس ہیں ہاتھ لگاؤ" ظہیر جھکا تو صغرا نے اس کو سینہ سے لگایا۔ اسوقت کبریٰ نے مسرت کا ایک نعرہ لگا کر کہا۔ آپ حضرات میں دو تین صاحب ایسے تشریف فرما ہیں جو مجھ سے نکاح کے خواہشمند تھے۔ آج جبکہ میری کمر جھک گئی بال سپید ہیں۔ دانت ٹوٹ چکے اور بڑھیا پھوس ہوں کیا اس وقت بھی آرزوئے نکاح موجود ہے۔ اگر ہے تو میں حاضر ہوں"

ایک متفقہ قہقہہ بلند ہو کر ختم ہو گیا تو ظہیر نے خالہ سے کہا "ایک التجا ہے اور وہ یہ کہ جہاں آپ کی ایک آنکھ میں اس وقت مسرت کی لہریں دوڑ رہی ہیں وہاں دوسری آنکھ سے بھائی نصیر کی یاد میں مفارقت ابدی کے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ خالہ جان! نصیر جس کو آپ مردہ سمجھ رہی تھیں زندہ ہے اس کو ملاحوں نے دریا سے زندہ نکالا اور خودکشی کے جرم میں یہ میرے سامنے پیش ہوا میں نے اس کو کچھ روز تادیب خانہ میں رکھ کر اسیر خاص توجہ کی اور اب یہ نائب ناظر ہے"

ظہیر کے اشارہ سے نصیر سامنے آیا اور ماں کے قدموں میں گرا اس وقت صغرا بیتاب ہو گئی وہ آگے بڑھ کر ظہیر کے قدموں میں گرنا چاہتی تھی کہ کبریٰ نے اسکو پکڑا اور کہا "کیا کرتی ہے"؟

بجلی سے علاج

از جناب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افیسر

تمہید۔ علاج شمسی بڑے قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ مختلف رنگ کے شیشوں میں سے آفتاب کی شعاعوں کو گذار کر بھی علاج کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے وید صاحبان راجہ و مہاراجاؤں کے لئے مختلف قوت کے شیشوں میں سے سورج کی کرنیں گذار کر پرہیزی کھانے تیار کرتے تھے۔ مختصراً یہ کہ سورج کی شعاعوں کی صحت بخشی کا علم جدید نہیں بلکہ ہر ایک ملک کے حکیم وید اور ڈاکٹر قدیم زمانہ سے اب تک ان شعاعوں کو علاج کے لئے کام میں لاتے رہے ہیں۔

علاج تو ہوتا رہا ہے لیکن ان شعاعوں کے خواص و اثرات کا صحیح علم ابتدائی حالت میں تھا۔ موجودہ ترقی بجلی کی دریافت کے بعد سے ہوئی ہے۔ چالیس سال کے اندر اندر ہمیں روشنی ہی کی شعاعوں کا نہیں بلکہ ایسی شعاعوں کا بھی علم ہوا ہے جو ہمیں نظر نہیں آتیں لیکن سورج سے نکلکر فضا و زمین پر اپنے اہم اثرات ڈالتی رہتی ہیں۔

سورج کی شعاعوں کا قبضہ میں کرنا اور ان سے جس وقت بھی ضرورت ہو کام لینا آسان نہیں لیکن ان مشکلات کا بجلی کی ایجاد نے خاتمہ کر دیا کیونکہ ڈاکٹروں نے بجلی کی ایسی ایسی مشینیں اور لیمپ ایجاد کئے ہیں کہ جن کے ذریعہ سورج کی نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی ہر طرح کی شعاعوں کو پیدا کیا جا سکتا ہے اور ان سے حسب مرضی کام لیا جا سکتا ہے۔ بجلی خود مختلف اقسام کی لہروں میں چلتی ہے اور ڈاکٹروں نے ان بجلی کی لہروں سے بھی کام لینا شروع کر دیا ہے۔ اس طرح علاج و معالجہ کے طریقوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں ہوگئی ہیں،

ترقی یافتہ ممالک میں بجلی سے علاج عام ہوگیا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان میں سوائے چند بڑے بڑے شہروں کے عام لوگ ہی نہیں بلکہ ڈاکٹر بھی بجلی سے علاج کرنا کرانا تو درکنار اس کے قائل تک نہیں۔ جس کی وجہ ناواقفیت اور جاننے والے لوگوں کی کم توجہی ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ کم از کم عصمتی بہنوں اور بھائیوں کے لئے ضروری معلومات بہم پہنچاؤں تاکہ وہ اس نئے طریقہ علاج سے واقف ہو کر ضرورت کے وقت فائدہ اٹھا سکیں۔

سورج کی مختلف شعاعیں آفتاب کی وہ شعاعیں جو اب تک دریافت ہو چکی ہیں دو گروہ میں تقسیم کیا سکتی ہیں ایک تو وہ جو نظر آتی ہیں اور دوسری وہ جو نظر نہیں آتیں۔ یہ دونوں قسم کی شعاعیں سورج سے لہریں لیتی ہوئی زمین کی طرف آتی ہیں۔ یہ لہریں کئی کئی میل تک کی لمبی ہوتی ہیں اور ایک تل سے کئی

لاکھ گنی چھوٹی بھی۔ شعاعوں کی اصل تقسیم ان کی لہروں کی مختلف لمبائی پر ہوتی ہے وہ شعاعیں جو اپنی لہروں کی لمبائی میں مختلف ہوں اپنے خواص واثرات میں بھی مختلف ہوتی ہیں مثلاً سورج کی نظر آنیوالی شعاعوں میں سب سے لمبی شعاعوں کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور وہ بہت گرم ہوتی ہیں جیسے جیسے شعاعوں کی لمبائی کم ہوتی جاتی ہے ان کا رنگ بھی بدلتا جاتا ہے اور حرارت بھی کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ بنفشی شعاعیں قریب قریب بالکل سرد ہوجاتی ہیں اور ان میں اوروں سے چھوٹی شعاعوں میں نمو کی قوت بہت ہوتی ہے گویا بڑی لہروں کی شعاعیں ہمیں حرارت پہنچاتی ہیں اور چھوٹی شعاعیں ہمارے جسم کو بڑھاتی ہیں،

نظر آنیوالی شعاعیں جو شعاعیں ہمیں نظر آتی ہیں وہ روشنی کی شعاعیں کہلاتی ہیں اور وہ سات رنگ کی ہیں سرخ، نارنجی، پیلی، ہری، آسمانی، نیلی اور بنفشی۔ جب یہ ملجاتی ہیں تو سفید رنگ پیدا ہوجاتا ہے جو کہ دہوپ کا رنگ ہے۔ جب ان شعاعوں کو علیحدہ کرکے دیکھا جائے تو ان کا اصلی رنگ نظر آتا ہے۔ جیسے قوس قزح میں فطرتاً ہوجاتا ہے۔ اور ایک مثلث شیشہ میں سے دہوپ کو گذارنے...

نظر نہ آنے والی شعاعیں ہماری آنکھ کی بینائی محدود ہے اور جو شعاعیں ہمیں نظر آتی ہیں ان میں سب سے بڑی سرخ ان سے چھوٹی نارنجی اور پھر پیلی ہری، آسمانی اور نیلی اور پھر چھوٹی بنفشی ہیں لہذا جو شعاعیں سرخ سے بڑی یا بنفشی سے چھوٹی ہوں ہماری حد بینائی سے باہر ہیں۔ اور ہمیں نظر نہیں آتیں۔ سرخ سے بڑی شعاعوں کو انفراریڈ کہتے ہیں ڈاکٹران سے وہی کام لیتے ہیں کہ جو پولٹس وغیرہ سے لیا جاتا تھا۔ یہ نظر نہیں آتیں لیکن ان کے ذریعے اندھیرے میں فوٹو لیا جا سکتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی پولیس اور سراغرساں ان سے بڑے بڑے کام لے رہے ہیں۔ ان سے بھی بڑی شعاعوں سے بے تار کی خبر یا وائرلیس کا کام لیا جاتا ہے اگر آپ کے پاس ان شعاعوں سے کام لینے کا آلہ ہو جو آج کل دو تین سو روپے میں ملجاتا ہے تو آپ ہزاروں میل پر تقریر کرنے والی بہن کی تقریر گھر بیٹھے سن سکتی ہیں اور وہ زمانہ بھی آگیا ہے کہ آپ ان کو تقریر کرتے دیکھ بھی سکیں۔ میں ان شعاعوں کا ایک آلہ تیار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جس کے ذریعہ دل کی حرکت اور پھیپھڑوں کے اندر سانس کے آنے جانے کی آواز وغیرہ بڑے زور زور سے سب سن سکیں گے ڈاکٹری پڑھنے والوں کو اس آلہ کے ذریعہ دل کی حرکتوں کے سمجھانے میں بڑی مدد ملے گی۔ ان بڑی بڑی لہروں کو چھوڑ کر بنفشی سے چھوٹی شعاعوں کو لیجئے تو ان کو الٹراوائلٹ کہتے ہیں۔ یہ بہت چھوٹی ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتیں لیکن ان میں نمو کی قوت بدرجہ اتم ہے۔ ڈاکٹران کو بجلی کے ذریعہ پیدا کرکے بڑے بڑے علاج کرتے ہیں جن کا ذکر آئندہ کروں گا، ان سے چھوٹی شعاعوں کو ایکس رے کہتے ہیں، یہ آدمی کے جسم کے پار آسانی سے نکل جاتی ہیں ان کے ذریعہ علاج ہی نہیں کیا جاتا بلکہ جسم کے اندرونی اعضاء اور ہڈیوں وغیرہ کو ان

شعاعوں کے ذریعہ دیکھکر امراض کی تشخیص بھی کیجاتی ہے، ان سے بھی چھوٹی شعاعوں کو گاما ریز کہتے ہیں۔ ریڈیم ایک دھات ہے جس میں سے یہ شعاعیں نکلتی ہیں۔ ایک مہلک مرض کینسر کا ان سے کامیاب علاج کیا جاتا ہے چند سال ہوئے ایک پروفیسر صاحب ایک غبارہ میں بیٹھکر دس بارہ میل اوپر اڑ گئے اور وہاں ریڈیم سے بھی چھوٹی شعاعیں دریافت کرلائے جن کو کوسما زر یتز کہتے ہیں۔ یہ بلا کی تیز شعاعیں ہیں جن سے آئندہ حیرت انگیز کام لئے جاسکیں گے
مندرجہ بالا وہ شعاعیں ہیں جن کی تحقیق ہو چکی ہے اور جن سے کام لیا جارہا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بڑی بڑی قوت کی شعاعیں آفتاب سے زمین پر آتی ہیں جن کا انکشاف جلد ہونے والا ہے۔ دنیا کے ہر کام ان کے ذریعہ ہو سکیں گے اور ہر مرض کا علاج بھی دواؤں اور اپریشن کے بجائے ان ہی سے ہوا کرے گا۔ ان شعاعوں کو حاصل کرنے کے لئے بجلی کی مدد کی بھی ضرورت نہ رہے گی لیکن فی الحال تو سوائے ریڈیم کے اور سب شعاعیں بجلی ہی کے ذریعہ حاصل کیجاتی ہیں،

مندرجہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہوگیا ہوگا کہ سورج کی چند ہی شعاعیں ہمیں نظر آتی ہیں باقی تمام تو نظر نہیں آتیں لیکن ہم ان سے بڑے بڑے کام لے رہے ہیں۔

آفتاب کی شعاعوں کے متعلق اس قدر بیان کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ بجلی کے علاج کے اصولوں سے واقف ہو جائیں اور اس کشمکش و پیچ میں نہ رہنے پائیں کہ بجلی کے لیمپ سے روشنی کو جسم پر ڈالنے سے کس طرح بیمار کو آرام ہو سکتا ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ دہوپ میں کپڑے وغیرہ ڈالنے سے جراثیم مرجاتے ہیں۔ یہ سورج کی خاص شعاعوں کا اثر ہے جنکو الٹرا وائلٹ، بنفشی یا گرینز ریز کہتے ہیں۔
اب اگر بجلی کے ذریعہ کوئی ایسا لیمپ بنایا جائے کہ جو ان شعاعوں کو پیدا کرسکے تو اس کی روشنی بیماری کے جراثیم کو مار کر ضرور بخش سکتی ہے،۔ اسی طرح سورج کی روشنی ہی سے نباتات وحیوانات میں نمو کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اگر چھوٹے پودوں کو دہوپ اور روشنی نہ ملے تو وہ بڑھ نہیں سکتے اور نہ سبز رہ سکتے ہیں انسان کی تندرستی پر بھی اسی طرح اثر ہوتا ہے، ان صحت افزا شعاعوں کو بجلی کے ذریعہ پیدا کرکے ڈاکٹر بچوں کو قوی بنانے اور مردوں اور عورتوں کو صحت و قوت بخشنے کے کام میں لاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ پہاڑوں پر زیادہ محنت کرنے اور کوسوں چلنے سے بھی تھکن نہیں ہوتی اور صحت بہت اچھی رہتی ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ وہاں کی ہوا صاف ہوتی ہے۔ اور الٹرا وائلٹ ریز آدمی کے جسم تک پہونچ سکتی ہیں، ہمارے شہروں میں جہاں دھواں اور گرد و غبار ہمیشہ رہتا ہے وہاں الٹرا وائلٹ ریز کو ہم تک نہیں پہنچنے دیتا۔ جس کی وجہ سے ہم قدرتی شعاعوں سے کافی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اب چونکہ بجلی کے ذریعہ یہ شعاعیں پیدا کیجاسکتی ہیں، لہذا ہم ان شعاعوں سے حسب دلخواہ کام لیکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح حرارت اور گرمی ہمیشہ

سے درد مٹانے اور سوزش کم کرنے کے لئے مختلف طریقوں سے کام میں لائی جاتی ہے۔ حرارت کا اصل منبع سورج کی سرخ اور ان سے بڑی انفرا ریڈ شعاعیں ہیں۔ اگر آگ وغیرہ کے بجائے ہم ان شعاعوں ہی سے حرارت حاصل کر سکیں تو بہت ہی زود اثر ہونا چاہئے، اور یہ درست ہے، انفرا ریڈ ریز ایک خاص بجلی کے لیمپ کے ذریعہ پیدا کیجاتی ہیں اور یہ ہر قسم کے درد اور سوزش کو رفع کرنے کے کام آتی ہیں،

ان تمام اصولوں کو سمجھانے کے بعد ہم ہر اس مشین اور لیمپ کا جو بجلی سے کام کرتی ہیں اور امراض کے علاج اور تشخیص میں کام آتی ہے۔ جدا جدا بیان کرینگے اور یہ بھی بتا دینگے کہ کونسی مشین کس کس مرض کے لئے دوسرے علاجوں سے زیادہ مفید اور زود اثر ہے۔

الٹرا وائلٹ لیمپ Ultra Violet Lamp

ساخت عام بجلی کے لیمپ جو گھروں میں روشنی کے کام آتے ہیں۔ شیشے کے بنے ہوتے ہیں اور ان کے اندر باریک تار ہوتے ہیں جو بجلی کی لہر دوڑنے سے روشن ہوجاتے ہیں، ان روشن شعاعوں میں روشنی اور حرارت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ الٹرا وائلٹ شعاعوں کو پیدا کرنے کے لئے بجلی کو بجائے تاروں میں سے گذارنے کے پارے میں سے گذارتے ہیں اور شیشہ کے بجائے ایک قیمتی پتھر جسے کوارٹز کہتے ہیں استعمال کیا جاتا ہے، عام روشنی کے بلب ڈہائی تین آنے سے ڈیڑہ روپے تک کے ملتے ہیں لیکن الٹرا وائلٹ پیدا کرنے کے بلب کی قیمت ڈیڑہ سو سے تین چار سو روپے تک ہے،

خواص و اثرات اس سیمابی لیمپ میں سے الٹرا وائلٹ شعاعیں اس قدر تیز نکلتی ہیں کہ اگر نصف گز کے فاصلہ پر تین چار منٹ کوئی حصہ جسم ان شعاعوں میں رکھا جائے تو آبلے پڑجاتے ہیں اور اگر ایک منٹ متواتر اس لیمپ کی روشنی کی طرف آپ دیکھتی رہیں تو آنکھیں دُکھنے آجاتی ہیں۔ اور دو ایک روز سخت تکلیف ہوتی ہے۔ علاج کے لئے ان شعاعوں کو نصف منٹ سے شروع کرکے پانچ منٹ تک ڈالتے ہیں۔ جسم ایک گز کے فاصلہ پر رکھتے ہیں اور علاج ہفتہ میں دو دفعہ ڈیڑہ ماہ تک ہوتا ہے۔ یعنی چھ ہفتہ میں بارہ دفعہ ان شعاعوں کو ڈالتے ہیں۔ جو ایک کورس کہلاتا ہے۔ ہم نے اس عرصہ میں تین چار برس کے بچوں کا وزن تین چار پونڈ تک بڑہتے دیکھا ہے۔ سیمابی لیمپ کے علاوہ الٹرا وائلٹ پیدا کرنے کے دو قسم کے لیمپ اور ہوتے ہیں۔ ایک میں تاروں کی بجائے کاربن ہوتا ہے اور دوسرے میں کئی قسم کی دہات مثلاً کیڈمیم یا ٹنگسٹن وغیرہ ہوتا ہے۔ کاربن لیمپ کنٹھ مالا (خنازیر) کے علاج میں اکسیر کا کام کرتا ہے، بہرحال سیمابی لیمپ بہت زیادہ کام میں آتا ہے،

وہ امراض جن کیلئے الٹرا وائلٹ بہترین علاج ہے۔

(۱) بچوں کے وہ امراض جن سے بچہ کمزور و لاغر رہتا ہو۔ وزن نہ بڑھتا ہو، دانت جلد اور آسانی سے نہ نکلتے ہوں۔ دیر سے بولا ہو۔ کند ذہن معلوم ہوتا ہو۔ پیٹ کی خرابی مثلاً بدہضمی و دست وغیرہ آتے ہوں، رکٹس ہو، جگر و طحال بڑھ کر پیٹ بہت بڑھ گیا ہو۔ نیند نہ آتی ہو۔ بہت روتا ہو، ماں کو دق ہو، کھانسی کے بعد یا ایسی ہی دوسری حالتوں میں الٹرا وائلٹ جادو کی طرح کام کرتا ہے۔

(۲) عورت کی نازک حالت میں اور زچگی کے بعد الٹرا وائلٹ زچہ و بچہ دونوں کی تندرستی پر حیرت انگیز اثر ڈالتا ہے۔ ہمیں دنیا کی کوئی خوراک یا مقوی دوا ایسی معلوم نہیں ہے کہ جو حاملہ یا زچہ کو قوت پہنچانے میں اتنی ہی زود اثر یا مفید ہو جتنی کہ الٹرا وائلٹ کی شعاعیں آسٹو ملیشیا جیسی بیماری کے لئے جس سے ہڈیاں ملائم ہو کر مڑ جاتی ہیں اس سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں۔ یورپ میں گورنمنٹ اور میونسپلٹی کی طرف سے ہر عورت کو جب وہ اس حالت میں ہو مفت الٹرا وائلٹ لگا لے تو بچہ لاغر و کمزور پیدا نہیں ہوتا اور ماں کو بھی جو کمزوری اس زمانہ میں ہو جاتی ہے، ہرگز نہیں ہونے پاتی۔ زچہ کو اپنی اصلی حالت پر لانے کے لئے الٹرا وائلٹ ایسا جادو ہے کہ اگر کسی زچہ کو ایک دفعہ بھی اس کا تجربہ ہو جائے تو وہ کبھی بھی اس کے بغیر نہ رہے۔ دودھ پلانے کے زمانہ میں الٹرا وائلٹ لگاتے رہنے سے زچہ بھی کمزور نہیں ہوتی اور دودھ بھی بچے کے لئے معمول سے زیادہ مقوی اور پرورش کن ہو جاتا ہے، کاش ہمارے عام ڈاکٹر الٹرا وائلٹ کو زچہ و بچہ ہی کی خاطر صحیح طور پر استعمال کرنے لگ جائیں، تاکہ کمزور دق کی ماری ماؤں اور رکٹی بچوں کو عام طور پر فائدہ پہونچ سکے اور پٹینٹ مقوی دواؤں پر روپیہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ ہماری میونسپلٹیوں کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ عورتوں کی انجمنوں کو اس برکت عظمیٰ کو غریبوں کے لئے گورنمنٹ اور میونسپلٹیوں کی طرف سے مفت مہیا کئے جانے کے واسطے شور مچانا اس سے کہیں زیادہ مفید ہوگا کہ وہ آنریری مجسٹریٹی کے لئے لڑیں۔

(۳) عورتوں کی مخصوص بیماریوں کیلئے الٹرا وائلٹ دیگر علاجوں سے بہت بہتر ثابت ہوا ہے،

(۴) کوئی سخت بیماری ہوئی ہو یا اپریشن کرایا ہو۔ یا سخت محنت و مشغولیت کی وجہ سے نقاہت ہو گئی ہو، مثلاً کسی بیمار کی تیمارداری دن رات کرنی پڑی ہو یا بچوں نے امتحان کی تیاری میں صحت کا خیال نہ رکھا ہو، ایسی صورتوں میں عمدہ خوراک اور آرام جہاں دو تین ماہ میں قوت بحال کرتا ہے وہاں اگر الٹرا وائلٹ بھی لگا لیا جائے تو ایک ماہ ہی میں صحت و قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ کمزوری و نقاہت ہماری ان لڑکیوں کو جو لڑکپن سے نوجوانی کی عمر میں قدم رکھ رہی ہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ پردہ میں ہوں یا تعلیم حاصل کر رہی ہوں اور امتحانوں وغیرہ کی صحت شکن مصیبتوں سے گذر رہی ہوں جلد دق میں مبتلا کر دیتی ہے۔ الٹرا وائلٹ ایسی

حالتوں میں حفظ ما تقدم کے طور پر برکت ثابت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تعلیم یافتہ گروہ کو جن کے بچے اور بچیاں جسمانی محنت کم اور دماغی کام زیادہ کرتی ہوں، الٹرا وائلٹ کی برکت سے ضرور فیضیاب ہونا چاہیے،

(۵) جو جراثیم پھیپھڑوں میں جا کر تپ دق پیدا کرتے ہیں وہ ہی اگر گردن کے غدودوں میں چلے جائیں تو کنٹھ مالا (خنازیر) پیدا کر دیتے ہیں۔ پیٹ کے غدودوں میں جا کر جلندہر وغیرہ پیدا کر کے جوان عورتوں کو نہایت لاغر و کمزور کر دیتے ہیں، بچوں کی ہڈیوں میں جا کر ہڈیوں کو گلا دیتے ہیں کسی بچے یا جوان عورت کا کھاتے پیتے بلا وجہ کمزور رہنا وزن نہ بڑھنا علی الصبح بھوک نہ لگنا ان جراثیم کے خفیہ طور پر کام کرنے کی نشانیاں ہیں۔ الٹرا وائلٹ ان دق کے جراثیم کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے کسی لڑکے یا لڑکی کو اگر کنٹھ مالا ہو اور اُسے طریقے سے الٹرا وائلٹ لگایا جائے تو اوپریشن کی نوبت نہیں آنے پاتی۔ کنٹھ مالا حسین و نازک بچیوں کو زیادہ ہوتا ہے وہ یا تو کمزور ہو کر مرجاتی ہیں اور یا ان کی گردن غدودوں کے بڑھنے اور ناسور وغیرہ ہو جانے سے بدصورت ہو کر رہجاتی ہے ایسی لڑکیوں کی تشخیص جلد کر کے علاج شروع کر دینا ہزار ہا مصیبتوں سے بچ جانا ہے ہم ان ماؤں سے جن کی لڑکیوں کے بدقسمتی سے کنٹھ مالا ہو یا معمول سے زیادہ گردن کے غدود بڑھ گئے ہوں بڑے زور کے ساتھ یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ فوراً الٹرا وائلٹ کی طرف متوجہ ہوں۔ اور لڑکی ہی کو نہیں بلکہ اپنی آئندہ نسل کو اس مہلک و خبیث مرض دق سے بچالیں۔ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ جب تپ دق ہو گئی ہو اور بخار وغیرہ شدت سے ہو تو ایسی صورت میں الٹرا وائلٹ کے لئے بڑے ہی ہوشیار ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ بہتر ہے کہ اسے نہ لگائیں۔

(۶) جلد کی بیماریاں بڑی تکلیف دہ ہوتی ہیں جن کے لئے الٹرا وائلٹ بہت مفید ثابت ہوا ہے ایسے مقامی علاج کے لئے مختلف ساخت کے لیمپ ہوتے ہیں۔ یہ اس قدر تیز ہوتے ہیں کہ ایک دو منٹ ہی میں آبلے ڈال سکتے ہیں۔ ان کی شعاعیں جسم کے کسی خاص مقام پر چند سکنڈ ہی ڈالی جاتی ہیں۔ اگر وقت سے پہلے بال گرنے لگیں یا گنج ہو جائے تو الٹرا وائلٹ بالوں کو گرنے سے روکنے اور گنجے سر پر بال پیدا کرنے کا تیر بہدف علاج ہے، ہم نے اپنے کئی سال کے تجربہ سے یہ دیکھا ہے کہ ان لوگوں میں جن کے عمر سے پہلے بال گرنے لگے تھے۔ الٹرا وائلٹ کبھی بھی ناکامیاب نہیں ہوا۔ اصلی گنج کو بھی جو ایک جلدی بیماری ہے۔ الٹرا وائلٹ غائب ہی نہیں کر دیتا۔ بلکہ نشانات پر بھی بال اگا دیتا ہے آج تک کوئی علاج بھی نشانات پر بال نہ اگا سکتا تھا۔ یہاں یہ لکھدینا بھی ضروری ہے کہ پچاس سال کی عمر کے بعد جب بال گر کر سر چکنے لگتا ہے تو ایسی حالت میں بال نہیں اُگتے بلکہ سر پر آبلے پڑجانیکا خطرہ رہتا ہے۔ عصمت کے ایک مشہور مضمون نگار صاحب کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے،

امراض جن میں الٹرا وائلٹ مفید ثابت ہوا ہے۔ بعض امراض ایسے بھی ہیں کہ جن کا معقول علاج ایجاد نہیں ہوا ہے۔ مثلاً گٹھیا۔ دمہ، پرانی کھانسی، جوڑوں کا درد وغیرہ ایسے مرضوں کے لئے الٹرا وائلٹ دواؤں سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے معمولی زکام و کھانسی کے لئے تو ایک بار الٹرا وائلٹ لگا لینا کافی ہوتا ہے۔ لیکن جن کو زکام کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے ان کو سال میں دو دفعہ الٹرا وائلٹ لگا لینا بگڑے زکام کی ہزارہا تکالیف سے نجات دلا دیتا ہے۔ اسی طرح کاربنکل کا بھی الٹرا وائلٹ سے بڑا کامیاب علاج کیا جا سکتا ہے،

الٹرا وائلٹ کے دیگر فوائد۔ بیماریوں کے علاج کے علاوہ اچھی بری دواؤں، اصلی و نقلی ریشم و جواہرات اور کچے اور پختہ رنگوں وغیرہ کی شناخت کے لئے بھی یہ شعاعیں یورپ میں کام آ رہی ہیں، بڑے بڑے شہروں میں پینے کے پانی کو نلوں میں بھیجنے سے پیشتر الٹرا وائلٹ کے ذریعہ جراثیم سے صاف اور پاک کر لیا جاتا ہے امریکہ میں الٹرا وائلٹ سے ایک بہت ہی دلچسپ کام لیا جاتا ہے۔

بچے شناخت کرنا۔ وہاں ہسپتالوں میں بڑے بڑے زچہ خانے ہوتے ہیں جہاں ایک رات میں کئی کئی بچے عورتوں کے ہوتے ہیں جن کو پیدا ہوتے ہی علیحدہ ایک کمرے میں رکھدیا جاتا ہے۔ اور صرف دودھ پلانے کے وقت ماں کے پاس بچوں کو لاتے ہیں۔ ماں کے پلنگ پر جو نمبر لگتے ہیں وہی بچے کے پلنگ پر لگا دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ کئی دفعہ ہوا ہے کہ نرس بھول گئی اور بچے آپس میں مل گئے اور کوئی بتا نہ سکا کہ کونسا بچہ کس کا ہے۔ ایک دن کے بچے کی کون شناخت کرے جبکہ وہ ہر وقت ماں کے پاس رہا بھی نہ ہو۔ ایک ایسی ہی غلطی امریکہ کے شہر شکاگو کے ایک بڑے ہسپتال میں ہوئی۔ مسز واٹکنز اور مسز ببرجر کے ایک ہی وقت میں بچے ہوئے اور وہ مل گئے۔ نرس بتا نہ سکی کہ کونسا بچہ مسز واٹکنز کا ہے۔ اور کونسا مسز ببرجر کا بہرحال ان کو ایک بچہ دیدیا گیا۔ انہوں نے حرجانہ کا دعویٰ کیا۔ کورٹ میں ثابت ہو گیا کہ بچے غلط دیئے گئے اور ہسپتال کو تین لاکھ روپے جرمانہ کی صورت میں ادا کرنا پڑا۔ اس کیس کے بعد سے امریکہ کی بڑے بڑے ہسپتالوں میں بچہ اور ماں کی شناخت کے لئے ماں کا نام ایک کاغذ پر کاٹ کر جسم پر رکھکر بچے اور ماں دونوں پر الٹرا وائلٹ کی شعاعیں چند سکنڈ کے لئے ڈالی جاتی ہیں اس سے ماں کا نام بچے کے جسم پر نمودار ہو جاتا ہے گو آنکھ سے نہیں نظر آتا لیکن چھ ماہ بلکہ ایک سال بعد تک جب بھی الٹرا وائلٹ کی شعاعوں میں دیکھا جائے تو فوراً نمودار ہو جاتا ہے۔ جب میں لوہنڈلہ میں تھا تو میں نے الٹرا وائلٹ کی اس صفت کے ذریعہ ایک انگریز عورت کو محو حیرت کر دیا تھا، میں نے اس کے بچہ کو الٹرا وائلٹ لگاتے وقت دیکھا کہ اس کی کمر پر تھپڑ کا نشان ہے اور وہ الٹے ہاتھ کی انگلیوں کے نشان تھے، میں نے فوراً باہر جا کر میم صاحبہ سے کہا کہ آپ نے معصوم بچے کو بیماری کی حالت میں الٹے ہاتھ سے مارا ہے وہ حیران تھی کہ مجھے کیسے معلوم ہو گیا وہ پس و پیش کرنے لگیں تو میں نے

کمرہ کے اندر لیجا کر ان کے ہاتھ کو پکڑ کر بچے کی کمر پہ رکھ کر ان کی انگلیوں کے نشانوں سے ملا دیا۔ انہوں نے بچے کو مارنیکا اقرار کیا اور آئندہ جب تک علاج جاری رہا مارنے سے توبہ کر لی،

Infra Red Lamp انفرا ریڈ لیمپ

یہ لیمپ وہ شعاعیں پیدا کرتا ہے کہ جو سرخ سے بہت لمبی اور انفرا ریڈ کہلاتی ہیں۔ ان میں حرارت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ درد کو مٹانے میں بہت کامیاب ہیں مثلاً دانت کا درد جو کسی مسکن دوا سے نہ جاتا ہوا ان شعاعوں کے ذریعہ نصف ساعت میں غائب ہو سکتا ہے۔ یہ شعاعیں بیس منٹ سے آدھے گھنٹے تک درد کے مقام پر ڈالی جاتی ہیں اور ان شعاعوں کا الٹرا وائلٹ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے

امراض جن میں انفرا ریڈ کام آتا ہے، (۱) **درد مٹانے کیلئے** خصوصاً دانت کا درد، موچ آجانیکا درد، جوڑوں، گلے اور غدودوں کے ورم کر آنیکا درد، آگ سے جلنے کی سوزش اور عورتوں کے درد ان شعاعوں کے ذریعہ آدھے گھنٹے میں بالکل غائب کئے جا سکتے ہیں،

(۲) **بچہ ہونیکے بعد جب دودھ پیدا ہوتا ہے** تو کبھی کبھی بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اور اگر کبھی بچہ سر مار دے یا صفائی نہ رہے تو سوزش ہو کر سینہ پک جاتا ہے جس کی وجہ سے بخار آتا اور بڑے زور سے ٹیس اور درد ہوتا ہے اور پیپ پڑجانے پر کئی ماہ کے لئے مصیبت ہو جاتی ہے۔ اگر یہ شعاعیں سوزش اور تکلیف ہوتے ہی لگا لیجائیں تو دو تین ہی روز میں بلکہ ایک ہی دن میں سوزش اور درد غائب ہو کر پیپ نہیں پڑنے پاتی اسی طرح اگر جسم پر پھوڑے پھنسیاں نکلنے لگیں تو انفرا ریڈ کے ذریعہ ان کو دبایا جا سکتا ہے۔ اور اگر ہو بھی جائیں تو بلا تکلیف دئے جلد پک جاتی ہیں۔ پرانے ناسور بھی اس کے اور الٹرا وائلٹ کے ذریعہ جلد آرام کئے جا سکتے ہیں،

(۳) **نمونیہ یا پلورسی** میں سانس کے ساتھ سینہ میں ناقابل برداشت درد ہوتا ہے۔ انفرا ریڈ اس درد کو مٹانے میں بھی بہت کامیاب ثابت ہوا ہے۔

(۴) **پائریا**۔ مسوڑھوں میں پیپ اور درد ہو کر دانت ہلنے لگجاتے ہیں۔ تمام جسم میں زہر پھیلجانے کا خطرہ ہو جاتا ہے۔ ہاضمہ یقینی خراب ہو جاتا ہے، جوڑوں وغیرہ میں درد ہونے لگتا ہے۔ اس موذی مرض کا علاج مقامی الٹرا وائلٹ اور انفرا ریڈ سے بڑھ کر اب تک کوئی اور ایجاد نہیں ہوا۔ پائیریا کے مریضوں کے لئے یہ برکت ثابت ہوتا ہے

انفرا ریڈ لیمپ کے دوسرے فوائد۔ انفرا ریڈ لیمپ کی شعاعوں کو مختلف رنگ کے شیشوں میں سے گذار کر عجیب عجیب فوائد حاصل کئے جاتے ہیں مثلاً

(۱) **سرخ شعاعوں کے فوائد**۔ جب اس لیمپ کے سامنے سرخ شیشہ لگا دیا جاتا ہے تو صرف

بجلی سے علاج (۱) الٹراوائلٹ کے علاج کا کمرہ۔
(۲) کنٹھ مالا کے مریض کی گردن میں زخم اور ناسور
(۳) کنٹھ مالا کا مریض الٹراوائلٹ کے علاج کے بعد

(۶) ایک دق کی ماری لاغر و کمزور بچی
(۷) دق کی ماری بچی الٹراوائلٹ علاج کے بعد

(۴) رکٹس کی ماری ہوئی بچی۔
(۵) رکٹس کی مریضہ الٹراوائلٹ علاج کے بعد

Popular Press, Delhi.

(۸) ٹونسل کا مقامی الٹرا وائلٹ سے علاج
(۹) انفرا ریڈ سے دانت کے درد کا علاج مقامی
(۱۰) انفرا ریڈ سے سینہ کے درد کا علاج

(۱۱) ڈایا تھرمی سے گھٹنے کے درد کا علاج
(۱۲) ڈایا تھرمی سے اوپریشن کیا جا رہا ہے
(۱۳) بجلی کی لہروں سے علاج کرنے کی مین ٹو اسٹاٹ مشین

سرخ شعاعیں جسم پر پڑ سکتی ہیں ان سے خشک اور تر داد کا علاج ہوتا ہے۔ ایک بڑی مہلک سوزش جسے اریسپلاس" کہتے ہیں جلد درست کیجا سکتی ہے، دھوپ میں رہنے سے اگر رنگ کالا ہوجائے تو ان شعاعوں کے ذریعہ پھر اصلی رنگت آجاتی ہے۔ چیچک کے مریض کو ہر وقت ان سرخ شعاعوں میں رکھا جائے تو داغ دھبے نہیں پڑنے پاتے۔ جلد پر آبلے وغیرہ پڑ جائیں تو اُن کو آرام ہی نہیں ہوجاتا بلکہ ان کے داغ بھی جسم پر نہیں پڑنے پاتے۔

(۲) نیلی شعاعوں کے فوائد نیلا شیشہ لگا دینے سے نیلی شعاعیں نکلتی ہیں جن سے جوڑوں کا درد نصف سر میں درد اور خون جمع ہوجانے پر اس کو جذب کرنیکا اور دردوں کو مٹانیکا کام لیا جاتا ہے۔

یہاں یہ بتا دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اگر کوئی بچہ بہت روئے، چڑچڑا ہوجائے، کم سوئے، سوتے میں چونک اٹھے یا اور کسی طرح سے بےچینی کا اظہار کرے تو اس کو ایسے کمرہ میں رکھا جائے اور سلایا جائے کہ جہاں کی روشنی سبز، نیلی یا بنفشی ہو چند ہی روز میں بچہ اصلی حالت میں آجائیگا، لیکن اگر اس کے خلاف بچہ بہت سست ہو پژمردہ رہتا ہو، کم کھائے، کم بولے۔ کھیل میں جی نہ لگائے۔ پڑا رہے اور دیگر مردہ دلی کے آثار اس سے ظاہر ہوں تو اس کو سرخ یا پیلی روشنی میں رکھا جائے اور الٹرا وائلٹ لگا دیا جائے بہت جلد تیز ہوجائیگا۔ میں تجربہ کرچکا ہوں آپ بھی تجربہ کر دیکھئے، آپ کو ان شعاعوں کی زود اثری سے حیرت ہوجائے گی۔ میرا خیال ہے کہ کچھ سال کے بعد دوائیں بالائے طاق رکھدی جائیں گی اور شعاعوں وغیرہ ہی سے علاج ہوا کرے گا۔ حکیموں کے بڑے بڑے پیالوں سے نجات مل گئی تھی، اب ڈاکٹروں کی تلخ دواؤں سے بھی چھٹکارہ ملتا نظر آرہا ہے۔

ہائی فری کوینسی مشین (High Frequency Machine)

ساخت وخواص۔ یہ مشین دراصل بجلی کی لہروں کو اتنی تیزی سے گذارتی ہے کہ وہ ایک سکنڈ میں تقریبًا دس لاکھ دفعہ لرزش کرجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معمولی بجلی کی لہر جو آدمی کے جسم کو سخت نقصان پہنچا سکتی ہے اس مشین کے ذریعہ جسم کو طرح طرح کے فائدے پہنچاتی ہے، یہ ثابت ہوچکا ہے کہ جب آدمی زیادہ محنت کرتا ہے اور تھک جاتا ہے تو اس کے جسم میں بجلی کی کمی ہوجاتی ہے۔ یہ کمی اس مشین کے ذریعہ بجلی پہنچا کر پوری کیجا سکتی ہے اور اس طرح تھکن وغیرہ آپ ہی دور ہوجاتی ہے،

ہائی فری کوینسی کے فوائد سر کے درد اور دیگر مقامات اور اعضا کی تھکن میں یہ مشین بڑا کام دیتی ہے اس مشین کے ہمراہ جسم کے مختلف اعضاء اور مقامات کے علاج کے لئے علیحدہ علیحدہ آلات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ عجیب عجیب علاج کئے جاتے ہیں۔ منہ پر اگر مسے ہوجائیں تو اس کے ذریعہ آسانی سے چند منٹ میں کاٹے جاسکتے ہیں۔ خونی بواسیر کا بھی بڑا کامیاب علاج ہوسکتا ہے اگر کسی عورت کا سینہ چھوٹا ہونیکی وجہ سے دودھ کم آتا ہو یا بچے کو پینے میں دقت ہوتی ہو تو اس مشین کے ذریعہ ایک ماہ کے اندر سینہ بڑھایا جا سکتا ہے۔ جو بچہ کے

لئے باعث برکت ثابت ہوتا ہے۔ زیادہ دیر تک مسلسل پڑھنے لکھنے سے سر اور آنکھوں میں جو بھاری پن محسوس ہوتا ہے اس کا علاج اس مشین کے ذریعہ چند منٹ میں ہو جاتا ہے، میں نے اکثر اپنے سر اور آنکھوں کے بھاری پن کو اس مشین کے ذریعہ رفع کرکے پھر کئی کئی گھنٹے بلا تھکن کام کیا ہے۔ یہ مشین زیادہ قیمتی نہیں ہوتی۔ اس لئے بعض رئیس اس کو خرید کر استعمال کرتے ہیں لیکن آپ کبھی اس لالچ میں نہ آئیے۔ یہ مشین جاننے والے ہی کے ہاتھ میں احتیاط سے کام دیتی ہے۔ اگر کسی خاص علاج کے لئے اس کو خریدا بھی جائے تو کسی ہوشیار ڈاکٹر سے اس کا استعمال سیکھ لینا بے حد ضروری ہے۔

ڈایا تھرمی مشین Diathermy Machine

اس مشین کے ذریعہ معمولی علاج بھی کئے جاتے ہیں اور اوپریشن بھی، آپ نے بجلی کا نشتر یا بجلی سے اپریشن ہوتے ہوئے سنا ہوگا وہ اس ہی مشین سے کیا جاتا ہے،

ساخت وخواص۔ اس مشین کی ساخت بہت پیچیدہ ہے اس کے ذریعہ جسم کو حرارت پہنچانے کا کام لیا جاتا ہے، پولٹس لگانے یا معمولی ترکیبوں سے جب کسی حصۂ جسم کو حرارت پہنچائی جاتی ہے تو وہ عموماً سطحی ہوتی ہے، یا کچھ تھوڑی ہی گہرائی تک اندرونی حصہ گرم ہو جاتا ہے لیکن ڈایا تھرمی کے ذریعے اندرونی اور بیرونی تمام حصے اور اعضار گرم ہو جاتے ہیں گویا جن اندرونی اعضار میں جسم کے اندر ہونے کی وجہ سے ہم اب تک حرارت نہ پہنچا سکتے تھے ڈایا تھرمی کے ذریعہ اب وہاں بھی حرارت پہنچ سکتی ہے یہ ظاہر ہے کہ ڈایا تھرمی کی یہ صفت کہ جس حصۂ جسم میں لگائی جائے اس کے ذرہ ذرہ کو حرارت پہنچا دیتی ہے اس کو ایسی بیماریوں کے علاج میں جن میں حرارت پہنچانے کی اشد ضرورت ہوتی ہے کس قدر قیمتی اور مفید ثابت کر سکتی ہے۔

وہ امراض جن کے لئے ڈایا تھرمی برکت ہے۔ (۱) **نمونیا۔** نمونیا بچوں اور بڑوں سب میں ایک خوفناک حالت پیدا کرکے عموماً مہلک ثابت ہوتا ہے۔ جو بچ جاتے ہیں ان کو بھی پندرہ یا اکیس روز متواتر بخار رہتا ہے۔ اور قلب کی کمزوری کی وجہ سے مدت تک مریض رہنا پڑتا ہے۔ اگر اس بیماری کے ابتدا ہی سے ڈایا تھرمی سینہ میں لگانا شروع کر دیا جائے تو ساتویں روز بخار اتر جاتا ہے۔ اور جسم میں حرارت پہنچتے رہنے سے کمزوری بھی نہیں ہوتی اس کے ساتھ ہی اگر الٹرا وائلٹ بھی لگایا جائے تو نمونیہ معمولی بخار سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہرگز ثابت نہ ہو۔ ہمارے بادشاہ جارج پنجم کے نمونیہ کے علاج میں بجلی کا علاج بہت کام میں لایا گیا تھا۔ خصوصاً الٹرا وائلٹ اور ڈایا تھرمی کا استعمال آخر تک جاری رہا تھا۔ دو ٹین کے پتلے ورق ایک سامنے اور ایک پیچھے سینہ پر لگا کر اس کو ربڑ کی نلکیوں کے ذریعہ مشین سے ملا دیتے ہیں۔ بجلی سینہ میں حرارت پیدا کرکے پھیپھڑوں کی سوزش کو بھی جلد سے جلد مٹا دیتی ہے۔ اور نمونیے کے جراثیم کو بھی ہلاک کر دیتی ہے۔

(۲) **مخصوص نسوانی امراض** عورتوں کی چند خاص بیماریوں میں ڈایاتھرمی اس قدر زود اثر ثابت ہوتی ہے کہ کبھی کبھی مجھے بھی اس کی جادو اثری پر حیرت ہوجاتی ہے، عورتوں کی ان جسمانی خرابیوں کے لئے جن کا علاج ہر ماہ مشکل ہوتا ہے ڈایاتھرمی بہت امید افزا ہے، اس کے ذریعہ بلا بے پردگی کے بڑا کامیاب علاج کیا جا سکتا ہے۔

(۳) **جوڑوں اور کمر کا درد** - پرانی چوٹوں کا درد خواہ جوڑوں میں ہو یا اور کہیں۔ اور کمر کے درد کے لئے ڈایاتھرمی اکسیر کا حکم رکھتی ہے، تازہ چوٹ لگ جانے سے یا ہوا لگ جانے سے ورم اور درد ہوجائے تو ڈایاتھرمی کو ایک دفعہ لگانے سے فوری افاقہ ہوجاتا ہے اس کے علاوہ اور بھی چند بیماریاں ہیں جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔

بجلی سے اوپریشن - ہندوستان میں بھی اب بجلی کے ذریعہ اپریشن کئے جانے لگے ہیں۔ بجلی سے اپریشن کرنے کے خاص فوائد یہ ہیں کہ اپریشن کے وقت ایک قطرہ بھی خون کا نہیں نکلتا۔ بلکہ اگر کسی مقام سے خون نکلنا بند نہ ہوتا ہو تو اس کے ذریعہ بند کیا جا سکتا ہے۔ بجلی کے نشتر سے زخم بہت ہلکا اور صاف بنتا ہے اور اچھے ہوجانے کے بعد نشان نہیں رہتا چہرہ اور گردن پر معمولی اپریشن کرنے سے جو بدنما داغ رہجاتے تھے وہ بجلی کے اوپریشن کے بعد ہرگز نہیں رہتے، زخم بھی بہت جلد بھر جاتا ہے۔ خونی بواسیر کا علاج بغیر کلورا فارم کے چند منٹ میں کیا جا سکتا ہے، خون بھی نہیں نکلتا اور تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ مریض اوپریشن کے بعد ہی اپنے کام پر جا سکتا ہے۔ گو ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، بچوں کے حلق میں غدود جن کو ٹونسل کہتے ہیں اگر زیادہ بڑھ جائیں اور تکلیف دینے لگیں تو بجلی کے ذریعہ بغیر بہت سا خون بہائے نکالے جا سکتے ہیں۔ بدن پر اگر کہیں پیدائشی داغ یا دھبے ہو کر بدنمائی پیدا کرتے ہوں تو ڈایاتھرمی کے ذریعہ آسانی سے ان کو مٹایا جا سکتا ہے۔ سرولی اور دیگر ٹیومرز کا اوپریشن ڈایاتھرمی ہی سے خوب ہوتا ہے، دماغ کے اوپریشن بھی ڈایاتھرمی کے ذریعہ ممکن اور آسان ہوگئے ہیں۔

Pantostat پین ٹو اسٹاٹ

اس قسم کی مشین کے ذریعہ بجلی کی کئی طرح کی لہریں پیدا کیجا سکتی ہیں اور ان کو امراض کے علاج کے قابل بنایا جا سکتا ہے اس مشین کا سورج کی شعاعوں سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ بجلی کی لہریں پیدا کرتی ہے۔

گیلونک لہریں ان لہروں کے ذریعے بڑے بڑے علاج کئے جاتے ہیں جن میں پرانے بہتے ہوئے کان کا تو مکمل علاج ہوتا ہے۔ بیس بیس برس کے بہتے ہوئے کان ایک یا دو دفعہ میں خشک ہو کر درست ہوجاتے ہیں۔ نیند نہ آنے کا بھی اس سے بڑا کامیاب علاج ہوتا ہے کسی مقام پر مسّے یا فضول بال یا کوئی اور بدنما داغ دھبے جلد پر ہوں تو اس کے ذریعہ آسانی سے دور کئے جا سکتے ہیں چہرہ اور جسم کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے الٹرا وائلٹ اور سرخ شعاعوں کی طرح یہ بھی ایک خاص چیز ہے،

بجلی کے ذریعہ دواؤں کو جسم میں داخل کرنا کیلونگ کی لہروں کے ذریعہ دواؤں کو آسانی سے جسم میں داخل کیا جا سکتا ہے ابتدا میں گھٹنے میں دوا پہونچانی ہو تو پہلے منہ کے ذریعہ دوا شکم وغیرہ میں جا کر جذب ہونے کے بعد خون میں جاتی تھی اور پھر خون کے ذریعہ گھٹنے میں انجکشن اس سے بہتر تھا کہ خون میں دوا پہنچا دی جاتی تھی اور خون کے ذریعہ گھٹنے میں پہنچ جاتی لیکن اب گیلونک کرنٹ کے ذریعہ دو کپڑے دوا تر کر کے گھٹنے پر رکھکر بجلی کی لہریں دوڑانے سے وہ دوا چند منٹ میں براہ راست سیدھی گھٹنے کے اندر پہنچکر اپنا اثر کرنے لگجاتی ہے، لہٰذا اب مقامی تکلیفوں کے لئے نہ منہ سے دوا پینے کی ضرورت اور نہ انجکشن کی حاجت دوا ر کو درد کے مقام پر رکھئے اور بجلی سے اندر پہنچا دیجئے۔

فریڈیک لہریں ان لہروں کے ذریعہ عام کمزوری، دماغی خرابیوں، اعصابیوں بیماریوں، نفخ و بدہضمی وغیرہ کا علاج کیا جاتا ہے، جو بہت سی صورتوں میں عام علاجوں سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ جوان لڑکیوں کی عام بیماری ہسٹریا کے لئے یہ خاص علاج ہے۔ فالج یا ہوا لگ جانے سے جب کوئی پیر یا ہاتھ رہ گیا ہو تو مفلوج حصوں کو طاقتور بنانے کے لئے فریڈیک خاص طور پر بہت ہی زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔ خونی بواسیر کا علاج اس مشین سے بھی بغیر اوپریشن کے بہت ہی آسانی سے ہوجاتا ہے جو گھر کے اندر پلنگ پر لٹا کر چند منٹ میں کیا جا سکتا ہے اس مشین سے اور بھی کئی قسم کی لہریں پیدا کی جاتی ہیں اور اوپریشن بھی کئے جا سکتے ہیں لیکن ان کا بیان اس مضمون میں زیادہ دلچسپ نہ ہوگا۔

بجلی سے غسل

بجلی سے دو طرح غسل دیا جاتا ہے ایک تو خشک جس میں صرف بجلی کی روشنی اور حرارت سے کام لیا جاتا ہے اور دوسرا جسم کو پانی یا دواؤں کے عرق میں ڈبا کر بجلی کی لہریں چلائی جاتی ہیں، اور اس کو تر غسل کہہ سکتے ہیں مختلف شکل و پیمایش کے ایسے ایسے فریم تیار کئے جاتے ہیں کہ جس میں بجلی کے لیمپ لگا کر کسی خاص حصہ جسم کو بجلی کی گرمی اور روشنی میں رکھا جا سکتا ہے اور ایسا بھی بکس بناتے ہیں کہ جس میں سوائے سر اور چہرہ کے تمام جسم آجاتا ہے اور اس روشنی اور حرارت کے غسل کے ذریعہ جسم کے زہر نکل کر جسم بالکل صاف ہوجاتا ہے،

امراض جن میں بجلی کا غسل مفید ہے موٹاپے کو کم کرنے اور زیادہ چربی سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہ غسل بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے گردہ کی بیماری اور جسم کے ورم وغیرہ کے لئے بھی اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے، نقرس اور گٹھیا کے لئے بھی یہ غسل مفید مانا گیا ہے،

ایکس رے

ان بہت ہی اہم شعاعوں کا بیان اس لئے سب کے بعد کر رہا ہوں کہ ان سے علاج کرنا ہر ڈاکٹر کا کام نہیں

یہ شعاعیں بہت ہی تیز ہوتی ہیں اور ذرا سی بد احتیاطی سے بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے اس لئے ایکسرے سے علاج کلکتہ و بمبئی جیسے شہروں ہی میں ہو سکتا ہے۔ جلد کی بیماریاں جو کسی اور علاج کے قبضہ کی نہ ہوں ایکسرے کے سامنے سر جھکا دیتی ہیں۔ جہاں ایکسرے سے علاج اس قدر مشکل ہے وہاں بیماریوں کی تشخیص میں ایکسرے تقریباً ہر مقام پر روزانہ کام آتا ہے۔ اور اس سے ہمیں ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ مجھے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ایکسرے کی سولہ روپے فیس عام ہندوستانیوں کے لئے بہت زیادہ ہے۔ لہذا بہت کم لوگ اس برکت سے فیض یاب ہو سکتے ہیں اگر یہ فیس کم ہو جائے تو عام پبلک کو بڑا فائدہ ہو، اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ پرائیوٹ ڈاکٹر ایکسرے مشین منگا کر تشخیص کے لئے اس کو خود استعمال کریں اور میونسپلٹیاں اپنے ہسپتالوں میں یہ مشین لگوا دیں تو چار یا پانچ روپے میں ایکسرے کا فوٹو لیا جا سکیگا۔ اور عام لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کے عادی ہو جائیں گے۔ جو ملک و قوم کے لئے بڑے فائدہ کی بات ہے۔

بجلی کی دیگر مشینیں

مندرجہ بالا مشینوں اور لیمپ کے علاوہ مالش کرنے کی مشین گرم ہوا پہنچانے کی مشین، بجلی کے شعلوں سے علاج کرنے کی مشین اور ایسی ہی اور کئی طرح کی مشینیں ایجاد ہوتی ہیں، ان میں سے بہت سی مشینوں کو میں نے بھی استعمال کرنے کے بعد مفید پایا ہے۔ مثلاً مالش کرنے کی مشین سے آنتوں اور پیٹ کے عضلات کی مالش کر کے قبض کا بڑا اچھا علاج کیا جا سکتا ہے۔ مریض جلابوں کی مصیبت سے بچ جاتا ہے۔ میں بخوف طوالت ان کا بیان کرنے سے احتراز کرتا ہوں، میں نے کوشش کی ہے کہ بجلی سے علاج کے متعلق جہاں تک آپ کے لئے ضروری ہے سب کچھ بتا دوں لیکن اختصار کے خیال سے شاید مجھے زیادہ کامیاب نہ ہونے دیا ہو۔ تاہم مجھے امید ہے کہ آپ کو اس نئے علاج کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو گیا ہوگا،

نصیر الدین احمد

نوٹ میں سیمن لمیٹڈ انڈیا جرمنی کا جو بجلی کے مشینوں کے بنانیوالے ہیں اور مالگھم پارادرز بمبئی کا جو الٹرا مائٹ اور دیگر مشینوں کے مخصوص ایجنٹ ہیں نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے عصمت کے اس سالگرہ نمبر کے لئے خاص خاص فوٹو جمع کرنے میں بہت امداد پہنچائی ہے اور اپنی مشینوں کے فوٹو چھاپنے کی اجازت خوشی سے دیدی۔ (نصیر الدین احمد)

احکام قضا و قدر

ایک متوسط درجہ کے مکان میں ایک معمر خاتون جس کی صورت سے شرافت اور تقدس ظاہر ہے۔ ہاتھ میں تسبیح لئے تخت پر قبلہ رو بیٹھی ہے اور آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کے بعد سے اب تک انہیں جھپکنے کی نوبت نہیں آئی ابھی وظیفہ ختم نہیں ہوا ہے کہ سامنے کے دالان سے بہو آکر سلام کرتی ہے ساس تسبیح والا ہاتھ بڑھا کر اسے سینہ سے لگاتی اور وہیں اپنے برابر بٹھاتی ہے۔ تھوڑی دیر تک دلہن کی طرف دیکھتی ہے۔ پھر ٹھنڈا سانس لیکر کہتی ہے کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میرے بچے کی آرزو پوری کی پانچ برس بعد تمہارے والد کے دل میں اتنا رحم ڈالا کہ انہوں نے ہم لوگوں کی بات مان لی اور شادی کردی ورنہ اب تو کوئی امید نہیں رہی تھی، اب خدا تمہیں آباد رکھے، تم دونوں آپس میں اتفاق اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرو اب مجھے اطمینان ہوگیا اور میری باقی زندگی بہت اچھی طرح خدا کی یاد میں بسر ہوجائیگی۔ اتنے میں بیٹا آتا ہے۔ رخصت ختم ہونے کا تذکرہ کرکے چاہتا ہے کہ پرسوں ماں اور بیوی کو ساتھ لیکر سوار ہوجائے ماں اسے منظور نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ ابھی مہینہ بھر تو شادی کو ہوا ہے چند روز یہیں رہنے دو، عید یہیں آکر کرنا۔ پھر محرم کی چھٹی میں لیجانا، مدتوں سے میرے دل میں ارمان تھا کہ تمہاری شادی ہو گھر میں چہل پہل دیکھوں، اب خدا نے یہ دن دکھایا ہے کچھ تو میری خوشی پوری ہونے دو۔ بیٹے کو اصرار ہے کہ ملازمت پر تنہائی میں مجھے تکلیف ہوتی ہے آپ ابھی چلئے ورنہ میں انہیں کو لیجاؤں گا۔ اسی ردوکد میں دو دن گذر جاتے ہیں اور جدائی کا وقت آجاتا ہے۔ ماں رنجیدہ دل سے بہو بیٹے کو رخصت کرتی ہے، بیٹا ماں کی خوشی پوری نہ کرنے کی ندامت سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔ یونہی نیچی نظروں سے سلام کرکے چپ چاپ دروازے سے نکلتا ہے۔ ماں بیقراری کے ساتھ دروازے تک جاتی ہے اور خیال کرتی ہے کہ ابھی پھر واپس آئے گا اور حسب معمول سر کو میرے سینے سے لگا کر دعا کا طالب ہوگا مگر وہ سوار ہوجاتا ہے ماں آنکھوں میں آنسو بھرے واپس آتی ہے اور پلنگ پر بیٹھ کر کہتی ہے۔ اللہ یہ مہینہ بھر میں مجھ سے ایسا پھر گیا۔ کہاں تین تین دفعہ پلٹ کر آتا تھا کہ جانے کو جی نہیں چاہتا یا آج میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ خیر جہاں رہے خوش رہے، خداوندا یہ تیری حفاظت میں ہے، اس پر تیرے فضل و رحمت کا سایہ۔ تیرے کلمہ توحید کا ساتھ آج میرا بچہ مجھ سے کس طرح الگ ہوا ہے کہ نہ اس نے نظر بھر کے مجھے دیکھا نہ میں نے اسے دیکھا۔ ضعیف خاتون کے دل میں ہزاروں وہم پیدا ہوتے ہیں۔ بیٹے کا بچپن۔ لڑکپن تعلیم اور پھر ملازمت کا شروع زمانہ اس کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اس کی شادی کی آرزو اور امیدوں کا سرسبز باغ ابھی وہ اسی طرح بے خودی سے بیٹھی ہوئی ہے کہ مغرب کی اذان کی آواز آتی ہے اور وہ جل شانہٗ کہتی ہوئی اٹھکر نماز کے لئے اندر چلی جاتی ہے، دو دن اسی طرح گذرتے ہیں۔

بیٹے کی تصویر برابر آنکھوں میں پھرتی ہے کبھی اپنے اوپر غصہ آتا ہے کہ میں نے ہی کیوں نہ بڑھکر اسے گلے سے لگا لیا، وہ شرمندہ تھا۔ اداس تھا۔ کبھی خیال ہوتا ہے کہ میں کیوں ایسی بے اختیار سی ہو رہی ہوں آخر ہمیشہ ہی جاتا ہے۔ اب تو اس کی شادی بھی ہو چکی ہے اور ابھی تو پہنچا بھی نہیں ہوگا۔ سسرال میں ہوگا۔ سیریں ہوں گی۔ سینما ہوگا اور خوب اچھی طرح وقت گذر رہا ہوگا۔ اسی پریشانی میں تیسری صبح ہوئی اور وہ ایک اضطراب کے عالم میں نواسی کو گود میں لیکر اوپر ٹہل رہی ہے کہ بیٹی نیچے سے آواز دیتی ہے اماں دیکھئے تو بھائی کے خسر آئے ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔ ضعیفہ گھبرا کر پوچھتی ہے بیٹی خیر تو ہے۔ تیری آواز کیسی نکل رہی ہے بیٹی کہتی ہے بس اماں خدا کے لئے نیچے آجائیے مجھ سے نہیں بولا جاتا۔ ہائے سنئے تو وہ کیا کہہ رہے ہیں، بدنصیب ماں بدحواسی کے عالم میں گھبرائی ہوئی نیچے آتی ہے اور تار کا مضمون سنتی ہے آج پونے پانچ بجے صبح قلب کی حرکت بند ہونے سے انتقال کیا۔ ہائے یہ مت کہو کسی دشمن نے تار دیا ہے۔ ابھی تار دیکر خیریت پوچھو نہیں میں آپ جاؤں گی لوگ مجھے کیوں ستاتے ہیں، ارے جلدی مجھے پہونچا دو، محلے کے لوگ آتے ہیں اور سب یہی کہتے ہیں کہ اچھا بھلا تو گیا تھا ضرور کسی نے دشمنی سے تار دیا ہے بہن ہزاروں منتیں مرادیں مانتی ہے ماں بیقراری کے ساتھ دعائیں وظیفے پڑھکر دن پورا کرتی ہے، اور شام کو سوار ہوتی، امید و بیم میں رستہ ختم ہوتا ہے صبح کے قریب منزل مقصود پر پہنچتی ہے اور دیکھتی ہے کہ بیٹا قبر کی منزل پر روانہ ہونے کے لئے کفن پہنے ماں کی محبت بھری نظروں اور دعاؤں کا منتظر ہے، مگر آہ یہ کیسا انتظار ہے۔ انتظار میں تو لوگ بے قرار پھرتے رہتے ہیں بھلا کوئی ایسے وقت میں لیٹا ہے بس صبر کرلے بے قرار اور بدنصیب ماں صبر کر تو نے خدا سے جو لو لگائی تھی وہ سچی تھی اور اب اس کے لئے تجھے عمر بھر کو فرصت ہے۔

د۔ ا

اطلاع

حسب معمول سالگرہ نمبر جولائی اور اگست کا یکجائی ہے پرچہ ہے اس پر لاگت تین پرچوں سے زیادہ کی آئی ہے مگر اسے صرف دو ماہ کا پرچہ سمجھنا چاہئے اس لئے اب اگست میں رسالہ کا انتظار نہ کیجئے پرچہ ملتے ہی نوٹ کر لیجئے تاکہ اگست کے پہلے ہفتہ میں جب آپ کو رسالہ نہ ملے تو آپ شکایتی خط نہ روانہ فرمائیں اب اس کے بعد ۲۰ اگست کو ستمبر کا رسالہ شائع ہوگا جس کی کتابت ختم ہو چکی ہے

منیجر

اسلام اور عورت

اسلام سے پہلے تھی زمانے کی یہ صورت ہر سمت تھی چھائی ہوئی تاریکیِ ظلمت
تہذیب جسے کہتے ہیں روپوش تھی یکسر منہ اپنا چھپائے ہوئے پھرتی تھی شرافت
افعالِ شنیعہ میں ملوث تھا زمانہ ناپید حمیت تھی تو مفقود تھی غیرت
عورت جسے سب کہتے ہیں تنہائی کی مونس جو شرم کی دیوی ہے حیا کی ہے جو مورت
آئینہ کے مانند طبیعت کی صفائی صورت سے عیاں جس کی ہے معصومئ فطرت
حیوانوں کے مانند تھی قدر اُسکی جہاں میں انسان سمجھتے تھے اُسے قابلِ نفرت
لاوارث و بے یار تھا وہ طبقۂ نسواں ہر شخص سمجھتا تھا جسے باعثِ ذلت
مردوں کی طبیعت میں نہ تھا دخل کچھ اُس کا لونڈی سے بھی بدتر تھی جسے کہتے ہیں عورت
بیٹی کی نہ تھا بات کوئی پوچھنے والا بیٹوں کے لئے وقف تھی ماں باپ کی دولت
پیدایش دختر تھی سبب رنج و بُکا کا زندہ اسے کر دیتے تھے دفن اہلِ شقاوت
تفصیل کہاں تک ہو اب آلام کی اُسکے آزار پہ آزار مصیبت پہ مصیبت
مظلوم کی آہیں کوئی بیکار نہ سمجھے جاتی نہیں فریاد کبھی اس کی اکارت
عالم کا یہی حال زبوں تھا کہ یکایک چمکا اُفقِ مکّہ سے خورشیدِ نبوت
پھیلا دیا دنیا میں اُجالا ہی اجالا ظلمت ہوئی کافور منور ہوئی خلقت
گمراہ جو تھے ان کو رہ راست دکھائی سب کے لئے وہ ذات بنی شمعِ ہدایت
عورت جسے منحوس سمجھتا تھا زمانہ وہ بن گئی دنیا کے لئے باعثِ نعمت
یہ اوج و شرف طبقہ نسواں کا بڑھایا دلجوئی عورت کو کیا داخلِ سُنّت
سب دیکھتے تھے جس کو حقارت کی نظر سے اب اس کو سمجھنے لگے تصویرِ محبت
تعلیم میں تنظیم میں میدانِ عمل میں مردوں کے مقابل نظر آنے لگی عورت
محروم کسی چیز سے رکھا نہ جہاں میں قایم کیا عورت کے لئے حقِ وراثت
مردوں کی اطاعت ہوئی عورت پہ اگر فرض واجب ہوئی مردوں پہ بھی عورت کی محبت
جس چیز پہ پڑتی نہ تھی دنیا کی نظر بھی وہ چیز بنی باعثِ صد عزت و وقعت
اس طبقہ بے یار و مددگار کو دیکھو پھر دیکھو یہ اوج و شرف و حرمت رفعت
یہ عدل یہ انصاف کسی میں نہیں دیکھا اے صلِ علیٰ شانِ شہنشاہِ رسالت

دعا ڈبائیوی

قدرت اور عقل انسانی

قدرت کے ساتھ انسانی عقل کی اٹھکیلیاں اور ان کا غور کے ساتھ مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں تاریخ کی قدیم دنیا سے قدرتی قوی مثل چاند سورج، پانی، آگ وغیرہ کو ہی ایسی قوتیں قرار دیا ہے۔ جن کی ہستی دنیا کے وجود کا باعث ہے اس کے بعد مختلف مذہبی پیشواؤں نے دنیا پر روشن کیا کہ معمولی قدرتی قوی جن کو ہم دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں، کے نظام کو بھی قائم رکھنے والی ایک اور ہی ایسی ہستی ہے جس کے اختیارات کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے یہی قوت برترین واحد قوت اور دنیا کے وجود کا باعث یعنی خدا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں جب سائنس کا فروغ ہوا اور انسانی عقل نے چند انوکھے کرشمے دکھائے تو آدمی خدا کو فراموش کر کے اپنے ہی برترین ہونیکا دعوی کر بیٹھا۔ اس نے کہا کہ دنیا واقعات کا ایک دائرہ ہے پانی۔ ہوا اور معدنیات کو جو مادے ہیں پودے اپنی خوراک بنا کر جذب کر لیتے ہیں۔ پودوں کو جاندار کھاتے ہیں، جاندار مرتے ہیں ان کے جسم زمین میں ملکر پھر پانی۔ ہوا، معدنیات بنجاتے ہیں۔ ان کو پھر پودے جذب کر لیتے ہیں اور از سر نو اسی دائرہ کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ انسانی عقل نے پھر یہ سوال پیش کر کے کہ بالآخر اس واقعات کے دائرہ کا بھی تو منتظم ہونا ضروری ہے۔ خدا کے وجود اور قدرت کو اہمیت دیدی، اب پھر انسانی عقل قدرت پر ہر وقت نکتہ چینی کرتی ہے اور قدرت کے ہر عمل کی ایک وجہ ثابت کر کے خود مطمئن ہو جاتی ہے۔ چند مثالیں عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے پیش کرتی ہوں

(اس مضمون میں چیمبرز انسائیکلو پیڈیا اور دوسری انگریزی سائنس اور علم نباتات کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے)

ہماری بھنویں کس واسطے ہیں؟ ہماری آنکھوں پر بھنویں یا ابرو ہونے کے دو بہت ہی اہم اسباب ہیں۔ پہلا استعمال اور دوسری خوبصورتی۔ پہلی صورت میں بالفرض اگر ہمارے بھنویں نہ ہوتیں تو پسینہ جو گرمی کے وقت ہماری پیشانی پر ڈھلک آتا ہے۔ آنکھوں میں ٹپک کر نہ صرف اسی وقت ان کے استعمال میں حارج ہوتا بلکہ اپنے زہریلے اثر سے آنکھوں کو ہمیشہ کے لئے ناقابل استعمال بنا دیتا۔ ہماری بھنویں پسینہ کے قطروں کو روک کر اپنی قدرتی گرمی سے ان کو ہوا میں ملا دیتی ہیں، دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہماری آنکھیں تمام جسم کا بہترین خوبصورت حصہ ہیں۔ اگر ہم آنکھیں بند کر لیں یا کوئی تصویر ہی بدون آنکھوں کی دیکھیں تو چہرہ کتنا برا معلوم ہوتا ہے کھلی ہوئی آنکھوں اور ان میں بار بار پلکوں کے جھپکنے سے انسان کے جسم میں روح اور زندگی نمایاں ہو جاتی ہے۔ جس طرح ہم اپنی کتاب میں کسی ضروری یا پر معانی لفظ پر اس کی اہمیت دکھانے کے لئے ایک خط کھینچ دیتے ہیں، بالکل اسی طرح قدرت نے آنکھوں کی خوبصورتی کو بدرجہ اتم نمایاں کرنے کے لئے انپر بھوؤں کے خط کھینچ دئے ہیں۔

ہماری ہتھیلیوں پر خط کیوں ہیں؟ اگر کوئی یہ کہے کہ ہتھیلیوں کی لکیروں سے قسمت کا انکشاف یا مستقبل کا

حال معلوم ہو جاتا ہے تو اس کے عقائد کمزور کیے جائیں گے، دراصل ان کا وجود قوت حس میں امداد کا باعث ہے، ہماری انگلیاں اور ہتھیلیاں ان لکیروں کے ذریعہ گوشت دبا کر نا ہموار بنائی گئی ہیں تاکہ ہم فوراً بتا سکیں کہ جو چیز ہاتھوں سے محسوس کی گئی ہے وہ ہموار ہے یا ناہموار۔ قوت حس کی رگیں جو قدرت نے دماغ تک پہونچائی ہیں ان لکیروں کے ذریعہ ہتھیلیوں میں پیوست کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں اکثر آدمیوں کا یہ خیال ہے کہ یہ ماں کے شکم میں بچہ کی ہتھیلیاں بند رہنے کی وجہ سے اس قسم کے شکن پڑ جاتے ہیں۔ اب بھی اگر ہم انگوٹھا اندر کی جانب کرکے ہتھیلیاں بند کریں تو شکن انہیں لکیروں پر پڑتے ہیں۔

گرگٹ رنگ کیوں بدلتا ہے۔ اکثر آپ نے اپنے باغ میں احاطہ کی جھاڑیوں پر گرگٹوں کو رنگ بدلتے دیکھا ہوگا۔ اکثر بہنیں ایسے موقعوں پر کہا کرتی ہیں کہ ہم کو دیکھ کر گرگٹ غصہ میں سرخ نیلا پیلا ہو رہا ہے اور خون کی کلی چھوڑنے والا ہے، دراصل گرگٹ جیسا ڈرپوک اور بے ضرر کیڑا آپ کے باغ میں شاید ہی کوئی ہوگا۔ قدرت نے ہر جاندار کو اسکی رہائشی سہولتوں کے لئے مختلف خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں۔ چیتوں کی اسوجہ سے دھاریاں دی ہیں کہ وہ گھاس میں چھپکر گھاس ہی معلوم ہوں اور بآسانی شکار کر سکیں، لومڑی کو پیلا اسواسطے بنایا کہ وہ مٹی میں چھپکر پیلی مٹی معلوم ہو اور دشمنوں سے بچ سکے۔ اسی طرح گرگٹ کے جسم میں ایسا مادہ پیدا کیا ہے جس کے اثر سے وہ اپنا رنگ حسب منشا بدل سکتا ہے، خطرہ کے وقت چھپنے کی غرض سے وہ حسب موقعہ اپنا رنگ گھاس پتوں یا دیوار جیسا جہاں وہ چھپنا چاہتا ہے بنا لیتا ہے،

ہم چلتے میں اپنا ہاتھ کیوں ہلاتے ہیں۔ اگر آپ اپنے ہاتھوں کو بالکل پہلوؤں سے ملا کر چلنے کی کوشش کریں تو کیسا ناگوار ہوگا۔ آپ نے سڑکوں میں یا اپنے محلہ کے چوراہوں پر نٹوں کو رسوں پر چلتے دیکھا ہوگا چلتے میں وہ دونوں ہاتھ اتنی ہی تیزی کے ساتھ ہلاتے جاتے ہیں جتنا کہ ایک چیل ہوا میں توازن قائم رکھنے کے لئے پر ہلاتی ہے۔ یہی مثال بالکل ہماری ہے جب ہم چلتے وقت ایک قدم کے بعد دوسرا بڑھاتے ہیں تو جسم کا توازن رکھنے کے لئے آہستہ ہاتھ ہلاتے ہیں جتنا تیز چلنا چاہتے ہیں ہاتھ زیادہ ہلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہم ہاتھ نہ ہلائیں تو روانی میں ایک قسم کا زور پڑتا ہے۔ علم الحیوانات کے عالموں کا یہ بھی خیال ہے کہ انسان چونکہ چوپایوں کی نسل سے ہے اسلئے ابھی تک مثل بندروں وغیرہ کے ہاتھ پاؤں چلنے میں استعمال کرتا ہے۔ لیکن جہاں تک قدرت کا تعلق ہے دراصل ہمارے ہاتھ رفتار میں آسانی کے وجہ سے ہلتے ہیں۔

جگنو کیوں چمکتا ہے؟ جونہی برسات کے موسم میں شام کو اندھیرا شروع ہوا جا بجا جگنو چمکنے لگتے ہیں دم کے پچھلے حصہ میں سبزی مائل پیلی روشنی اور پھر اسپر ستاروں کی طرح جگمگاہٹ کیا بھلی معلوم ہوتی ہے اگرچہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ روشنی جگنو کے جسم میں فاسفورس کے عناصر کا باعث ہے لیکن ابھی تک یہ قطعی طور پر معلوم نہ ہوسکا

کہ بالآخر یہ روشنی جگنوؤں میں کیوں پیدا کی گئی ہے۔ اکثر علم الحیوانات کے عالم جو زندہ مخلوق کا مطالعہ کرتے ہیں کہتے ہیں کہ مادہ جگنو نر جگنوؤں کو بلانے کے لئے چمکتی ہیں کیونکہ نر جگنوؤں میں یہ روشنی نہیں ہوتی۔

درخت اوپر کی طرف کیوں اُگتا ہے۔؟ دراصل تمام درخت اوپر کی طرف نہیں اُگتا۔ درخت کا وہ حصہ جس کو ہم جڑ کہتے ہیں۔ نیچے کی جانب اُگتا ہے، بیج میں جس سے پودا اُگتا ہے، اکثر عناصر ایسے ہوتے ہیں جو صرف ہوا اور روشنی ہی میں پیدا ہو سکتے ہیں اور جس طرف ہوا اور روشنی ہوتی ہے وہ اسی طرف اُگنے لگتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے اجزا ایسے ہوتے ہیں جو صرف تاریکی میں زندہ رہ سکتے ہیں اور زمین کی مقناطیسی قوت سے زیادہ موثر ہوتے ہیں وہ زمین کے اندر اُگتے ہیں، لہٰذا ایک درخت کے دو حصے ہوتے ہیں ایک وہ جو زمین سے اوپر اُگتا ہے دوسرا وہ جو زمین کے نیچے اُگتا ہے دونوں میں ایک بھی بغیر دوسرے کے نہیں رہ سکتا لہٰذا وہ حصہ جو پتیاں بنکر ہوا پہونچاتا ہے اوپر اُگتا ہے اور وہ حصہ جو معدنیات و پانی جذب کرتا ہے زمین کے اندر اُگتا ہے

مکان کی چھت رات میں کیوں چٹکتی ہے۔ رات میں مکان کی چھت کے شہتیر چٹکتے ہوئے سنکر اکثر بہنیں طرح طرح کے توہمات کرنے لگتی ہیں، کوئی بھوت کا سایہ بتاتی ہیں کوئی بدبختی کی نشانی کہتی ہیں کوئی یہ کہہ کر اکتفا کرتی ہیں کہ رات میں چھت کا چٹکنا اچھا نہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ جس طرح رات میں شہتیر چٹکتے ہیں اسی طرح وہ دن میں بھی چٹکتے ہیں، دن کی مشغولیتوں میں ہم غور نہیں کرتے، قدرتاً رات میں کانوں کو سکون ہوتا ہے اور معمولی آواز بھی صاف سنائی دیتی ہے۔ لکڑی کا قاعدہ ہے کہ دن میں گرمی کی وجہ سے پھیل جاتی ہے اور رات میں سرد ہو لے کے اثر سے سکڑتی ہے، ان وجوہ سے اس میں آواز کا پیدا ہونا بہت معمولی بات ہے،

ہم آنکھیں کھولکر کیوں نہیں سو سکتے؟ آنکھیں کھلی رکھنے کے لئے ارادہ اور ہوش کی بہت ضرورت ہے۔ جب ہم سو جاتے ہیں تو دماغ بے ہوش ہو جاتا ہے اور قوت ارادی قائم نہیں رکھ سکتا آنکھوں کے پپوٹے اپنے ہی بوجھ سے خودبخود جھک جاتے ہیں اور آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ روشنی ہماری آنکھوں کی راہ سے داخل ہو کر دماغ کو محرک رکھتی ہے اور بے ہوش نہیں ہونے دیتی لہٰذا جب ہم سونے کا ارادہ کرتے ہیں تو سب سے پہلا کام آنکھوں کا بند کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ آنکھوں کی راہ سے روشنی کی دماغ تک رسائی نہ ہو، اور اندھیرے و خاموشی سے وہ بیہوش ہو سکے یعنی ہمیں نیند آ سکے، اس لئے آنکھیں بند کر کے سونے کی دو خاص وجوہ ہیں، پہلی یہ کہ جس طرح بدون قوت ارادی ہم اپنے ہاتھ کو اوپر نہیں اٹھا سکتے اسی طرح ہم آنکھوں کے پپوٹوں کو نیند میں جبکہ قوت ارادی مفقود ہوتی ہے اوپر نہیں اٹھا سکتے۔ دوسری یہ کہ دماغ کو روشنی سے بچانے کے لئے آنکھیں بند کرنی پڑتی ہیں،

پیاز سے ہماری آنکھیں کیوں اشک آلود ہو جاتی ہیں؟ پیاز میں ایک خاص قسم کی تیزی ہوتی ہے جو ہوا

میں ملکر ہماری ناک کی راہ سے سونگھنے کی قوت اور آنکھوں کے ذریعہ پتلیوں پر مضر رساں اثر ڈالتی ہے، ہماری ناک اور آنکھوں میں محسوس کرنے والی رگیں اس اثر کو دماغ تک پہونچاتی ہیں جس کے زیر حکم ان تھیلیوں سے جن میں آنسو محفوظ رہتے ہیں پانی تیزی کے ساتھ آنکھوں اور کان سے بہنے لگتا ہے، پانی کا یہی تیز بہاؤ فاسد مادہ کو آنکھوں کی پتلیوں اور ناک کی رگوں سے دہو کر باہر نکال دیتا ہے جن آدمیوں کی آنکھ اور ناک سے پیاز کی تیزی کی وجہ سے پانی نہیں نکلتا ان کے جسم میں اس فاسد مادہ سے بچنے کے لئے بہت کم قوت ہوتی ہے، جو دماغ کی کمزوری کا باعث ہو

ہم کیوں چھینکتے ہیں ؟۔ عام طور پر جب ہم چھینکتے ہیں تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہماری ناک کے اندر کوئی ایسی شئے داخل ہوگئی ہے جو وہاں نہیں ہونی چاہیئے تھی، ناک کا کام سانس لینا اور سونگھنا ہے۔ جب کوئی سرد یا گرم مادہ ناک میں داخل ہو کر سانس کے راستہ کو روکنا چاہتا ہے تو دماغ سے زور کے ساتھ اس مادہ کو دور کرنے کے لئے ہوا آتی ہے جو چھینک کہلاتی ہے۔ اسی طرح جب ہم مرچیں وغیرہ سونگھتے ہیں یا سورج کی تیز روشنی سونگھنے کی رگوں پر اثر کرتی ہے تو چھینک آکر اس تیز مادہ کو باہر نکال دیتی ہے،

تیسری بار ہمارے دانت کیوں نہیں نکلتے ہر اُس دانت کے نیچے جو پہلی دفعہ نکلتا ہے مسوڑہوں میں آدہ انچ کی گہرائی پر ایک بہت چھوٹا خانہ ہوتا ہے، ان خانوں کو دانتوں کے جراثیم کہتے ہیں جو بعد میں بڑھ کر دانتوں کا دوسرا سیٹ بناتے ہیں جب یہ بڑہنے لگتے ہیں تو پہلے دانت رفتہ رفتہ گر جاتے ہیں لیکن جب دانت دوبارہ نکل آتے ہیں تو پھر تیسری بار عام طور پر کوئی دانت نہیں نکلتا۔ کیونکہ پہلے جراثیم کے دانت بن جاتے ہیں اس کے بعد کوئی جرم مسوڑہوں میں باقی نہیں رہتا۔ اگر شاذ و نادر کوئی رہ جاتا ہے تو دانت تیسری بار بھی نکل آتے ہیں،

ہمکو جماہی کیوں آتی ہے۔ جب ہم جماہی لیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارے جسم میں آکسیجن ناکافی ہے۔ جب ہماری دماغی رگیں یہ پاتی ہیں کہ سانس باقاعدہ نہیں آرہا ہے، یا خون میں کافی آکسیجن نہیں ہے تو ہم منہ کی راہ سے گہرا سانس لیتے ہیں جس سے یہ کمی پوری ہوجاتی ہے علاوہ ازیں دماغ کی خوراک آکسیجن ہے جب دماغ آرام کی خواہش کرتا ہے تو جماہی کے ساتھ غیر معمولی آکسیجن اُس تک پہونچ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماہیاں اکثر نیند کے وقت زیادہ آتی ہیں۔

کیا آسمان صرف پچاس میل ہے ؟ جس کو ہم آسمان کہتے ہیں وہ سائنس اور علم ہیئت کی رو سے ہوا کے ٹھوس عناصر کا مجموعہ ہے جو حد نظر ہو کر ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ ہمیشہ پچاس میل اوپر یعنی حد نظر پر معلوم ہوتا ہے، جوں جوں ہم اونچا جاتے ہیں یہ حد اسی تناسب سے پچاس میل پورے کرنے کے لئے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ نائٹروجن گیس پر جس کا رنگ نیلا ہے جب سورج کی روشنی پڑتی ہے تو یہ تمام فضا ہلکی نیلی معلوم ہوتی ہے۔ سورج۔ چاند اور تارے اس فضا میں چمک کر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اسی میں جڑے ہوئے ہیں، انکے علاوہ بھی انسانی عقل قدرت کے ہزارہا معمولی نکات کی بھی وجوہ پیش کرنے کو تیار نظر آتی ہے اور اس پر ایسی مطمئن ہوجاتی ہے گویا کہ اسکی تعلیل فطرتی مقصد پر بالکل صادق ہے اب دیکھئے آئندہ چلکر یہ صفت تعلیل کیا رنگ لاتی ہے

شہر آرا بیگم

ہماری خیرات کا بیجا طریقہ

عنوان بالا پر اپریل ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں محترمہ بہن ام الحلیمہ مریم جمیل صاحبہ کا مضمون دیکھکر بے اختیار میرا قلم بھی اُٹھ گیا۔ دراصل یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اس پر جس قدر بھی لکھا اور کہا جائے تھوڑا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کی حالت اس وقت سب قوموں سے گری ہوئی ہے مگر پھر بھی ابھی بہت سے صاحب استطاعت لوگ ایسے موجود ہیں جو نہ صرف دولتمند ہیں بلکہ خیرات کا بھی حد درجہ شوق رکھتے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ خیرات کے طریقے اس قدر نامعقول ہیں کہ بجائے فائدے کے الٹا نقصان پہنچتا ہے میں نے اپنے ہی شہر میں دیکھا ہے کہ ایک صاحب جو خدا کے فضل سے نہایت متمول ہیں ۵، ۷ روپے صرف کرکے ہر مہینے گیارہویں کرتے اور پلاؤ پکوا کر غربا کو تقسیم کراتے ان کی بیگم صاحبہ سے میری ملاقات تھی میں نے کہا آپ ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال خاتون ہو کر خیرات کا یہ طریقہ کیوں رکھتی ہیں۔ سوچئے تو سہی یہی روپیہ اگر قوم کے غریب لڑکیوں کی تعلیم پر خرچ کیا جائے تو کتنے خاندان اور پھر ان خاندانوں کی کتنی پشتیں سنبھل سکتی ہیں اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کسی کا پیٹ بھر دینے سے یہ کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اس کو اس قابل بنا دیا جائے کہ خود اپنا پیٹ بھر سکے۔ کہنے لگیں میں انہیں بہت سمجھاتی ہوں مگر ایک جواب تو وہ یہ دیتے ہیں کہ کیا غریبوں کا دل پلاؤ کھانے کو نہیں چاہتا۔ میں اگر انہیں مہینے میں ایک مرتبہ پلاؤ کھلا دیتا ہوں تو کیا گناہ کرتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ انہیں کچھ ایسا اعتقاد ہو گیا ہے کہ کہتے ہیں جس مہینے میں میں یہ نیاز نہیں کرتا۔ مجھے اپنے کاروبار میں خسارہ ہوتا ہے" ایک اور صاحب کی بابت سنا ہے کہ ہر جمعرات کو ۱۰ روپے کے پیسے اور اکنیاں بھنا کر تقسیم کرتے ہیں اس کے علاوہ محرم اور بزرگوں کے اعراس وغیرہ میں مسلمانوں کا روپیہ جس بیدردی سے فضول لٹایا جاتا ہے اس کو دیکھکر کون سمجھدار افسوس نہ کرے گا۔ گھر میں خدانخواستہ کوئی فوت ہو جائے تو دیکھیے کہ پھولوں سے لیکر برسی تک کھانے پکنے اور تقسیم ہونے کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے غرض جدہر دیکھئے اسی طریق بیجا پر عمل ہے۔ روپیہ ہزاروں بلکہ لاکھوں برباد ہو جاتا ہے۔ مگر کوئی حقیقی فائدہ اس سے کسی کو نہیں پہنچتا۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگ محرم اور اعراس اور عزیزوں کی موت پر خیرات نہ کریں۔ نہیں شہیدان کربلا اور بزرگان دین اور اپنے اعزا کی روحوں کو ثواب پہنچانے کو کون انسان ناپسند کرتا ہے۔ لیکن میرا مطلب یہ ہے کہ خیرات اس طریقہ سے کیجائے کہ قوم کے مفلسوں کو اس سے حقیقی فائدہ پہنچے، مثال کے طور پر سمجھئے کہ آپ نے محرم میں دس روز تک لنگر جاری رکھا اور دو وقتہ پلاؤ اور قورمہ سے غریبوں کے پیٹ بھرے اس میں آپ کا سینکڑوں روپیہ صرف ہوا مگر غریبوں کو سوائے دس روز تک پیٹ بھرنے کے اور کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا

اگر اسی روپے سے آپ ایک نادار لڑکے کو دس پندرہ روپے ماہوار وظیفہ دیکر لوہار بڑھئی یا درزی وغیرہ کا کام سکھوادیں تو دو چار سال بعد وہ اس قابل ہوجاتا کہ دو ڈھائی روپے روز پیدا کرکے اپنی اور اپنے ساتھ اپنی بیوہ ماں اور یتیم بہن بھائیوں کی کفالت خود کرسکے۔ اور آئندہ بجائے دوسروں کے آگے دست سوال پھیلانے کے اپنے خاندان کو مالی مشکلات سے نکال کر خوش حالی کی دنیا میں لے آئے، لیکن فرداً فرداً یہ کام کبھی اتنی اچھی طرح نہیں ہو سکتا کیونکہ اول تو ہر شخص اپنی اپنی عقل کے مطابق روپے کا صرف مناسب سمجھتا ہے۔ دوسرے ایک کی رقم اگر تھوڑی ہے اور اس سے اس قسم کا کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا، تو وہ اس کو متفرق طور پر چھوٹے چھوٹے کاموں میں صرف کر دے گا، اس لئے سب سے زیادہ مناسب اور موثر طریقہ یہ ہے کہ ہر شہر میں محلہ وار خیرات کی کمیٹیاں بنا کر سب خیراتی روپیہ ان میں جمع کیا جائے اور ایک بڑی مرکزی انجمن اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیکر مناسب طریقوں پر اس کو صرف کرے، محلہ نادار معذور اور اپاہج لوگوں کی (جو کوئی کام کرنے سے معذور ہیں) فہرستیں بنائی جائیں ان کے خرچ کا اندازہ کرکے ان کی تنخواہیں مقرر کی جائیں۔ لڑکے لڑکیوں کو وظائف دیکر تعلیمی اور صنعتی اسکولوں میں داخل کیا جائے۔ جو لوگ کچھ کاروبار کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مگر سرمایہ نہونے کی وجہ سے معذور ہیں انہیں بصورت امداد یا قرض حسنہ دیکر کاروبار میں لگایا جائے اگر روپیہ کافی ہو تو اپنے اسلامی مدارس لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کھولے جائیں لیکن فی الحال اگر اتنی گنجایش نہ ہو تو کم از کم سرکاری مدارس میں دینیات اور لڑکیوں کے اسکولوں میں دینیات اور تعلیم خانہ داری کی کلاسیں مسلمانوں کو اپنے روپے سے کھلوانی چاہئیں، بیوہ مطلقہ اور معلقہ عورتوں کے لئے صنعتی اسکول (جن کی بنیاد برادران وطن نے بمبئی پونا احمدآباد لاہور وغیرہ میں برسوں سے ڈالدی ہے، اور جو اسوقت ہند و بہنوں کی بیش از بیش خدمات کر رہے ہیں) جا بجا مستورات کے لئے کھولے جائیں تاکہ وہ کوئی کام سیکھ کر اپنی اور اپنے یتیم بچوں کی روزی پیدا کرسکیں، اس طرح نہ صرف بھیک مانگنے والوں کے گروہ میں روز بروز کمی ہو گی بلکہ وہ طبقہ جو جہالت اور ناداری کی بدولت ننگ قوم ثابت ہو رہا ہے علم و ہنر کی دولت سے آراستہ ہو کر فخر قوم ثابت ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ خدا ہمارے مسلمان بھائیوں اور پیشوایان دین کو توفیق دے کہ وہ آپس کے فضول اختلافات چھوڑ کر اپنی قوم کی فلاح و بہبود کی فکر کریں اور پھر دیکھیں کہ دس پانچ سال کے اندر ہی اندر ہماری قوم کیا سے کیا بنجاتی ہے۔ مگر اپنی بدنصیبی سے ایسی امید نہیں کہ وہ مبارک وقت جلد آجائیگا۔ ابھی معلوم نہیں کہ ہمیں کتنی ٹھوکریں کھانی باقی ہیں۔ پھر بھی اپنی سمجھ دار اور دردمند بہنوں سے یہ اپیل ضرور کروں گی کہ کم از کم اتنا تو کیجیے کہ پکے ہوئے کھانے کی خیرات بالکل بند کر دیجئے اور جو روپیہ اس میں صرف ہوتا ہے وہ محتاجوں کو نقدی کی صورت میں ماہوار دیجئے، تاکہ بجائے پلاؤ قورمہ کے وہ اس سے معمولی کھانا کھا کر مدت تک اپنا پیٹ بھر سکیں۔ آوارہ گرد لڑکے لڑکیوں کو وظائف دے کر اسکولوں میں بھیجئے۔ کہ وہ آوارہ گردی اور بھیک مانگنے

کے شرمناک پیشے کو چھوڑ کر اپنی روزی اپنے قوت بازو سے پیدا کرنے کے قابل نہیں، بیواؤں اور مصیبت زدہ بہنوں کو امداد دیکر ترغیب دیجئے کہ وہ اسکولوں میں صنعت وحرفت دایہ گری۔ نرسنگ حکمت وغیرہ پڑھ کر اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو سکیں۔ انفرادی طور پر اگرچہ ان کاموں کے نتائج اتنے شاندار نہیں ہو سکتے جتنے کہ قوم کے متفقہ شرکت سے ہونگے۔ مگر خیر بالکل نہونے سے تو غنیمت ہو گا پکے ہوئے کھانے کی خیرات صرف ایک صورت میں مفید ہو سکتی ہے وہ اس طرح کہ جو کھانا آپ خود روزمرہ کھاتی ہیں اسی کی ایک دو خوراک کسی ایسے محتاج کی مقرر کر دیجئے جو ہر طرح معذور ہو اس میں آپ کو کوئی خاص رقم بھی صرف کرنی نہیں پڑے گی (کیونکہ گھر کے کھانے میں اگر ایک آدمی شریک ہو جائے تو اس کا خرچ معلوم نہیں ہوتا) اور مفت میں ایک غریب کا پیٹ بھی بھرتا رہے گا۔ مگر اہتمام کے ساتھ ایک دن یا دس بارہ دن تک سیکڑوں روپیہ صرف کرکے پلاؤ زردہ پکا کر لنگر تقسیم کرنا اور پھر باقی دنوں کے لئے غریبوں کو بھوکا مرنے کے لئے چھوڑ دینا خود اپنے روپے اور ان محتاجوں دونوں پر بڑا ظلم ہے۔

ظفر جہاں بیگم

طلوع صبح

یہ نظم میری مرحومہ بہن محترمہ اختر جہاں بیگم نے عصمت کی ایک نظم دیکھ کر اسی بحر میں لکھی تھی افسوس انکی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ عصمت میں اس نظم کی اشاعت نہ دیکھ سکیں۔ بہنیں اگر یہ نظم پسند کریں تو مرحومہ کی مغفرت کی دعا فرمائیں　　انور جہاں

سماں تھا دلکش چمن تھا رنگین، نسیم غنچے کھلا رہی تھی　　شباب پر تھی بہار گلشن　　کلی کلی مسکرا رہی تھی

سکوت مطلق تھا سب پہ طاری۔ نہ شور بلبل نہ خندۂ گل　　زمیں پہ تھا فرش سبز مخمل ہوا جیسے لہلہا رہی تھی

طیور نغمے سنا سنا کر جہاں کو بے خود بنا رہے تھے　　بٹھا کے غنچوں کو شاخ گل پر نسیم جھولا جھلا رہی تھی

افق سے ہونے لگا تھا کچھ کچھ نشان چاک سحر ہویدا　　تھی ختم ہونے کو محفل شب کہ شمع بھی جھلملا رہی تھی

فلک پہ تہ کر چکے تھے بستر سب اختران سحر بھی مل کر　　سحر کی ملکہ بھی اپنے رخ سے سیاہ چادر ہٹا رہی تھی

کھلے ہوئے پھول جا بجا تھے مہک رہی تھی ہر ایک کیاری　　مہک رہی تھی فضائے گلشن شمیم نکہت لٹا رہی تھی

رموز قدرت تھے آشکارا عروس فطرت کی خاموشی میں　　چمن پہ تھی بیخودی سی چھائی جو دل کو بیخود بنا رہی تھی

ہزاروں چڑیاں چہک رہی تھیں خوشی میں تھی نغمہ بار کوئل　　وہ جس کی دلکش صدائے پیہم دلوں میں نشتر لگا رہی تھی

عجب سماں جانفزا تھا اختر تھا دلربا واں ہر ایک منظر
نسیم تانیں اڑا اڑا کر دلوں کو سب کے لبھا رہی تھی

انور جہاں سراج　　اورنگ آباد دکن

جھوٹ کا سچ

(ایک دلچسپ بنگالی افسانہ کا ترجمہ)

بھو بازار میں گلی کے سامنے ایک چھوٹا دومنزلہ مکان ہے جس کے مالک بنائی بھٹاچارجی کو مرے ہوئے بارہ سال گذرے ان کی بیوہ اور بچے مکان کے نچلی منزل میں رہتے ہیں اوپر کی منزل میں تین کمرے کرایہ پر دے گئے ہیں اسی کی آمدنی سے دن گذرتا ہے۔

تقریباً چار سال سے بھوپتی چکرورتی اس مکان کے کرایہ دار ہیں۔ ان کے ساتھ اہل وعیال نہ تھے ان کی شادی ہی نہ ہوئی تھی اس لئے ان کے کھانے کا انتظام بھی بملادیوی کے سپرد تھا اس میں اس بچاری بیوہ کا فائدہ زیادہ اور نقصان کم تھا۔ بھوپتی بابو شگفتہ مزاج دوست پرست گانے بجانے کے شائق تھے اپنے خرچ سے دوستوں کی پرتکلف دعوت کرنی انہیں سیر تماشے میں لے جانا گھوڑ دوڑ میں شرکت کرنا ان کا خاص مشغلہ تھا۔ ان کی کوئی ملازمت نہ تھی اور نہ بظاہر کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نظر آتا تھا۔ مجھ سے اور بھوپتی بابو سے اتفاقیہ ایک جگہ ملاقات ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ دوستی بڑھ گئی۔ جب بھی میں نے ان سے ذریعہ آمدنی دریافت کرنے کی کوشش کی یہی معلوم ہوا کہ ان کے کوئی نہایت مالدار "چچا" راولپنڈی میں ہیں چونکہ وہ لاولد ہیں اس لئے بھوپتی کو اپنا بیٹا بنایا ہے اور وہی ان کے کفیل ہیں۔ چنانچہ مجھے حیرت ہوتی کہ دنیا میں ابھی تک اس قسم کے چچا موجود ہیں۔

ایک روز بھوپتی بابو گھبرائے ہوئے آئے اور بولے کہ "بھائی ایک مہربانی کروگے"؟ میں متعجب ہوا "مہربانی مہربانی کیسی؟ ذرا سنوں تو" بھوپتی نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اب سے چودہ سال پیشتر میں راولپنڈی گیا تھا کہ چچا سے کچھ وصول کر لاؤں مگر انہوں نے صاف جواب دیدیا کہ میں تمہیں اس لئے پسند نہیں کرتا کہ مجرد زندگی بسر کرتے ہو چنانچہ تمہیں روپیہ پیسے کی زیادہ کیا ضرورت ہے تنہا ہو کماؤ کھاؤ۔ یہ سُنکر میں مایوس واپس چلا آیا مگر ان کی دلی خواہش کو سمجھ کر سال بھر کے بعد ایک چٹھی لکھ ماری کہ ایک دفتر میں ملازم ہو گیا ہوں اور اپنی شادی کے لئے بھی کوشش میں ہوں مگر جب تک دُلہن کے لئے کافی گہنا زیور نہ ہو شادی نہیں ہو سکتی اگر آپ کچھ مدد کرتے تو میری زندگی سُدھر جاتی۔ چچا نے خط پاتے ہی ڈیڑھ ہزار کا بیمہ میرے نام بھیجا۔ تم سمجھ لو کہ روپیہ وصول کرنے کا ان سے یہی ایک طریقہ میری سمجھ میں آیا اس رقم کے ختم ہو جانے کے بعد جب کبھی ضرورت ہوا کرتی ہے تو کبھی بچہ کی ولادت کی خبر کبھی اس کی بیماری کا لکھ کر اور کبھی ان کی بہو کے طرف سے خاص فرمائش کر کے غرض ایک نہ ایک حیلہ سے اپنے مصارف کا ذریعہ نکالتا آخر چچا بچارے نے میری تنگی اور کثیر الاولاد ہونے کا خیال کر کے ماہانہ رقم میرے لئے مقرر کر دی۔ چنانچہ اب تک جو تم دیکھتے ہو یہی ذریعہ میری مجرد زندگی میں فارغ البالی کا ہے۔ مگر بھائی اب ایک عجیب آفت کا سامنا ہے۔ "آفت کیسی؟" بھوپتی "میں نے اس طرف مزید خرچ کے لئے رقم اینٹھنے کی خاطر چچا کو اپنی بی بی کی طرف سے ایک نہیں بلکہ دو دو خط لکھ ڈالے کہ آپ کے بھتیجے کی طبیعت نہایت علیل ہے علاج کے واسطے اب گھر میں پیسہ نہیں ہے جو آمدنی ہے وہ خانہ داری اور بچوں ہی میں صرف ہو جاتی ہے فالتو خرچ کے لئے کہاں سے لاؤں روپیہ تو بھجوایا پھر کچھ روز بعد جب میری صحت کی خبر ملی تو لکھا کہ میں دیکھنے آ رہا ہوں، اب وہ کاشی کی زیارت کو جائیں گے تو میرے یہاں ہو کر بہو بچوں کو دیکھتے ہوئے جائیں گے۔ میں نے فوراً ہی ٹوک کر کہا "تو پھر فکر کی کونسی بات ہے" بھوپتی جل کر بولا "تم سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود یہ کہتے ہو؟ میرے بال بچے کہاں ہیں جنہیں چچا آ کر دیکھیں گے آئیں گے تو سارا بھرم کھل جائے گا۔ آج خط آیا ہے آئندہ اتوار کو پنجاب میل سے چچا بس آتے ہی ہیں۔ اب کروں تو کیا کروں" میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ بھوپتی بولا

ذرا بتاؤ تو اتنے قلیل وقت میں ایک بی بی اور چار بچے کہاں سے لے آؤں چچا اسی مکان میں آکر قیام کریں گے کیونکہ وہ تو یہ جانتے ہیں کہ میں معہ بیوی بچوں کے یہاں رہتا ہوں۔ بھائی غالباً تمہاری ملاقات کسی فلم ایکٹرس وغیرہ سے ضرور ہو گی کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ انہیں کچھ رقم پیش کی جائے تو چند دنوں کے لئے میری بی بی بننا قبول کرے گی؟" مجھ کو ہنسی آگئی مگر ضبط کرکے جواب دیا کہ بھئی کسی کمپنی سے میں واقف نہیں پھر اگر ایسا ہو بھی تو بچے کہاں سے آئیں گے؟" بھوپتی۔ "تب تو نہایت دقت ہے یہ راز میں کسی سے کہہ کر اپنے تئیں مطعون کروں جو کچھ ہو تم ہی رازدار ہو۔ اگر ایسے وقت تم نے کوئی تدبیر نہ کی تو میری مٹی پلید ہو جائے گی۔" میں بھوپتی کے متفکر چہرے کو دیکھ کر دل ہی دل میں افسوس کرنے لگا کہ کون عورت اس وقت اس کی بی بی بننا پسند کرے گی اگر فرض کر لیجئے کہ کوئی بی بی مہیا ہو بھی گئی تو ایک نہیں چار چار بچے کہاں سے لائے جائیں۔

یکایک مجھے ایک شخص کا خیال آگیا۔ میں نے کہا" رادھا ناتھ سے اگر حقیقت بیان کر دی جائے تو ممکن ہے کہ وہ راضی ہو جائے۔" بھوپتی میری طرف بے چینی سے تکنے لگا۔ میں اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بولا۔" وہ بچارہ نہایت ہی نادار شخص ہے اور اُس کے تقریباً ایک درجن بچے بھی ہیں روپیہ کی لالچ میں اپنی بی بی بچے عاریتاً دے دے گا۔" یہ سُنتے ہی بھوپتی مجھ سے لپٹ گیا اور کہنے لگا۔" برائے خدا پھر تم ہی اس کے لئے کوشش بھی کرو۔"

مَیں:۔" مگر وہ تو راناگھاٹ میں رہتا ہے۔"

بھوپتی:۔" تو پھر اس میں ہوا کیا ہے۔ چلو ہم اور تم ساتھ راناگھاٹ نکل چلیں۔"

مَیں:۔" پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آج بُدھ ہے۔ کل تک چلیں گے۔ تمہارا کام سنیچر تک ضرور ہو جائے گا۔"

بھوپتی:۔" نہیں بھائی۔ آج ہی چلو۔" چنانچہ ہم لوگ اُسی دن شام کے وقت راناگھاٹ روانہ ہو گئے۔ خوش قسمتی سے رادھا ناتھ راضی ہو گیا مگر ایک شرط پر کہ وہ بھی اپنی بی بی کے ساتھ بھوپتی بابو کے گھر میں بظاہر سسرال رشتہ دار بن کر رہے گا۔ اُسی روز دوسری گاڑی سے ہم لوگ کلکتہ واپس چلے آئے۔

ہفتہ کے دن بھوپتی نے گھر گرہستی کا کُل سامان خرید کر اپنا گھر سجایا۔ اُسی رات کے نو بجے والی ٹرین سے رادھا ناتھ معہ متعلقین کے راناگھاٹ سے آنے والے تھے۔ ہم لوگ سیالدہ اسٹیشن اُنہیں گھر لانے کے پہونچے۔ ٹرین اپنے وقت سے آئی۔ مگر رادھا ناتھ یا اُن کی بی بی بچوں کا پتہ نہ تھا۔ دوسری گاڑی کا انتظار کیا مگر پھر مایوسی ہوئی۔ اب جیسے جیسے وقت گذرتا گیا بھوپتی بابو کے ہوش و حواس ساتھ چھوڑنے لگے۔ گیارہ بج کر ۵ منٹ پر آخری گاڑی راناگھاٹ سے آئی مگر اس میں بھی رادھا ناتھ یا بولا پتہ تھے۔ اب تو بھوپتی ضبط نہ کر سکا اور پھوٹ پھوٹ کر اپنی حماقت اور بدبختی پر رونے لگا کہ ہائے اب سوائے رسوائی کے اور کچھ نہیں۔ میں نے موقع کی نزاکت کا خیال کرکے رات کے ایک بجے لوکل ٹرین سے راناگھاٹ چل کر صبح سویرے رادھا ناتھ وغیرہ کو ساتھ لے آنے کی رائے دی۔ مگر ٹائم ٹیبل دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ٹرین ایک درمیان کے اسٹیشن پر رک جاتی ہے اور وہاں سے دوسری گاڑی ملتی ہے جو صبح سات بجے راناگھاٹ پہونچتی ہے۔ اب کیا کیا جائے جب تک واپسی ہو گی اُس وقت تک چچا صاحب ہاوڑہ اسٹیشن پر پنجاب میل سے تشریف لا چکے ہوں گے پھر بھی راناگھاٹ چلنے ہی کی ٹھیری۔ درمیانی اسٹیشن پر جب تک منزل مقصود جانے والی دوسری گاڑی نہ ملی پلیٹ فارم کا چکر کاٹتے رات گذری صبح کو راناگھاٹ کسی طرح پہونچے اور وہاں رادھا ناتھ کے گھر جاکر معلوم ہوا کہ اُس کے سب سے چھوٹے بچے کی طبیعت یکایک سخت خراب ہو گئی جس کے سبب وہ لوگ کلکتہ نہ آسکے۔ اب تو بھوپتی کے چہرے کی رنگت بالکل اُڑ گئی۔ اور وہ بدحواسی کی باتیں کرنے لگا میں نے اُسے سمجھا بجھا کر اور چچا کی آمد یاد دلا کر کلکتہ جلد واپس آنے پر آمادہ کیا ٹرین سیالدہ اسٹیشن گیارہ بجے پہونچی اور گھر آتے

آتے ساڑھے گیارہ ہوگئے۔

*

جس وقت ہم لوگ بھوپتی کے جائے رہائش پر پہونچے دروازہ ہی پر نمائی بابو کی لڑکی اُوما جس کی عمر ۱۲۔ ۱۳ سال کی تھی کھڑی تھی بھوپتی سے مخاطب ہو کر بولی "دادا آئے ہیں"۔ یہ سنتے ہی بھوپتی کا کلیجہ کانپنے لگا۔ کسی طرح گرتا پڑتا اُوپر کی منزل تک پہونچا۔ دیکھا تو چچا بے خبر پڑے سو رہے ہیں۔ خیال کیا کہ "خیر۔ ابھی سو رہے ہیں۔ مجھے بھی کچھ دم لینے کا موقع ملا۔ اس کے بعد غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کی اور باورچی خانہ کی طرف جا کر آواز دی "اُوما کی ماں"۔ بنگالہ میں باپ کو بھی بابو ہی کہتے ہیں اور عموماً اس کے معنی مربّی کے ہیں۔ بملا دیوی کے بچے بھوپتی کو عزت سے بابو ہی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

بھوپتی "لو یہ دو روپیہ اپنی ماں کو دیدو اور کہو کہ میرے چچا آئے ہیں۔ اُن کے لئے کچھ کھانے وغیرہ کا سامان کر دیں"۔

اُوما کی ماں نے آہستہ سے دروازے کی آڑ میں ہو کر جواب دیا کہ سب انتظام کر دیا گیا ہے۔ تردد کی ضرورت نہیں۔ پھر خود اُوما بولی "دادا آپ کو ڈھونڈھتے تھے کہ کل سے باہر گئے ہیں تو کیا اب تک واپس نہیں آئے۔ پھر غسل کر کے کچھ ناشتہ کیا اور آرام کرنے لگے"۔ بھوپتی کو یکایک خیال آیا کہ کیوں نہیں بملا دیوی ہی کو اپنی بی بی بتا دوں اور اس کے بچوں کا خرچ اپنے ذمہ لگا لوں۔ لیکن بملا کو کیونکر پھر راضی کروں اس کی تو امید قطعی نہیں ہے کہ بملا دیوی بہ آسانی راضی ہو جائیں۔ تاہم کوشش تو کی جائے بڑی مشکلوں کا سامنا ہے۔ چنانچہ اُس نے اُوما سے پوچھا "تمہاری ماں کہاں ہیں۔ بیٹی"۔

"باورچی خانہ میں ہیں اور دریافت کرتی ہیں کہ دادا کے لئے کیا پکایا جائے"۔ اُوما بولی۔

بھوپتی "وہ گوشت مچھلی سب کچھ کھاتے ہیں جو بھی چاہے پکالیں۔ ہاں ذرا سنو تو۔ ہمیں تمہاری ماں سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں"

یہ کہتے ہوئے بھوپتی باورچی خانے کے دروازہ پر آگیا۔ اُسے آتا دیکھ کر اُوما کی ماں کنارے چلی گئی اور اُس کی طرف پشت کر کے کھڑی ہوگئی۔ پھر ماں سے پوچھ کر بولی "بابو آپ نے کہا تھا کہ ماں سے کچھ کہنا ہے تو کہہ دیجئے۔ ماں پوچھ رہی ہیں"۔

بھوپتی "ہاں کہنا یہ تھا کہ تم لوگ دادا کو اپنے دادا کی طرح سمجھا کرو۔ وہ بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں"۔

اُوما "جی ہاں۔ وہ ہم لوگوں کے لئے ایک ٹوکری انار۔ انگور۔ سیب لائے ہیں سب دو منزلہ کے اُوپر اماں نے رکھوا دیا ہے"۔

بھوپتی "کیوں۔ دو منزلہ پر کس لئے رکھوا دیا" اُوما بیٹی۔ سب چیزیں نیچے لے آؤ اور تم لوگ کھاؤ۔ ہاں بیٹی۔ دادا سے اور کیا کیا باتیں ہوئیں"۔ اُوما "دادا نے آکر مجھ سے پوچھا کہ "یہ تمہارا ہی مکان ہے"۔ ہم نے جواب دیا کہ "ہاں"۔ پھر بولے "تم بیٹی ہو"۔ ہم "جی ہاں"۔ اس کے بعد گھر کے اندر آئے۔ آپ تو کل سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اماں اُن کے سامنے گھونگھٹ کر کے گئیں تو بولے "بہو تھوڑی سی چائے بنا کر دو"۔ اماں نے چائے بنا کر دی۔ دادا نے غسل کر کے چائے پی"۔ بھوپتی نے گھبرا کر بات کاٹتے ہوئے پوچھا "کیا دادا سے اتنی ہی بات ہوئی"۔ اُوما "جی ہاں جب میں اُن کے پاس چائے لے کر گئی تو مجھ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے۔ پڑھتی ہو یا نہیں۔ گھر میں پڑھتی ہو یا اسکول جاتی ہو"۔ میں نے کل باتوں کا جواب دیا۔ پھر بولے "اب کچھ دیر سوئیں گے۔ ٹرین پر رات کو نیند نہیں آئی"۔

بھوپتی نے اطمینان کا ایک سانس لیا اور دل میں کہا اب تک تو سب ٹھیک ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ معلوم نہیں ابھی کب تک یہاں چچا کا قیام رہے گا۔ اس کے بعد خود دوسرے کمرے میں جا کر ایک پلنگ پر نڈھال پڑ گیا اور دل ہی دل میں آنے والی مصیبتوں کا اندازہ کرنے لگا۔ —— بھوپتی پلنگ ہی پر تھا جو چچا کے کھانسنے کی آواز آئی۔ اور اُنہوں نے پکارا "اُوما دی دی"۔ بھوپتی دوڑا ہوا گیا اور چچا کو سلام کیا۔ چچا نے دعا دے کر پوچھا "کہاں تھے"

بھوپتی پہلے تو گھبرایا مگر پھر سنبھل کر بولا "جی۔ کہیں نہیں۔ ایک مصیبت آن پڑی تھی۔ جس آفس میں کام کرتا ہوں وہاں کے بڑے بابو کے کسی عزیز کا انتقال ہو گیا تھا اسی سلسلہ میں کلکتہ سے باہر کچھ دُور جانا پڑا۔ شب کو واپسی میں گاڑی چھوٹ گئی۔ رات بھر اسٹیشن پڑے رہے صبح کی ٹرین سے واپس آئے۔" کچھ توقف کے بعد چچا بولے "تمہارے گھر میں ایک بات دیکھ کر میرا جی بہت خوش ہوا کہ تمہاری رہائش میں نوابی ٹھاٹ نہیں ہے۔ گھر میں نوکر چاکر تک نہیں۔ سب کام بہو خود کر لیتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ نہایت سمجھداری سے گھر چلاتی ہے کلکتہ کی شادی سے مجھے طرح طرح کی بدگمانی تھی۔ مگر نہیں۔ میرا خیال غلط نکلا۔ بہو نہایت نیک بخت اور شرمیلی ہے۔"

بھوپتی نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا "خدا کا شکر ہے کہ ہماری خانگی زندگی بڑی اچھی کٹ رہی ہے ہمیں کسی طرح کی شکایت نہیں۔ بہو کے شرمیلے پن کی وجہ سے محلہ والے اکثر نام رکھتے ہیں۔ مگر ہم کیا کریں۔" چچا "تم کچھ پرواہ نہ کرو۔ لوگوں کو بکنے دو یہاں تو انگریزوں کی ریس کرنے میں لوگ اپنی نیک نامی سمجھتے ہیں حالانکہ ہمارے نزدیک یہ کھلی بے حیائی ہے۔ اور پھر جس عورت میں شرم کا مادہ نہ ہو تو وہ بہو بنانے کی قابلیت ہی نہیں رکھتی۔" چچا صاحب تو بھوپتی بابو کی فرضی بی بی کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور یہاں یہ بیچارہ خود اپنے خدا کا شکریہ دل ہی دل میں ادا کر رہا تھا۔ کہ ابھی تک عزت بچی ہوئی ہے۔ اتنے میں اُوما نے آکر پوچھا "دادا۔ کھانا لاؤں یا بلوا ملا" ہاں دے دو ہی دے آؤ۔" اُوما کے جانے کے بعد چچا نے بھوپتی کو مخاطب کر کے کہا "لڑکی تو اب سیانی ہو گئی۔ کچھ اس کا بھی فکر کیا۔"

بھوپتی۔ (گھبرا کر) "جی ہاں۔ سیانی تو ہو گئی۔ اور فکر کے لئے۔ کیا کروں۔" اس عرصہ میں اُوما دادا کے واسطے کھانا لے کر آگئی۔ دادا کھانے بیٹھے اور وہ پنکھا جھلنے لگی۔ چچا نے بھوپتی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ لڑکے کہاں ہیں۔ بھوپتی جلد ہی بول اٹھا۔ ایک نیا تماشہ آیا ہوا ہے شاید وہی دیکھنے گئے ہیں۔ جس پر چچا نے کہا اتنا وقت ہو گیا اب تک گھر نہیں آئے۔ یہ عادت تو اچھی نہیں۔ ان پر نگرانی رکھو۔" بھوپتی "جی ہاں کیا کروں میں آفس کے کام سے عدیم الفرصت رہتا ہوں۔ مگر توجہ کرنا ضروری ہے" بیچارا یہ کہتا جاتا تھا اور اوما کی طرف دیکھتا جاتا تھا پھر اوما سے مخاطب ہو کر بولا "بیٹی ذرا نمک تو لاؤ۔" اُوما گئی تو گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے بولا "آپ کی صحت کیسی رہتی ہے؟" چچا نے کہا "ہاں کسی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں۔ تمہاری چچی نے جو اصول میرے لئے مقرر کر رکھا تھا اوسی پر اب تک چل رہا ہوں آہ ایسی نیک بی بی کا کیا کہنا۔" بھوپتی نے بھاری آواز سے بناوٹی رونا رو کر کہا "افسوس آخیر وقت ملاقات نہ ہو سکی اس کا قلق تا عمر رہے گا" اوما نمک لے کر آئی تو بھوپتی بولا "بیٹی اب تم جا کر اشنان کر لو دیر ہو گئی" اوما "میں اشنان کر چکی بھوپتی تو جا کر کھانا کھا لو۔" اوما کہا "الو نگی جلدی کیا ہے جب بھائی سب آجائیں گے تو ساتھ کھائیں گے" بھوپتی دل میں "عجب لڑکی ہے ہم تو چاہتے ہیں کہ یہاں سے کھسکے مگر یہ ٹلنے کا نام نہیں لیتی خدا خیر کرے نہ معلوم کس بات میں بھانڈا پھوٹ پڑے۔ اب چار و ناچار بھوپتی نے دوسری ترکیب نکالی اور چچا سے مخاطب ہوا "آپ کی نظر میں اوما کے لائق کوئی بر ہے" چچا نے ہنستے ہوئے اُوما سے پوچھا "دیدی تو کیا کہتی ہے؟" اوما شرما کر وہاں سے بھاگ آئی۔ اب بھوپتی نے ذرا اطمینان کا سانس لیا اور سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ یہاں لڑکے تو بہت ملتے ہیں مگر ساتھ ہی چار پانچ ہزار کی فرمائش بھی کرتے ہیں۔ بھلا مجھ میں اتنی سکت کہاں اسی سبب سے خاموش بیٹھا ہوں اور اس خیال کو ابھی پاس بھی آنے نہیں دیتا کیا کروں اپنی حالت تو ظاہر ہی ہے۔" چچا "مگر تمہارے اس لاپرواہی سے کب تک کام چلیگا۔ لڑکی سیانی ہوئی بر ڈھونڈ کر نکالنا ہی پڑے گا کیا ضرور ہے کہ امیر ہی جگہ شادی ہو جہیز سے ظاہر ہی ملے ارے بھئی کوئی غریب مگر نیک لڑکا مل جائے تو شادی کر دو۔ بھوپتی نے خیال کیا تھا کہ اوما کی شادی کے بہانہ شاید کچھ بڑی رقم ہاتھ لگ جائے گی مگر ان کے جواب نے ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تاہم اس نے پھر کوشش کی اور بولا "بہر طور دو تین ہزار سے کم میں تو کوئی کبھی راضی ہی نہ ہوگا۔" چچا "خیر دیکھا جائے گا ہم خود اپنی طرف کوئی لڑکا تلاش کریں گے۔ اتنے میں نیچے کی منزل سے بچوں کی چیخ پکار کی آواز آئی بھوپتی سمجھ گیا کہ لڑکے باہر سے آ گئے بلا دیوی ان پر خفا ہو رہی تھیں۔ ہو رہی تھیں۔ بھوپتی نے جلدی سے جا کر برآمدہ میں کھڑے ہو کر کہا "بچوں کے منہ کیا لگتی ہو جلدی سے

جی وہ کہا نا پینا ختم کر کے سب آرام کرو"۔

——×——

سہ پہر کے وقت چچا سو کر اٹھے تو پوچھا "کیا لڑکے پھر باہر چلے گئے"؟ بہوپتی
نے پہلے ہی لڑکوں کو پیسہ دے کر بالی برج دیکھنے کے بہانے وہاں سے کھسکا دیا تھا کہ نہ معلوم ان لوگوں کے سبب کوئی بات ایسی کھل
جائے کہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ کر رہ جائے۔ بہوپتی نے چچا کو سمجھا دیا کہ اسکول کی طرف سے چار بجے پکنک میں گئے ہیں۔ چچا نے کہا "ہاں اچھا تو اوما
دیدی کہاں ہیں؟" بہوپتی بولا "نیچے کی منزل میں ہے"۔ بہوپتی کا دل بلیوں اچھل رہا تھا کہ اس طرح سے تو ایک دن بھی گزرنا مشکل ہے خدا معلوم
کب تک اتنا قیام رہے گا۔ بہوپتی نے کمرہ سے باہر جا کر دیکھا کہ اوما غسل خانہ میں برتن مانجھ رہی ہے اوسے اس حال میں دیکھ کر بہوپتی کو
ترس آیا بولا "بیٹی جب تک کہ چچا ہیں اس وقت تک کے لئے ایک ماما اپنی اماں سے کہہ کر ٹھیکہ پر رکھوالو"۔ اوما نے جواب دیا "اس کی کیا ضرورت ہے"؟
بہوپتی "خیر آج مانجھ لو کل سے بند"۔ چچا سے آ کر بہوپتی نے کہا "اوما سو رہی ہے"۔ چچا "ہاں بچہ ہی تو ہے ہم اس بچی سے بہت خوش ہیں۔ کیا تم اوما کو مجھے
دے سکتے ہو؟ میں اوس کی شادی بیاہ اور کل باتوں کا بار لیتا ہوں"۔ بہوپتی نے جلدی سے گھبرا کر جواب دیا "کیا وہ اپنی ماں سے علیحدہ
رہ سکے گی۔ اور غالبًا اس کی ماں بھی پریشان ہو گی" چچا "ہوں" کہہ کر خاموش ہو رہے۔ بہوپتی کو ذرا بھی اطمینان قلب میسر نہیں۔ طرح طرح کے
منصوبے کرتا کہ کس طرح چچا کو اس مکان سے ہٹا لیجائیں۔ تھوڑی دیر توقف کے بعد بولا "بائیسکوپ چلئے گا"۔ چچا "کیا وہی حرکت کرنیوالی
تصویریں دیکھنے۔ نا بابا جب تک تمہاری چچی زندہ تھیں یہ سب ہوتا رہا اب ہم کہاں جائیں گے تم جاؤ اگر جی چاہتا ہو۔ میں گھر میں رہ کر بچوں سے
باتیں کر کے دل بہلاؤں گا"۔ بہوپتی چار و ناچار بیٹھا رہا اتنے میں اوما کے تینوں بھائی کھیلتے ہوئے آپہونچے مگر خیریت ہوئی کہ اوپر آنے نہ پائے
تھے۔ بہوپتی نے جا کر ان لوگوں کو روپیہ دے کر کہا جاؤ بائیسکوپ دیکھ آؤ بہت عمدہ تماشہ ہے۔ رات کے وقت چچا جب کھانے وغیرہ سے
فارغ ہو کر بستر پر دراز ہوئے تو یہ بھی باہر برآمدہ میں آیا اور کچھ دیر اپنے خیال میں محو کھڑا رہا۔ بس یہی ایک بات اس کے ذہن میں آئی
کہ کسی طرح بملا دیوی کو سارا حال کہہ دیا جائے تاکہ وہ جو کام کرے سمجھ کر کرے مگر کہوں تو کیسے کوئی بھی شریف ایک پاک دامن بیوہ عورت
کو یہ کہہ سکے گا کہ تم میری مصنوعی بیوی بنو اور وہ بیوہ یہ سن سکے گی؟۔ یہ ضرور ہے کہ عورتیں رحم دلی میں مشہور ہیں مگر عمومًا اس قسم کا رحم نہیں
کرتیں۔ اب تک تو خدا نے بچایا ہے چچا کو کسی بات میں شک و شبہ نہیں ہوا ہے آئندہ بھی وہی مالک ہے۔

رات اسی سوچ و بچار میں گذر گئی۔ صبح کے وقت ناشتہ کے بعد چچا کے پاس لڑکے پہونچ ہی گئے اور چچا نے ان کی تعلیم و تربیت
کے متعلق سوالات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ بہوپتی بولا "اب تک کوئی معقول انتظام نہ ہو سکا۔ اس سبب سے ان کی ماں بھی اکثر خفا رہا کرتی ہیں
ایک ماسٹر سے گفتگو ہو گئی ہے عنقریب وہ آنا شروع کر دیں گے"۔ چچا "بچوں کی عمدہ تعلیم کا خیال ضروری ہے"۔ بہوپتی نے بچوں کی طرف دیکھ کر کہا "اچھا
اب تم لوگ جا کر اپنے اپنے سبق پڑھو۔ وقت اس طرح بیکار ضائع نہ کرنا چاہئے"۔ لڑکے خاموشی سے وہاں سے ٹل گئے اب وہ بہوپتی بابو
کی بات ماننے لگے تھے کیونکہ کل ہی بات ہے کہ بالی برج دیکھنے روپیہ دے کر بہوپتی بابو نے بھجوایا تھا اور بائیسکوپ کے لئے بھی پیسے دئے
تھے اس وقت ان کا کہنا کیونکر نہ مانتے لڑکوں کے جانے کے بعد چچا نے کہا "ذرا بہو کو تو بلاؤ۔ کچھ باتیں کرنی ہیں"۔ بہوپتی سہم کر کچھ دیر کھڑا رہا
اس کے بعد جواب دیا "چچا آپ تو جانتے ہیں کہ وہ کتنی شرمیلی ہے اسی لئے ہمارے ساتھ ہمیشہ کھٹ پٹ رہا کرتی ہے۔ وہ بھی کوئی
انسان ہے جانور سے بدتر"۔ چچا "تو خیر تم بلاؤ تو سہی کمرہ میں نہ آئیں برآمدہ میں کھڑی ہو کر سن لیں"۔ بہوپتی نے ایک بار بے اختیار ہو کر
آسمان کی طرف دیکھا۔ اور جا کر چپکے سے اوما سے کہا کہ "اپنی اماں کو تو ذرا بلا لاؤ"۔ بملا برآمدہ میں آئی۔ چچا نے آہٹ پا کر پکارا "بہو"!
اس وقت بہوپتی کی حالت ناگفتہ بہ تھی جسم کا خون خشک ہو گیا تھا اور سارے جان سے کانپ رہا تھا۔ چچا بملا دیوی کو مخاطب کر کے
بولے "بیٹی میں چاہتا ہوں کہ اوما کو اپنے ساتھ لیجاؤں اس کی شادی بیاہ کا ذمہ بھی میں لیتا ہوں۔ کیا تم اوسے میرے ساتھ جانے دو گی؟"
جواب ندارد۔ چچا نے بہوپتی کی طرف دیکھا "اچھا۔ بہو مجھ سے باتیں کرنے میں شرماتی ہیں۔ تم جاؤ پوچھ کر اس کا جواب لے آؤ"۔ مجبورًا بہوپتی کو

جانا پڑا۔ جیسے ہی وہ برآمدہ کی طرف آیا بملا کچھ دور اور ہٹ گئی۔ بھوپتی نے کسی طرح دبی آواز میں چچا کی باتوں کو دہرایا۔ اور بولا کہ "چچا کے پاس کافی دولت ہے بہت ممکن ہے کہ کچھ اپنی جائداد کا حصہ اوما کے نام لکھ دیں۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے؟" بملا کے ساتھ شرم و امنگ بھری بھوپتی بابو سے آج تک اوسے بالمشافہ باتیں کرنے کا اتفاق ہی نہ ہوا تھا۔ بپکی گردن جھکائے گھونگھٹ نیچا کئے کھڑی رہیں اور دل ہی دل میں غور کرنے لگی۔ بھلا کیا جواب دیا جائے۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ ایک اجنبی کے ساتھ اپنی لڑکی کو کیسے بھیجدوں! مسلسل خاموشی دیکھ کر۔ چچا نے آواز دی "اچھا بیٹی ابھی تو ہم دو ایک روز رہیں گے۔ اس عرصہ میں اوما بھی مجھ سے مانوس ہو جائے گی اور تم کو بھی اس امر پر غور کرنے کا موقعہ ملجائے گا۔ بھوپتی (دل میں) لو اور غضب ہوا ابھی یہ حضرت اور دو چار روز رہیں گے کیونکر گذرے گی۔ بس خدا ہی عزت بچانے والا ہے۔ اتنے میں چچا نے کہا "کیا دفتر نہیں جاؤ گے" بھوپتی کا ابتک اس طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا کچھ پریشان ہو کر بولا "جی ہاں جانا تو ضرور ہے۔ مگر عموماً ساڑھے دس بجے کے بعد دفتر جاتے ہیں گیارہ بجے سے کام شروع ہوتا ہے" بھوپتی مطمین بیٹھ نہ سکا نیچے اتر کر گیا اور اوما کے بھائیوں کو بہلا پھسلا کر کھانا کھلوایا اور اسکول بھجوا کر اوپر پہنچا چچا اخبار پڑھ رہے تھے۔ بھوپتی بولا "آج ایک ماسٹر لڑکوں کے لئے شام سے آگیا" چچا نے کہا "اچھی بات ہے"۔ بھوپتی "مگر مشکل تو یہ ہے کہ پندرہ روپیہ فیس کے مانگتا ہے میں اس قدر کیسے دے سکتا ہوں اور آپ کو کہاں تک تکلیف دوں"۔ چچا "یہ تو سب سے زیادہ ضروری ہے اس کے لئے کسی دوسرے خرچ کو کر کے اسے پورا کرو" بھوپتی نے کہا "ہاں وہی کروں گا۔"

دس بج گئے تو بھوپتی نے غسل کر کے کپڑے بدلے اور آفس کے لئے تیار ہو کر چچا سے پوچھا "آپ کے کھانے کا کیا ہوگا" چچا بولے "بارہ بجے سے پہلے میں نہیں کھاؤں گا۔ اور اوما دیدی تو ہیں ہی فکر کسی بات کی ہے"۔ بھوپتی "اچھا تو میں دو بجے تک آجاؤں گا" چچا نے کہا "کیوں اتنی جلدی کیسے آسکتے ہو" بھوپتی "اس لئے کہ آپ تنہا رہیں گے" چچا نے ذرا بگڑ کر جواب دیا "نہیں نہیں آفس کے کام میں ایسا نہ کرنا چاہئے "ڈیوٹی ڈیوٹی" ہے میں ہوں تو اس کے لئے تم کام کم کرو گے مگر تنخواہ تو اپنی پوری لو گے۔ بھوپتی کی حالت یہ تھی کہ وہ ایک لمحہ بھر کے لئے بھی یہ نہ چاہتا تھا کہ گھر میں چچا کو چھوڑ کر وہ باہر جائے خدا معلوم کونسی ایسی بات ہو جائے کہ سارا بھانڈا پھوٹ جائے اور منھ دکھانے کے بھی قابل نہ رہوں۔ دل ہی دل میں خدا کو یاد کرتا ہوا گھر سے نکلا اور سیدھا کالی گھاٹ پہنچا کالی کے مندر میں پوجا کر کے اپنے دل کی حالت بیان کر کے دعا مانگی کہ یا کالی جب تک چچا یہاں ہیں ساتھ عزت کے یہ دن گذریں اور چچا پر کوئی بات ظاہر نہ ہونے پائے تو میں پھر پوجا کروں گا اور جلد سے جلد چچا یہاں سے چلے جائیں دن بھر اسی طرح کالی گھاٹ میں رہ کر دعائیں مانگتا رہا پانچ بجے گھر لوٹا دیکھا کہ چچا سوتے ہیں۔ اوما سرہانے بیٹھی سر کے پکے بال چن رہی ہے آہٹ پا کر چچا بولے "بیٹی اب جاؤ۔ تمہارے بابو آفس سے آگئے" اوما اٹھ کر چلی گئی۔ بھوپتی ہاتھ موٹھ دھو کر چوروں کی طرح کمرے میں داخل ہوا مگر چچا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ چچا اٹھ کر بیٹھ گئے اور پکارے "بھوپتی!" ان کی بھاری آواز سنتے ہی بھوپتی کا دل دہل گیا۔ دھڑکن کانوں تک آنے لگی۔ چچا بولے "آج ایک عجیب بات کا انکشاف مجھ پر ہوا اور جب سے معلوم ہوا ہے میرے دل کو قرار نہیں" بھوپتی بابو کانپ اٹھے اور اس وقت گویا ایک دوسری ہی دنیا میں پہونچ گئے "ہائے افسوس سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا" دل سے باتیں کرنے لگے۔ زمین پاؤں کے نیچے نکلی جا رہی تھی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ یکایک چچا پھر مخاطب ہوئے "تم میاں بیوی میں دلی ملاپ نہیں۔ یہ میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا۔ مگر اس میں قصوروار کون ہے اس کا پتہ چلانا مشکل ہے۔ تاہم میں بہو کو کسی طرح الزام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہ عورت ذات ہے۔ اس کے سر پر گھر کی ساری ذمہ داریاں ہیں۔ شوہر کو چاہئے کہ ہر وقت بی بی کی دلدہی کرے اور اس سے

ملائمت سے گفتگو کرے۔ یہ مانا کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ شوہر بھی بیوقوفی کرنے لگے۔ بھلا بتاؤ تو میں نے کس طرح پتہ لگایا؟" اتنا سُن کر بھوپتی کے گم شدہ حواس بجا ہوئے اور اُس نے اطمینان کا سانس لے کر خدا کی درگاہ میں شکریہ ادا کیا۔ چچا نے کہا "میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے؟" بھوپتی بولا "جو کچھ حال ہے وہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ باہمی نزاع کی بس یہی وجہ ہے کہ جو کچھ آمدنی ہے اس سے گھر کا خرچ پورا نہیں پڑتا اور بہو کو واقعی تکلیف ہوتی ہے اب آپ ہی بتائیے کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ کس کس طرف دیکھوں۔ دُنیا میں سب کو خوش رکھنا مشکل امر ہے۔" چچا نے کہا "ہاں یہ تو میں سمجھتا ہوں۔ مگر عورتیں قابل رحم ہوا کرتی ہیں۔ ان کے دلی صدموں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے (پھر ایک ٹھنڈی سانس لی) تمہاری چچی مجھ سے اکثر کہا کرتی تھیں کہ مرد صرف حکومت کرنی جانتے ہیں۔ خود جو اُن کے دل میں آتا ہے کرتے ہیں عورتوں کو مطلقاً اون کے کاموں میں دخل نہیں ہوا کرتا۔ عورتوں سے ساری خدمت لیتے ہیں اور پھر اُن کی طرف دل سے متوجہ نہیں رہا کرتے۔ اسی طرح غریبوں کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔" پھر ایک گہری سانس لی اور کہا "دُنیا میں عورتوں سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے یہ گنتی کے چند ہی لوگ سمجھتے اور جانتے ہیں۔ مگر تم سے جو ظاہر ہوا اس کی کم از کم مجھے اُمید نہ تھی۔ لو ذرا غور سے سُنو۔ کل رات یکایک میری نیند اُچاٹ رہی۔ برآمدے میں ٹہلنے لگا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ غسل خانہ کی طرف بتی جل رہی ہے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بہو برتن مانجھ رہی ہے۔ میں کیا بتاؤں کہ یہ دیکھ کر مجھے کس قدر تکلیف ہوئی۔ تم تو آرام سے سوتے رہو اور وہ رات تک محنت کرتی رہے۔ تمہیں ذرا بھی بہو کے آرام کا خیال نہیں پھر آج دیکھا کہ صبح کے وقت آفس جاتے ہوئے تم چپ چاپ چلے گئے۔ بہو کی طرف رُخ بھی نہ کیا۔ پھر آفس سے واپسی میں بھی تم بہو کی طرف نہ گئے۔ یہ طریقہ تو ٹھیک نہیں۔ ایسے برتاؤ سے عورت کے دل کی کیا حالت ہو سکتی ہے۔" پھر ذرا وقفہ کے بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولے "تمہاری چچی جب تک زندہ رہیں کبھی ہم لوگوں کے درمیان ایسا واقعہ نہ ہوا۔ جو بھی کام ہوتا ہم لوگ دونوں کے مشورے سے ہوا کرتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دل بہلانے کی فکر کیا کرتے۔ ہم لوگوں نے مل کر اپنے ہاتھوں سے ایک باغیچہ تیار کیا تھا۔ ہماری باہمی محبت دیکھ کر لوگ متحیر رہتے تھے۔ مگر ایک تم لوگوں کی زندگی ہے کہ دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔" بھوپتی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور جواب دینے کی بات بھی کیا تھی۔ جب بی بی اُس کی ہستی تو خیر کچھ معلوم بھی ہوتا کہ کیسے برتاؤ کا کیا اثر ہوتا ہے اور پھر چچا کو بھی جواب دے سکتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی برعکس تھا تاہم جب ایک زبردست جھوٹ بول چکا ہے تو اس کے نباہنے کی بھی ہر طرح کوشش ضرور ہے تاکہ کوئی ایسی بات نہ ہو جو بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔

بھوپتی بابو نے چچا کی موجودگی میں برابر پیسے وغیرہ دے کر بچوں کو باہر ہی باہر رکھنے کی کوشش کی تاکہ ان کے وجہ سے کوئی بات ظاہر نہ ہو جائے۔ اُوما سے صاف صاف کہہ دیا کہ "بیٹی۔ آج سے تُو میری بیٹی ہے اور میں تیرا

باپ ہوں۔ میں نے تجھے اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔" پھر ایک ساری اور ایک جوڑی کان کے بندے اُس کے لئے خرید کر لا دی۔" بچی بچاری باپ کی قدر کیا جانے۔ حقیقی باپ کا سایہ تو بچپن ہی میں سر سے اُٹھ چکا تھا۔ اس وقت ایک اس قدر چاہنے والا باپ ملا۔ پھر تحفہ دیکھ کر نہال ہی تو ہو گئی۔ اور صحیح معنوں میں اُسے اپنا باپ سمجھنے لگی۔ بھوپتی نے اُس سے کہا "دیکھو بیٹی۔ دادا سمجھو" او ماں نے بھی سر ہلا کر کہا "جی" "بہت اچھا"

اسی طرح خوف و رجا میں چار روز گذر گئے۔ پانچویں دن چچا کاشی جی روانہ ہوئے مگر کہتے گئے کہ واپسی میں کلکتہ ہوتے ہوئے۔ راولپنڈی جائیں گے۔ اُوما دیدی میرے لئے سفر کا ناشتہ وغیرہ پکا کر ساتھ کر دے گی کیوں اُما دی دی؟" او ماہنس کر چپ رہی۔ چچا کے کاشی چلے جانے پر بھوپتی کو ذرا سکون ہوا۔ پانچویں دن چچا واپس آئے اور اُسی روز شب کی ٹرین سے راولپنڈی جانے لگے۔ چلتے وقت بھوپتی سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "تمہارے یہاں فضول خرچی کسی بات میں نہیں ہے۔ اس سے میری طبعیت بہت خوش ہوئی۔ لیکن بہو کے ساتھ جو کچھ تمہارا برتاؤ ہے یہ میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ چاہتا ہوں کہ تم اپنی اس روش کو بدل ڈالو" پھر ذرا ٹھیر کر بولے۔ "مَیں نے چاہا تھا کہ اپنی کل جائیداد تمہارے نام اپنی زندگی ہی میں لکھ ڈالوں مگر اب خیال بدل گیا۔ وِل [illegible] میں صرف تمہارا ہی نام نہ رہے گا۔ کچھ حصہ اور بچوں کے لئے بھی جائداد ہی مستقلاً رکھنے کا قصد ہے۔ کیونکہ جب اس وقت تمہارا برتاؤ اُس کے ساتھ ایسا ہے تو نہ معلوم اس قدر دولت پانے کے بعد تمہارا مزاج کیسا رہے۔ پھر اُس وقت بچاری عورت ذات کیا کرے گی اُس کے ہاتھ میں بھی کچھ رہنا ضروری ہے۔"

میں دفتر سے ابھی آیا ہی تھا کہ بھوپتی بابو نازل ہوئے۔ کہنے لگے کہ چچا نے وصیّت نامہ رجسٹری کرا کے بھیج دیا ہے اور جیسا کہہ گئے تھے ویسا ہی لکھا ہے۔ کاغذ لے کر میں نے پڑھا۔ "ایک حصہ عزیزم شریمان بھوپتی چکرورتی کے نام اور دوسرا بیٹی شریمتی بملا دیوی اور اُس کے بچوں کے لئے۔" میں نے بھوپتی سے مخاطب ہو کر کہا "تمہاری حماقت نے آخر دوسرے غیر لوگوں کو بھی مفت میں حصہ دار بنا دیا" بھوپتی بولا "پھر اب اس کا علاج ہی کیا ہے۔"

میں "بس صرف ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہی کہ اگر بملا دیوی تم سے۔"

جس وقت یہ بات بملا دیوی کے کانوں میں ڈالی گئی۔ اُسی وقت سے بیچاری بیوہ کا روتے روتے بُرا حال ہو گیا۔ جب تک شوہر زندہ رہا۔ غریب کو کبھی چین نصیب نہ ہوا۔ ہر وقت سُولی پر جان رہا کرتی تھی۔ اب بار بار یہی خیال کرتی کہ اس وقت تک بچوں کا مُنھ دیکھ کر زندہ رہی۔ دوسرا کرنے کا خیال ہی کبھی نہ آیا۔ اب جبکہ بچے بھی بڑے ہو چکے اتنی عُمر میں ہمیں یہ دوسرا شوہر کرنا کیا مناسب ہے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ آخر بھوپتی کے بہت زور دینے پر کہ مذہبی کتابوں میں عقد بیوہ کی تاکید کی گئی ہے اور ہم لوگوں کے اتنے بڑے عالم ایشور چندر ودّیا ساگر نے خود اس کو عملی جامہ پہنا کر دکھلا دیا ہے نیز اُس کے بچوں کی سرپرستی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو گی آخر دو ماہ کی کوشش میں بملا دیوی کسی طرح راضی ہو گئیں۔ بھوپتی نے جب مجھے اطلاع دی تو میں نے دریافت کیا "کیا تمہارے چچا کو معلوم ہو گیا کہ (وصیت) دل کے لالچ میں یہ شادی ہو رہی ہے۔" بھوپتی "نہیں۔ بلکہ خود بملا کو وصیت نامہ کا مطلق علم نہیں ہے۔ اس عقد کے بعد میں یہاں تو رہونگا نہیں۔ کیونکہ تم جانتے ہو دُنیا کس قدر بیہودہ خیال کی ہے۔ پچھم کی طرف یا کہیں اور جا کر مستقل رہائش اختیار کروں گا۔ چچا سے کہدوں گا کہ میرا ٹرانسفر ہو گیا ہے۔

(ترجمہ از بنگالی) ایس۔ کے۔ صغرا سبزواریہ۔

زندہ جاوید

بہار کا آغاز ہے کونپلیں پھوٹ رہی ہیں۔ درخت سرسبز اور شاداب ہیں، پہاڑیاں برفانی لباس اتار چکی ہیں وادیاں سبز پوش ہیں، آبشاروں میں ہلکا سا ترنم ہے۔ لالہ زاروں میں بہار ہے۔ سال بھر کی ہجراں نصیب جسے سوز اور ساز میں ید طولیٰ حاصل ہے وہ جو محبت کی بارگاہ سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے نسیم سحری کی غمازیوں پر کان دھرے ہوئے ہے، او ناداں تو الفت کا راز نسیم سحری سے نہ پوچھ۔ عبث بیکار اپنا وقت نہ کھو آ میرے پاس آ۔ کہ میں تجھے وفا کا سبق دوں۔ آ میرے پاس بیٹھ کہ میں الفت کا راز تجھ سے کہوں! آ میرے پاس آ۔ تو میرے مجبور دل کی تسکین کا باعث ہوگی۔ خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو، کیا حقیقت ہے۔ ہرگز نہیں تو میری دل ساز نہیں ہو سکتی۔ تو میری ہمراز نہیں بن سکتی۔ کیونکہ تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں محو ہے۔ اس وقت بہار ہے اور تو اس کی شیدائی۔ عرصہ سے متمنی جلوۂ گل میں محو ہے، مگر میں میں اس سے کوسوں دور اس سے ناآشنا اور اس سے بے خبر۔ تجھے پاؤں تو کہاں پاؤں۔ تجھے ملوں تو کہاں ملوں؛ ہاں میں تیری ہمنشینی حاصل کروں گی، ایک دوسرے وقت میں ایک دوسرے سمے میں ایک دوسری حالت میں ہاں ایک دوسرے سوز میں ایک اور آہ میں۔

ننھی سی جان، اے شمع کے شیدا۔ تو اس محفل میں آیا اور کیوں آیا۔ تیرے لئے تو زمانے کی بہاریں اور خزاں کے جھونکے ایک پرکاہ کی وقعت نہیں رکھتے۔ تو جدائی اور ملاقات کی کاوشوں سے بے نیاز ایک دوسری دنیا میں بستا ہے۔ اس دنیا میں جس کے ساکنوں کی حیات مستعار کا راز محبوب کے گرد و پیش کی چند گردشیں ہیں کیا تجھے بہار کے ولوں کی آرزو نہیں کیا تجھے خیال خزاں پریشان نہیں کرتا۔ کیا بہار اور خزاں ایک ہی چیز کے نام ہیں، کیا دونوں ایک ہی کیفیت نہیں رکھتے۔ آہ کیوں نہ ہو، تیری بہار۔ تیری راحت۔ تیری تسکین۔ اسی ایک قربانی میں پنہاں ہے۔ اے عاشق صادق اے حرماں نصیب اے زندہ جاوید تو لے گیا۔ وہ کچھ جو عندلیب حاصل نہ کرسکی اور تو پا گیا وہ چیز جس کا رتبہ ہے۔ تو خود تو مٹا مگر اپنے سوز میں دوسرے کو بھی لے مرا۔ آہ خوب روکا، او کامیاب انسان سنبھل کہ میں تیری شیدائی ہوں۔ ٹھہر کہ میں تیری منتظر ہوں، تو مجھے وہ راز بتا گیا جو گل و بلبل میں نہ مل سکا، آ تو میرے پاس آ۔ تو میرا ہمنوا ہو، تو میرا دمساز بن، خود جل مرنا اور اپنے سوز میں دوسروں کو لے مرنا۔ بازی لیجانا نہیں تو اور کیا ہے، آ اے عندلیب اور بہار کی شیدائی۔ او حسن کی متمنی او محبت کی دعویدار آ۔ اور دیکھ کہ کرشمہ ہائے الفت رازہائے محبت اور سوزہائے دروں کیا کیفیت رکھتے ہیں۔ سیکھ او نا تجربہ کار۔ چند روزہ بہار پر نہ مٹ۔ عارضی حسن کی تمنا میں وفا کے نام پر داغ نہ لگا۔ فنا ہو جا اور فنا کرلے کہ شیوہ الفت یہی ہے۔

کنیز محمد بیگم جموں

دیہاتی گیت

از ڈاکٹر اعظم کریوی مصنف ہندی شاعری سابق ایڈیٹر اکبر الہ آباد

مولانا شبلی شعر العجم میں فرماتے ہیں کہ "احساس جب الفاظ کا جامہ پہن لیتا ہے تو شعر بن جاتا ہے" اسی سلسلہ میں مولانا نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک یورپین مصنف کا خیال ہے "ہر چیز جو دل پر استعجاب۔ حسرت یا جوش پیدا کرے شعر ہے" اس کسوٹی پر جب ہم دیہاتی گیتوں کو پرکھتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ بھی شاعری کی حد سے باہر نہیں ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ دیہاتی شاعری میں ردیف اور قافیہ کی پابندی لازمی نہیں، جاہل دیہاتیوں کے دل پر جو کچھ اثر ہوتا ہے وہی اُن کی زبان سے موزوں گیت کی شکل میں اضطراراً نکل جاتا ہے، اگر نیچرل شاعری محض اصل واقعات کے نقل کر دینے کا نام ہے تو دیہاتی گیتوں کے واقعی ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا ہز اکسیلنسی سر ویلیم میرس کے۔ سی۔ آئی۔ ای سابق گورنر صوبجات متحدہ نے ہندوستانی اکاڈیمی الہ آباد کے پہلے جلسہ میں اپنی افتتاحی تقریر میں تو یہاں تک کہدیا تھا کہ "جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں دیہات کے گیتوں اور راگوں میں بہت سے ایسے موجود ہیں جن کی زبان عمدہ ہے اور جو دل پر بہ نسبت بعض مسلّم استادوں کے کلام کے زیادہ اثر کرتے ہیں" (ہندی شاعری صفحہ ۱۲)

دیہاتی شاعری میں زیادہ حصہ صنف نازک کا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ تاثیر و تاثر کے لحاظ سے دیہاتی گیتوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ کوئیا (کوئل) نارنگیا (نارنگی)، سانولیا۔ موتیا۔ چملیا (چمیلی) پیریا (پیاری) کٹریا (کٹاری) کنتی۔ نینا مشہور دیہاتی شاعرہ گذری ہیں۔ چونکہ شعراالہند، خمخانہ جاوید" وغیرہ کی طرح دیہاتی شاعروں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اس وجہ سے ان کے حالات زندگی پردۂ تاریکی میں ہیں۔

ہندی میں دیہاتی گیتوں کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے مگر اردو میں چند منتشر مضامین کے علاوہ اور کچھ نہیں)۔ اس سے پیشتر میں ہمایوں نیرنگ خیال وغیرہ میں دیہاتی گیتوں پر اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں اب عصمت کے لئے خاص طور پر یہ مضمون لکھ رہا ہوں، اگر ناظرین عصمت نے پسند کیا تو اس کا سلسلہ کم از کم ایک سال تک جاری رہیگا اور پھر اگر ممکن ہوا تو کتابی صورت میں شائع کر دیا جائیگا۔

ملحوظ خاطر رہے کہ دیہاتی گیتوں کو بنانے والے عموماً ان پڑھ گنوار عورتیں یا مرد ہوتے ہیں، جو کچھ ان کے دل پر گذرتا ہے وہی ان کی زبان پر آجاتا ہے۔ مظلوم مصیبت زدہ دیہاتی عورتیں فریاد کرتی ہیں مگر ان کی زبان سے ناواقف

ہونے کی وجہ سے ہمارے دلوں پر ان گیتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دیہاتی گیتوں سے ہمیں دیہاتیوں کے خیالات اور جذبات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے اس مضمون کے لکھنے کا یہی اصلی مقصد ہے۔ اگر کوئی صاحب یا صاحبہ ان گیتوں میں جدانیات الہامات اور ادب لطیف کے جویا ہوں گے تو میرے خیال میں انہیں مایوسی ہوگی، "اعظم کریوی"

چھوٹے بلمان ہمار موری گوئیاں - ناحق آیو گونوان موری گوئیاں

چیلیر اس دوئی دیور ہمرے

موا بلما ہمار موری گوئیاں۔ چھوٹے بلما........

ترجمہ۔ ایک جوان عورت کی شادی ایک کمسن مرد سے ہوئی۔ جب اس کا گون ہوا اور وہ اپنی سسرال گئی تو اپنی ایک سکھی سے وہ کہتی ہے" اے ری سکھی! میرا گون فضول ہوا۔ چیلر (جوں) کی طرح میرے دو چھوٹے دیور ہیں اور چوہے کی طرح شوہر۔

تلوا لگاؤں۔ بکیوا لگا ئوں

کھٹیا پا دیہوں اولار موری گوئیاں

ترجمہ۔ تیل اور ابٹن لگا کر میں نے انہیں (شوہر) کو چار پائی پر لٹا دیا۔

نیچے نیچے آئی بلریا

لیگئی بلماں اٹھائے موری گیاں

ترجمہ۔ چپکے چپکے بلی آئی اور وہ میرے پتا جی (شوہر) کو اٹھالے گئی،

ساس موری روئے نند موری روئے روئے ہماری بلائے۔موری گیاں

ترجمہ۔ میری ساس اور نند رونے لگیں۔ میں کیوں روؤں؟ میری بلا روئے

کوٹھوا پہ ڈہونڈوں، اٹریا پہ ڈھونڈھوں - کھٹیا تیرے چلائیں۔موری گیّاں

ترجمہ۔ میں نے کوٹھے پر ڈھونڈا۔ اٹاری پر تلاش کیا۔ لیکن پتی دیوتا (شوہر) تو چار پائی کے نیچے پڑے چلا رہے تھے

اس گیت کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے لیکن حقیقت میں رونا چاہئیے۔"روئے ہماری بلائے۔ میں ایک بدنصیب، رسم و رواج کی ستائی عورت کی داستانِ غم پوشیدہ ہے، جب یہ گیت عورتوں میں گایا جاتا ہوگا تو ان نوجوان عورتوں کے دل کی کیا حالت ہوتی ہوگی جن کے شوہر واقعی چوہے کی طرح چھوٹے اور کمسن ہوتے ہوں گے۔ شہروں میں تو اب کچھ کچھ اصلاح ہو چکی ہے۔ مگر دیہاتوں میں اب بھی غریب ہندو گھروں میں بے جوڑ شادیوں کا بہت رواج ہے۔

۲ گہری جمنا کے ترواں چنن کچھ رکھوا ہو - تن ڈریا پر ہیں ہنڈولا جھولیں رانی رکمنی ہو

جھولت ہی جھولت ابیر بہوا اور دیر بھاہے ہو نوٹلا موتن کیر ہار جمنا جل بھیتر ہو

دھائی بہن چکیا تو پالی بیگ لاؤ ہو - چکئی چن لیو موتیا کا ہار جمنا جل بھیتر ہو
اگیا لگاؤں تو رہردا بجر پرے موتن ہو - بہنی بچھوے سے چکوا ہران ڈھونڈھت ناہیں پاوں ہو

ترجمہ، اگہری جمنا کے کنارے ایک چندن کا گھنا پیڑ ہے۔ اس کی ڈال پر جھولا پڑا ہے۔ اسی پر رانی رکمنی جھولا جھول رہی ہیں، جھولتے جھولتے بہت دیر ہوگئی یکایک ان کے گلے سے موتی کا ہار ٹوٹ گیا اور موتی جمنا میں گر پڑے،

رانی رکمنی نے چکئی (سرخاب کی مادہ) سے کہا۔ اے چکئی بہن! جلدی دوڑ کر آؤ۔ پانی کے اندر سے میرے ہار کے موتیوں کو چن کر نکال لاؤ،

چکئی جو چکوا (سرخاب) کی یاد میں تڑپ رہی تھی اس نے رانی سے جل کر کہا۔ تمہارے ہار میں آگ لگے، موتی پر بجلی گرے۔ شام سے میرا چکوا کھو گیا ہے (کہا جاتا ہے کہ شام ہوتے ہی چکوا چکئی سے جدا ہو جاتا ہے۔ چکئی دریا کے اس پار اور چکوا اس پار رہتا ہے۔) میں اسی کو تلاش کر رہی ہوں (مجھے اتنی فرصت کہاں جو تمہارے موتی چنوں) چکئی (پرند) کی محبت کا کتنا اچھا ثبوت ہے۔ رانی کو اپنے ہار کی اور چکئی کو اپنے چکوا ہی کی فکر ہے۔

(۳)

بابا نبیا کا پیڑ جن کاٹیو
نبیا چڑیا بسیر — بلیا لیہوں بیرن
بابا بٹیا جن کو دکھ دیہو
بٹیا چڑیا کی نائیں — بلیا لیہوں بیرن
سب ری چڑیا اڑ جیہیں
رہ جیہی نبیا اکیلی — بلیا لیہوں بیرن
سب ری بٹیا جیہیں سا سُر
رہ جائی مائی اکیلی — بلیا لیہوں بیرن۔

ترجمہ: لڑکی اپنے سسرال جا رہی ہے، گھر کے سامنے نیم کا ایک پیڑ ہے شاید اسی نے اس کو لگایا ہوگا۔ وداع کے وقت وہ اپنے باپ سے کہتی ہے "اے بابا اس نیم کے پیڑ کو مت کاٹنا اس پر چڑیاں بسیرا لیتی ہیں۔
اے بابا! لڑکیوں کو بھی کوئی تکلیف نہ دینا۔ بیٹی اور چڑیا کی حالت ایک سی ہوتی ہے،
سب چڑیاں اڑ جائیں گی صرف نیم اکیلی رہ جائیگی،
سب لڑکیاں اپنے اپنے سسرال چلی جائیں گی۔ ماں اکیلی رہ جائیگی۔
سچ ہے میکے کی ہر شے پیاری ہوتی ہے

(۴)　ٹھاڑی جھرکوا میں چتوؤں　　نیہرسے کوڈ نین آئی

اودھرسے تیاری کیسے ہوائے　　جن موری سدھیو نہ لین

اودھرسے بھینا کیسے بیرن　　سسرے میں ساون ہوئی

ترجمہ= ہندوؤں میں دستور ہے کہ ساون میں لڑکیاں اپنے میکے جاتی ہیں۔ لڑکی سسرال میں ہے وہ میکے جانے کے لئے بیچین ہے ساون کا مہینہ آگیا ہے لیکن اس کا بھائی بلانے نہیں آیا وہ کہتی ہے' میں کھڑکی سے دیکھ رہی ہوں، ہائے میکے سے کوئی آتا نہیں دکھائی دیتا۔ ہائے میرے ماں باپ کیسے ہیں جنہوں نے میری اب تک سُدھ نہ لی۔ جس بہن کا ساون سسرال میں گذرے اس کے بھائی سے زیادہ کون سنگدل ہوگا،

اس عرصہ میں لڑکی دیکھتی ہے کہ

اگلے کے گھوڑوا پہ بابا مورا ۔ پچھوا کے برنا ہمار

بھلا ہے نیاری بھلی بیٹی ۔ رے اب موری سدھیا جو لین

کنوری لے آویں ہوا مورا ۔ جیکر بٹیا دلاری رہے

چنری لے آویں بیرن مورا　جیکر بہنی دُلاری رہے

ترجمہ۔ آگے آگے گھوڑے پر باپ سوار آرہا ہے اس کے پیچھے گھوڑے پر میرا بھائی ہے

آہاہا میرے ماں باپ کیسے اچھے ہیں جنہوں نے میری سدھ لے لی۔

میرے باپ کانور لائے ہیں وہ اپنی بیٹی کو بہت چاہتے ہیں،

میرا بھائی چنری لایا ہے وہ اپنی بہن کو بہت چاہتا ہے

منگل گیت (۵)

چلو نہ سکھیاں سہیلی رے جمنا میں جاتی ہو　　جمنا کے نرمل نیر کلس بھر لائی ہو

کوئی سکھی جل بھرین کوئی مکھ دھوین ہو　　کوئی سکھی ٹھاری نہائے ایک تریا روئے ہو

کی توہیں ساس دسسر دُکھ کی نیہر دور بسے　　بہن اکی تمہرا کنتھ بدیس۔ کون دکھ روؤ ہو

ناموہیں ساس دسسر دکھ۔ نہ نیہر دور بسے　　بہنی نہ مورا پیا پردیس کوکھ دکھ رُووں ہو

سوہر یا منگل گیت بچوں کی پیدائش پر گایا جاتا ہے،

مطلب۔ سکھیو چلو جمنا جی چلیں۔ جمنا جی کا پانی بہت صاف وشفاف ہے چلو گھڑا بھر لائیں، کوئی سکھی پانی بھر رہی ہے کوئی منھ دھو رہی ہے اور کوئی سکھی کھڑی نہا رہی ہے۔ ایک سکھی رو رہی ہے (رونے والی عورت سے کوئی پوچھتی ہے) اے سکھی! کیا تجھے ساس یا سسرے نے کوئی تکلیف پہنچائی ہے، یا تیرا سوامی پردیس میں ہے

آخر تو کس وجہ سے رو رہی ہے (عورت جواب دیتی ہے) اے بہن! نہ تو مجھے ساس وسسر نے تکلیف پہنچائی اور نہ میرا سوامی پردیس میں ہے میں تو کوکھ کے درد سے رو رہی ہوں (میرے کوئی اولاد نہیں۔)

۶۔ ساس موری کہے بنجھیا نند برج باسن ہو — رام جن کی میں باری بیاہی او گھر سے نکارن ہو
گھر سے نکر سبنھا جنگل بیچ ٹھاڑی ہو — راہ بن سے نکری بگھنیاں تو دکھ سکھ پوچھی ہو
تریا۔ کون بپت کی ماری جنگل بیچ ٹھاڑی ہو — ساس موری کہے بنجھیا نند برج باسن ہو
باگھن! جن کی میں باری بیاہی او گھر سے نکارن ہو — باگھن! ہمکا جو تم کھائے لیئو بپت سے چھوٹب ہو
جھوان سے تم آیو لوٹ وہاں جاؤ تمہیں نا کھائب ہو — باگھن تم کا جو ہم کھائی لیبے ہم ہون بانجھ ہوئے ہو

مطلب (ایک بانجھ عورت اپنے دل کا درد کہہ رہی ہے) میری ساس مجھکو بانجھ اور نند برج باسن کہتی ہے (انتہا یہ ہے) کہ بالے پن میں جن سے میری شادی ہوئی تھی انہوں نے مجھکو گھر سے نکال دیا۔ بانجھ عورت گھر سے نکل کر جنگل میں کھڑی ہے جنگل سے شیرنی نکلی اور اس نے عورت کا حال پوچھا اور کہا اے عورت! تجھ پر ایسی کونسی مصیبت پڑی تو جو اس بھیانک جنگل میں بے یار و مددگار اکیلی کھڑی ہے؟ عورت نے کہا اے شیرنی! میری ساس مجھ کو بانجھ اور نند برج باسن کہتی ہے، جو مجھے بالے پن میں بیاہ کر لائے تھے انہوں نے گھر سے نکال دیا ہے۔ اگر تم مجھکو کھا لو تو میں اس مصیبت کی زندگی سے چھٹکارا پا جاؤں! شیرنی نے کہا تم جہاں سے آئی ہو وہیں لوٹ جاؤ میں تم کو نہ کھاؤں گی اگر میں تم کو کھاؤں گی تو میں خود بانجھ ہو جاؤں گی،

اس کے بعد اور گیت ہے جس میں عورت ناگن سے ڈسنے کو کہتی ہے وہ انکار کرتی ہے۔ پھر عورت اپنی ماں کے ہاں میکے پہنچتی ہے وہ بھی اس ڈر سے کہ کہیں وہ خود بانجھ نہ ہو جائے گھر میں گھسنے نہیں دیتی۔ آخر کار عورت زمین سے کہتی ہے کہ دھرتی ماتا! پھٹ جاؤ تاکہ میں اس میں سما جاؤں لیکن وہ بھی بانجھ عورت کو اپنے سرن میں لینے سے انکار کر دیتی ہے۔ کتنا درد انگیز گیت ہے،

۷۔ پلیا میں بیٹھی ہیں ساس بہو سے پوچھن رے — بہو ری کاہے تور منھوا پیا ران گوڑ گھیرا رے
لاج شرم کی تبیا میں سا سوجی سے کیسے کہوں رے — ساس تور پوت چھیل چھبیلوا انچرا نیچ ڈاریں رے
اے البیلی بہریا لچھن نہ لگاؤ ہو رے — دلہن آج کے نویں مہنوا ہو رہی تورے ہرمن رے
ارے ساسوجی کے ہوئے چریا نند من ہربیبے رے — اپنے راجا کے پران پیاری ہو رل مورے ہو ئیں رے

مطلب۔ ماچے پر ساس بیٹھی اپنی بہو سے پوچھ رہی ہے کہ اے بہو تمہارا چہرہ پیلا کیوں ہے۔ پاؤں بھاری کیوں ہے (یہ سنکر بہو اپنے دل میں سوچتی ہے) ٹھیک جواب کیسے دوں مجھے تو لاج آتی ہے پھر وہ بولی ساس جی تمہارا لڑکا بڑا نٹ کھٹ اور شوخ ہے اس نے میرا آنچل مسل دیا ہے۔ ساس نے کہا اری البیلی بہو مجھ سے باتیں

نہ بنا دیں سب سمجھ گئی۔ میرے لڑکے کو الزام نہ لگا) آج کے نویں مہینے تیرے لڑکا ہوگا (یہ سنکر بہو اپنے دل میں کہتی ہے) اوہو میرے لڑکا ہوگا میں اپنی ساس کی کنیز بنجاؤں گی۔ نند کا من ہر لوں گی اور اپنے راجہ (شوہر) کی پران پیاری (بیوی) ہوجاؤں گی۔

۸۔ ساس جی بولے لین اڑپی نند تڑپی بولے ہو بہوری کاہے کو بھر لیو گمان سوئے لیو سُکھ نندرا

بابا کے ہیں ہم ننروئی تے بھیّا کے دسری ہو اے اپنے ہری جی کے پران ادھاری سوے سے سُکھ نندرا

اتنا بچن راجہ سن لیں سن ہونہ بولن ہو راجہ ساری رات سُت لیں کردیتا تا مکھ ہونہ بولین ہو

کیا دوراجو نا بگڑے سجیا بھور بھیلین ہو اے راجہ کیا رورا لیو اُچک لوں تا مکھ ہونہ بولے ہو

ناہیں مورجی آونا بگڑے سجیا بھور بھیلی نہ ہو اے رانی! گنگا جمن موری ماتا گرب بولی بولے ہو

ہم سے بُھول تکسریا ساسو پگ لاگب راجہ میا! منائے ہم لیب رادر لیسن بولے ہو

مطلب۔ ساس ڈانٹ کر اور نند تڑپ کر کہتی ہے بہو! تم کس گمان میں ہو جو خوب آرام سے سوتی ہو (بہو نے جواب دیا) میں اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں، بھائی کی دلاری اور اپنے شوہر کی جان ہوں اسی لئے خوب آرام سے سوتی ہوں۔ شوہر نے اپنی بیوی کی یہ باتیں سن لیں۔ غصہ میں وہ سارے پلنگ پر ایک کروٹ لیٹے رہے، بیوی سے باتیں نہ کیں۔ بیوی نے پوچھا اے راجہ (شوہر) کیا میں نے آپ کا کھانا اچھا نہ پکایا یا سچی بات کہنے میں کوئی غلطی ہوئی آپ کی خدمت کرنے میں مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوئی جو آپ مجھ سے نہیں بولتے، شوہر نے کہا اے رانی! نہ تم نے کھانا خراب پکایا نہ پلنگ بچھانے میں تم نے کوئی غلطی کی، میں تو صرف اس وجہ سے ناخوش ہوں کہ تم نے میری گنگا جمنا کی طرح پاک اور قابل ماں کو اکڑ کر جواب دیا (بیوی نے کہا) مجھ سے غلطی ہوئی میں ساس جی کے پاؤں چھو کر معافی مانگ لوں گی، اے راجہ آپ مجھ سے خوش ہو کر بولیں، میں آپ کی ماں کو منا لوں گی۔

۹ سسر دوروا جان جھریا تو لہر ہر کرے منہر منہر کرے مورے صاحب انگنوا رس چووے زچہ رانی بھیجیں

دوروا سے آئے بیرن بھیا چھریا پہنایں کٹریا پہنایں سارے کٹوں میں رکھوا جان جھریا بہن مورنی بھیجے ہو

ادہر سے بولیں زچہ رانی نینا کجرا دئے۔ سرا سیندور دیئے منھ ماں تنبول لئے کو کھوا ہو رل لئے ہو

بھیّا سسر سے لگائی جھریا جھریا جن کاٹو ہو،

مطلب۔ میرے سسر کے دروازے پر نیبو کا درخت لہلہا رہا ہے لہک رہا ہے اس سے انگن میں رس ٹپکتا ہے جس سے زچہ رانی بھیگ رہی ہیں۔ باہر سے بھائی آیا اور وہ چھری اور کٹاری تیز کرنے لگا میری بہن بھگیتی ہے، میں اس کمبخت نیبو کے درخت کو ابھی کاٹ ڈالوں گا (یہ سنکر) کوٹھڑی سے زچہ رانی نکلیں وہ آنکھوں میں کاجل۔ مانگ میں سیندور لگائے اور منھ میں پان لئے تھیں، ان کی گود میں بچہ تھا انہوں نے کہا، اے بھائی! اس نیبو کے پیڑ کو میرے سسر نے

لگایا تھا دیہ ان کی یادگار ہے) اسے نہ کاٹو۔

۱۰ کاہے کا چننا اتاریو کپور بھرا یو۔ رانی کیسہ دیکھ چیرہ اٹریا کاہے دیکھ مرجھایو
بور لا کے چننا اتارن کپور بھرا تن راجہ تمہیں دیکھ چیرہ ہوں اٹریا سوت دیکھ مرجھایو
رانی تم تو ایںڈ کی کنٹر یاپھٹ ییتی ٹوٹو رانی ہم تو بانس کے کنہیا نولئے ناہیں ٹوٹے

مطلب۔ (شوہر اپنی بیوی سے دریافت کرتا ہے) کس کا چندن اتار کر تم نے کافور بھرا کس کو دیکھنے کے لئے تم کوٹھے پر چڑھیں اور پھر کمھلا گئیں۔

(بیوی جواب دیتی ہے) نیچے کا چندن اتار کر کافور بھرا ہے میرے سرتاج میں تم کو دیکھنے کے لئے کوٹھے پر چڑھی (لیکن جب تمہارے ساتھ) سوت کو دیکھا تو (رنج وغم کے مارے) مرجھا گئی،

شوہر۔ اے رانی تمہاری مثال تو اینڈ کی نازک ڈنٹھل کی طرح ہے کہ ذرا سا دھکا لگا اور فوراً ٹوٹ گیا۔ لیکن میری مثال بانس کی پتلی شاخ کی طرح ہے۔ جو جھک جانے پر بھی نہیں ٹوٹ سکتی،

دیہاتی شاعرہ کے حسن خیال کی داد دیجئے۔

۱۱۔ دن تو سون سورج بن رات چندا بن سے بہتی نیہر سون اپنی میا بن سسرے پُرش بن رے
گری گٹھریا کون باندھے بن میا رے اپنی بپک کھبریا کیں سپوں تو اپنے بھیا بن رے

مطلب۔ جس طرح سورج کے بغیر دن اور چاند کے بغیر رات سونی ہوتی ہے۔ اسی طرح ماں کے بغیر میکا اور شوہر کے بغیر سسرال سونا معلوم ہوتے ہیں، ماں کے سوا بھاری گٹھڑی کون باندھ کر دے سکتا ہے، بہن کی دکھ سکھ کی خبر بھائی ہی فوراً لے سکتا ہے،

۱۲۔ کنواں کھدائے کون پھل ہے مورے صاحب جھنکوں بھریں پنہارن تبے پھل ہوئی ہے
بگیا لگائے کون پھل ہوئی مورے صاحب راہے باٹ اموا جب کھائیں تبے پھل ہوئی ہیں
پکھرا کھدائے کون پھل ہے مورے صاحب گوائیں جڑ پانی تبے پھل ہوئی ہیں
تریا کے جنم رے کون پھل ہے مورے صاحب پتوا جنم جب لے ہیں تبے پھل ہوئی ہیں
پتوا کے جنمے کون پھل ہے مورے صاحب دنیا انند جب سے اسی تبے پھل ہوئی ہیں

مطلب۔ اے میرے سرتاج کنواں کھدوانے کا فائدہ تو تب ہے جب وہاں سے پنہارن پانی بھریں۔
اے میرے سرتاج باغ لگانے کا فائدہ تو تب ہے جب وہاں راہ چلنے والے آم کھائیں۔
" " تالاب کھدانے کا فائدہ تو تب ہے جب گائیں ٹھنڈا پانی پئیں۔
" " عورت ہونے کا فائدہ تو تب ہے جب اس کے لڑکا ہو

لے میرے سرتاج لڑکا ہونے کا مزا تو تب ہے۔ جب اس سے دنیا کو آرام ملے۔

۱۳- البیلی زچہ رانی خوب بنیں۔ اپنے پیا کی سہاگن خوب بنیں۔

جیسے ریشم کے لچھے زچہ رانی کیسی بنیں۔ جیسے چندن کے ہوا سا زچہ رانی ماتھے بنیں۔ البیلی "

جیسے آم کیر پھنکیا زچہ رانی بنیں۔ اپنے پیا کی دلاری زچہ رانی خوب بنیں۔ متوالی زچہ رانی "

جیسے سگا کے ٹھرو زچہ رانی ناک بنی۔ مجھے انار کے دانے زچہ رانی دانت بنی

اپنے پیا کی سہاگن زچہ رانی خوب بنی۔ جیسے انار کی کلیاں زچہ رانی ہونٹ بنی۔ متوالی زچہ رانی "

جیسے کیرا کیر کھمبا زچہ رانی جانگھ بنی۔ اپنے پیا کی سہاگن زچہ رانی خوب بنی

جیسے کیرا کرے چھمیا زچہ رانی انگلی بنی۔ متوالی زچہ رانی خوب بنی۔ البیلی زچہ رانی خوب بنی

مطلب۔ البیلی زچہ رانی بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کا حُسن دلکش ہے البیلی کے بال ریشم کے لچھے ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی پیشانی گویا چندن کا گھسا ہے (ملسا دہ پتھر جس پر چندن گھسا جاتا ہے) البیلی کی آنکھیں گویا آم کی پھانکیں ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح ہے۔

البیلی کے دانت گویا انار کے دانے ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کے ہونٹ انار کی کلیاں ہیں۔

البیلی کی ران گویا کیلے کا تنہ ہے۔ اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی انگلیاں گویا کیلے کی پھلیاں ہیں،

متوالی زچہ رانی کتنی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔

۱۴ ہنس ہنس کے پوچھیں راجہ تے رانی کہ راجہ ہو۔ موری رانی کہاں لگائی تھی دیر بےبس من ہو گیا رے

پھول چنن گئی بگیا وہی پھول بگیا رے۔ اے مورے راجہ باری کو لگن بھونرا آنچر گہے راکھے رے

لاؤ نہ ڈھال تروریا کمر کٹریا۔ موری رانی ماروں میں باری کو بھونروا ارے متر تمہار دا ور میری ہار وہے رے

ڈارن ڈارن پیا پھریں پات پات بھنور دا۔ لے مورے بھنورا اڑے نہ بیٹھو پھلوریا راجہ تمہیں وہیں رہے،

ڈھیری تے سونی میری بت مہری مرد بن ہو۔ جیسے دیسے موری سونی پھلوریا کیلے بھونرا بن رے۔

مطلب۔ راجہ نے ہنس کر پوچھا لے رانی تم نے اتنی دیر کہاں لگائی تمہاری جدائی میں میرا جی گھبرا گیا۔"

رانی نے کہا۔ میں باغ میں پھول چننے گئی تھی لے راجہ وہاں میرے باپ کے پن کے پریمی بھونرے نے میرا آنچل تھام کر روک لیا تھا۔

راجہ نے کہا۔ میری ڈھال تلوار لاؤ۔ میری کمر کی کٹاری لاؤ میں تمہارے باپے پن کے پریمی بھونرے کو جان سے ماروں گا، تمہارا دوست میرا دشمن ہے۔ میرے سوامی ڈال ڈال اور بھونرا پات پات پھر رہا ہے، اے بھونرا! تو پھلواری سے اڑ کر چلا جا، نہیں تو میرے راجہ تجھکو مار ڈالیں گے،

(ماں کہتی ہے) آہ جس طرح عورت کے بغیر مکان کی اور مرد کے بغیر عورت کی زینت نہیں ہوتی ہے اسی طرح پھلواری کی بھی رونق بھونرے کے دم سے ہے۔ بھونرا نہ ہو تو پھلواری سنسان معلوم ہوتی ہے۔

(۱۵) سُکھیا دُکھیا دونوں بھنیاں — دونوں بدھاوا لے آئیں لے راجہ بیرن
سکھیا جے لائیں گُجھرا گُڑ ہرا — دکھیا دوب کے پونڑا اسے " "
سکھیا جے پوچھے اپنے بیرن سے — بدا کرو گھر جائی ہرے راجہ بیرن
لیو نہ بہنی کو نچھ بھر موتیا — سیاں چڑھن کا گھوڑا ہرے راجہ بیرن
دکھیا جے پوچھیں اپنے بیرن سے — بدا کرو گھر جائی "
لیو نہ بھنی کو پچھ بھر کودون — وہی دوبا کا پونڑا موری بہنی۔
گونواں گڑوا نکھی نہ پایوں — دوبا جھرن لاگیں موتی ہرے راجہ بیرن
کوٹھے چڑھی جے بھوجی پکاریں — روٹھی نند گھر لاؤ ہرے مورے راجہ

مطلب۔ سکھیا دکھیا دو بہنیں تھیں (ایک امیر دوسری غریب) بھائی کے یہاں لڑکا ہوا تو دونوں بدھاوا لے کر آئیں۔ سکھیا لڑکے کے لئے ہاتھ اور پاؤں کے کڑے لے آئی اور غریب دُکھیا دوب (گھاس) کے کچھ ڈنٹھل نوچ کر لے آئی، سکھیا نے اپنے بھائی سے پوچھا "اے بھائی بدا کرو تو میں اپنے گھر جاؤں"

بھائی نے کہا (بڑی خوشی سے جاؤ) آنچل بھر کر موتی لے لو اور اپنے شوہر کے لئے گھوڑا لے لو"
دکھیا بہن نے بھی بھائی سے کہا۔" اے بھائی بدا کرو تو میں بھی اپنے گھر جاؤں"

بھائی نے کہا۔ اے بہن آنچل بھر کر کودوں (ایک طرح کا چاول) لو اور وہی دوب کا ڈنٹھل (جو لے کر آئی ہو) اپنے ساتھ لیتی جاؤ۔ غریب دکھیا بہن ابھی گاؤں کی حد سے گزری بھی نہ تھی (خدا کی شان) کہ دوب گھاس سے موتی جھڑنے لگے، (بھاوج نے سنا تو وہ دوڑ کر) کوٹھے پر چڑھی اور پکارنے لگی۔ اے راجہ میری نند روٹھ کر چلی جا رہی ہے اس کو منا لاؤ۔

منگل گیت ختم ہو گئے۔ پڑھنے میں نہایت کرخت اور ناموزوں معلوم ہوتے ہیں لیکن مطلب کتنا اچھا اور سبق آموز نکلتا ہے۔ گیت کیا ہیں غریب مصیبت زدہ دیہاتی عورتوں کے دُکھ بھرے افسانے ہیں، نہ وہ تعلیم یافتہ ہیں اور نہ ان کے پاس اپنا کوئی ہمدرد اخبار یا رسالہ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی داستان دنیا کو سنائیں۔ وہ گیتوں ہی میں اپنی داستان سناتی ہیں لیکن مہذب دنیا ان گیتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتی ورنہ ناممکن ہے کہ کوئی مطلب سمجھ جائے اور اس کے دل پر اثر نہ ہو، رات کے سناٹے میں جب ساری دنیا آرام سے سوتی ہے، دیہاتی عورت چکی پیستی جاتی ہے، اور اپنا غم غلط کرنے کے لئے گاتی بھی جاتی ہے،

ساون کے گیت

شہر سے دور دیہاتوں میں آم۔ مہوے۔ پیپل۔ املی۔ اور نیم کی گھنی چھاؤں میں جنگلی پھولوں کی خوشبو میں بسی ہوئی پروا ہوا میں کھیتوں کے کنارے کیا کبھی آپ نے دیہاتی گیتوں کا لطف اٹھایا ہے آیئے آج ہم آپ کو اس نگر کی بھی سیر کرادیں جو ندی نالوں کے کنارے آم کے گھنے باغوں کے درمیان بسا ہے جہاں مہر مادری کی لہریں اٹھتی ہیں۔ جہاں عورت اپنے شوہر پر اور بہن اپنے بھائی پر جان دیتی ہے، یوں تو دیہات کی سیر کے لئے ہر موسم موزوں ہے لیکن برکھا رت کی کچھ اور ہی شان ہوتی ہے آسمان پر گھنگھور گھٹائیں مست ہاتھی کی طرح جھومتی آتی ہیں بجلی چمکتی ہے اور چھما چھم پانی برسنے لگتا ہے۔ کھیت اور جنگلوں میں ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے جو جگہ باقی رہجاتی ہے اس میں پانی بھر جاتا ہے۔ گویا ہریالی میں قدرت آئینہ جڑ دیتی ہے اس سماں اس عالم کو دیکھکر خوشی کے مارے ندی اور نالے آپے سے باہر ہوجاتے ہیں زمین پر قسم قسم کے جانور پیدا ہوجاتے ہیں، سب اپنی اپنی بولیاں بولنے لگتے ہیں۔ پرندے کلیلیں کرنے لگتے ہیں۔ کسان اپنے اپنے کھیتوں میں کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ گوالا "برہا" کی تانیں اڑانے لگتا ہے۔ لڑکیاں ڈولی میں اپنے میکے کی طرف جاتی نظر آتی ہیں عورتیں کھیتوں میں باغوں میں یا جھولوں پر اپنی پوری آواز سے لہراتی ہوئی پروا ہوا میں ساون کے گیت گا کر ساری فضا کو مست کر دیتی ہیں۔ گویا سوتی ہوئی کائنات یکبارگی جاگ اٹھتی ہے۔ ہندو عورتوں کے کئی تیوہار بھی ساون اور بھادوں میں ہوتے ہیں، ان میں بھی گیتوں کی بہار ہوتی ہے، جگہ جگہ پر ناگ پنچمی اور تیج کے میلے لگتے ہیں جن میں "کجھری" اور "ملہار" کی تانیں اڑتی ہیں، مرزا پور کی کجری مشہور ہے،

عورتیں کھیت نلا رہی ہیں، کپڑے سب کے میلے اور پھٹے پرانے ہیں کئی ایسی ہوں گی جن کو رات میں پیٹ بھر کر کھانے کو بھی نہ ملا ہوگا، کئی ایسی ہوں گی جنہیں ان کے شوہر نے پیٹا بھی ہوگا۔ پھر بھی وہ گا رہی ہیں۔ اپنا غم غلط کرنے کے لئے اور اپنا دل بہلانے کے لئے

۱　سانولیا رے کاہے مارے نجریا

جو میں ہوتیوں بن کی کوئلیا — بن رے بن رہتیوں ہونا

مورا ہری جاتے اہریا تو سید سناؤتیوں ہونا

سانولیا کاہے مارے نجریا

جیسے دودھ میں پانی ملت ہے ویسے ملوں تورے ساتھ　　جیسے آکاس پر چڑیا اڑت ہے ویسے اڑوں تورے ساتھ

کاہے مارے نجریا سانولیا

مطلب ۔ میرے پریتم آنکھیں کیوں مارتے ہو۔ اگر میں جنگل کی کوئل ہوتی تو میں جنگل ہی میں رہتی اور جب میرے سرتاج جنگل میں شکار کھیلنے آتے تو میں ان کو اپنی آواز (گیت) سناتی۔ میرے پریتم تم آنکھیں کیوں مار رہے ہو،
جس طرح دودھ میں پانی مل جاتا ہے اسی طرح میں تم سے مل جانے کی خواہشمند ہوں۔ جس طرح چڑیاں آسمان پر اڑا کرتی ہیں اسی طرح میں بھی تمہارے ساتھ آزادی سے رہنا چاہتی ہوں، میرے پریتم تم آنکھیں کیوں مار رہے ہو،

۲ - ایک دن اوتو بھیا ہمرے دیوا ارے نا ۔ بھیا بہنی کا دیکھ سن جاتیو رے نا
تہرے دیوا بہتی ڈھاک ڈھنکلیا رے نا ۔ بہنی رہیا میں باگ بھگیا رے نا
ہتھوا میں لے لیتو ڈھال تلوریا رے نا بھیا کاے کرتے باگھ بھگنیا رے نا
اوت دیکھوں دور سے سپھیا رے نا ۔ راما ایک ہے گورا ایک سانورے نا
گورا تو مورے مائی کا پتوا رے نا ۔ راما سانورو نندجی کا بھیا رے نا
چمیا بیٹھی ہیں ساسو پڑھتیں رے نا ۔ ساسو کا رے بنائی جیونوا رے نا
کھٹلی بیہواری سسرلی کو دون رے نا ۔ بہواری میٹر مورے کا سگوا رے نا
اگیا لگاؤں ساسو سسرلی کو دیا آرے نا راما بجر پڑے موڑے کا سگوا رے نا
میدا چال چلی پچی پوائی رے تا بیہڑ را کھونٹ لائیں تھوا کے سگوا رے نا
بیہواری دیتھ ڈاری مونگیا کی دیہا رے نا بہواری موتی ساری جھنوا کا تھوا رے نا
سونے کی تھریا میں جیونا پروسیوں رے نا راما اوپر سے گھینا کے دھریا رے نا
راما جیویں بیٹھن سار بہنویا رے نا راما مسرڈ کا ڈھرے النوا رے نا
کی بھیا بجھے ہے مائی کلپوا رے نا بھیا کی رے یہو کی جڑ بولیا رے نا
ناہم بجھے بھائی مائی کلپونا رے نا بھائی ناہیں بہواری جڑ بولیا رے !
چیندا سورج ایسی بہنیں سنکلپوں رے نا ہائے ہائے جرجر بھتی ہے کوئلیا رے نا
بیٹھونہ مور بھیا مالن اوسروا رے نا بھیا مورا دکھ کہے مالن دھریا رے نا
کے من کوٹن بھیا کے من پیسون رے ! بھیا کے من سجاؤں رسوتیاں رے نا
ساس کھاپنچی بھر بسنا منجوائن رے نا ساسو پنیا پتال سے بھرادیں رے نا
سب کا کھواؤں بھیا سب کا پیاؤں رے نا بھیا نیچ جاتے پچھلی ٹکریا رے نا
بھیا اوہو منہ نندی کلیونا رے نا بھیا اوہ منہ گو روچر دیا رے نا
بھیا اوہ مان گگریا بلیتا رے نا بھیا اوہ مان دیورا کلیونا رے نا

پہردن میں بھیا مورسب کا اثر نوارسے نا — بھیا پھٹی گلی نگریا رے نا
بھیا اوہ مان نندی اوڑ ھنیا رسے نا — بھیا اوہ مان دیورا کچھو یا رے نا
لوہا جلے جیسے لوہرا د کنیا رسے نا — موری بھتی جرسے سسریا رے نا

٭

لے دکھ جن کہیو بھیا مائی کے اگوان رے نا — مائی چھتیا مارمر جیہے رے نا
لے دکھ جن کہیو بھیا بھوجی کے اگوان رے نا — بھوجی دوئی چار گھر کہ آ ہین رے نا
لے دکھ جن کہیو چاچی بھوجی کے اگوان رے نا — چاچی جھگرڈا لڑیا ٹھنیا دے ہیں رے نا
لے دکھ جن کہیو بابا بھوجی کے اگوان رے نا — سبھوسے بیٹھ بابا روہین رے نا
لے دکھ جن کہیو بہنی بھوجی کے اگوان رے نا — بہنی بلیا سن سسرے نہ جیہے رے نا
یہ دکھ کہیو بھیا اگوا کے اگوان رسے نا — بھیا جن موری کری اگریا رے نا
یہ دکھ کہیو بھنا اگوا کے اگوان رے نا — بھیا جن موری لگن بجا ریوے نا
یہ دکھ تم بھیا من ہی میں راکھیو رسے نا — بھیا کرم لکھا تس بھوگب رے نا
سب دکھ باندھ بھیا اپنی موٹر یارسے نا — بھیا ندیا بہادیو رسے نا

٭

سبھا میں بیٹھ بابا چیتوین رسے نا — لے ہوچوا آوے دھیوا ناہیں رسے نا
جیسے بابا اڑین جمنا رسے نا — بابا و سیسے رووئے موری بھینا رے نا
جانگھ تو رتھا پٹ بھیان گھن لاگے رے نا — بیٹیا اودت بہن چھوڑ آیو رسے نا
رام رسویاں دھتیا سے چیتوین رسے نا — لے ہوسیاں آئے نندی ناہیں رے نا
سیاں جینہو آئی جیو نوارسے نا — سیاں کہو نندی کو سلنیا رے نا
جیسے دھنیا! اوسے اونجریا رسے نا — دھنیا نیسے اولے مور بھتیا رے نا

مطلب - بہن سسرال میں ہے وہ اپنے میکے والوں کو یاد کرتی ہے اور بھائی کو سندیسہ بھیجتی ہے کہ بھیا ایک دفعہ تو میرے دیس میں آکر اپنی بہن کا دکھ سکھ کا حال سن جائے،

بھائی نے کہا۔ اے بہن! میں تمہارے دیس میں کیسے آؤں تمہارے دیس کی راہ میں تو ڈھاک کا جنگل ملتا ہے جہاں شیر ملتے ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ بہن کسی دور دراز گاؤں میں بیاہی گئی ہے۔)

آخر کار بھائی اپنی بہن سے ملنے کے لئے آتا ہے اسے دور سے آتا دیکھکر بہن اپنی ساس سے کہتی ہے، میں

دو آدمیوں کو آتے دیکھ رہی ہوں۔ ایک گورا ہے دوسرا سانولا۔ گورا رنگ والا تو میری ماں کا لخت جگر ہے۔ اور سانولا میری نند کا بھائی ہے (فرق واد طلب ہے)

بد مزاج ساس ماچی پر بیٹھی ہے، بہو نے ساس سے پوچھا، ان کے لئے کیا پکاؤں۔ ساس نے کہا۔ "کوٹھڑی میں سڑی ہوئی کودون ہے اور کھیت کی مینڈ پر "توڑے" کا ساگ ہے، بہو نے کہا "سڑی ہوئی کودون میں آگ لگے اور موڑے کے ساگ پر بجلی گرے،

بہو نے میدہ چھان کر پوری تلی اور بتھوا کا ساگ پکایا۔ مونگ کی دال پکائی اور باریک چاولوں کا بھات بنایا۔ سونے کی تھالی میں بھوجن پروسا اور اوپر سے گھی ڈال دیا (دیہاتی گیتوں میں سونے کی تھالی معمولی بات ہے)

سالے بہنوئی دونوں کھانا کھانے بیٹھے، کھانے میں سالے (بھائی) کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

بہنوئی (یعنی عورت کے شوہر) نے سالے (عورت کے بھائی) سے پوچھا کیا تم کو اپنی ماں کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا یاد آگیا۔ یا اپنی عورت کی پیاری میٹھی باتیں یاد آگئیں،

سالے نے کہا۔ نہ تو مجھے ماں کے ہاتھ کا کھانا اور نہ اپنی عورت کی میٹھی باتیں یاد آرہی ہیں میں نے تم کو چاند سورج کی سی سندر بہن دی تھی (لیکن افسوس تم نے اس کو اتنی تکلیف دی کہ دکھ اور رنج سے) جل بل کر وہ کوئلا یا کوئل ہوگئی ہے بہن نے کہا "بھیا ذرا چل کر مالن کے برآمدہ میں بیٹھو اس کی لڑکی (جو میرے حال سے خوب واقف ہے) تم سے میرا سب حال کہے گی۔ اے بھائی میں کے من کوٹتی ہوں۔ اور کے من پیستی ہوں اور کے من کھانا پکاتی ہوں سب حال معلوم ہوجائیگا میری ساس مجھ سے کھانچی بھر برتن منجھواتی ہے اور گھرے کنوئیں سے پانی بھرواتی ہے۔ سب کو کھلاتی پلاتی ہوں آخر میں جو روٹی کا ایک ٹکڑا باقی رہ جاتا ہے اس میں بھی نند کے لئے ناشتہ رکھنا پڑتا ہے۔ چرواہے کو دینا پڑتا ہے، کتے بلی کو دیا جاتا ہے، دیور کے لئے ناشتہ رکھا جاتا ہے۔ پہننے کا یہ حال ہے کہ سسرال والے جو کپڑا اتار دیتے ہیں ان سڑے گلے کپڑوں سے نند کی اوڑھنی اور دیور کا گنترا بنانے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ مجھے پہننے کو ملتا ہے۔

بھائی نے کہا " ہائے جس طرح لوہا لوہار کی دکان میں جلتا ہے اسی طرح میری بہن بھی سسرال میں دکھ کی آگ میں) جل رہی ہے"۔ بہن نے کہا "بھیا میرا یہ دکھ اماں کے سامنے نہ کہنا ورنہ رنج و غم کے مارے ان کی چھاتی پھٹ جائیگی بھیا میری یہ مصیبت بھری داستان بھاوج کو نہ سنانا ورنہ وہ اس کا ڈھنڈورہ گھر گھر پیٹ آئے گی۔ میری چچی سے بھی یہ حال نہ کہنا ورنہ وہ بات بات پر طعنہ مارے گی، دیکھو بھیا اس کی خبر میرے باپ کو بھی نہ ہو، ورنہ وہ گاؤں والوں کے سامنے بیٹھکر روئیں گے۔ بھیا میری دکھ بھری کتھا میری بہن کو بھی نہ سنا ورنہ ڈر کے مارے وہ سسرال نہ جائیگی، ہاں بھیا تم میرا یہ حال اس اگوا سے کہنا جس نے میری شادی یہاں کرائی۔ اس برہمن سے کہنا جس نے میری شادی

کی ساعت نکالی ریہ سب کچھ کہکر پھر بہن کہتی ہے کہ نہیں نہیں میرے بھیا تم میرا یہ حال کسی سے نہ کہنا، بلکہ میرے دکھوں کی گٹھڑی ندی میں ڈبو دینا۔

بھائی جب گھر واپس پہنچا تو باپ نے دیکھا کہ لڑکی ساتھ نہیں آئی اس نے بیٹے سے پوچھا بیٹی کیوں نہیں آئی، لڑکے نے جواب دیا پتا جی کیا کہوں جس طرح جمنا جوش پر آکر بہتی ہے اسی طرح میری بہن آپ کی یاد میں رو رہی ہے، باپ نے غصہ میں کہا بیٹا کیا تمہارے بازوؤں میں دم خم باقی نہیں رہا جو تم روتی ہوئی بہن کو چھوڑ آئے،

باورچی خانہ میں بیٹھی ہوئی بہو نے دیکھا کہ شوہر تو واپس آگیا لیکن نند نہیں آئی اس نے اپنے شوہر سے کہا آئیے کھانا کھا لیجئے۔ کہئے میری نند جی کا کیا حال ہے۔ بھائی نے کہا۔ پریتم پیاری! میری بہن چاند کی طرح عزت اور نیکی کے آسمان پر روشن ہے۔

یہ گیت طویل ہونے پر بھی نہایت درد انگیز ہے۔ گاؤں میں نہ معلوم کتنے گھروں کی عورتیں دکھ کی چتا میں جل رہی ہیں۔ اس گیت میں دو باتیں خاص طور سے غور طلب ہیں (۱) سسرال میں تکلیف اٹھا کر بھی نہیں چاہتی کہ میکے والوں کو خبر ہو (۲) بہن کے یہاں سے واپس آکر بھائی نے اپنی بیوی کے سامنے بہن کی تکلیف کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے برخلاف بہن کی تعریف کی،

یہ گیت کس نے بنایا۔ کیا کسی ردیف وقافیہ کے استاد یا کسی رئیس الشعراء نے؟ نہیں بلکہ یہ ایک رنج وغم کی حقیقت ہے، یہ قدرتی شاعری ہے، یہ مظلوم عورتوں کے دل سے خود بخود نکلنے والی آواز ہے جو پابند نے نہیں ہے۔ زمانے کی ستائی رسم ورواج کی ٹھکرائی۔ عورتوں کی جب کسی نے پکار نہ سنی تو دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے شاعری کی دیوی کو ان کے حال زار پر رحم آیا اور یہ گیت عالم وجود میں آ گئے۔ مگر آہ معلوم نہیں کتنے عرصہ سے عورتیں یہ گیت یا دکھ بھرے افسانے کھیتوں کھلیانوں گلی اور کوچوں میں سنا رہی ہیں۔ مگر ہمارے لیڈر، ہمارے ریفارمر اور ہمارے ناصح مشفق کان رکھتے ہوئے بھی ان گیتوں کو سننے کی تکلیف نہیں اٹھاتے، دیہاتی سدھار کے ٹھیکیداروں کے لئے خدا کرے یہ دیہاتی گیت مفید ثابت ہوں تعجب اور سخت تعجب تو یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں ہمارے محلہ میں ہمارے گاؤں اور ملک میں جب مظلوم عورتوں پر سماج کے جور وظلم ہو رہے تھے تو ہمارے شعراء زلف ورخ کے لئے ناگن اور گلاب کے پھول کی تشبیہ تلاش کرنے میں لگے ہوئے تھے یا آسمان کے تارے توڑ رہے تھے، ایسی حالت میں ان غریب دیہاتی عورتوں کے افسانے کون نظم کرتا، ان کے لئے تو مشاعرہ کی واہ واہ ہی معراج کمال تھی۔ شاعروں کی طرف سے مایوس ہوکر دیہاتی عورتوں نے اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اپنی بیتی خود ہی گیتوں میں کہہ ڈالی۔ اگر ان گیتوں میں کوئی مطلب کی بات ہے تو آپ انہیں باقاعدہ نظم کیجئے، اس سے ملک کی بہت بڑی خدمت ہوگی، ان دیہاتی گیتوں کی ناموزونیت پر اظہار نفرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیجیے اب ہنڈولے کے گیتوں کا لطف اٹھائیے،

برسات میں خاص کر ساون بھادوں کے مہینوں میں گاؤں گاؤں جھولے پڑ جاتے ہیں جن پر گاؤں کی بہو بیٹیاں جھولتی ہیں اور گیت گاتی ہیں۔ فاقہ زدہ ہوں۔ ساس اور شوہر کے ظلم و ستم ہوں مگر گیت کی دنیا میں وہ اپنا سب دکھ بھول جاتی ہیں اور آواز ملا کر گاتی ہیں،

دھیرے بہو ندیا تیں دھیرے بہو — میرا پیا را اترے گا پار تیں دھیرے بہو
کاہے کی توری نیاری کاہے کی پتوار — کیاں تورا نیا کھیویا۔ کے دھن اتروں پار۔ دھیرے بہو
دھرم میں بنی موری نیا رے ست کی لگی کر دار— سیاں مورا نیا کھیوے۔ ہم دھن اترب پار۔ دھیرے بہو

مطلب۔ عورت کہتی ہے اے ندی! تو آہستہ آہستہ بہہ! میرے شوہر کو پار اترنے دے،
ندی نے پوچھا۔ تیری ناؤ کس چیز سے بنی ہے۔ پتوار کس چیز کا ہے۔ اور تیری ناؤ کھینے والا کون ہے کون عورت پار اترے گی۔ عورت نے جواب دیا۔ میری ناؤ دھرم (مذہب) کی ہے جس میں صداقت کی پتوار لگی ہے اور میرا شوہر ناخدا ہے اور میں عورت ذات پار اتروں گی،

ٹوٹی مڑھیا بوندیا ٹپکے رے — کے سدھ لیوے ہمار رے
جٹھیا چھوائن اپنا بنگلہ رے دیوار چھوائن چوپال رے
ہمری منڈوا کیں چھوہین رے جیکر پیا پردیس رے — ٹوٹی مڑھیا " "

مطلب۔ (عورت) برسات کا موسم آگیا۔ میری جھونپڑی بوسیدہ ہے۔ بوند بوند پانی ٹپک رہا ہے (ہائے ایسی مصیبت میں) میری کون خبر لے گا۔ جیٹھ جی اپنا بنگلہ اور دیورا جی چوپال کی مرمت کرا رہے ہیں، ہائے میرا گھر کون چھوائے گا میرا (خبر لینے والا) پریتم تو پردیس میں ہے۔

گلیا کا گلیا پھرے منہروا — کے لیہن موتیا کا ہار — ہنڈولوا
موتیا کا ہار لیہن بھیا ہو۔ بھیا۔ جیکر بہنی دلاری — "
پاچھے لاگی ٹھنکن بہنی۔ رانی۔ ایک لڑ ہم ہون کو دیہو— مور برنا
ایک لڑ ٹوٹ ہیں سہیں موتی گرہیں۔ کل کر بہنی تو ن لیو۔ ہنڈولوا۔

مطلب۔ گلی گلی میں منہار پکارتا پھر رہا ہے۔ موتی کے ہار کون خریدے گا۔ (دلہن نے سنا تو کہا) موتی کا ہار تو میرے پیارے بھائی لیں گے جن کو اپنی بہن سے محبت ہے بھائی کے پیچھے بہن رانی ٹھنک رہی ہیں اے میرے بھیا مجھے بھی موتی کی ایک لڑی خرید دو، بھائی نے کہا ایک لڑی توڑنے میں سینکڑوں موتی ٹوٹ کر گریں گے۔ تو تم پورا ہار ہی لے لو، بھائیوں کے سامنے بہنیں ہمیشہ ہاتھ پھیلائے رہتی ہیں کہ کچھ ملے۔ یہ گیت بھی کسی بہن کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے بہن رانی ٹھنک ہی ہی اس گیت کی جان ہے۔

(باقی آئندہ)

عجیب و غریب عورتیں

(۱) **نصف مرد نصف عورت** تصویر میں جو حصہ بھاری ہے وہ مرد کا ہے جو حصہ دبلا ہے وہ عورت کا ہے ۱۹۳۱ء میں پیرس (فرانس) گئی تھی اس عورت کو میں نے خود دیکھا تھا وہ امریکن ہے وہاں کا قانون ہے جو بچہ اس قسم کا پیدا ہو وہ فوراً ختم کر دیا جائے جب یہ پیدا ہوئی تو ہدیٰ ڈاکٹر نے چاہا کہ اس کو بھی ختم کر دیا جائے لیکن اسکی والدہ ہوشیار رہتی اس نے فوراً اس سے چھین لیا اس کا بہت مقدمہ بازی ہوئی اسکی ماں یہ کہکر خاموش ہوگئی کہ مجھکو یہ نسبت اور ماؤں کے محبت زیادہ بہت تھی۔ گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ ماں سے لے لیجائے جبکہ وہ دو برس کی تھی۔ گورنمنٹ نے اس کو پرورش کرنا شروع کیا اب وہ نمائش گاہ میں جانے لگی اسکی وجہ سے بہت آمدنی ہوتی ہے اس کا کام یہ ہے کہ ایسا لباس پہنے جس کے چند بٹن کھول دینے سے ننگی ہو جائے اب وہ جوان ہے اپنی اس بے عزتی کی وجہ سے اپنی زندگی کو وبال جان خیال کرتی ہے جس وقت میں نے اسکو دیکھا تھا وہ لونا پارک پیرس میں تھی یہ وہ مقام ہے جہاں سینکڑوں کھیل تماشے ہوتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ نصف مرد اور نصف عورت ہے

(۲) **چار فٹ لمبی گردن کی عورت** پیرس میں لونا پارک ایک عجائب خانہ ہے یہ بھی اسی میں ہے یہ ایک بنچ پر کھڑی ہے اس کی گردن بہت اونچی تپائی پر رکھی ہوئی ہے گردن ساڑھے چار فٹ کی ہے اگر اس کو کوئی چھیڑ دیتا ہے تو وہ بہت ہی زور سے غلغلاہٹ کیساتھ چیختی ہے شاید اسکی گردن میں تکلیف ہوتی ہے اگر روٹی وغیرہ دیجائے تو کھا لیتی ہے لوگ اسکو اصلی بتلاتے ہیں کہ انسان ہے میرا بھی خیال ہے کہ وہ حرکتیں بھی انسانوں کی سی کرتی ہے،

(۳) **بہت موٹی عورت** لندن کی ہے اس کا وزن پانچ من ۲۵ سیر ہے اس کا موٹاپا بیماری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تندرستی کیساتھ ہے لیکن اس کو چلنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

مسز حمید لکھنؤ۔

جدائی آہ جدائی

زندگی کے ہر دورِ عمر کی ہر منزل میں تم نے کتنے سفر کئے میری جان! جب میں بالکل بے دست و پا تھی اسوقت تم نے مجھے سینے سے لگائے ہوئے سفر کئے۔ جب بچپن کے شیریں خیال میں محو تھی تب تم نے سفر کئے۔ جب میں نے جوانی کے پر فریب دور میں قدم رکھا تب بھی تم مجھ سے جدا ہو کر کوسوں دور گئیں، جب کبھی تم مجھ سے جدا ہوئیں، مجھے گلے لگاتیں پیار کرتیں سینے سے چپٹاتیں۔ میں مثل ننھے بچے کے تمہارا پیارا چہرہ تکنے لگتی۔ میرا دل پر سرور امیدوں "لطیف ارمانوں سے پر ہو جاتا۔ مجھے تمہاری جدائی میں بھی ایک لطیف تسکین محسوس ہوتی تھی، کہ واپس آؤ گی مجھے سینے سے لگاؤ گی۔ پیار کرو گی میں اور تم ساری دنیا سے بے خبر ایک دوسرے کی محبت میں کھوئی جائیں گی، آہ ابکے تم نے کونسے سفر کی تیاری کی ہے۔ سفید برقع میں ہمیشہ تم کتنی پیاری معلوم ہوتی تھیں آج بھی تم نے سفید برقع پہنا ہے مگر آج تو تم معمول سے کبھی زیادہ خوبصورت نظر آتی ہو، تمہارا چہرہ کس قدر نورانی ہے کس قدر متبسم کیا اس سفر سے تم اس قدر مسرور ہو اس قدر خوش۔ مگر عادت کے خلاف اتنی خاموش کیوں ہو، تمہارے سکوت سے میرا سینہ پھٹا جا رہا ہے لو آج میں تمہیں گلے لگاتی ہوں تمہاری پیشانی تمہارے سرد ہونٹ چومتی ہوں میری آنکھیں جل رہی ہیں تمام جسم لرز رہا ہے آہ تم میری اضطراری حرکتوں سے کس قدر بے خبر ہو،

میں تمہارے قدموں کو آنکھوں سے لگاتی ہوں سینے سے چپٹاتی ہوں اٹھو میری پیاری ماں اٹھو اپنی حسرت نصیب بیٹی کو اسی شیریں لہجہ میں مہر کہہ کر بلا لو، تم کبھی میری آنکھ میں آنسو نہ دیکھ سکتی تھیں، پر آج کیا ہوا۔ ہائے آنسوؤں سے میرا رومال تر ہو گیا اور تمہیں کچھ خبر نہیں کیا تم اس سفر سے نہ رک جاؤ گی)، آہ میری کھوئی ہوئی زندگی،

آہ میری ماں ایک صرف ایک دفعہ آجاؤ پھر دیکھو گی تمہاری جدائی نے میرا کیا حال کر دیا ہے میں دل کو تسکین دیتی ہوں تم آؤ گی ضرور آؤ گی

مہرالنساء

صف دو صف عورت

THE "ISMAT" DELHI.

Annual Number 1934.

بہار کا زلزلہ

بیگم صاحبہ نواب سید محمد مہدی باون ہال پٹنہ کا مکان زلزلہ کے بعد

بہار کا زلزلہ مونگیر کا گھنٹہ گھر جو ستر فٹ بلند تھا

عیدگاہ کا منظر بعد نماز عید الفطر
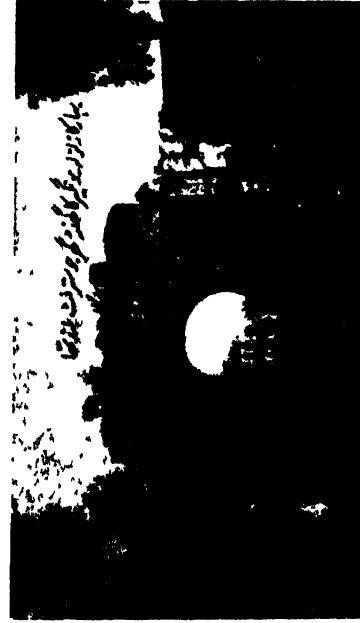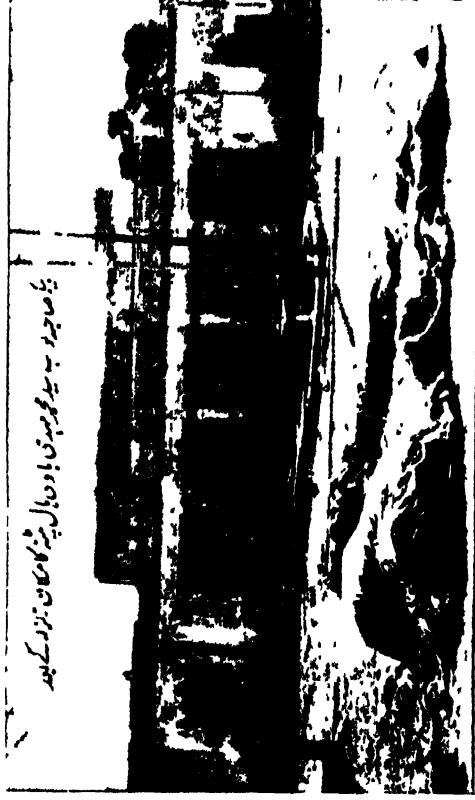
انگریزی طریقے سے نام لکھنا

(از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردیہ بی اے (آنرس))

آجکل انگریزی طریقہ سے نام لکھنے کا رواج بہت ترقی پر ہے۔ مغرب کی تقلید کرنے والی بہنیں انگریزی طریقے سے نام لکھکر یہ ظاہر کرنا چاہتی ہیں کہ مغربی تہذیب و معاشرت سے وہ خوب واقف ہیں۔ لیکن افسوس وہ لکھنے میں ایسی شدید غلطیاں کرتی ہیں کہ انکی لیاقت کی بجائے انکی جہالت اور معلومات کی کمی کا اظہار ہوتا ہے۔ اگرچہ لکھنے والیاں یہ خیال کرتی ہیں کہ لوگ انھیں فیشن ایبل سمجھکر انکی عزت کرینگے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے وہ مغرب پرست اور چھچھوری سمجھی جاتی ہیں۔ جب یہ خواتین انگریزیت کی اس قدر دلدادہ ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کیوں انگریزی ایٹی کیٹ سے پوری واقفیت حاصل نہیں کرتیں؟

نام لکھنے میں غلطیاں اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ انگریز جن کی ہم بات بات میں نقالی کرتے ہیں ان کے نام ہمارے ناموں سے مختلف وضع کے ہوتے ہیں۔ مرد ہو یا عورت ہر انگریز کے دو نام ہوتے ہیں ایک "کرسچن نیم" یعنی عیسائیت کا یا پہلا نام اور دوسرا "سرنیم" یعنی خاندانی نام ہمارے ہاں ابھی تک عام طور پر سرنیم کا دستور نہیں ہے اور اسی وجہ سے مس۔ و مسز لکھنے والی خواتین شدید غلطیاں کرتی ہیں۔

صحیح انگریزی طریقہ یہ ہے۔ کہ مسز یا مس خود نہیں لکھتے۔ مس اور مسز کا اظہار صرف اس صورت میں کیا جاتا ہے جبکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ لکھنے والیاں کنواری ہیں یا بیاہی۔

فرض کیجے دو انگریز بہن بھائی ہیں ان کے نام مارگریٹ میچل اور ہنری میچل ہیں۔ خاندانی نام دونو کے ایک ہیں صرف عیسائیت کے یا پہلے ناموں میں فرق ہے خاندانی نام میں تذکیر تانیث کا فرق نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ چند خاندانی نام مخصوص طور پہ عورتوں ہی کے ہوں اور چند صرف مردوں کے البتہ عیسائیت کے نام میں یہ تخصیص ہے جیسے اپنے یہاں رقیہ جہاں آرا محمودہ نعیمہ عورتوں کے نام ہیں اور احمد۔ اصغر۔ الطاف وغیرہ مردوں کے اسی طرح اُن کے یہاں مارگریٹ میری۔ جون۔ ایلن۔ عورتوں کے نام ہیں۔ ہنری۔ جان۔ جیمس وغیرہ۔ مردوں کے لیکن "سرنیم" میں تخصیص نہیں ہے میچل گارڈن۔ ینگ وغیرہ یہ نام عورت مرد دونو کے ہوتے ہیں۔

اب لکھنے کا یہ قاعدہ ہے کہ ہر عورت مرد خط یا مضمون کے اخیر میں صرف اپنے دونو نام لکھ دیتے ہیں یا پہلے نام کا حرف بنایا اور دوسرا نام لکھ دیا جیسے مارگریٹ میچل یا ایم میچل۔ اب دوسرے جب اسکو خطاب کریں گے تو

اگر وہ عزیز یا نہایت ہی بے تکلف دوست ہیں تو مارگرٹ کہیں گے ورنہ مس ہیچل کہیں گے اگر اس لڑکی کی شادی جان ٹائی سن سے ہوجائے تو اب اسکا نام بجائے مارگرٹ ہیچل کے مارگرٹ ٹائی سن ہوجائے گا۔ یعنی اپنے خاندانی نام کو چھوڑ کر وہ شوہر کا خاندانی نام اختیار کرے گی اور مس ہیچل کے بدلے مسز ٹائی سن کہی جائے گی لیکن وہ خود جس طرح پہلے مس نہیں لکھتی تھی اسی طرح اب بھی مسز نہیں لکھے گی۔ مارگرٹ ہیچل کے بدلے مارگرٹ ٹائی سن لکھے گی۔ اب یہ تو ظاہر ہوگیا کہ مس اور مسز اعزازی الفاظ ہیں اور خود ان کا لکھنا ایسا ہی مضحکہ خیز ہے جیسے اُردو میں کوئی اپنے نام کے ساتھ جناب یا صاحبہ لکھے۔

اپنے کو مس اور مسز کہنا صرف اس وقت جائز ہے جب کسی کو اپنا پتہ بتانا ہو جیسے فون پر کسی نے پوچھا "کیا آپ مسز علی ہیں" تو آپ یہ کہہ سکتی ہیں "نہیں میں مسز اصغر ہوں"۔ یا کوئی کتاب منگوانی ہے تو آپ اپنے پتہ میں خود کو مسز لکھ سکتی ہیں گرچہ اس میں بھی بعض دفعہ اتنی رعایت کرتے ہیں کہ اپنا نام لکھا اور پھر بریکٹ میں مس یا مسز لکھ دیا جیسے (ایم۔ ہیچل (مس)

اب مس اور مسز لکھنے میں ایک غلطی تو یہ ہوئی کہ خود ہی اعزازی الفاظ لکھے۔ دوسری غلطی اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ وہ یہ ہے کہ خواتین اپنے والد یا شوہر کے نام سے پہلے مس یا مسز لکھ کر انکی ڈگریاں اور عہدے لکھتی ہیں جیسے مس اشفاق علی بی۔ اے۔ یا مسز انور احمد ڈپٹی کلکٹر۔ شاید یوں سمجھتی ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اشفاق علی بی۔ اے۔ کی لڑکی یا انور احمد ڈپٹی کلکٹر کی بیوی کیونکہ اپنے یہاں بنت یا اہلیہ لکھو تو یہی مطلب ہوتا ہے مگر انگریزی اصول سے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اشفاق علی کی لڑکی خود بی۔ اے یا انور احمد کی بیوی خود ڈپٹی کلکٹر ہے۔ کیونکہ مس اور مسز کے معنی بیوی اور لڑکی کے ہم معنی تھوڑی ہی ہیں یہ تو کنواری اور بیاہی عورت کے اعزازی القاب ہیں جو اس کے "سر نیم" کے ساتھ استعمال کیئے جاتے ہیں اور اس سے مراد خود اس عورت کی شخصیت ہوتی ہے اس لیئے اس کے ساتھ جو ڈگریاں اور عہدے لکھے جائیں گے اس کی حامل وہ عورت خود سمجھی جائے گی۔

تیسری غلطی (اور یہ زیادہ تر کنواری لڑکیاں کرتی ہیں) یہ ہے کہ اپنے ذاتی نام کے ساتھ مس لکھتی ہیں مثلاً مس زبیدہ خانم یا مس بلقیس بیگم یہ اُردو اور انگریزی القاب کا ملا جلا کر لکھنا اور پھر اپنے نام کے ساتھ مس لکھنا بہت ہی مضحکہ خیز ہے۔

اگر سچ پوچھا جائے تو چونکہ ہم میں سر نیم ہے ہی نہیں اس لیئے ہمیں مس۔ اور مسز کا استعمال کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ مگر چونکہ اسکا شوق اور رواج بڑھتا جاتا ہے اس لیئے انگریزی قاعدے سمجھکر اپنے ناموں کے ساتھ اس طرح استعمال کرنا چاہیئے کہ وہ انگریزی اصول کے موافق ہوں۔ کیونکہ اگر تقلید کرنی ہے تو صحیح طور سے کرنی چاہیئے ورنہ احتراز بہت بہتر ہے۔

ہمارے یہاں سرنیم تو نہیں ہے پر نام کے دو لفظ ہوتے ہیں۔ لڑکیوں کو چاہیئے کہ اپنا نام لکھیں تو ذاتی نام اور باپکے نام کا دوسرا حصہ لکھیں جیسے اگر کسی کے والد کا نام اشفاق علی اور انکی لڑکی کا نام رضیہ ہے تو وہ اپنے کو رضیہ علی لکھے تو ٹھیک ہو گا۔ پھر اگر اسی لڑکی کی شادی انور احمد سے ہو جائے تو اسے رضیہ علی کے بدلے اب رضیہ احمد لکھنا چاہیئے مگر اس کے ساتھ باپ کی ڈگری یا شوہر کا عہدہ ہرگز نہ لکھنا چاہیئے کیونکہ انگریزی اُصول کے مطابق رضیہ احمد سے اس کی اپنی شخصیت اسی طرح مراد ہے جیسے اگر وہ اُردو طریقہ سے اپنا نام رضیہ بیگم لکھتی تو اس سے مقصود اس کی اپنی ذات ہوتی۔ اس لیئے جو کچھ ڈگری یا عہدہ وہ اس طرح سے نام کے آگے لکھے گی وہ اسی کا سمجھا جائے گا۔

مگر اس طرح سے "سرنیم" بنانے میں ذرا سمجھ سے کام لینا چاہیئے کہیں انگریزی تقلید میں اُردو نقطۂ نظر سے مضحکہ خیز نہ ہو جائے مثلاً اگر والد کا نام عطاء اللہ ہو اور اپنا نام زہرہ تو خود کو "زہرہ اللہ" لکھنا انگریزی طریقہ سے تو صحیح ہو گا لیکن اُردو داں پبلک کو گراں گذرے گا۔ بعض نام لڑکیوں کے بھی ہوتے ہیں لڑکوں کے بھی جیسے خورشید۔ قمر۔ اختر۔ مگر جہاں بانو کے اضافہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ لڑکی کا نام ہے۔ یا اب فرض کیجے دو لڑکیوں کے اسلامی نام ہیں۔ اختر جہاں اور انور بانو اور ان کے والد کے نام ہیں سید حسن اور عزیز الرحمٰن اب اگر یہ لڑکیاں انگریزی قاعدے کی تقلید میں اختر حسن یا انور رحمن لکھنے لگیں تو پڑھنے والے کو یہ دھوکا ہو گا کہ کسی مرد کا نام ہے۔

ایسی صورتوں میں نام کو اس طرح لکھنا چاہیئے جس سے مطلب واضح ہو اور مضحکہ خیز نہ ہو جیسے زہرہ عطاء اللہ یا انور آرا رحمن یہ سرنیم" کا فایدہ اگر ہے تو یہ کہ خاندان کے مختلف افراد آسانی سے پہچان لیئے جاتے ہیں جیسے ہنری میچل کے کسی دوست کی بہن اگر کبھی مارگرٹ میچل سے ملے گی تو اسکو پہچاننے میں آسانی ہوگی کہ یہ اسی خاندان کی ہوں گی جس خاندان کے ایک شخص کو میرے بھائی جانتے ہیں اگرچہ ایک خاندانی نام کئی مختلف خاندانوں کے ہونے کی وجہ سے شناخت اتنی آسان نہیں ہے۔ تاہم جن بہنوں کو انگریزی طریقہ سے نام لکھنے کا شوق ہے بہتر ہو کہ وہ اپنے خاندان کے مردوں سے صلاح کر کے ایک نام کو اتفاق رائے سے "سرنیم" قرار دے لیں۔ اور پھر اس نام کو اس خاندان کے لڑکے لڑکیاں "سرنیم" کے طور پر استعمال کریں۔ ہمارے یہاں عام دستور ہے کہ لڑکے کا نام باپ کے نام کے ہموزن ہوتا ہے جیسے انور احمد کے لڑکے کا نام اختر احمد یا عطاء اللہ کے لڑکے کا نام ضیاء اللہ بعض دفعہ نام کے پہلے حصہ میں ہموزنی کا خیال کیا جاتا ہے جیسے اشفاق۔ مشتاق۔ انور۔ صفدر علی احمد۔ علی اشرف۔ ابو سعید۔ ابو رشید۔ یا بعض دفعہ باپ کے نام پر نہیں بلکہ ماموں یا نانا کے نام پر بچے کا نام رکھا جاتا ہے جیسے باپ کے نام کا آخری حصہ احمدؐ ہے اور نانا کا حق تو بچے کے نام کا آخری حصہ بھی حق ہوگا۔

لیکن انگریزی طریقہ سے نام لکھنے کے شوق میں اُردو ناموں کی خوبصورتی جاتی رہے گی اور نام رکھنے کا دائرہ بھی محدود ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اپنے ناموں کو اس طرح توڑ مروڑ کر مغربی سانچے میں ڈھال کر ہم اپنی انتہائی مغرب پرستی اور غلامی کا اظہار کرینگے۔ تاہم یہ یکسوئی ان مضحکہ خیز دورنگی پن سے بہتر ہوگی جو اب رائج ہے یعنی ہندوستانی طریقہ کے رکھے ہوئے ناموں کو انگریزی القاب و طریقہ سے استعمال کیا جاتا ہے جو مغربیت اور بھونڈے پن دونو کا مظہر ہوتا ہے۔ نام انگریزی طریقہ کا ہوگا تو بھونڈا پن تو جاتا رہے گا گو مغربیت ضرور رہے گی۔

نام کے متعلق چند اور باتیں بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں دعوتی رقعوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ "مسٹر اور مسز فلاں مسٹر اور مسز فلاں کے دعوت کو شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہیں" یعنی خود کو تھرڈ پرسن Third person میں لکھا جاتا ہے چھپے ہوئے دعوتی رقعوں پر بھی اپنے کو مسٹر اور مسز لکھا جاتا ہے یعنی "مسٹر و مسز فلاں مسٹر و مسز فلاں کو چاء پر مدعو کرتے ہیں۔ وزیٹنگ کارڈ میں اور "ناٹ ایٹ ہوم" کے کس پر ہمیشہ اپنے کو مسز لکھنا چاہیئے اور خاوند کے Christian یعنی نام کے حرف کے ساتھ مثلاً انور احمد کی بیوی رضیہ کو اپنے وزیٹنگ کارڈ پر مسز اے۔ احمدؔ لکھوانا چاہیئے مسز آر۔ احمدؔ نہیں۔ انکے نام کے خط پر بھی خط لکھنے والے کو مسز اے۔ احمد لکھنا چاہیئے۔ ہاں اگر وہ کسی کانفرنس یا ایسوسی ایشن کی سکریٹری ہے تو اس حالت میں وہ مسز رضیہ احمدؔ کہلائے گی یعنی ایسے موقعوں پر وہ ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اور شوہر کی بیوی ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ بطور خود ایک شخصیت رکھتی ہے۔

لیکن سوائے ان مخصوص موقعوں کے خود کو مسز یا مس لکھنا شدید غلطی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۸۸) علم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے ہیں عورتوں میں اخبار بینی اور کتب بینی کا شوق بہت عام ہے اکثر دیکھا ہے کہ دوپہر کے وقت جب مرد اپنے کام پر چلے جاتے ہیں اور عورتیں مکان کی صفائی اور کھانا پکانے سے فارغ ہو کر یکجا بل بیٹھتی ہیں تو ان میں سے ایک کوئی کتاب یا اخبار بہ آواز بلند پڑھتی ہے اور دوسری عورتیں سینے پرونے یا کسی قسم کی دستکاری میں بھی مشغول رہتی ہیں اور شوق سے کتاب سنتی رہتی ہیں کبھی کبھی رات کو بھی ایسی ہی محفل جمتی ہے اور واقعی بڑی پُرلطف ہوتی ہے۔

مسز فضلی

نذرِ عقیدت

بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کجا یہ کلک بے مایہ، کجا توصیفِ سلطانی ؟ — کجا لب ہائے عاجز تر کجا شوقِ ثنا خوانی
کجا انگشت ناچیزہ، کجا مہر سلیمانی — کجا پنہاں؟ کجا وصفِ حبیبِ پاک یزدانی
مگر اک شوق بے پایاں ہے مضطر دل کے پردوں میں — کہ بابرکت ہو ذکرِ خیر سے یہ بزمِ نسوانی
تصور ہو کیف نشۂ حسنِ تخیل سے — جمال روئے انور سے ہو چشمِ شوق نورانی
دلِ تاریک میں جلوہ ہو حسنِ شاہِ والا کا — نظر ہو محوِ نظارہ، ہو ایسا جذبِ روحانی
وہی در ہو وہی ہو آستانِ اقدس و اطہر — جبینِ شوق میں میری، ہو سجدوں کی فراوانی
وہی روئے منور ہو وہی نظارۂ رنگیں — نظر میں کھنچ کے آ جائیں مرے جذباتِ پنہانی
تحرک ہو نہ مژگاں میں نہ جنبش ہو نگاہوں میں — بڑھے ایسی مرے جذبِ تخیل کی فراوانی
معطر ہو مشامِ روح بوئے زلفِ عنبر سے — خمارِ چشمِ شہلا سے نظر میں کیف سامانی
تلاطم اس طرح بحرِ خلوص و صدق میں آئے — بہا دے ما سوا کی ہر رُکاوٹ کو یہ طغیانی
دلوں میں جذبۂ شوق و ارادت کا تموج ہو — بصد کیف مسرت ہو لبوں سے نغمہ افشانی
"سلام اے جلوۂ خالق، سلام اے نور یزدانی — سلام اے سرورِ کونین شمعِ بزمِ ایمانی
سلام اے رحمۃ اللعالمین، اے ہادیٔ برحق — سلام اے رہنما، پشت پناہِ نوعِ انسانی
سلام اے سیدِ عالم، سلام اے سرورِ اکرم — سلام اے نازشِ شاہاں و فخرِ بزمِ شاہانی
سلام اے تاجدارِ انبیا اے مرسلِ اعظم — تو ہی خیر البشر ہے اور حبیبِ خاصِ ربانی
بنائے قصرِ ہستی ہے سبب تخلیقِ عالم کا — ہوئی قائم تری تنویر سے یہ بزمِ امکانی
مہ و خورشید کسبِ نور کرتے ہیں تری ضو سے — ہوئی حاصل ترے جلووں سے انجم کو درخشانی
شمیم روح افزا نے گلوں کو عطریت بخشی — خمارِ چشم سے نرگس نے پائی کیف سامانی
ہوئی تخلیق رنگ و بو کی عکسِ روئے رنگیں سے — تبسم نے عطا کی دیدۂ انسان کو تابانی
چمک ذروں میں تیرے نور کی تابش فروزاں ہے — ترے پرتو نے ہر قطرہ میں کی تنویر افشانی

ترے لطف و عطا بیحد ترے الطاف بے پایاں
ترے اکرام بے ہمتا ترے افضال لاثانی

یہ سر اُٹھ ہی نہیں سکتے ہیں تیرے بار احسان سے
ادا کر ہی نہیں سکتا تشکر نطق انسانی

مٹایا تو نے نقشہ کفر و ظلمت کا زمانہ سے
عجب سنگیں پھر رکھی بنائے قصر ایمانی

رحیم و دادرس ایسا، کریم و مہرباں اتنا
زمانہ نے دکھایا ہی نہیں اب تک ترا ثانی

رفیق و مونس و ہمدم، عدیم المثل عالم میں
کہ حاضر دوست و دشمن کے لیے تھی سعئ امکانی

شفائے دردمنداں ہے دوائے مستمنداں ہے
مسیحائے دو عالم ہے سکونِ قلب انسانی

شفیع المذنبیں اور دستگیر اُمت عاصی
قسیم حوض کوثر مالکِ بستان رضوانی

عقیدت کیش حاضر ہیں حضور پاک حضرتؐ میں
کہ ہو مبذول اس جانب بھی تیری چشم نورانی

قبولِ خاطر والا یہ گلہائے عقیدت ہوں
یہ نغمات ارادت ہوں نہ بار گوشِ سلطانی

تبسم اُس لب یاقوت منظر پر ہویدا ہو
کھلے وہ سلک دنداں جس پہ قرباں دُرِ عمانی

مگر کافی ہے تسکیں کے لئے صدق ارادت ہی
اگرچہ نظم بے مایہ نہیں شایان سلطانی

کریں حاضر گل اوراد اہل بزم خدمت میں
لب پنہاں سے بھی پیہم ہو اب صلوٰۃ افشانی

رابعہ پنہاں

جاپان میں عورتوں کی تعلیم

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان میں عورتوں کی تعلیم اسی زمانے سے شروع ہوئی جب سے مردوں کی تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ آٹھویں صدی عیسوی میں جو جاپانی تہذیب کا ابتدائی زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ بیشمار ایسی مثالیں ملتی ہیں، کہ جاپانی خواتین نے علم ادب کے میدان میں بڑی زبردست شہرت حاصل کی تھی۔ بعض تاریخ نویسوں نے اسی لئے اس زمانے کو نسوانی دور کا لقب دیا ہے۔ یہ بھی کس قدر عجیب بات ہے کہ جاپان میں تہذیب و شائستگی کی ابتدا بدھ مذہب کے اثر سے ہوئی اور بدھ مذہب نے عورتوں کو شیطان کا درجہ دیا ہے علمی ترقی تو بڑی چیز ہے۔ اس لحاظ سے ایسے ناموافق حالات میں عورتوں کی تعلیم ہی مشکل تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا ادب لطیف اور شاعری میں حصہ لینا اور کمال حاصل کرنا ملکی آب و ہوا کا نتیجہ تھا کسی خارجی اثر کا نہیں۔

اس مختصر مضمون میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن تاریخ ادب پر سرسری نظر ڈالیں تو ہر زمانے میں خواتین کے نام آسمانِ ادب پر تاروں کی طرح جگمگاتے نظر آئیں گے قدیم لٹریچر میں مشہور شاعرہ، اوتونوکماچی کا کلام جاپانیوں میں الہام کا درجہ رکھتا ہے۔

سیبی ٹے شناگوں مصنفہ کٹورہ نوسوسی (عالمِ خواب میں) اور موراساکی نوشیکی بو مصنف گین جی موتوگیتاری بارہویں صدی تک اپنا بدل نہیں رکھتیں اور ان کی ادبی تصانیف نہ صرف جاپان میں شہرت رکھتی ہیں بلکہ یورپین نقاد اور مبصر بھی اُنکی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ان چند مثالوں سے یہ پُوری طرح واضح ہوجاتا ہے کہ قدیم ترین زمانے سے عورتوں میں تعلیم کا چرچا بھی تھا۔ اور ان کو سوسائٹی کی طرف سے اس بات کی اجازت حاصل تھی کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار پبلک کے سامنے پیش کرسکیں۔

سنہ ۱۸۶۸ء سے جاپان کا نیا دور شروع ہوا۔ اور سنہ ۱۸۷۲ء میں جبریہ تعلیم کا قانون نافذ ہوگیا۔ جس کے مطابق چھ سال سے چودہ سال تک کی عمر میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں کے لئے تعلیم حاصل کرنے کے لئے سرکاری مدرسوں میں داخل ہونا لازمی ہوگیا۔ گذشتہ ساٹھ برس سے اس قانون پر لفظ بلفظ عمل ہو رہا ہے۔ آجکل جاپان میں ساڑھے چھ کروڑ کی مجموعی آبادی ہے اِن میں سے ایک کروڑ بچے اور بچیاں صرف پرائمری مدرسوں میں تعلیم پاتی ہیں لڑکے اور لڑکیاں دو تو ساتھ ساتھ ایک ہی مدرسے میں پڑھتے ہیں اور پڑھانے والی بھی استانیاں ہوتی ہیں۔ پرائمری مدرسوں میں لڑکے لڑکیوں کی تعداد تقریباً لڑکوں کے برابر ہوتی ہے اور اُستانیوں کی تعداد استادوں سے زیادہ آجکل جاپان میں

کنڈرگارٹن کے مدرسے. چارسال سے چھ سال کی عمر تک کے بچوں اور بچیوں کے لیئے بڑی کثرت سے موجود ہیں خاصکر بڑے بڑے شہروں میں تو محلے محلے میں قایم ہو گئے ہیں مجھے ان میں سے بعض کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جس محبت اور شفقت سے اُستانیاں بچوں کی غور پرداخت کرتی ہیں اسکو دیکھکر اس بات پر ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا کہ ننھے ننھے بچے اور بچیاں بہت ہنسی خوشی مدرسے میں رہتے ہیں اور ان پر کبھی سختی یا تنبیہ کرنے کی نوبت نہیں آتی۔ کنڈرگارٹن میں لکھنے پڑھنے پر اتنا زور نہیں دیا جاتا۔ جتنا جسمانی نشو و نما اور حواس کی تربیت پر۔ یہ مقصد مختلف کھیلوں کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے جاپان میں جس قدر عمدہ کنڈرگارٹن کی کتابیں بچوں کے لئے عام طور پر بازار میں ملتی ہیں ان کو دیکھکر یہ تمنا پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہمارے ملک کے بچوں اور بچیوں کے لئے بھی ایسی چیزیں مہیا ہوں عموماً ایک کتاب میں چوبیس صفحے ہوتے ہیں کاغذ نہایت دبیز اور مضبوط رنگین ہوتا ہے ہر صفحہ پر ایک یا دو نہایت خوشنما اور رنگین مگر سادہ تصویر ہوتی ہے اور جلی قلم سے جس چیز کی تصویر ہوتی ہے اسکا نام لکھا ہوتا ہے۔ یا اس کی کوئی صنعت بیان کی جاتی ہے یا یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ کیا کرتی ہے ان تصویروں کو دیکھتے دیکھتے بچوں میں لفظ شناسی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح گنتی سکھانے کے لئے بہت دلچسپ کھیل کھلائے جاتے ہیں یا گیتوں کے ذریعے گنتی سکھائی جاتی ہے۔ پرائمری اسکول کا کورس چھ سال کا ہے اس میں لکھنا پڑھنا حساب ڈرائنگ سکھائی جاتی ہے مگر لڑکیوں کے لئے کھانا پکانا سینا پرونا گانا بجانا اور چائے نوشی کے مراسم اور آرائش گل کے طریقے سکھائے جاتے ہیں عموماً پرائمری کی تعلیم ختم کر کے لڑکیاں مدرسے جانا چھوڑ دیتی ہیں۔ اور یا تو کسی کارخانے میں کوئی دستکاری سیکھتی ہیں یا ملازمت اختیار کر کے ان چیزوں کی مشق کرتی ہیں جو انہوں نے مدرسے میں حاصل کی ہیں نسبتاً لڑکیوں کی تھوڑی تعداد ہائی سکول میں جاتی ہے اس منزل پر لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے علیحدہ مدرسے ہیں۔ لڑکیوں کی ثانوی تعلیم کا مقصد وزیر تعلیم نے اپنی رپورٹ میں یہ بتایا ہے۔ کہ جوان لڑکیاں نیک چلن فرمانبردار اور خوش سلیقہ بیویاں اور ایسی مائیں بنیں جو اپنی اولاد کی تربیت اچھی طرح کر سکیں اس مقصد کے مطابق ہائی سکول میں علاوہ اعلیٰ ذہنی تعلیم کی لڑکیوں کو اُصولِ خانہ داری مثلاً حفظانِ صحت پیدایش و تربیتِ اطفال مہمان نوازی کے طریقے مکانوں کی آرائش دیگر اُمورِ خانہ داری کے متعلق ایک مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔

یہ چارسال کا کورس ہوتا ہے اس کو پاس کرنے کے بعد بہت ہی تھوڑی لڑکیاں یونیورسٹی کی تعلیم پاتی ہیں لڑکوں کی یونیورسٹیوں میں بھی لڑکیاں تعلیم پا سکتی ہیں۔ مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا تو کیو میں عورتوں کی ایک علیحدہ یونیورسٹی قائم ہے ہر سال کئی سو خواتین گریجویٹ ہو کر نکلتی ہیں ہر سال حکومت کچھ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو وظائف دیکر غیر ممالک میں تحصیل علم کے لئے بھیجتی ہے مگر ان کے علاوہ لوگ اپنے خرچ پر اپنی لڑکیوں کو غیر ممالک میں

(بقیہ صفحہ ۹۴ پر دیکھئے)

لیڈی ڈاکٹر

(از محمد احمد صاحب سبزواری بھوپال)

(۱)

سید حسن آگرہ کے ایک معمولی ٹھیکیدار تھے ان کی بیوی کا ایک زمانہ ہوئے انتقال ہوچکا تھا. اب ان کے صرف ایک لڑکی نسیمہ تھی جس کی تربیت اگرچہ وہ اس پیمانہ پر تو نہ کرسکے جیسا کہ چاہتے تھے. تاہم اس کو چند دینی کتابیں اور اردو کے مشہور مصنفین کی پڑھائی تھیں. انگریزی میں بھی کچھ شدہ بدہ ہوگئی تھی، ان کے دو بھانجے تھے ایک تو جھانسی میں ملازم تھا اور دوسرا آگرہ میں وکیل تھا، ظہور کا شمار اگرچہ شہر کے مشہور وکیلوں میں تھا اور وہ مالدار بھی تھا۔ تاہم وہ اپنے ماموں کو نہ بھولا تھا اور اکثر ان کے یہاں آیا کرتا تھا۔ سید حسن نے یہ خیال کرکے کہ نہ معلوم کب ان کی عمر کے دن پورے ہوجائیں اپنی بیٹی کا عقد ظہور سے کردیا۔ اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی وہ اس دنیا سے کوچ کرگئے

ظہور اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور نسیمہ بھی ہر طرح اپنے شوہر کی ناز برداری کرتی تھی، ان دونوں میاں بیوی نے تین سال نہایت عیش وآرام سے بسر کئے اور کبھی دونوں میں کسی معمولی بات پر بھی شکر رنجی نہ ہوئی، نسیمہ نے اس زمانہ میں اردو میں تو کافی لیاقت حاصل کرلی تھی اور انگریزی میں بھی اپنا مطلب ادا کرنے لگی تھی۔ بہت ممکن تھا کہ اس کی یہ تعلیم جاری رہتی کہ اچانک شہر میں طاعون پھیل گیا۔ ہر محلے سے روزانہ دو چار آدمی مرنے لگے۔ ایک دن ظہور اچھا خاصہ دفتر سے گھر آیا۔ چاء وغیرہ پینے کے بعد اس کو کچھ سردی لگنے لگی وہ اپنے کمرہ میں جاکر لیٹ گیا۔ رات کو بخار تیز ہوگیا اور صبح تک طاعون کی کچھ علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ نسیمہ نے فوراً ڈاکٹر کو بلوایا اور مریض کو دکھلایا۔ ڈاکٹر کی دوا سے اتنا فائدہ ہوا کہ مریض کی وہی حالت تقریباً ایک ہفتے تک رہی۔ ایک دن رات کو اچھا خاصہ سویا مگر صبح اٹھ کر اس نے نسیمہ سے کہا کہ ابھی جھانسی چلو، میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ وہاں میرا بھائی میری تیمارداری کرسکتا ہے۔ یہاں تم اکیلی ہو اور پھر عورت ذات ہو۔ اگرچہ نسیمہ کو جھانسی جانا کچھ مناسب معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر اس نے ظہور کی دل شکنی گوارا نہ کی اور اسی وقت ظہور کے بھائی کو تار دیا اور شام کی گاڑی سے اپنے بیمار شوہر کو جھانسی لے آئی۔

نصیر ظہور کا حقیقی بھائی تھا۔ اگرچہ تھوڑے عرصے سے آپس میں کچھ جائداد کے سلسلے میں شکر رنجی تھی۔ تاہم اس نے بھائی کا استقبال بڑی خندہ پیشانی سے کیا۔ وہ پچاس روپے کا ملازم تھا ایک بیوی اور دو بچے اور ایک ساس اس کے گھر کے آدمی تھے۔ دو چار روز تو ظہور کی طبیعت اچھی رہی۔ مگر اس کے بعد وہ گھنٹوں بے ہوش

رہنے لگا۔ ایک دن نصیر نے نسیمہ سے کہا، کہ تم کو معلوم ہے میری تنخواہ کس قدر قلیل ہے اور پھر اتنے آدمیوں کا بار میرے سر پر ہے اس وجہ سے میں بھائی صاحب کی تیمارداری کچھ اچھی طرح نہیں کر سکا۔ میں نے بنئے سے سو روپے ادھار لئے تھے وہ سب خرچ ہوگئے، اب اور قرض ملنا دشوار ہے اس لئے تم مجکو کچھ روپے دیدو۔"

نسیمہ نے چپکے پانچ سو روپے جو اس کے پاس نقد تھے نصیر کے حوالے کر دئے، نصیر شہر کے مشہور ڈاکٹر کو لایا اس نے مریض کی حالت دیکھکر کہدیا کہ مریض زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے کا مہمان اور ہے۔ تاہم اس نے دوا دی مگر مریض کی حالت ویسی ہی رہی

آج نسیمہ کو جالنی آئے ہوئے دسواں روز تھا۔ کہ ظہور کی حالت کچھ اچھی نظر آئی وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے نصیر اور نسیمہ کو اپنے پاس بلایا اور نصیر سے کہا" بھائی میرا قصور معاف کر دو۔ میرا آخری وقت آ پہنچا۔ جب میں اس دنیا میں جا رہا ہوں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ نسیمہ کو میں تمہارے حوالے کرتا ہوں، خدا رکھے اس کو کسی قسم کی تکلیف نہونے دینا میری جو کچھ جائداد یا سامان ہے اس سب کی مالک یہی ہے۔ اور چونکہ نسیمہ ابھی جوان ہے۔ اس لئے اس کی شادی بھی کسی شریف اور تعلیم یافتہ آدمی سے کر دینا۔ دیکھو اگر اسے کسی قسم کی تکلیف ہوئی تو میری روح کو صدمہ ہوگا۔"

نسیمہ رو رہی تھی۔ اور اس نے درمیان میں دو تین مرتبہ اس کو ٹوکا کہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں مگر ظہور نے اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ بہت دیر تک نسیمہ کو تسلی و تشفی دیتا رہا۔ نسیمہ کا دل بیٹھا جا رہا ہے وہ اس قسم کی باتیں نہیں سننا چاہتی تھی اس کا جی چاہتا تھا کہ خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ مگر ظہور اس کو رونے سے ہی منع کر رہا تھا، آدھے گھنٹے تک وہ اسی طرح باتیں کرتا رہا۔ آخر کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہوگیا اور اسی دن رات کو وہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا۔

ظہور کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد نصیر نے نسیمہ سے کہا کہ اب تمہارا آگرہ میں کون ہے وہاں جا کر کیا کروگی۔ یہیں میرے پاس رہو، جو کچھ دال دلیا میں کھاتا ہوں وہی تم بھی کھانا۔ شائد آئندہ کوئی بہتری کی صورت نکل آئے، نسیمہ کا اب اس دنیا میں اور کون تھا جہاں وہ جاتی اور جس کے پاس وہ رہتی۔ اس لئے وہ یہاں رہنے پر تیار ہوگئی۔ اور نصیر کو آگرہ کے سب سامان کی کیفیت بتلادی،

دوسرے دن نصیر آگرہ گیا اور ایک ہفتے بعد دو چار ٹرنک اور دس بارہ برتنوں کے ساتھ واپس آیا۔ اگرچہ اس نے گھر کا سب سامان پانچ ہزار روپے میں فروخت کیا مگر نسیمہ سے کہا سب سامان صرف ایک ہزار ہی میں فروخت ہوا، پھر اس ایک ہزار میں سے بھی مکان کا کرایہ۔ ملازموں کی تنخواہیں اور کچھ قرض خواہوں کو ادا کرنے کے بعد صرف چھ سو روپے رہ گئے ہیں جو تمہارے نام سے بنک میں داخل کئے دیتا ہوں۔

نسیمہ اگرچہ پریشان تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ گھر کا سب سامان کیا ہوا اور وہ اتنی قلیل رقم میں

کیوں فروخت ہوا۔ مگر وہ نصیر کے چکموں میں آگئی اور اس کو اطمینان ہوگیا کہ اس کا چھ سو روپیہ بنک میں جمع ہے
دو چار روز کے بعد نصیر نے نسیمہ سے کہا " اپنا زیور بھی مجھکو دیدو۔ کیونکہ تمہارے پاس رہنے میں خطرہ ہے
نسیمہ کے اول تو زیور تھا ہی نہیں کیونکہ آج کل موجودہ فیشن نے تو زیور کا رواج ہی اڑا دیا تاہم پھر بھی جو چار سو
ساڑھے چار سو کا زیور تھا وہ اس نے نصیر کے حوالے کر دیا۔

مہینے دو مہینے کے بعد گھر والوں کو نسیمہ ایک بار معلوم ہونے لگی۔ اور بات بات پر اسے بچہ بچہ تک گالیاں
دینے لگا وہ بیچاری دن بھر گھر کا کام کاج کرتی تھی۔ مگر پھر نصیر کی بیوی اس سے ناخوش ہی رہتی اور کبھی سیدھے
منہ بات نہ کرتی تھی۔ ادھر نصیر نے ایک بڑے میاں کو جو ان کے پڑوس ہی میں رہتے تھے اور جن کی عمر ساٹھ سال
سے زیادہ تھی اس بات پر راضی کر لیا کہ اگر وہ پانچسو روپے دیں تو ان کی شادی نسیمہ سے کر دیجائیگی۔ بڑے میاں
اس بات پر رضامند ہو گئے۔ اور تجویز ہوئی کہ عدت ختم ہوتے ہی ان کی شادی ہو جائے گی۔

نسیمہ کو بھی اس سب واقعہ کی اطلاع گھر کی سقنی کے ذریعہ سے ہوگئی وہ یہ سنکر بہت پریشان ہوئی۔ مرجانا
پسند کرتی تھی مگر اس کو ایک بڈھے خرانٹ کے ہاتھ بکنا منظور نہ تھا۔ چنانچہ ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں
نصیر کی بیوی سے دریافت کیا کہ وہ بڑے میاں کون ہیں۔ بس اتنا پوچھنا غضب ہوگیا۔ سارے گھر نے اس کو بے غیرت
بے حیا کا خطاب دیا۔ نصیر نے بھی اس کو خوب ڈانٹا کہ تم عورت ذات ہو تم کو اس سے کیا غرض ہمارے خاندان میں
تو آجتک ایسا نہیں ہوا کہ لڑکیاں اپنی مرضی سے خاوند پسند کریں۔ یہ انگریزی کا اثر ہے کہ تم نے ایسی بات کہی۔ اگر میری لڑکی
ہوتی اور وہ ایسا جملہ منہ سے نکالتی تو اس کو زندہ گاڑ دیتا " نسیمہ کی سمجھ میں نہیں کہ اس میں کونسی بیحیائی اور بے غیرتی ہوگئی
میں کوئی کنواری لڑکی تو تھی نہیں۔ میری تو دوسری شادی ہو رہی ہے۔ اگر میں نے اس بڈھے کے متعلق سوال کر لیا
تو کونسا گناہ کیا۔ مگر وہ خاموش رہی کیونکہ اگر وہ جواب دیتی تو بات اور بڑھ جاتی،

عدت ختم ہونے کے دوسرے روز اس کا نکاح تھا۔ مگر نسیمہ جس دن اس کی عدت ختم ہوئی گھر سے چلی گئی اگرچہ
گھر والوں کو اس کے جانے کی خوشی ہوئی مگر نصیر اور بڑے میاں کو اس کے جانے کا بڑا افسوس ہوا، نصیر کو اس
لئے کہ اسکے پانچسو روپے گئے، اور بڑے میاں کو اس لئے کہ ان کے ہاتھ سے ایک اچھی خاصی بیوی نکل گئی،

(۲)

آج کل شہر میں مس ایم لیڈی ڈاکٹر کا بڑا شہرہ ہے۔ اگرچہ ان کو ابھی یہاں آئے ہوئے ایک سال سے کچھ ہی زیادہ
عرصہ گذرا تھا۔ مگر اس زمانہ میں بھی ان کی شہرت دور و نزدیک پھیل چکی ہے۔ یہ جب پہلے پہل یہاں آئیں تو انہوں نے
ایک چھوٹی سی فارمیسی کھولی جہاں دو چار عورتوں کا علاج کیا جاتا تھا۔ اول اول تو کسی نے بھی ان کی طرف رخ نہ کیا۔ مگر
جب دو چار عورتیں ایک مرتبہ آئیں اور خدا کے فضل اور ان کے علاج سے اچھی ہوگئیں تو انہوں نے ہر جگہ ان کی

تعریف کے پل باندھ دیئے۔ اور تھوڑے دنوں میں مریضوں کا ان کے یہاں تانتا بندھ گیا۔ صبح سے ان کے مکان پر موٹریں، تانگے، میانے آنے شروع ہوجاتے تھے اور دن کے بارہ بجے تک بھی یہ سلسلہ ختم نہ ہوتا تھا پر شام کو مریض الگ آتے تھے۔ یہ غریبوں سے کوئی فیس نہیں لیتی تھیں اور ان کو دوا بھی مفت دیتی تھیں، ہاں امیر اور متوسط درجے کے لوگ جو کچھ ان کو دیدیں ہنسی خوشی لے لیتی تھیں، پھر بھی ان کی آمدنی کے متعلق عورتوں کا خیال تھا کہ سوڈیڑھ سو سے کم نہ ہوگی، دو عورتوں اور ایک ملازم کے سوا ان کے یہاں اور کوئی نہ تھا، ایک عورت کھانا وغیرہ پکاتی تھی اور دوسری دوا وغیرہ تقسیم کرتی تھیں۔ ملازم باہر کے کاموں پر مقرر تھا۔ اگرچہ ان کا مکان کچھ زیادہ وسیع نہ تھا۔ پھر بھی انہوں نے ایک بڑا کمرہ ان غریب مریضوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ جن کو بار بار دیکھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور یہاں ان کا علاج نہ صرف مفت کیا جاتا تھا بلکہ ان کو کھانا بھی مفت دیا جاتا تھا اور تو اور اکثر غریب عورتوں کو تو ڈاکٹرنی صاحبہ کپڑے بھی دیتی ہیں اور وہ ان سے واپس نہیں لئے جاتے تھے

اگرچہ یہ عیسائی تھیں مگر اردو ایسی عمدہ اور صاف بولتی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا ان کی مادری زبان ہی اردو ہے اخلاق کا یہ حال تھا کہ آدھی رات کو مریض کو دیکھنے بلا تکلف چلی آتی تھیں اور پھر یہ بھی نہیں کہ سواری ہی ہو، وہ اکثر مریضوں کے یہاں پیدل جایا کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو "فرشتہ" کہتے تھے۔

جب شہر میں ایسی لیڈی ڈاکٹر موجود ہو تو سرکاری ہسپتال کون جائے۔ جہاں اگرچہ دوا مفت ملتی ہو مگر حال اس محبت سے کون سنتا ہے۔ علاج ایسی دلسوزی اور رحمدلی سے کون کرتا ہے۔ اور پھر یہاں کی لیڈی ڈاکٹر تو اللہ کے فضل سے پہلے ہی چڑچڑی مشہور تھیں اور وہ امیروں کے سوا غریبوں سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتی تھیں، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے ادھر کا رخ ہی چھوڑ دیا اور اب سارے شہر کی عورتوں کا ہسپتال ان ہی کا مکان بن گیا تھا۔

مس ریئم کا نہ تو یہاں کوئی دوست تھا اور نہ کسی سے ملاقات تھی اور وہ سوائے اپنے مریضوں کو دیکھنے کے اور کہیں نہیں جاتی تھیں۔ تاہم ایسے ملنسار اور متواضع خوش خلق اور رحمدل انسانوں کے دوست خودبخود پیدا ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی یہی ہوا کہ کسی اللہ کے بندے نے سرکاری حکام سے کہہ سنکر اس کو سو روپے ماہوار پر سرکاری اسپتال کا اسسٹنٹ لیڈی ڈاکٹر مقرر کرادیا۔

(۳)

میں بمبئی گیا ہوا تھا آج صبح پشاور ایکسپریس سے گھر آیا تو ایک کارڈ ملا۔ جس میں اطلاع تھی کہ آج تین بجے خالد کا نکاح ہے۔ ارے خالد کا نکاح ہے۔ ابھی بمبئی جانے سے پہلے تو میری اُس سے ملاقات ہوئی اور میں نے اس سے شادی کے متعلق پوچھا تھا مگر اس نے کہا ابھی تو کہیں نہیں ہو رہی اور پھر نکاح کا وقت تین بجے۔

یہ بھی ایک نئی بات تھی۔ جی تو چاہا کہ ابھی ہو آؤں مگر کچھ کام ایسے تھے کہ ۲½ بجے سے پہلے گھر سے نہ نکل سکا۔

خالد کا مکان شہر سے باہر ایک خوشنما جھیل کے کنارے پر تھا، اس کے والد مدتوں ایک معزز عہدہ پر رہے اور خوب کمایا۔ اب ان کو پنشن ملتی ہے۔ ان کے صرف دو ہی لڑکے ہیں۔ بڑا لڑکا انجنیر اور چھوٹا خالد تھا جس نے پارسال ایل ایل بی کا امتحان دیا تھا اور اب پریکٹس شروع کر دی تھی آج خالد کا مکان خوب سجا ہوا تھا۔ چاروں طرف جھنڈیاں وغیرہ لگی ہوئی تھیں مکان کے سامنے میدان میں ایک عالیشان پنڈال بنایا گیا تھا جس میں دو طرف نشستوں کا انتظام تھا جس وقت میں پہونچا تو اس وقت بہت سے معزز مہمان آچکے تھے، اتنے میں خالد آیا اور کہا "اخاہ تم آگئے"۔

ہاں بھی آج صبح ہی آیا ہوں۔ میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں" میں اس کا ہاتھ گرمجوشی سے ملاتے ہوئے کہا "چلو اندر چلو" یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور پنڈال میں لے گیا اور اگلی صف میں لیجا کر بٹھا دیا میرے سامنے ہی ایک اسٹیج سا بنا ہوا تھا جس پر ایک میز اور تین چار کرسیاں پڑی تھیں، میں نے سوچا کہ آج یہاں کوئی جلسہ ہے یا نکاح ہے، خالد چلا گیا تھا ورنہ اس سے دریافت کرتا۔ دوسری طرف نظر ڈالی تو اس طرف بہت سی عورتیں بیٹھی تھیں مگر ان میں زیادہ تر ہسپتال کی نرسیں معلوم ہوتی تھیں، میں پریشان ہو گیا اور میں نے دل میں خیال کیا کہ کیا خالد کسی نرس سے نکاح کر رہا ہے۔ بہرحال میں ان ہی خیالات میں غلطاں وپیچان تھا کہ قاضی صاحب کی آمد نے میرے ان خیالات کے سلسلے کو منقطع کر دیا۔ قاضی صاحب تشریف لائے۔ سب لوگ ان کی تعظیم کو کھڑے ہوئے اور وہ میرے پاس ہی آکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر سارے پنڈال میں ایک سناٹا رہا مگر یکایک مس رنیم لیڈی ڈاکٹر اپنی جگہ سے اٹھیں اور اسٹیج پر آئیں لوگ پریشان تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ انہوں نے کہنا شروع کیا،

"میرے بزرگوار بھائیو، آج سے چار سال کی بات ہے جب شاید آپ نے اخباروں میں پڑھا ہو کہ مسٹر ظہور الحسن بی اے، ایل ایل بی وکیل آگرہ مع اپنی بیوی کے اپنے بھائی نصیر الحسن کے ہاں بغرض تبدیل ہوا آئے تھے۔ اور یہیں ان کا انتقال ہوا، ان کی بیوہ نے عدت اپنے دیور کے یہاں بسر کی اور پھر ایک رات وہ پراسرار طریقے سے چلی گئیں۔ مجھکو اس غریب بیوہ کے حالات معلوم نہیں اور میں یہاں ان کو بھی دوہرانا نہیں چاہتی۔ اور نہ میں نصیر الحسن کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہوں کیونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور سنا ہے کہ مرتے وقت ان کو سخت تکلیف ہوئی۔ اور منہ بھی سیاہ ہو گیا۔ ممکن ہے کہ خدا نے معصوم اور بے گناہ بھاوج کا بدلہ لیا ہو جس کا دس پندرہ ہزار روپیہ اور زیور وغیرہ پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے اپنی بھاوج کی شادی ایک بڈھے کے ساتھ کرنی چاہی جس کے معاوضے میں ان کو پانسو روپے ملتے مگر شادی سے دو دن پہلے ہی ان کی بھاوج گھر سے چلدی اور اس طرح ان کو وہ روپیہ نہ مل سکا۔ ان کی بھاوج گھر سے نکلنے کو تو نکل پڑی مگر وہ اس شہر سے

ناواقف تھی اس کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے۔ وہ صبح چار بجے گھر سے نکلی اور ۹ بجے تک اِدہراُدہر پھرتی رہی۔ اس وقت اس کے پاس سوائے اس جوڑے کے جو اس کے بدن پر تھا اور ایک چادر کے جس میں اس نے اپنے آپ کو لپیٹ رکھا تھا اور کچھ نہ تھا وہ اسی طرح پھر رہی تھی کہ اس کو سامنے ایک مسلمان وکیل صاحب کا مکان نظر آیا وہ ان کے گھر میں گئی اور وکیل صاحب سے درخواست کی کہ وہ اس کا سامان اور روپیہ وغیرہ اس کے دیور سے دلوا دیں۔ مگر وکیل صاحب نے صرف مشورہ کے دس روپے مانگے۔ اسوقت اس کے پاس ایک کوڑی بھی نہ تھی۔ اس نے یہ کہا کہ اگر اس کا روپیہ وغیرہ واپس ملجائے تو یہ وکیل صاحب کو معقول رقم دے گی۔ مگر انہوں نے بغیر کسی فیس کے ایک نہ سنی اور اس کو مجبوراً وہاں سے ناامید آنا پڑا۔ پھر دو پہر کے قریب اس کو ایک مولوی صاحب کا مکان نظر آیا جن کے سائن بورڈ سے معلوم ہوا کہ وہ ایک یتیم خانہ اور بیوہ فنڈ کے سکریٹری ہیں۔ بنسیمہ نے ان سے امداد کی درخواست کی مگر انہوں نے اس غریب سے جس بات کی خواہش کی وہ نہ صرف اس معزز اور محترم طبقے کی شان کے خلاف تھی بلکہ انسانیت سے بھی دور تھی۔ اس لئے وہ وہاں سے بھاگی اور پھر اِدہراُدہر پھرنے لگی اب تک اس کا یہ خیال تھا کہ بہت ممکن ہے کہ اسے کوئی معمولی ملازمت کسی نسوانی مدرسے میں ملجائے۔ مگر اب وہ اسپر بھی تیار ہوگئی تھی کہ کوئی اس کو خدمتگار ہی کی حیثیت سے ملازم رکھ لے۔ چنانچہ وہ ایک خوش پوش مکان میں داخل ہوئی اور مکان کی مالکہ سے اپنی داستان بیان کرکے ملازمت کی خواہش کی۔ مالکہ بہت ہی رحمدل عورت تھی اور انہوں نے اس کو روٹی کپڑے پر ملازم رکھ لیا اور اسی وقت اس کو کھانا بھی کھلایا۔ یہ شام کے وقت سب سے پہلی غذا تھی جو نسیمہ نے اسوقت کھائی اور اسوقت اس کے دل سے جو خلوص اور محبت کی دعائیں نکلیں یقیناً انہوں نے مقبولیت کا درجہ حاصل کیا ہوگا،

نسیمہ کا خیال تھا کہ اب وہ ٹھکانے سے لگ گئی اور اس بیچاری کو کیا معلوم تھا کہ ابھی اس کی قسمت میں اور گردش ہے۔ چنانچہ مغرب کے بعد مالک مکان گھر میں آئے اور ایک اجنبی عورت کو دیکھ کر اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے" ان کی بیوی نے کہدیا کہ ایک مظلوم اور آفت رسیدہ ہے جس کو میں نے ملازم رکھ لیا" اسپر میاں بہت خوش ہوئے اور انہوں نے خود نسیمہ سے دو چار سوال کئے۔ اور پھر تسلی و تشفی کی باتیں کرکے باہر چلے گئے بس مالک مکان کا نسیمہ سے اتنی باتیں کرنی غضب ہوگئیں اور ان کی بیوی نے فوراً حکم دیدیا کہ" مجھکو نوجوان ماماؤں کی ضرورت نہیں۔ تو ابھی یہاں سے چلی جا اور اگر آئندہ اس دہلیز پر قدم رکھا تو ہاتھ تڑوا دوں گی" رات کا وقت تھا کہ اس غریب کو پھر اس گھر سے نکلنا پڑا جس کو تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنی قیام گاہ بنایا تھا۔ دن بھر کی تھکی ماندی تھی۔ اس کے پاؤں میں سکت نہ تھا۔ پاؤں رکھتی کہیں تھی اور پڑتا کہیں تھا۔ اگر دن ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ سڑکوں پر اِدہراُدہر پھر کر اپنا وقت کاٹ لیتی۔ مگر اب رات تھی۔ وہ چند گھنٹوں کے لئے اپنی کمر سیدھی کرنا چاہتی تھی

چنانچہ سامنے اس کو ایک مسجد نظر آئی اس نے یہ سمجھ کر کہ میں مسلمان ہوں رات تو اس مسجد میں گذار سکتی ہوں وہ اندر داخل ہو گئی۔ مسجد کے صحن میں دو چار بڑے نمازی اور پرہیزگار آدمی باتیں کر رہے تھے۔ اس نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور ایک کونہ میں جا کر پڑ رہی۔ غالباً اسے لیٹے آدھا گھنٹہ ہوا ہوگا اور اس کی پلک جھپکی ہوگی کہ کسی نے کرخت آواز میں پوچھا "وہ کون ہے"؟

نسیمہ چونک پڑی اور جلدی سے گھبرا کر بولی "ایک غریب عورت جس کا دنیا میں کوئی ٹھکانہ نہیں" ہا ہا۔ "اجی خانصاحب اب تو عورتیں بھی مسجدوں میں آرام فرمانے لگیں" پوچھنے والے نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا۔

"نکالو اس بدمعاش کو کوئی نچی لفنگی معلوم ہوتی ہے" خانصاحب نے اپنے بستر ہی سے جو مسجد میں بچھا ہوا تھا جواب دیا۔ "حضور میں مسلمان ہوں۔ بیوہ ہوں غریب ہوں۔ میرا اس شہر میں کوئی جاننے والا نہیں۔ رات بھر پڑا رہنے دیجئے، صبح کو میں خود چلی جاؤں گی" نسیمہ نے بہت گڑگڑا کر کہا۔

"لیکن مسجد عورتوں کے لئے نہیں ہے"،

"تو پھر آپ اپنے مکان میں ہی ایک غریب اور بیوہ عورت کو رات بھر کے لئے پناہ دیدیجئے" "میرا مکان آوارہ اور بدچلن عورتوں کے لئے نہیں ہے"۔

اتنے میں خانصاحب تشریف لے آئے اور انہوں نے نسیمہ کا ہاتھ پکڑ کے مسجد سے باہر نکال دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ اسوقت نسیمہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی "اے خدا مجھ سے جو کچھ گناہ سرزد ہوئے ہیں ان کو اپنی رحمت اور بخشش سے معاف فرما اور اے اللہ مجھکو نام نہاد مسلمانوں سے بچا جو قدم قدم پر دوسروں کی برائیاں تبلاتے ہیں اور اپنے ہزار ہا عیوب پر نظر نہیں ڈالتے۔ یہ وہ بھیڑئے ہیں جو بھیڑیوں کے لباس میں ہیں اور جو دن رات ہزارہا غریب بھیڑوں کو چیر پھاڑ کر برابر کر دیتے ہیں اور کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ اگرچہ نمازیں پڑھتے پڑھتے ان کی پیشانیاں سیاہ ہوگئیں ہیں۔ تسبیح ہلاتے ہلاتے انکی انگلیاں گھس گئیں ہیں مگر ان کے دل رات سے زیادہ تاریک اور پتھر سے زیادہ سخت ہیں، ان میں رحمدلی خوش خلقی اور دوسری اخلاقی صفتیں نام کو نہیں ہیں۔ یہ اگر انسان ہیں مگر حیوانوں سے بدتر، اے رب العالمین مسلمانوں کو اس تباہی اور گمراہی سے بچا اور ان کو ہدایت فرما۔ آمین"

نسیمہ سب مسلمانوں سے بیزار ہو چکی تھی۔ چنانچہ جب اس کو سامنے ایک گرجا کا پھاٹک نظر آیا تو وہ بیدھڑک دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی، باہر باغ میں تو بالکل سناٹا تھا۔ مگر گرجا کے ایک حصے میں کچھ روشنی تھی پھاٹک کے کھلنے کی آواز شاید اوپر کے رہنے والوں کو پہونچ گئی اور کسی نے اوپر سے انگریزی میں دریافت کیا "کون ہے"؟ اگرچہ نسیمہ انگریزی بہت نہ جانتی تھی مگر اپنا مطلب ادا کر سکتی تھی۔ اس لئے اس نے کہا "ایک غریب عورت جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں اور جو ایک رات یہاں بسر کرنا چاہتی ہے"

"اچھا ٹھیرو۔" اوپر سے آواز آئی۔

تھوڑی دیر میں گرجا کا بڈھا پادری ہاتھ میں لالٹین لئے ہوئے آیا اور کہا "آؤ بیٹی میرے ساتھ چلو" نسیمہ ڈرتی ڈرتی اس کے پیچھے ہولی اوپر پہونچکر پادری نے اس کو کرسی پر بٹھا دیا اور کہا "شاید تم بھوکی ہو"

"جی نہیں۔ میں تو صرف رات یہاں بسر کرنا چاہتی ہوں۔ صبح کو کہیں چلی جاؤں گی" نسیمہ نے کہا۔

"اچھا" یہ کہہ کر پادری نے ایک ملازم کو آواز دی اور اسے ہدایت کی کہ فوراً میرے کھانے کے کمرہ میں ایک بستر کا انتظام کرے۔ نوکر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس نے آکر کہا کہ حضور سامان ٹھیک ہوگیا، پادری نسیمہ کو ساتھ لیکر کمرہ تک چھوڑنے گیا اور "شب بخیر" کہہ کر واپس آگیا۔

نسیمہ نے اپنی چادر اتاری اور اندر سے کواڑ بند کر لئے اور پلنگ پر لیٹ گئی اور بہت ہی جلد گہری نیند آگئی صبح کو کسی کے آواز دینے سے اس کی آنکھ کھلی۔ اس نے دروازہ کھولا تو ملازم کھڑا تھا۔ اس نے کہا "پادری صاحب آپ کو چائے پر بلا رہے ہیں" نسیمہ نے جلدی سے پانی منگوا کر منھ دھویا اور پادری صاحب کے پاس چلی گئی، چائے پیتے وقت نسیمہ نے اپنی ساری سرگذشت پادری صاحب کے سوال پر ان کو سنائی، اور چائے پینے کے بعد رخصت کی اجازت چاہی، پادری صاحب نے حیرت سے کہا "اب تم کہاں جاؤ گی"

"جہاں سینگ سمائیں گے وہیں چلی جاؤں گی" نسیمہ نے جواب دیا۔

"نہیں میں تم کو ہرگز نہ جانے دوں گا، تمہارا اس طرح ادہر ادہر مارا پھرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ تم یہیں رہو اور ادہر اُدہر ملازمت کی درخواستیں بھیجو اور جب تک تم کو کوئی جگہ نہ ملے اسوقت تک تم بخوشی یہاں رہ سکتی ہو اور اگر تم ہمارا مذہب قبول کر لو تو ابھی تم کو مشن اسکول میں داخل کر دیا جائیگا اور ایک سال بعد میڈیکل ٹریننگ کے لئے بھیج جائیگا" پادری صاحب نے کہا۔

اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹے تک پادری صاحب نے اپنے مذہب کے اصول بتائے اور یہ ثابت کیا کہ ان کا مذہب تمام دوسرے مذہبوں سے اچھا ہے۔ پھر اس کے سامنے اس کی آئندہ زندگی کا نقشہ پیش کیا، اور پوچھا "اب تمہاری کیا رائے ہے"

نسیمہ نے مجھ سے حلفیہ بیان کیا ہے کہ وہ عیسائی مذہب کے اصولوں کی ذرا بھی قائل نہ ہوئی اور نہ اس کے ثبوت کو اس نے اچھی طرح سنا مگر اب وہ مجبور رہی۔ اور اگر وہ اپنی آئندہ زندگی کو کامیاب بنانا چاہتی تھی تو اس کے سامنے اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ وہ عیسائی ہو جائے۔ چنانچہ اس نے یہی کیا۔ اور عیسائی ہونے کے لئے تیار ہوگئی۔

اس کے عیسائی ہونے کی خوشی میں سارے گرجا والوں کو ایک دعوت دی گئی۔ گرجا میں گھنٹیاں بجائی گئیں

اس کو ہار پھول پہنائے گئے اور قربان گاہ پر لے جا کر اس سے دعا مانگی جو پہلے سے اس کو بتلا دی گئی تھی پھر اس کو حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کے بتوں کے سامنے جھکنا پڑا اور اس کا نام بدلا گیا اور اس دن سے وہ اسلام کی آغوش سے نکل عیسائیت کی پناہ میں داخل ہو گئی،

دوسرے دن اس کے لئے کپڑے تیار کرائے گئے اور اس کو مشن اسکول میں داخل کر دیا گیا، چونکہ وہ انگریزی پہلے ہی سے کچھ جانتی تھی اس لئے اس نے ایک سال میں بہت کچھ قابلیت حاصل کر لی اور اس کو میڈیکل ٹریننگ کے لئے بھیج دیا گیا۔ جہاں سے تین سال کے بعد وہ کامیاب ہو کر واپس آئی۔ اور اس کے بعد اس کی سفارش ایک قصبے کے سرکاری ہسپتال میں کر دی گئی، جہاں اس کو ملازمت مل گئی۔ مگر قصبے کی آب و ہوا کچھ اس کو موافق نہ آئی اور اس نے وہ ملازمت چھوڑ دی اور پھر آپ کے شہر میں سیپری بازار میں ایک پرائیوٹ مطلب کھول لیا اور کچھ عرصے کے بعد وہ آپ کے شہر کی اسسٹنٹ لیڈی ڈاکٹر بن گئی،

محترم انجنیر صاحب کی بیوی کچھ عرصے سے علیل تھیں اور انہوں نے اس ہی کا علاج شروع کیا دوران علاج میں انجنیر صاحب کے چھوٹے بھائی اس کو اکثر لینے جاتے تھے۔ اور مختلف قسم کی گفتگو ہوا کرتی تھی، چنانچہ ایک دن مسلمانوں کی موجودہ حالت پر بحث چھڑ گئی۔ اور اگرچہ اس نے اپنے بہت سے قصے سنائے ثبوت پیش کئے مگر مسٹر خالد کے سامنے کچھ نہ چلی اور اس کو یہ یقین ہو گیا۔ سب مسلمان برابر نہیں ہیں، اگرچہ بعض اپنی اعلیٰ حسنات کی وجہ سے فرشتوں سے زیادہ معزز ہیں تو دوسرے اپنی کمینہ خصلتوں کی وجہ سے بہائم سے بدتر ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ چنگاری جو دل میں دبی پڑی تھی بھڑک اٹھی اور پھر اس نے اپنے آبائی مذہب میں آنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ غالباً اب تو بتانے کی ضرورت نہیں کہ نسیمہ اور یہ خادمہ ایک ہی ہستی ہے اور آج قریباً پانچ سال اِدھر اُدھر بھٹکنے اور ٹھوکریں کھانے کے بعد اسلام کی ایک ادنیٰ خادمہ بن رہی ہوں۔ اشہد ...... اللہ یہ کہہ کر مس ریتم یا نسیمہ بیٹھ گئی،

سارا پنڈال خوشی اور مسرت کے نعروں اور تالیوں کی آواز سے گونج رہا تھا، اور تقریباً ۵-۶ منٹ تک یہی حالت رہی۔ پھر خالد کے والد نے قاضی صاحب سے درخواست کی۔ براہ مہربانی آپ ایک پرانی مرتدہ اور اسلام کے ایک قدیم خادم کو ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کر دیجئے۔ پہلے تو قاضی صاحب نے ایسا عجیب و غریب نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا۔ مگر جب ایک دوسرے صاحب نکاح پڑھانے پر تیار ہو گئے تو اس خیال سے کہیں اس خدمت کا معاوضہ ہاتھ سے نہ چلا جائے نکاح پڑھا دیا، نکاح کے بعد لوگوں نے مبارکباد دی اور یہ جوڑا تو گھر میں چلا گیا، اور معزز مہمان چائے پانی میں مشغول ہو گئے، نسیمہ نے اب ہسپتال کی ملازمت سے استعفا دیدیا ہے تاہم اس کے گھر کے دو بڑے کمرے غریبوں کے لئے وقف ہیں اور نہ صرف انکا علاج مفت ہوتا ہے بلکہ غریب مریض خالی ہاتھ بھی واپس نہیں آتا۔

عورت کا تاج حسن

ڈاکٹر جے۔ آر۔ رائے

صورت گری اور حسن پرستی کا عالمگیر جذبہ

پریم اور حسن ہمہ گیر ہیں کوئی فرد بشر ایسا نہیں جس پر ان کی حکومت نہ ہو۔ پریم کی تڑپ ہر ایک انسان کے دل میں ہے اسی طرح حسن کا اثر ہر ایک شخص پر ہوتا ہے پریم کی موج اور حسن کی ترنگ ایسی زبردست ہے کہ اس کی لطافت و قدرت قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اگر پڑھے لکھے لوگ اپنے روزمرہ کی حرکات اور خواہشات پر گہری نظر ڈالیں تو ظاہر ہوگا کہ ان بہت سا وقت صورت گری اور خوبصورتی کے سلسلہ میں بسر ہوتا ہے جنٹلمین تیسرے دن حجامت بنواتے ہیں گرمی اور برسات میں دو مرتبہ نہاتے ہیں۔ سردی کے موسم میں صرف دو دفعہ ہاتھ منہ دھونے ہی پر بس کرتے ہیں کالر نکٹائی، موزے بوٹ اور قمیص کوٹ پتلون تازہ فیشن کے مطابق بنی ہوئی نفیس کپڑے کی ہوتی ہے، پوشاک تن پوشی اور تندرستی کے خیال سے نہیں بلکہ اپنی وجاہت بڑھانے کے مقصد سے پہنی جاتی ہے نئے فیشن کے رو سے بال کٹائے جاتے ہیں۔ یہ سب باتیں افزائش حسن سے تعلق رکھتی ہیں۔ مردوں کی نسبت عورتوں کو زیادہ فرصت ملتی ہے۔ علاوہ ازیں انہیں فطرتاً بناؤ سنگار کا بہت ہی زیادہ شوق ہے۔ نفسیات جنسی کے سرکردہ ماہر اسے عورت کی فطرت کا تقاضا قرار دیتے ہیں۔ عورت ہاتھ منہ اور سر دھونے میں بہت وقت صرف کرتی ہے مگر پوشاک بدلنے اور پہننے میں اس کا اس سے بھی زیادہ وقت خرچ ہوتا ہے اگر بیاہ یا کوئی اور تقریب ہو تو اس کا سنگار گھنٹوں میں ختم ہوتا ہے۔ اس کی رنگا رنگ کی پوشاک صرف خوبصورتی بڑھانے کے لئے ہوتی ہے،

اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ صورت گری عورت کی جبلت میں داخل ہے، جس طرح مرد کا حسن سے متاثر ہونا ضروری ہے۔ خوبصورت بننے اور خوبصورتی سے متاثر ہونے کا میلان فطرت انسان میں طبعی ہے،

حسن کی داد دینے (جذبہ پریم) پر ہر مہذب ملک کے شعراء اور افسانہ نویس صدہا سال سے خیال آرائیاں کرتے چلے آتے ہیں۔ دیہات کے لوگ تہذیب اور علمیت میں کورے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر ان کے ہاں بیسیوں قصے کہانیاں مروج ہیں۔ جو سیانے لوگ لڑکے لڑکیوں کو سنا کر رجھاتے ہیں، ان کا مضمون حسن و پریم ہے۔ حکماء کا خیال بھی اس لطیف مضمون کی طرف رجوع ہوئے بغیر نہ رہا۔ افلاطون نے حسن و پریم اور نیکی ہم معنی قرار دی ہے جس کا مصدر ذات خدا ہے۔ پرانے زمانے کے ہندو حکمائے انسان کی زندگی کا مقصد اعلیٰ سندرم (سندرتہ حسن) شوم (لطافت و جلالت) اور ستیم ہست۔ پاکیزگی و راستی) کا حصول قرار دیا ہے۔ مغرب کے عالی دما

ارباب فکر فضائل ستہ یعنی حسن پریم اور ست کو انسان کی روحانی تمناؤں کا آماج گاہ قرار دیتے ہیں۔ شہرہ آفاق انگریز ماہر نفسیات جنسی ہیولاک ایلس نے حسن و محبت کے نفسیاتی تعلقات کی چھان بین کے لئے زندگی کا بہترین حصہ وقف کر کے سات جلدوں میں انقلاب پیدا کرنے والے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ نر مادہ کی باہمی فطری کشش (میل اور محبت) پر جامع و مانع خامہ فرسائی کی ہے، اس مختصر بحث کا مطلب یہ ہے کہ خوبصورتی کی قدر و قیمت بے بہا ہے۔ اس کی کشش کو سب ہی قبول کرتے ہیں۔ انسان کی طبیعت جن چیزوں کو سب سے بڑھ کر بیش بہا سمجھتی ہے ان میں خوبصورتی ہے۔

ایک ہندی شاعر کا یہ قول کیسا قابل قدر ہے۔ "چھب چھلے انکھیاں گن ہرے جیا" امریکہ کی فن حسن افروزی کی استانی فلورنس سی فیلڈ لکھتی ہے "راحت بڑھانے والی گوناگوں چیزوں کی ایجاد کے زمانہ میں فقط حسن ہی ایسا ہے جس سے دل میں تڑپ اور وارفتگی کی تھرتھری پیدا ہوتی ہے۔ فن صورت گری کی دوسری شہرہ آفاق امریکن ماہرہ مس جوزفین ہڈیسن ہے جو امریکہ کے ایک نہایت مقبول عام اخبار کے بیوٹی کالم (شعبہ فن صورت گری) کی ایڈیٹر ہے جس کے ناظرین کا شمار ستر لاکھ کے قریب ہے۔ اس نے "اسرار حسن" پر ایک قابل قدر کتاب لکھی ہے۔ اس کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے۔

جو لوگ دور پار ہر دلعزیزی حاصل کرتے ہیں ان میں موہنی ہوتی ہے جس سے تماشے کی ایکٹرسیں اور گانے والیاں سب کو موہ لیتی ہیں۔ یہ خوب صورتی سے بھی بہتر ہے۔ اگر حسن اور موہنی کسی کی ذات میں پائی جائے تو وہ سب کو گرویدہ کر لیتا ہے۔ خوب صورتی کا راز لمبے ریشمی بالوں میں ہے۔ رنگ روپ ہاتھوں۔ بازوؤں ٹانگوں اور پاؤں کی موزونیت اور صورت کو چار چاند لگانے والی دل فریب رنگ کی پوشاک ہے، ان کے علاوہ مزاج اور سبھاؤ پر بھی موہنی کا انحصار ہوتا ہے۔ جو موہنی بننے کی خواہش مند ہو اس میں چار خوبیاں ہونی ضروری ہیں۔

(۱) امید (۲) استقلال (۳) ہوشیاری (۴) اہلیت۔ دلی تمنا حاصل کرنے کے لئے بغیر ہمت کے مشکلات حل نہیں ہو سکتیں سوچنے سمجھنے کی عمدہ لیاقت کے بغیر کوئی مہم سر نہیں ہوتی۔ استری سینہ کے باعث مردوں نے عورتوں کو فی زمانہ جس اعلیٰ مرتبہ پر سرفراز کیا ہے اس سے اگلے زمانہ کی عورتیں ناآشنا تھیں۔ چونکہ مرد عورت کی خوبصورتی کے شیدا ہیں اس لئے انہوں نے ایسے سامان پیدا کر دئے ہیں کہ جس کے طفیل ان کا حسن سدا رہ سکتا ہے بشرطیکہ وہ سمجھ بوجھ سے ان چیزوں سے کام لیں۔ نفیس اور دلربا کپڑے مردوں ہی نے عورت کے لئے تیار کئے ہیں کہ وہ خوبصورت اور دلفریب موہنی نظر آئے۔ سائنس کی مدد سے پوڈر کریم۔ عطر۔ تیل اور صابن وغیرہ چیزیں تیار کی گئی ہیں۔ شکم زمین سے ہیرے لعل وغیرہ نکالے گئے کہ عورت کی پیشانی اور انگلیاں جگ مگائیں اور سمندر کے پیٹ سے موتی نکالے گئے کہ عورت کے دل لبھانے والے ہار بنیں، مرد صبح سے شام تک سخت محنت کرتا ہے کہ گھر والی

بے فکری سے گھر میں حسن کی مورت بنی بیٹھی رہے ۔"

سوال پیدا ہوتا ہے" کیا عورت اپنی جوانی اور خوبصورتی برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہے اس کا جواب استری سنسار دے،

یورپ امریکہ کی عورتوں نے صورت گری اور فن حسن افروزی ایک فن شریفہ کے رتبہ پر پہونچا دیا ہے، بڑے شہروں میں درجنوں عورتیں صورت گری کا کام کرتی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر بھی اس کام میں مصروف ہیں جو بھدے ہونٹ اور بھونڈی ناک کو اپریشن کے وسیلہ سے سیدھی خوبصورت بنا دیتے ہیں اگر ٹھوڑی یا کان بدنما ہوں تو نفیس اور خوشنما کرتے ہیں یہ بیوٹی ڈاکٹر یعنی ماہر صورت گری کہلاتے ہیں،

بال سنگار

بقول مس جوزفین ہڈلیسٹن خوب صورتی کا سب سے زیادہ دار مدار خوبصورت لمبے گھنوں بالوں پر ہے اس لئے سب سے پہلے ہم بالوں ہی پر بحث کریں گے

خوبصورت بالوں کی قدر و قیمت مغرب کے استادان فن نے حور کی جو دلکش تصویر بنائی ہے۔ اس میں اسکے اتنے لمبے اور گھنے بال دکھائے گئے ہیں کہ وہ ستر ڈھا نکنے کے لیے پردہ کا کام دیتے ہیں' بال سنگار' میں لکھا ہے کہ ایک انگریز رئیس زادی لیڈی گڈیوا کے بال اتنے لمبے لمبے اور گھنے تھے کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بغیر کپڑے پہنے بازار سے گذر جاتی تھی اس کے بال ستر ڈھانکنے کا کام دیتے تھے۔ امریکہ کے بال سنگار کے ماہر ڈاکٹر ہنری لینرڈ سے شہر ڈٹ رائٹ کی ایک ڈاکٹر لیڈی کے کالے بال چھ چھ فٹ لمبے بیان کئے جاتے ہیں جس کی عمر ۲۸ سال تھی، ڈاکٹر ولسن نے ایک اور ۲۸ سالہ استری کے بال پونے چھ فٹ لمبے بیان کئے ہیں، ہیں مساچوسٹ کی ایک اور عورت کے بال چھ فٹ لمبے بیان کئے گئے ہیں. بال بیچنے والے ایک سوداگر نے اسے ساڑھے تین ہزار روپے دے کر اس کے بال خریدنے کی ہر چند کوشش کی مگر اس لیڈی نے اپنے حسن کے تاج کو بیچنے سے صاف انکار کر دیا جس سے ظاہر ہے کہ عورتیں اپنے لمبے گھنے بالوں کو کیسا قیمتی سمجھتی ہیں، اٹلی کی ایک عورت کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب وہ چلتی تو بال زمین پر جھاڑو دیتے تھے۔ یہ خاص خاص مثالیں ہیں ہمارے ملک میں بنگال اور بمبئی کی عورتوں کے بال عام طور پر بہت خوبصورت لمبے اور گھنے ہوتے ہیں شعرا اور افسانہ نویس لمبے سیاہ بالوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ خوبصورت کالے بالوں سے جو کیفیت مرد کے دل پر طاری ہوتی ہے وہ شاعروں کی نازک خیالیوں اور افسانہ نویسوں کی خیال آرائیوں کا دلفریب مضمون ہے ہر ایک ناولسٹ اور قصہ گو اپنی ممدوحہ کی خوبصورتی کا نقشہ بیان کرتے وقت اس کے لمبے لمبے

گھنے بالوں کی دل ربا تصویر پیش کرتا ہے تازہ ڈاکٹری تحقیقات کی رو سے لمبے لمبے گلے کے نیچے ڈھال ایسے غدے کے فعل طبعی کی کرشمہ سازی ہے اس غدہ کو بعض ماہر نسوانی غدہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی بدولت تمام زنانہ خصوصیات رونما ہوتی ہیں، قصہ کوتاہ کالے لمبے گھنے بال مردوں کی نگاہ میں عورت کا تاج حسن اور خوبصورتی کا جزو لازمی ہیں۔ شاعرانہ انداز بیان میں ایسے بال سحر کی تاثیر رکھتے ہیں

دنیا کی تاریخ میں جتنی حسین عورتیں گذری ہیں ان کے بہت لمبے گھنے بال تھے، ان کے سحر سے ملکوں اور قوموں میں جنگ و جدال ہوئے لاکھوں جوانوں کا خون بہایا گیا۔ اربوں روپے پر پانی پھر گیا جس سے یہ ظاہر ہے کہ عورت کے لمبے لمبے گھنے بالوں میں مرد کے دل کو گردیدہ کرنے کی عجیب و غریب قدرت ہے اور یہ استری روپ کا سب سے اعلیٰ لازمہ ہے۔ اگر بال لمبے اور گھنے نہوں تو رنگ و روپ خط و خال اور دیگر لوازم حسن بے کار اور بے تاثیر ہیں۔ سیتا جی کی جسمانی خوبصورتی کی بالمیک نے اتنی تعریف نہیں کی جتنی کہ ان کے حسن باطنی کی تعریف کی ہے، تو بھی وہ ظاہری لوازم حسن سے مالامال ہیں جس پر راون فریفتہ ہوا تھا۔ درروپدی حسن میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھیں، درریودھن نے بھری سبھا میں ان کے چیر لگائے جانے کا وحشیانہ حکم دے کر جنگ مہابھارت کا گویا آغاز کر دیا تھا چتوڑ کی مہارانی پدمنی حسن کی دیوی تھی جس کی خوبصورتی کا شہرہ سن کر علاالدین خلجی نے چتوڑ پر چڑھائی کی۔ درروپدی اور پدمنی کے بال بہت لمبے اور گھنے تھے پرانے زمانہ میں یونان میں ہیلن اپنے حسن عالم فریب کے لئے بہت مشہور تھی جسے ٹرائے کے تاجدار کا بیٹا پیرس لے گیا تھا اس پر سارا یونان تلملایا اور ٹرائے پر حملہ کیا جس کا تذکرہ ہومر نے اپنی رزمیہ نظم میں کیا ہے اس سے واضح ہے کہ عورت کے حسن کا تاج بہت لمبے لمبے گھنے بال ہیں جس کا مردوں کے دل پر سحر انگیز اثر ہوتا ہے اس سے تاریخ کے رد و بدل میں آتے ہیں بطور کلیہ یہ کہہ دینا کافی ہے کہ جو عورت لوازم حسن سے آراستہ ہے اس کے بال بہت لمبے اور گھنے ہوتے ہیں یہ قدرت کا عطیہ ہے جو اسے دیا جاتا ہے اگر لمبے گھنے بالوں کی مردوں کی نگاہ میں بیحد قدر و قیمت ہے تو عورتیں بھی اس سے ناآشنا نہیں ہیں جنہیں قدرت نے اپنی فیاضی سے اس دولت سے مالامال کیا ہے جب وہ سردھوتی ہیں یا کنگھی چوٹی کرتی ہیں تو ان کے دل میں ایک قسم کا ناز پیدا ہوتا ہے جو مسرت کے ہم معنے ہے اس بحث سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ عورت کی راحت اور شادمانی خوبصورت لمبے گھنے بالوں پر منحصر ہے بلکہ یوں کہنا بجا ہے کہ نفسیاتی اعتبار سے لطف زندگی عورت کے تاج حسن سے تمام تر وابستہ ہے اس وجہ سے لازم آتا ہے کہ عورت اور مرد دونوں اس کے حاصل کرنے کی دل و جان سے کوشش کریں

اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ گرہست کا سارا سکھ اور مرد و عورت کی باہمی شادمانی خوبصورت لمبے گھنے بالوں پر موقوف ہے اس وجہ سے اب اس مسئلہ پر بحث کرنا ضروری کہ خوبصورت بال کس طرح ہو سکتے ہیں لیکن اس سوال پر خامہ فرسائی کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ حالت اور دستور پر بحث کی جائے۔

پنجاب اور یوپی ۔ راجپوتانہ وغیرہ میں عورتوں کے بال بنگال اور بمبئی کی استریوں کی طرح کیوں بہت لمبے اور گھنے نہیں ہوتے اس کا بڑا سبب شمالی ہند کا پرانا ضرر رساں دستور ہے۔ سر دھونے کے بعد بال گوندھے جاتے ہیں۔ پھر ۸ - ۱۰ دن تک نہیں کھولے جاتے اس سے کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بنگال اور مدراس اور بمبئی میں یہ دستور نہیں ہے اول تو گرد اڑ کر بالوں پر پڑتی اور جمتی رہتی ہے اس سے میل بالوں کی جڑوں میں جم جاتا ہے جس سے جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور بدبو آنے لگتی ہے جہاں دھوپ اور ہوا کو دخل نہ ہو وہاں بیماری یقینی طور پر رونما ہوتی ہے۔ شمالی ہند کی عیسائی عورتیں اور نیز شستہ مذاق کی تعلیم یافتہ لیڈیاں اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں رفتہ رفتہ یہ دستور جاری ہو گیا ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ عام طور پر عورتیں چھاچھ دہی ملتانی مٹی۔ سوڈا، سجی اور ریٹھے سے سر دھوتی ہیں۔ تھوڑے عرصہ سے تعلیم یافتہ لوگوں کی دیکھا دیکھی عام لوگ بھی صابن سے کام لیتے ہیں مگر پڑھے لکھے اور جاہل یہ نہیں پوچھتے کہ کونسا صابن بالوں کے لئے اچھا ہے۔ بطور کلیہ یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ بازار میں سودیشی اور بدیشی سستے اور مہنگے جتنے صابن ملتے ہیں وہ ماسوا ایک دو خاص صابنوں کے عورتوں کے بالوں کا ستیاناس کر دیتے ہیں اصل یہ ہے کہ صابن کے ننھے ننھے ریزے عورتوں کے بالوں کی جڑوں میں چپک جاتے ہیں جس سے مساموں کے منہ بند ہونے سے جلد کے اندر کا روغنی مادہ باہر نہیں نکلتا اس سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ خشکی رونما ہوتی ہے اور بال جھڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جلد میں کھجلی اور جلن ہو جاتی ہے۔

بالوں پر آب و ہوا اور غذا کا اثر بھی ہوتا ہے اور موروثی اثر بھی پڑتا ہے بعض عورتوں کے فطرتاً بال بہت لمبے اور گھنے ہوتے ہیں گو یہ ان پڑھ ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ جدی اثر ہے یا ڈھال ایسے غدہ کے فعل کی کرامت، بہرحال اگر تازہ ہوا میں چلنے پھرنے سے آدمی تومند رہتا ہے۔ اور اس کے چہرہ پر بشاشت اور رونق پائی جائے تو بالوں کو تازہ ہوا اور دھوپ سے کیوں نفع نہ پہونچے گا۔

مغربی ماہروں کا یہ اندازہ ہے کہ ایک مربع انچ میں ایک ہزار بال ہوتے ہیں۔ سر کی کھال کا کل رقبہ ایک سو بیس مربع انچ کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ اس لئے بالوں کی اوسط فی کس ایک لاکھ بیس ہزار ہوتی ہے۔ جرمنی کے دو نامی ماہروں (لوئن ہاک اور اتک ہارن) کا یہ تخمینہ ہے کہ سر کے اوپر پسینہ کی گلٹیاں (۳۰۰) فی مربع انچ کے حساب سے ہوتی ہیں۔ جب ان کے فعل میں رخنہ واقع ہوتا ہے تو بالوں کی مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ سنہری اور بھورے بالوں سے کالے بال کہیں زیادہ موٹے ہوتے ہیں ان کی موٹائی ۱/۴۰۰ اور ۱/۱۴۰ انچ کے درمیان پائی گئی ہے۔ سب سے زیادہ باریک پیلے بھورے رنگ کے بال ہوتے ہیں جن کی موٹائی ۱/۵۰۰ اور ۱/۶۰۰ انچ کے درمیان ہوتی ہے۔ بالعموم بچوں کے بال جوانوں کی نسبت زیادہ مہین ہوتے ہیں۔ بالوں میں لچک اور طاقت ہوتی ہے۔ اگر کھینچو تو لمبے ہو جاتے ہیں۔ تندرست استری کا ایک بال دو چھٹانک بوجھ برداشت کر سکتا ہے۔ ملائم بالوں کی جڑ جلد کے بالائی حصہ میں ہوتی ہیں

مگر مضبوط بالوں کی جڑیں نسبتاً گہری ہوتی ہیں مگر لمبے اور ملائم بالوں کی جڑیں سب سے زیادہ گہری ہوتی ہیں۔ جڑ سے مراد بوتل کی شکل کی نلکی ہے جس کے اندر بال کا زیر جلد سرا رہتا ہے۔

سوکھے بالوں میں ۱/۵ سے ۱/۴ حصہ تک ایسا مادہ ہوتا ہے کہ جو آگ کا اثر قبول نہیں کرتا۔ دانتوں میں بھی اس قسم کا مادہ پایا جاتا ہے اس وجہ سے بال دو ہزار برس تک برقرار رہتا ہے جیسا کہ مصر کی مومیائیوں کے بالوں کی حالت سے عیاں ہوتا ہے اس کی کیمیائی ترکیب میں (۲ ۳) فی صدی گندھک ملے ہوئے کھار ہوتے ہیں دو سے لے کر دس فی صدی لوہے کا جزو اور چالیس فی صدی سلیکا ہے بال جلا کر دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پچاس حصے کاربن۔ (۶ر۳۶) حصے ہیڈروجن (۱۷ر۱۴) حصے نیٹروجن (۲۰ر۸۵) حصے آکسیجن اور پانچ حصے گندھک پائی جاتی ہے، بالوں میں تیل بھی ہوتا ہے کیمیائی اجزاء اور تیل کی مقدار بالوں کے رنگ پر موقوف ہوتی ہے۔ پہلے بھورے بالوں میں آکسیجن اور گندھک کی مقدار سب سے زیادہ ہوتی ہے بھورے بالوں میں کاربن (کوئلہ کا مادہ) سب سے زیادہ اور سفید بالوں میں چونہ کا جزو سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

بالوں کی چکنائی اور چمک اس طبعی روغنی مادہ پر منحصر ہے جو جلد کے نچلے خطہ سے گلٹیوں کے وسیلہ سے برآمد ہوتا ہے جلد کی اندرونی گلٹیوں کے اردگرد جسمانی چربی پھوٹ نکلتی ہے۔ جو آخر کار گلٹیوں کے راستہ سے باہر نکل کر بالوں کی ملائمی اور چکنائی کا موجب ہوتی ہے۔ یہ گلٹیاں بالوں کی جڑوں کی نلکیوں کے اندر ہوتی ہیں۔

اس اجمالی بحث سے واضح ہے کہ بال دیکھنے میں تو ادنیٰ چیز ہے مگر اس کی ساخت بہت پیچیدہ ہے۔ بکرے کی کھال تو سب نے دیکھی ہے جو کچھ موٹی نہیں ہوتی۔ مگر سارے بال جلد ہی سے نکلتے ہیں اس جلد کے کئی پرت ہوتے ہیں، ان کے تہوں کے اندر خلیات ہوتی ہیں جن کی تنومندی پر بالوں کی زندگی لمبائی اور دل ربائی موقوف ہوتی ہے زیر جلد خلیات کی توانائی خون کے دورہ اور عمدہ غذا پر منحصر ہے۔ آکسیجن کے وسیلہ سے خون صاف ہو کر جلد کے اندر جاتا ہے جس سے بالوں کی اندرونی جڑیں غذائیت حاصل کرتی ہیں اسی دورہ خون پر جلد کے اعصاب کی تنومندی موقوف ہوتی ہے جب تک جلد کے اندر خون کا دورہ بے روک ٹوک ہوتا رہے گا۔ بالوں کو کوئی بیماری لاحق نہ ہوگی اور خون کے دورہ کو عمدہ صحت بخش غذا اور کھلی تازہ ہوا میں ورزش کرنے (سیر کرنے) سے تحریک حاصل ہوتی ہے۔ جب لاعلمی یا بے پروائی سے ان باتوں سے چشم پوشی کی جاتی ہے تو سر کے بال خراب ہو جاتے ہیں ان کی خوبصورتی اور چمک اور دیگر خوبیاں رخصت ہو جاتی ہیں،

پاؤں

ہمارے ملک میں پاؤں سے بہت غفلت برتی جاتی ہے، حالانکہ وہ بھی منہ ہاتھ کی طرح توجہ کے مستحق ہیں، غالباً آپ یہ سنکر حیران ہوں گی کہ تندرستی کا تعلق ایک بڑی حد تک پاؤں سے بھی ہے مثلاً اگر آپ سفر سے تھکی ہوئی آئیں تو پاؤں کو نیم گرم پانی سے ڈبونے سے تکان دور ہو جائیگی اور آپ ایک قسم کی فرحت محسوس کرنے لگیں گی، دماغ کو پاؤں سے بڑی مناسبت ہے، گندے پاؤں رکھنے والے شخص کا دماغ کند ہوتا ہے اور صاف پاؤں رکھنے والے کا تیز۔ ایک استی سالہ تندرست لیڈی کا تجربہ ہے کہ باقاعدہ اور بلاناغہ ہر رات کو پاؤں دہوئے۔ نرم فٹ اور عمدہ جوتا استعمال کرنے سے صحت درست رہتی ہے اور کئی بیماریوں سے بچاؤ رہتا ہے،

جوتوں اور موزوں کی طرف توجہ دینی نہایت ضروری ہے۔ جن موزوں میں سیونیں زیادہ ہوں وہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کم سیون کا موزہ استعمال کرو۔ سردیوں میں اونی جرابیں پہنو۔

مثل مشہور ہے سر بڑا سردار کا۔ پاؤں بڑا گنوار کا، چھوٹے پاؤں خوبصورتی اور عزت کی نشانی سمجھے جاتے ہیں خصوصاً چین میں یہ خیال اتنا پختہ ہے کہ وہاں کی عورتیں لوہے کی جوتیاں استعمال کرتی ہیں، تاکہ پاؤں بڑھنے نہ پائیں، یورپ کی عورتیں لوہے کی جوتیاں تو نہیں پہنتیں لیکن جہاں تک ہو سکتا ہے چمڑے کی جوتیوں سے ہی یہ مقصد پورا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بعضوں کے سر پر تو یہ جنون اس حد تک سوار ہے کہ وہ خلاف قدرت اپنے پیروں کو فیشن کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتی ہیں یعنی وہ خاص قسم کی جوتیاں بنواتی ہیں اور اگر پاؤں اس وضع کے نہیں ہیں تو انہیں زبردستی اس فیشن کے بنانے کی کوشش کرتی ہیں جو سراسر نقصان دہ ہے،

تسموں والے بوٹ بٹنوں والی گرگابیوں سے زیادہ مفید ہیں، بلکہ بٹنوں والی گرگابیاں ایک طرح سے نقصان دہ ہیں، کیونکہ وہ پاؤں کی خوبصورتی کو بگاڑتی ہیں۔ برخلاف اس کے تسموں والے بوٹ پاؤں کی اصلاح کرتے ہیں، موٹے تلوؤں کے بوٹ نہ پہنو کھلے پنجے کی جوتی جس میں انگلیاں پھیلی رہیں، استعمال کرو، اور تنگ پنجے والی جوتی سے پرہیز کرو، اونچی ایڑی کی جوتی نہ پہنو۔ ایڑی چوڑی ہونی چاہئے، اور وہ ۱½ انچ سے ہرگز اونچی نہ ہو، بہتر تو یہ ہے کہ آپ اپنے بوٹ اپنے پاؤں کی وضع پر بنوائیں، اوپر کا حصہ ہمیشہ ملائم اور نرم چمڑے کا ہو، تنگ جوتا کبھی نہ پہنیں بلکہ ایسا پہنیں جو پاؤں میں بالکل فٹ ہو کر آئے، اگر آپ ان سب باتوں کا خیال رکھیں تو آپ اپنے پاؤں کو خوبصورت اور اپنی صحت کو ٹھیک رکھ سکتی ہیں۔ تنگ جوتے پہننے سے اکثر پاؤں میں گٹے پڑ جاتے ہیں انکے لئے ذیل کا نسخہ مفید ہے، اکسٹرکٹ کینابس انڈیکا ۴ گرین، ایسڈ سیلی سلک ۳۰ گرین۔ روغن تارپین ۵ ابونہ، ایسٹک ایسڈ ۲ گرین، کلوڈین ۵ ڈرام، ہر روز رات کو روئی سے گٹوں پر لگائیں

د۔س

امراضِ دنداں اور ان کا تدارک

دانت انسان کے جسم کا وہ حصہ ہے۔ جس کے بغیر صحت درست رہ سکتی ہے نہ خوبصورتی۔ صحت کا دارومدار جس قدر دانتوں پر ہے۔ اتنا کسی دوسرے عضو پر نہیں کیونکہ ہاضمے کا ٹھیک ہونا ہی بڑی تندرستی ہے۔ اور ہاضمہ اسی وقت ٹھیک رہ سکتا ہے۔ جب خوراک کو بخوبی چبایا جائے۔ بغیر دانتوں کی مضبوطی کے خوراک کسی طرح بھی ہضم نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ہو بھی تو معدہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے کیونکہ اس صورت میں دانتوں کا کام بھی معدہ کو کرنا پڑتا ہے۔ جس سے وہ بہت جلد کمزور ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہماری صحت کو درست رکھنے کے قابل نہیں رہ سکتا۔ لہذا دانتوں کی نگہداشت نہایت ضروری ہے۔

امراضِ دنداں آجکل ایک عام مرض ہو گیا ہے۔ جس سے بچے بچ سکتے ہیں نہ بڑے۔ میں خود بھی کسی قدر اس میں مبتلا ہوں۔ گذشتہ دنوں ایک اخبار میں اسی قسم کا مضمون میری نظر سے گذرا۔ جس میں چند مفید باتیں نظر آئیں۔ جن کو بہنوں کی آگاہی کے لیے سپردِ قلم کرتی ہوں۔ امراضِ دنداں کی جڑ صفائی سے لاپرواہی ہے۔ تمام قسم کے امراض گندگی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر صفائی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ تو ایک حد تک اس سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ امراضِ دنداں عام طور پر تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) سکروی (۲) پائیوریا (۳) دانت کا درد

(۱) مسوڑے اوپر کو اُبھر آتے ہیں۔ اور ان سے خون نکلنے لگتا ہے۔ منہ میں بدبو اور تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ دانت ہلنے لگتے ہیں۔ باسی سبزیوں اور ترکاریوں کے استعمال سے یہ مرض لاحق ہوتا ہے۔ اس مرض سے نجات حاصل کرنے کے لئے مریض کا صاف ستھرا رہنا لازمی ہے۔ جہاں تک ہو سکے تازہ ترکاریاں اور سبزیاں اسے کھانے کو دینی چاہئیں۔ باسی اشیائے خوردنی سے پرہیز لازمی ہے۔ گائے کا دودھ بھی مریض کے لئے مفید ہے۔ مسوڑوں کو مضبوط رکھنے اور ان کا خون بند کرنے کے لئے مُنہ کی صفائی لازمی ہے۔

(۲) اس مرض کی وجہ یہ ہے۔ کہ دانتوں کے نیچے جو گندہ مادہ جمع ہو جاتا ہے۔ وہ انسان کے جسم میں جذب ہو کر کئی اندرونی امراض کا موجب بنتا ہے۔ اگر پھر بھی دانتوں کی پوری پوری حفاظت نہ کی جائے۔ تو زندگی محال ہو جاتی ہے۔ دانت ہلنے لگتے ہیں۔ مسوڑوں سے خون بہنے لگتا ہے۔ انسان پست ہمت اور کمزور ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ دانت بالکل مضبوط رہتے ہیں۔ مگر مسوڑوں کا گوشت خود بخود پیچھے ہٹتا رہتا ہے

اور آخرکار دانتوں کی جڑیں ننگی ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اس صورت میں سوائے دانت نکلوانے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

(۳) جب دانتوں کو صاف ستھرا نہ رکھا جائے۔ تو ان میں کیڑا لگ جاتا ہے یا اگر ترش اور سرد چیزوں کو کثرت استعمال کیا جائے۔ تو دانتوں کی جڑوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر منہ کو ذرا بھی جنبش دی جائے تو شدت کا درد اٹھتا ہے۔ جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ درد کی حالت میں ہر روز علی الصباح مسواک کرنی چاہیئے۔ رات کو سوتے وقت بھی مسواک کرنا ضروری ہے۔ اس مرض میں پان تمباکو سے پرہیز لازمی ہے۔

عام طور پر تین قسم کی مسواک بہتر خیال کی جاتی ہے۔ کیکر پھلاہی اور نیم کی۔ لیکن ان سب میں پھلاہی کی مسواک سب سے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ یہ ذائقے میں بھی مزیدار ہوتی ہے۔

جن کے مسوڑوں سے خون بہتا ہو۔ ان کے لیے کیکر کی مسواک بہترین ہے۔ کیونکہ اس میں ایک قسم کا تیزاب Tonnic Acid پایا جاتا ہے۔ جو مسوڑوں کا خون بند کر کے انھیں تقویت بخشتا ہے۔

گوشت اور میٹھا دانتوں کے لیے مضر ہیں گو ان کا استعمال اگر معمولی ہو تو چنداں تکلیف نہیں دیتا لیکن آخرکار پائیوریا کا سبب بھی بنتا ہے۔ اور پائیوریا جیسے موذی مرض سے آج کون ناواقف ہے۔

میں جیسا کہ پیشتر بھی بیان کر چکی ہوں دانتوں پر خوراک کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے بعض کھانے ایسے ہیں جو دانتوں کے لیے سخت مضر ہیں مثلاً حد سے بڑھی ہوئی سرد گرم اور ترش اشیاء کا استعمال، میٹھی چیزوں کا بکثرت کھانا پھر ایسی نرم چیزیں جن کے چبانے میں دانتوں کو جنبش تک کرنے کا موقعہ نہ ملے بہت ہی نقصان دہ ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں دانتوں کی ورزش نہیں ہو سکتی جس سے وہ بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ عام غربا جن کو صفائی کا نام بھی نہیں آتا ان کے دانت کس قدر مضبوط ہوتے ہیں اور ان کو امراض دنداں کا پتہ بھی نہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ روکھی سوکھی اور سخت غذا کھاتے اور خالص صاف پانی پیتے ہیں سخت غذا سے ان کے دانت خوب مضبوط ہو جاتے ہیں برف اور گرم گرم چائے یا دودھ کا بکثرت استعمال دانتوں کا ستیاناس کر دیتا ہے۔

میری ایک عزیز نے جو کہ خود بھی امراض دنداں کا شکار رہی ہوئی ہیں اور ان کے سب بچے بھی اس میں مبتلا ہیں۔ مجھ سے دریافت کیا کہ بھلا یہ کیا وجہ ہے کہ ہم لوگوں کے دانت باوجود اتنی صفائی اور احتیاط کے بھی اس قدر کمزور اور خراب ہیں اور ہماری ملازم عورتوں کے دانت جنھوں نے نہ کبھی اپنے دانتوں کو صاف کیا ہے اور نہ کسی قسم کی احتیاط ان کے ایسے مضبوط ہیں؟ میں نے انھیں وضاحت کے ساتھ "خوراک کا اثر دانتوں پر" سمجھایا جسے انھوں نے بہت جلد مان لیا لہذا نہایت ضروری ہے کہ خوراک کا

انتخاب کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں۔ صرف زبان کے ذائقے کے لیے تمام عمر کے واسطے دانتوں جیسی نعمت سے ہاتھ دھو بیٹھنا کوئی عقلندی کا کام نہیں۔ جہاں تک ہو سکے ترش اور سخت گرم اور سرد اشیاء مثلاً برف اور ایسی چیزیں جو کہ دانتوں کی جڑوں کو بجائے تقویت بخشنے کے کمزور کرتی ہوں ہرگز استعمال نہ کرنی چاہئیں۔

بعض بچوں کے دانت نہایت کم عمری میں خراب ہو جاتے ہیں اور مائیں یہ خیال کر کے کہ دودھ کے دانت ہیں۔ دوسرے دانت اچھے نکلیں گے۔ اور بھی لاپروائی برتتی ہیں۔ جسکا اثر بچوں کے دانتوں پر نہایت خطرناک پڑتا ہے۔ کیونکہ دانتوں کی صفائی تو بچے کے لیے بھی ویسی ہی ضروری ہے جیسی کہ بڑوں کے لیے۔ اور یہ صفائی اسی دن شروع کر دینی چاہیے جبکہ بچے کا دانت صرف ایک نکلے۔ اگر بچہ بہت چھوٹا ہو۔ تو ماں کو لازم ہے۔ کہ وہ خود یہ کام کرے۔ یا کسی ملازم سے کرائے۔ بہر حال صفائی ضروری ہے۔ اگر بچے کو ابتدا میں دانت صاف کرنے کی عادت پڑ جائے۔ تو پھر وہ تمام عمر اس سے لاپروائی نہیں کرے گا۔ نیز ماں کا فرض ہے۔ کہ وہ بچے کو میٹھے کے استعمال سے حتی الوسع باز رکھے۔

بعض دوائیاں بھی دانتوں کے لیے سخت مضر ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک "کیلو میل" (جلاب) ہے اس کے استعمال میں اگر ذرا بھی غفلت برتی جائے۔ تو دانت تمام عمر کے لیے بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو سرے سے اُکھڑ ہی جاتے ہیں۔ میرے دانت اچھی حالت میں تھے۔ سال گذشتہ میں نے کیومیل کا جلاب لیا۔ میں اس کی مضرت رسانی سے ناواقف تھی۔ میرے دانتوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا۔ اگر فوراً ڈاکٹر سے رجوع نہ کیا جاتا۔ تو تمام نکل جاتے۔ اب بھی گو اتنی دوائیاں کر چکی ہوں۔ دانت اپنی اصلی حالت پر نہیں ہوئے۔ اگر چند روز دوا نہ لگاؤں تو مسوڑے پھر اسی طرح پھول جاتے ہیں۔ پس نہایت ضروری ہے کہ اس طرح کی دوائیوں سے قطعی پرہیز کیا جائے۔

دانتوں کی نگہداشت کے جتنے طریقے اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے صفائی ہے۔ ہمیشہ کھانا کھانے کے بعد منہ کو بخوبی صاف رکھنا چاہیے۔ اور یہ صفائی محض کلی کرنے سے ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ نرم مسواک سے دانتوں کو خوب صاف کرنا چاہیے۔ تاکہ خوراک کے وہ ریزے جو کہ دانتوں میں اٹک گئے ہیں نکل جائیں۔ دودھ پی کر کلی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر دودھ پی کر کلی نہ کی جائے۔ تو دانتوں میں ایک قسم کا ایسڈ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو کہ دانتوں کو کیڑا لگنے میں مدد دیتا ہے۔

بعض لوگ برش بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن مسواک برش کے مقابلے میں زیادہ سود مند ہے۔ کیونکہ اول تو ہر روز تازہ مل سکتی ہے۔ جس سے ایک قسم کا خوش ذائقہ اور مفید رس نکلتا ہے۔ دوم اس کی صفائی بھی چنداں مشکل نہیں۔ اور یہ تازہ مسواک ہی سب سے بہتر برش، منجن اور پوڈر ہے، کیونکہ یہ قدرتی ہے۔ اگر بہنیں مندرجہ بالا باتوں پر عمل کریں۔ تو میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وہ امراضِ دنداں سے نجات حاصل کریگی۔ مس منظور مبارک علی منٹگمری

آسیب یا خبط

بی اماں (ترش رو ہو کر) "اے ہے لڑکی دس بار منع کر چکی ہوں کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔ آجکل کی لڑکیاں کس قدر ضدی ہیں کسی کا کہنا ہی نہیں مانتیں بڑھوں کو تو پاگل سمجھ لیا ہے۔"

میں (بالکل انجان بنکر) "کیا ہوا بی اماں"

بی اماں "اے تہ خانے والی کوٹھری میں نہ جاؤ تو کیا کچھ بگڑ جائے۔"

میں "وہاں ہے کیا جو میں نہ جاؤں"

بی اماں "کچھ ہو گا ہی جو منع کرتی ہوں"

میں "آخر کوئی بات بھی ہو"

بی اماں (غصہ سے) "تم لوگوں کو خدا معلوم یہ کیا ہے کہ جب تک بات اور بات کی جڑ تک نہ پوچھ لو چین نہ آئے۔ وہاں جنات رہتے ہیں اسی وجہ سے میں کسی کو وہاں نہیں جانے دیتی۔ کیا فایدہ کچھ بے ادبی ہو جائے تو اور زیادہ پریشان ہونا پڑے۔"

میں۔ (مذاق سمجھکر) "بی اماں جنات کیسے ہوتے ہیں"

بی اماں "اے بیٹا یہ ہی ہوا ذات ہیں۔ کوئی آدمی تھوڑی ہیں جو دکھائی دیں"

میں "میں تو جنات کو ضرور دیکھوں گی اگر کچھ حقیقت ہے تو سامنے آئیں نہیں تو کوئی اصلیت نہیں سب شرک ہے۔"

بی اماں "بیٹا مشکل ہے کہ ہوا سے لڑتی ہو۔ تم ہوا ذات سے لڑ رہی ہو توبہ کرو۔"

میں "نہیں میں تو اب جنات کو دیکھ کر چین لونگی" میں یہ کہہ ہی رہی تھی کہ ایک فوارہ سا خون کا آیا تمام کمرے میں خون ہی خون کی بوندیں برس پڑیں مجھکو انتہائی حیرت ہوئی کہ یہ کیا بلا ہے میں یہ بھی بتا دینا ضروری خیال کرتی ہوں کہ یہ کہاں کا واقعہ ہے میں کانپور سے برسوں بعد لکھنؤ آئی تو مجھکو میری پھوپی (جنکو میں بی اماں کہتی ہوں) نے بلا بھیجا کہ دو چار روز یہاں رہ جاؤ۔ یہ انہی کے مکان کا واقعہ ہے انکے مکان کا یہ نقشہ ہے کہ پیچھے ایک بہت وسیع کمرہ ہے جسکو ہال کہنا چاہیئے۔ دونوں پہلوؤں میں دو کوٹھریاں ہیں باہر برآمدہ تھا اس کے نیچے تہ خانہ تھا۔ دو کمرے اور دو پہلو میں تھے غرض بہت شاندار مکان تھا جیسا کہ اگلے زمانہ میں بڑے آدمیوں کے مکان ہوتے تھے تہ خانہ کا ایک دروازہ باہر نشست کے کمرہ میں کھلتا تھا اور ایک کمرے کی پہلو والی کوٹھری میں جہاں کا یہ واقعہ ہے خون کی بوندوں سے مجھکو اور بھی اشتیاق ہوا کہ دیکھوں وہ کیسے جنات ہیں کہ زبان سے بات نکلتے ہی ایک شگوفہ کھل گیا میں نے کہا کہ "بی اماں یہ خون سے کیا مطلب ہے"

بی اماں "اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ہوشیار کر رہے ہیں کہ آیندہ سے ہمیں پریشان کرنے کا خیال بھی نہ لانا"

میں (بات کاٹ کر) "ورنہ پھر ہم خون کی ندیاں بہا دینگے" میں نے تو مذاق سے کہا تھا لیکن بی اماں ناراض ہونے لگیں کہ "بیوی لڑکیاں کیا ہیں پٹاخا ہیں منہ سے بات نکلی اور کاٹ دی۔ بات کرنا مشکل ہے۔" انکی ناراضگی سے میں خاموش تو ہو گئی لیکن مجھکو ایک فکر سی ہو گئی کہ خون کی بوندیں کہاں سے آتی ہیں میں نے ٹھان لیا کہ میں پتہ ضرور لگاؤں گی۔ آخر

اس کے کیا معنی منہ سے بات نکلی اسکو عملی جامہ پہنا دیا گیا
معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چھپا ہوا سنتا ہے۔ بی اماں گئیں کمرے
میں نماز کے لئے۔ میں جلدی سے اُٹھکر نعمت خانہ والی کوٹھری
میں ہو رہی۔ تمام کوٹھری کی میں نے تلاشی لے ڈالی لیکن کوئی
بات قابل گرفت نہ معلوم ہوئی۔ ہاں بیشک ایک عجیب
بات یہ معلوم ہوئی کہ بی اماں کوٹھری کی الماری میں کچھ
نہ رکھتی تھیں لیکن اس الماری میں قفل لگا تھا میں چاہتی
تھی کہ قفل توڑوں لیکن بی اماں کی آواز حمیدہ ہ حمیدہ مرے
کان میں آئی پیچھے سے نکل کر یہ کہتی ہوئی "بی اماں میں نماز
پڑھ رہی تھی۔" اُن کے پاس جا بیٹھی میں نے ان سے پوچھا۔

"بی اماں آپ تو اس مکان میں مدت سے رہتی ہیں
لیکن کوئی واقعہ ایسا کبھی پیش نہیں آیا بلکہ جب تک ہم لوگ
کانپور نہ گئے تھے اسوقت تک ہم لوگ بھی یہاں رہے اب
اس مکان میں کیا ہو گیا۔"

بی اماں۔ (بہت سنجیدگی سے) "بیٹا ہوا فات کا کیا۔
ٹھیک جہاں دل چاہا چلے آئے چلے گئے اب دو تین سال
سے یہ ہونے لگا ہے دیکھو کل میں ایک میاں صاحب کے ہاں
جاؤنگی وہ بہت پہونچے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ
میں نوچندی سے ختم پڑھونگا اس میں اکاسٹھ روپیہ خرچ
ہونگے۔ بلا سے بچوں کا گھر ہے انکے سر کا صدقہ یہ آفت
تو جائے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک لڑکا۔ ملازم رحیم
کہتا ہوا آیا کہ "بڑی بیوی کوٹھری کے پاس میز پر جو خاصدان
رکھا تھا وہ

بی اماں۔ "ہاں ہاں وہ میں نے ہی دیکھا تھا کیا ہوا؟"

رحیم۔ "وہ غائب ہے۔"

بی اماں۔ "اے ہے اب تو ان لوگوں نے بہت
پریشان کر دیا۔"

میں۔ "کیا بی اماں ایسا بھی ہوتا ہے کہ چیزیں بھی غائب
ہو جاتی ہیں۔"

بی اماں بولیں کہ "ہاں جب میں ان کے لئے دعا تعویذ
کرداؤں گی جب ہی زیادہ پریشان کرنے لگتے ہیں۔ یہاں تک
کہ کپڑے غائب روپیہ غائب چیزیں غایب ابھی تھوڑے
دنوں کی بات ہے تمھارے پھوپھا نے اچکن اتار کر کوٹھری
کے پاس ٹانگ دی اچکن کی جیب میں پچاس روپیہ تھے وہ
مجھ سے ختم وغیرہ کی بابت باتیں کرنے لگے۔ اب جو واپس
جاتے ہیں تو روپیہ معہ اچکن غائب۔ بہت ڈھونڈا کچھ
پتہ نہ چلا۔

میں۔ "بی اماں یہ ملازموں کا تو کام نہیں ہے۔"

بی اماں۔ "بیٹا یہ ملازم کیسے کر سکتے ہیں کہ روز بر وقت
ایک کرشمہ دکھایا کریں۔ کبھی آگ برس رہی ہے کبھی پھول گر رہے
ہیں۔ خون آرہا ہے۔ پانی پڑ رہا ہے۔ کسی کو دھکیل دیا کسی
کی چارپائی پلٹ دی۔ یہ بیٹا ملازم تھوڑی کر سکتے ہیں۔"

میں۔ "بی اماں اب ختم کیجئے مجھکو بھی ڈر لگتا ہے کیا جنات
ایسے بھی ظالم ہوتے ہیں۔"

دوسرے دن مجھکو یہ فکر لگی رہی کہ بی اماں میاں صاحب کے
ہاں جائیں تو میں کوٹھری میں جاؤں خدا خدا کرکے دو بجے
وہ گئیں۔ میں پھر اسی کوٹھری میں گئی۔ میں نے لاکھ کوشش
کی یہ الماری کھل جائے لیکن کسی طرح نہ کھلی۔ میں نے سب
کی کنجیاں یکے بعد دیگرے لگائیں شاید کھل جائے لیکن وہ
نہ کھلی استنے میں بی اماں کی آواز میرے کان میں گئی میں ہاں

سے بھاگی، میں پچیلے سے جانے کی وجہ سے ننگے پیر گئی تھی۔ پاؤں باہر رکھا ہی تھا سارا جل گیا۔ میں نے رحیم کو پکارا وہ آیا۔ لیکن بہت خوش تھا۔ خوشی بھی فاتحانہ خوشی۔

میں نے کہا: "رحیم کیا یہاں آگ پڑی تھی؟" وہ کہنے لگا: "بٹیا یہاں آگ کہاں بٹیا یہاں یہ ہی ہوتا ہے۔" بہکے اور ڈرانے کی وہ باتیں کرنے لگا۔

بی اماں: "رحیم ذرا کپڑے اُتار کر لنگی باندھ لے۔ پانی چھڑک دے۔" مجھ سے مخاطب ہو کر "بیٹی یہ لڑکا مجھکو بہت پسند ہے بہت محنتی ہے دوسرے مُلازم اتنا کام نہیں کرتے۔

میں: "جی ہاں میں بھی دیکھتی ہوں تمام کام وہ کرتا ہے اگر کام نہیں بھی ہوتا تو آپ کا سامان ٹھیک کرتا رہتا ہے۔

"بیٹی مجھکو بڑا آرام ہے خدا نخواستہ یہ چلا جائے تو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑے۔"

رحیم پانی چھڑک رہا تھا میں اسے دیکھ رہی تھی کہ میری نگاہوں نے وہ چیز ڈھونڈلی جس کی میں دو روز سے متلاشی تھی یعنی اس کی کمر میں دو کنجیاں بندھی ہوئی تھیں مجھکو بے چینی تھی کہ کسی طرح کنجیاں مل جائیں۔ میں وقت کا انتظار کرنے لگی شب کو میں نے کنجیاں اس کے کمر بند سے کاٹ لیں اور صبح اُٹھکر پہلا کام یہ کیا کہ الماری کھولی تو اس میں یہ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

خاصدان جو غائب تھا شاید اس کو لے جانے کا موقع نہ ملا تھا۔ کچھ کوئلے۔ ایک ماچس کا بکس۔ ایک آبخورے میں کچھ خون۔ کچھ سُرخ رنگ۔ خون میں انتہائی بدبو تھی وہ شاید کئی روز کا تھا۔ تھوڑے پھول جو ایک تر کپڑے میں تھے۔ یہ سب سامان بند تھا۔ میں نے خاصدان اُٹھالیا۔ الماری بند کر دی دوسرے کنجی باہر کے دروازے کی تھی جو توشہ خانہ کا تھا۔

اب جنات کی نذر سُنیئے ہر جمعرات کو پانچ آنہ پیسے چراغی اور ڈھائی پاؤ مٹھائی کچھ پھول لوبان عطر یہ سب چیزیں اس کوٹھری میں رکھی جاتی تھیں جو صبح کو غائب ہو جاتی تھیں تو چند ہی جمعرات کو اس سے دوگنا سامان رکھا جاتا تھا۔

رحیم کے پاس سے کنجی نکلنے سے بہت کچھ پتہ چلا۔ جن رازوں کو وہ پوشیدہ رکھتا تھا وہ سب مجھ پر فاش ہو چکے تھے۔ آج رحیم حد سے زیادہ رنجیدہ تھا اور مُنہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ میں نے دوپہر کو رحیم کو بُلا کر کہا: "رحیم کیا فائدہ چھپانے سے تمہاری باتیں تمہارے بشرے سے ظاہر ہیں۔ رہا خاصدان وہ میں نے اُٹھاتے دیکھا تھا وہ میرے پاس موجود ہے۔" یہ سُن کر معلوم ہوتا تھا رحیم پر جوتے پڑ گئے۔

میں نے کہا اگر تم بتا دوگے تو میں تمام راز پوشیدہ رکھوں گی اور اب تم تمام باتوں سے توبہ کر کے اچھے مُلازموں کی طرح زندگی گذارو اور تم کو بھی معلوم ہو کہ یہیں کہیں رہا تھا رکھنے والے کے دِل میں بھی جگہ ہوگی اگر تم نہ بتاؤ گے تو تمہاری سب کارستانیاں پولیس تک پہونچا دی جائیں گی۔" وہ میری دھمکیوں سے نرم تو ضرور ہو گیا لیکن ایک دم سے وہ پلٹ گیا کہنے لگا۔ "بیوی مجھکو کچھ نہیں معلوم" میں نے لاکھ لاکھ پوچھا لیکن اس نے کچھ نہ بتایا۔

اب میں خود پریشان تھی کہ میں کس طرح یہ بات

ان لوگوں پر ظاہر کروں سب مجھکو جھوٹا تصور
کریں گے نہ میں خاصدان دے سکتی تھی بلکہ خاصدان
رکھکر میں اور بھی عذاب میں گرفتار ہوگئی اس کے
دوسرے روز جو صبح کو میں اُٹھتی ہوں تو گھر میں
ایک ہل چل پڑ رہی ہے ایک کہتا ہے "رحیم بھاگ
گیا" دوسرا کہتا ہے کوئی بات بھی نہیں ہوئی جو بھاگ
گیا" تیسرا کہتا ہے "ضرور کچھ بات ہوئی" میں دل ہی
دل میں شرمندہ ہو رہی تھی۔ روز سوچتی کہ یہ بات
ظاہر کر دوں لیکن ہمت نہ پڑتی ایک سے دو روز
گذرے چار روز اسی طرح آٹھ دس روز گذر گئے
ایک دن میں انتہائی پریشان بیٹھی تھی اور سوچ
رہی تھی کہ جب تک اس بات کو پورا نہ کروں گی
گھر بھی نہ جاؤں گی۔ جاؤں بھی تو کیسے خاصدان وغیرہ
لیکر ! میری والدہ روز آدمی بھیجتی ہیں اور میں روز
ٹالے بالے کر دیتی ہوں عجب مخمصہ میں جان ہے
اتنے میں پوسٹ مین اخبار لایا میں نے جلدی سے
کھولا پہلے ہی ایک سرخی پر نظر پڑی۔

{ ایک میاں صاحب کے رازوں کا انکشاف

کل شب کو گیارہ بجے سعادت گنج میں کچھ لوگ
ایک مہاجن کے مکان میں نقب زنی کرتے ہوئے
پکڑے گئے۔ اس میں سات لڑکے اور ایک ۳۰ سالہ
جوان تھا یہ ہی سب کا سرغنہ ہے پولیس کی
تفتیش سے معلوم ہوا یہ لوگ اپنے جتھے کے
پچیس تیس جوان لڑکے ہیں۔ انھوں نے ایک
سوانگ بنا رکھا ہے وہ یہ کہ جو لڑکے ہیں وہ تو
مُلازمت کرتے ہیں ان گھروں کے پوشیدہ
رازوں سے اپنے سرغنہ کو آگاہ کرتے ہیں دوسرے
کسی کے یہاں جنات ہیں تو کسی کے یہاں شہید۔ کسی
کے یہاں دیو پری کسی کے یہاں بھوانی جن کو ہندو
بہت مانتے ہیں جہاں جہاں یہ لڑکے مُلازم ہیں
وہاں یہ ہی شگوفے کھلاکرتے ہیں وہی لڑکے اپنے
مالک (یعنی میاں صاحب) کے ہاں جانے کی ترغیب
دلاتے ہیں جو کچھ ان کو دُعا تعویذ سے ٹھگا جاتا ہے ٹھگتے
ہیں اگر زیادہ مال دار ہوا تو چپکے چپکے اندر ہی اندر
چیزیں بھی غائب ہوتی رہتی ہیں اور جنات شہید وغیرہ
کے سر تھوپی جاتی ہیں۔ بڑے بڑے مال پر ہاتھ مارے
جاتے ہیں یہ لوگ ہندو عیسائی پارسی سب ہی کچھ بن
جاتے ہیں جو لڑکے گرفتار ہوئے ان کے نام درج
ذیل ہیں :۔

رحیم جو کہ پکا بد معاش ہے بڑی سختی پر بھی اس نے
کچھ نہ بتایا۔ سعید بھگو کلو منے۔ بھگوانداس۔ رام دہا
بھگوانداس کی وجہ سے یہ چوری ہونے والی تھی جن میں
کہ یہ لوگ گرفتار کیے گئے تفتیش جاری ہے سرغنہ کا
نام اشرف علی ہے۔ }

میں پڑھکر بہت خوش ہوئی اسی وقت دو رکعت
شکریہ ادا کرکے میں فوراً بی اماں کے پاس گئی میں نے
پوچھا بی اماں "آپ جن میاں صاحب کے یہاں
گنڈے تعویذ کے لیے جاتی ہیں وہ کون ہے ان کا
کیا نام ہے۔

بی اماں اے بیٹا وہ بہت شریف خاندان بہت

زاہد بہت پہونچے ہوئے ہیں خاص کچھوچھے شریف کے رہنے والے ہیں آپ کا نام اشرف علی میاں صاحب ہے۔

میں:" بی اماں ایک لڑکا چچا جان کے ہاں بھی تو ملازم ہے اس کا کیا نام ہے؟"

بی اماں:" کلو"

میں:" ان کے یہاں بھی تو آسیب ہے۔"

بی اماں:" اے ہے ان کے یہاں کا سا تو جن کسی کے یہاں ہو وہ تو ایسا ہے کہ لڑکی ہی کو دبائے ہوئے ہے وہ لڑکی بہت بُری بُری صورتیں دیکھ کر چیختی ہے روتی ہے۔ تمھارے چچا بیچارے سب ہی کچھ کر چکے لیکن وہ کسی طرح اچھی نہیں ہوتی ہے اکلوتی بچی ہے۔

بی اماں سے میں نے کہا کہ " وہ لڑکی کو کہیں باہر نہیں لے جاتے؟"

بی اماں:" وہ بیٹا کچھوچھے تک لے گئے کچھ فایدہ نہ ہوا جب تک وہ لڑکی باہر رہتی ہے جب تک تو اچھی رہتی ہے جہاں گھر آئی پھر ویسی ہو جاتی ہے جب وہ لڑکی کو لے کر کچھوچھے گئے تھے تو انکے یہاں بہت بڑی چوری ہو گئی۔"

جب میں نے سارا قصہ سن لیا تو میں نے وہ اخبار سُنایا اور اپنی کارگذاری بیان کی اب تو بی اماں کچھ ہوشیار سی ہوئیں اور کہنے لگیں"

"اے ہے جو وہ میری کوئی چیز لے کر بھاگ گیا ہے تو میں تو کہیں کی نہ رہوں گی۔"

میں:" تو بہتر ہے کہ آپ تمام سامان کی جانچ کریں۔"

بی اماں نے جو جانچ کی تو خدا جھوٹ نہ بلوائے سینکڑوں ہی چیزیں غائب تھیں مختلف گلدان زیورات برتن جو کہ چاندی کے تھے غرض بہت کچھ سامان جا چکا تھا غنیمت ہوا کہ اب بھی معلوم ہو گیا ورنہ شاید اور کچھ آفت آتی۔

مسز حمید از لکھنؤ

THE "ISMAT" DELHI
Annual Number 1934.

THE "ISMAT" DELHI

Annual Number 1934.

ہندوستان کے قدیم باشندے

چھتیس گڑھ (صوبہ متوسط) کے قدیم باشندوں کے ناچنے گانے والوں کی ایک جماعت

ہندوستان کے قدیم باشندے

[illegible] کے قدیم باشندوں کی رہائش کا ایک منظر

ایک دکان کا منظر۔ جہاں عورتیں اپنے سنگار کی چیزیں خرید رہی ہیں۔

ہندوستان کے قدیم باشندوں کے دلچسپ حالات

تیسرا باب

اُوراؤں قوم

اوراؤں قوم بھی غیر آریہ قوم کے نسل سے ہیں۔ یہ زیادہ تر صوبہ متوسط کے جنگلی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ریاست جسپور میں ان کی آبادی تقریبًا ساٹھ ہزار ہے جس میں سے کہ آدھے سے زاید عیسائی ہوگئے ہیں۔ عیسائیوں کے مشنری ان علاقوں میں بہت خاموشی اور عقلمندی سے ان لوگوں کو عیسائی بنا رہے ہیں چونکہ ان جنگلی قوموں کا کوئی خاص مذہب نہیں ہے اس لئے وہ نئے مذہب کو ظاہری شان وشوکت، لالچ، ترغیب اور مصیبت کے وقت امداد پانے کے احسان سے فورًا قبول کرلیتے ہیں۔ اور اُنہوں نے اپنے قدیمی طرز معاشرت کو بدل کر عیسائیوں کا تمدن اختیار کرلیا ہے۔ بقیہ اُوراؤں بھوت پریت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ جب یہ کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں تو اُسے بھوت پریت یا ڈائن کے کرتوت سمجھتے ہیں اور اس سے نجات پانے کے لئے بیگا کو جو کہ ان وحشیوں کے پجاری ہوتے ہیں بلاتے ہیں اور بکری یا مرغی کی قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کے ساتھ شراب بھی ہوتی ہے۔ بیگا منتر پڑھ کر بھوت کو بھگاتا ہے۔ جب بیگا صاحب کو یکدم مایوسی معلوم ہوتی ہے تو اُس کے رشتہ داروں سے کہہ دیتے ہیں کہ دیوی بہت خفا ہیں اور کسی طرح سے نہیں مان رہی ہیں۔ جادو وٹونا پر بھی ان کا بہت اعتقاد ہے۔ اور اس کا الزام کسی سب سے بڈھی غریب عورت پر دیتے ہیں کہ وہ بڈھی عورت ڈائن ہے اُسی نے جادو کیا ہے اور وہ غریب، لاچار، بڈھی عورت گاؤں سے نکال دی جاتی ہے۔ پہلے زمانے میں کسی پہاڑ کی اُونچی چٹان پر اُسے پکڑ کرلے جاتے تھے اور گہری کھائی میں اُسے وہاں سے ڈھکیل کر مار ڈالتے تھے۔

اُوراؤں پستہ قد، سیاہ فام لیکن بہت ہی جفاکش اور مضبوط ہوتے ہیں۔ شراب کے وہ بہت ہی شائق ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی شراب پلاکر اُن سے خوشی سے خوب محنت کا کام لیا جاسکتا ہے۔ مرد اور عورت دونوں اپنے ہاتھوں پر نام وغیرہ گودوالتے ہیں، ناک وکان چھدواتے ہیں اور ہاتھ پیر میں لوہے وپیتل کے زیور اور گلوں میں مونگے کے لال لال ہار پہنتے ہیں۔ مرد کا لباس لنگوٹی اور عورتیں بھی نیم برہنہ رہتی ہیں۔ گھنے جنگلوں کے رہنے والے بعض بعض کمر میں رسی باندھ کر، پتوں کو گودہ کر رسی میں کھونس کر جسم کے کچھ حصوں کو چھپاتے ہیں باقی جسم یک دم کھلا رہتا ہے لیکن اب کپڑے پہننے بہت کچھ سیکھ گئے ہیں اور روز بروز کپڑا پہننے میں ترقی کر رہے ہیں۔ فصل کاٹ کر جو غلہ لاتے ہیں اُس میں سے سال بھر کے کھانے کے لئے رکھ کر باقی کو فروخت کرڈالتے ہیں اور جوں ہی کچھ روپیہ پیسہ اُن کے ہاتھ لگے ان کے خوشی وچین کے دن شروع ہوجاتے ہیں۔ پھر تو لڑکے لڑکیوں کے شادی بیاہ، شراب پینے اور گانے بجانے کے سوا اور کوئی دوسرا کام نہیں رہتا۔ جب کوئی مرتا ہے تو اُسے پہلے زمین میں دفن کردیتے ہیں پھر دہان کی فصل

ختم ہوجانے پر ایک مقررہ روز مردوں کی لاشیں اُکھاڑ کر قبر کے پاس جلاتے ہیں، پھر عورتیں جلی ہوئی ہڈیوں میں ہلدی، تیل لگاتی ہیں اور مردہ کی شکل کی مٹی کی مورت بناتے ہیں۔ پھر جلی ہڈیوں اور راکھ کو مٹی کی مورت کے ساتھ ٹوکریوں میں رکھ کر کسی ندی یا تالاب میں بہادیتے ہیں۔ بعد میں سب لوگ گھر لوٹ آتے ہیں اور چند رسم اداکر کے ساری رات خوب ناچتے گاتے ہیں۔ جب تک یہ رسم ادا نہ ہوجائے کسی کے یہاں لڑکے لڑکیوں کی شادی نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد شادی شروع ہوتی ہے۔

اگرچہ لڑکے لڑکیوں کی شادی ان کے والدین کرتے ہیں مگر اس کے قبل لڑکے اور لڑکی "دہوم کوریا" میں اپنی شادی طے کرلیتے ہیں۔ اورراؤں کے مکان چھوٹے ہوتے ہیں اس لئے گاؤں میں ایک علیحدہ مکان بنا ہوا رہتا ہے جس میں سب غیر شادی شدہ لڑکے ایک ہی جگہ سوتے ہیں۔ اس مقام کو دہوم کوریا کہتے ہیں۔ لڑکیاں بھی اپنے والدین کے پاس مکان میں نہیں سوتیں، گاؤں کے بیواؤں کے پاس سونے کو بھیج دی جاتی ہیں۔ وہاں سے وہ بھی دہوم کوریا میں پہونچ جاتی ہیں اور رات کو وہاں ناچ گانا ہوتا رہتا ہے۔ شادی کی بات پکی ہوجانے پر لڑکی کے یہاں بارات جاتی ہے۔ باراتی تیر وکمان ونقلی آوزار سے آراستہ رہتے ہیں۔ لڑکی کے گاؤں کی پاس پہونچنے پر لڑکی والے بھی ویسے آراستہ ہوکر لڑکی سمیت نکلتے ہیں۔ لڑکا اور لڑکی اپنے اپنے کسی ساتھی کی گود میں چڑھے رہتے ہیں۔ پھر دونوں گروہوں میں بناوٹی لڑائی ہوتی ہے۔ پھر سب مل کر گاؤں جاتے ہیں اور رات بھر شراب کی پلائی اور ناچ وگانا ہوتا ہے۔ دوسرے روز دولہا دلہن کو تیل وہلدی لگاکر شامیانہ کے نیچے لاتے ہیں۔ وہاں ہل کا ایک جُوا، کچھ گھر چھانے کی گھانس اور ایک پتھر کی سل رکھی ہوئی ہوتی ہے۔ دولہا دُلہن اس سل پر کھڑے کیے جاتے ہیں۔ دولہا دُلہن کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے اور دونوں ایک کپڑے سے اس طرح سے لپیٹ دئے جاتے ہیں کہ صرف اُن کے سر اور پیر کھلے رہتے ہیں۔

اب ایک کٹورہ میں بہت سا سیندور لاکر دولہا کو دیا جاتا ہے۔ دولہا اس سیندور سے تین لکیریں دُلہن کی پیشانی پر اپنی اُنگلی سے بناتا ہے۔ دُلہن بھی اسی طرح سے دولہا کی پیشانی پہ تین لکیرین بناتی ہے لیکن چونکہ اُس کی پیٹھ دولہا کی طرف ہوتی ہے اس لئے سیندور دولہا کی پیشانی کی بجائے منہ پر کہیں لگ جاتا ہے۔ اس پر سب لوگ خوب ہنستے ہیں اور اُسی وقت شامیانہ کے اوپر سے پانی بھری ہوئی ہنڈیا کسی طرح سے دولہا دلہن پر اُلٹا دی جاتی ہے اور وہ پانی سے بالکل تر بتر ہوجاتے ہیں۔ عورتیں اب "شادی ہوگئی۔ شادی ہوگئی" کہہ کر چلاتی ہیں اور دولہا دُلہن ایک کمرہ میں بھیج دیئے جاتے ہیں، جہاں وہ اپنے کپڑے بدلتے ہیں۔ پھر کھانا پینے سے فارغ ہوکر دولہا دُلہن سمیت بارات رخصت ہوجاتی ہے۔

اب اُن کے سب شادی، موت وغیرہ کے رسموں میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے۔ جو لوگ عیسائی ہوگئے ہیں وہ

عیسائیوں کی رسم ورواج کو اختیار کر رہے ہیں اور باقی لوگ ہندوؤں کی رسم ورواج کو اختیار کر رہے ہیں اور بہت جلد یہ سب قومیں فنا ہوکر دوسروں میں جذب ہو جائیں گی اور تھوڑے زمانہ کے بعد ان قوموں کا نام ونشان تک نہ ملے گا۔

اوراؤں میں سب سے بھاری قسم تھوڑا سا گوبر، دھان اور مٹی سر پر رکھنا ہے۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اگر ایسی حالت میں بھی کوئی جھوٹ بولا تو وہ تباہ ہو جائے گا۔ اگر گاؤں میں کسی کے یہاں چوری ہوئی تو ایک کمہڑے کا تونبہ لے کر اس میں گھر گھر سے پانی ڈلواتے ہیں پھر اُس پانی سے بھرے ہوئے تونبے اور ایک کالی مرغی کو گاؤں کے لوہار کے پاس لیجا کر کچھ چاول اُس مرغی کے سامنے ڈالتے ہیں۔ جیسے ہی مرغی چاول چگنا شروع کرتی ہے ویسے ہی اُس کی گردن کاٹ کر اس کا خون تونبے کی پانی میں ڈالتے ہیں۔ پھر وہ سب پانی لوہار کے دھوکنی میں بھرتے ہیں جس سے دھوکنی پھول جاتی ہے۔ تب وہ خالی تونبے کو لے کر پھر گھر گھر جاتے ہیں اور اس وقت جس نے چوری کی ہو وہ مال واپس کر دیتا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر پہلے پانی دینے والوں میں سے کوئی چور رہے تو اُس کا پیٹ لوہار کی دھکنی کی طرح پھول کر پھٹ جاتا ہے۔

سید محمد یوسف۔ کولگنگ (بھاگلپور)

دولت کی بھینٹ

از محترمہ حمیدہ خانم۔ ام۔ اے

ساٹھ ساٹھ ستر ستر سال کے نواب راجہ مہاراجہ ہی کم سن معصوم لڑکیوں کی زندگی شادی کر کے تباہ نہیں کرتے بلکہ وہ کھاتے پیتے بڈھے جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں جو زندگی کی خوب بہار اٹھا چکے ہیں انہیں بھی بآسانی اس ملک میں تیرہ چودہ سال کی لڑکی مل سکتی ہے صرف اس وجہ سے کہ دولت کم سن لڑکیوں کے والدین کو اپنی طرف اس طرح کھینچتی ہے جس طرح شمع پروانوں کو۔ انجام دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے دونوں جل بھن کر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب میں بے جوڑ ناموافق شادیوں کے افسانے پڑھ کر ہنسا کرتی تھی اور مجھے کبھی یقین نہ آتا تھا کہ اس طرح کی شادیاں ہو سکتی ہیں۔ میں سمجھتی تھی کہ مصنف نے سراسر جھوٹی من گھڑت کہانی لکھی ہے اور جو واقعات بیان کئے ہیں وہ سب ممکن ہی نہیں ہو سکتے مگر اب جبکہ دل و دماغ کو دنیا سے واقفیت ہو رہی ہے تو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مصور غم کی تصانیف میں سات آٹھ سال پہلے جو دردناک دل ہلا دینے والے واقعات پڑھے تھے وہ محض ہمیں رلانے کے لئے نہیں لکھے گئے تھے بلکہ حقیقت میں زندہ تصویروں کے صحیح خاکے کھینچے گئے ہیں۔ مجھے گذشتہ سات آٹھ سال میں کئی شادیوں کا نہایت ہی دردانگیز انجام دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے سمجھ میں نہیں آتا کس دل سے والدین نے ان بیٹیوں کو جنہیں ہزاروں ارمانوں اور امیدوں سے پالا پوسا تھا محض روپیہ کے لالچ میں بڈھے پھونس شخصوں کے حوالہ کر دیا۔ میں صرف ایک واقعہ جو میرا چشم دید ہے بغیر کسی مبالغہ کے لکھتی ہوں شاید سمجھدار والدین اس سے عبرت حاصل کر سکیں۔

تیرہ سال کی ایک بھولی بھالی خوبصورت لڑکی تھی اس کی شادی ایک ۶۰ برس کے بڈھے سے ہوئی۔ والدین کو اپنی خوش قسمتی پر ناز تھا کیونکہ یہ بزرگ یعنی ۶۰ برس کے دولہا میاں اپنے قصبہ میں سب سے زیادہ مالدار اور ذی عزت شخص تھے اور ان کی دولت پر قصبہ کی ہر کنواری لڑکی کے والدین کی نظر تھی۔ بظاہر وہ خوش اخلاق ملنسار اور سخی تھے دو دفعہ حج کر آئے تھے۔ پہلی بیوی زندہ تھی دوسری کا انتقال ہو چکا تھا۔ پہلی بیوی سے دو لڑکے اور دوسری سے دو لڑکیاں تھیں۔ بڑا لڑکا شادی شدہ تھا اسلئے یہ تیرہ برس کی لڑکی محض بیوی ہی نہیں بنی بلکہ سوکن اور ساس بھی۔ اس کے والدین نہال نہال تھے ان کو ہر طرف سے مبارکباد دی گئی۔ گاؤں کے ہر فرد کی دعوت ہوئی۔ آتشبازی چھوڑی گئی۔ بچے اور بڑے سب خوش تھے۔

شادی کو ابھی پورے چار سال بھی نہ ہوئے تھے کہ اللہ نے ان نئی دولہن کو دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرما دیں۔ مگر بچوں کی پرورش اور تربیت کا کوئی انتظام نہ کیا گیا۔ دولہن کی زندگی بہت ہی تلخ تھی کوئی ملازم اندر کے کام کرنے کے لئے

مقرر نہ تھا ئی دولہن ہر کام مثلاً کھانا پکانا۔ چولہا پھونکنا۔ مصالحہ پیسنا۔ پانی بھرنا۔ کپڑے سینا۔ اور بچوں کی دیکھ بھال غرض سب کام خود کرتی تھی کوئی اس کا مددگار نہ تھا۔ اندرونی حالت ایسی تھی کہ خدا کی پناہ بچھونا کئی کئی دن کا غلیظ۔ برتن ٹوٹے پھوٹے۔ چھوٹے بچے میلے چکٹ کپڑے پہنے ننگے پاؤں سارے دن دھوپ میں ادھر ادھر پھرتے نہ ماں کا حکم سنتے نہ باپ کا ادب کرتے گھر میں کھانے کا سامان کبھی اکٹھا نہ منگوایا جاتا۔ جب ضرورت ہوتی پیسہ دو پیسہ آنے دو آنے کی چیزیں بچوں کو بھیج کر بازار سے منگائی جاتی۔ گھر کا کام کاج کرنا کوئی عیب نہیں بلکہ عورت کی بڑی خوبی ہے لیکن جب کہ ایک شخص امیر ہے اور بغیر کسی دقت پریشانی اور تکلیف کے ملازم رکھ سکتا ہے تو اس صورت میں بیوی سے نوکروں کا سا سلوک اور گھر کا ہر ہر کام بیوی پر ڈالنا کیا انسانیت سوز ظلم نہیں۔ وہ بچاری جب کبھی بیمار پڑی اس کا ڈاکٹری علاج نہ کیا گیا یہاں تک کہ تھوڑے عرصہ بعد لنگڑی ہو گئی پھر بھی کوئی علاج نہ ہوا۔ وہ مظلوم اس حالت میں بھی سب کام خود کرتی اسی طرح جب دس برس گذر گئے تو آخر موت کو اس پر رحم آگیا۔

حاجی صاحب اب ستر سال کی عمر میں چوتھی شادی کرنے کی فکر میں ہیں۔ دیکھنے میں نہایت ہنس مکھ خلیق ہیں دوستوں کی دعوت اور افسروں کو نذر پیش کرتے رہتے ہیں اور لوگ ان کو خوش نصیب سمجھتے ہیں۔ اور بڑی عزت کرتے ہیں لیکن اس بے گناہ معصوم لڑکی کی موت پر کسی کے بھی آنسو نہیں گرتے جو ان رئیس صاحب کے مظالم کا شکار ہو گئی۔ مگر میں ان بڑے میاں سے زیادہ لڑکی کے ماں باپ کو گنہگار سمجھتی ہوں جنہوں نے جان بوجھ کر اپنی پیاری بیٹی کو دولت کی بھینٹ چڑھا دیا اگر والدین اپنی کم سن لڑکیوں کو ایسے مردوں کو دینے سے قطعی انکار کر دیں تو خود ایسے مرد درست ہو جائیں۔

مقبرہ جہانگیر

تصویر متعلقہ

لاہور سے تین میل کے فاصلے پر دریائے راوی سے پار اور شاہدرہ کے نزدیک شہنشاہ نور الدین جہانگیر کا مقبرہ ہے۔ اسے دس سال میں شاہجہاں نے دس لاکھ کے خرچ سے بنوایا تھا۔ سُرخ چبوترہ پر مقبرہ کی شاندار مربع عمارت چاروں طرف نو نو عظیم الشان دروازے ہیں۔ اور چاروں کونوں پر چار نہایت خوشنما سنگ مرمر کے زرد و سفید مینار اوپر سوائے قبر کے اوپر کے حصہ کے تمام فرش رنگا رنگ کے پتھروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک خوبصورت جاجم بچھی ہوئی ہے۔ جہانگیر کی وصیت کے مطابق قبر اوپر سے کھلی ہوئی ہے۔ چھت کے چاروں طرف سنگ مرمر کے جالی دار کٹہرے ہیں۔

مینار کے اوپر چڑھ کر ارد گرد کا نظارہ نہایت دل فریب معلوم ہوتا ہے چاروں طرف سبزہ پھر بیچ میں سے نیلگوں دریا کی لہریں !!۔ اس کے پار شاہی مسجد و دیگر شاہی عمارات چار میناروں میں سے کسی پر چڑھ کر شاہی مسجد کے میناروں کو دیکھیں تو صرف تین نظر آتے ہیں عمارت کے اندر بیچ میں سنگ مرمر کا مزار ہے چاروں طرف بیل بوٹوں کا خوشنما کام ہے۔ دونوں طرف باری تعالیٰ کے ننانوے نام اور اوپر کی طرف قرآن مجید کی چند متبرک آیات کندہ ہیں پائینتی کی طرف لکھا ہے۔ "مرقد منور اعلیٰ حضرت غفران پناہ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ فی سنہ ۱۰۳۷ ہجری"

بیگم محمد سمیع اللہ صاحب

مہابھارت کا ایک ورق

مہارانی درو پدی کی زندگی کے تلخ لمحات

سوئمبر کی رسم کے دن آئے، راجہ درو پد نے راجکماری درو پدی کے بر کی تلاش و انتخاب کے لئے ایک بڑی مجلس منعقد کی، درو پدی کی انگلی کا سنہری چھلا ایک بلندی پر لٹکا دیا گیا شرط یہ تھی کہ جو شخص اپنی کمان سے اس چھلے میں تیر پرو دیگا وہی راجکماری کا خاوند منتخب ہوگا۔

ارجن جو تیر اندازی میں طاق تھا ایک برہمن کے بھیس میں شریک مجلس ہوا اور جبکہ سب شہزادے ناکامیاب ہوتے چلے جارہے تھے ارجن نے اپنی تیر افگنی کے کمالات دکھا کر اہل مجلس کو حیران کردیا، راجہ درو پد کو یک گونہ پریشانی تھی کہ اسکی راجکماری کو ایک غریب برہمن کی بیوی بنکر رہنا پڑیگا لیکن شرط کے مطابق جب راجہ درو پدی کا ہاتھ اس غریب برہمن کے ہاتھ میں دینے لگا تو اہل مجلس اور درو پدی کی مسرت کی انتہا نہ رہی جب معلوم ہوا کہ غریب برہمن کے بھیس میں پانڈوں کے خاندان کا بہادر ارجن تھا۔

ارجن کے چاروں بھائیوں نے جب درو پدی کو دیکھا تو انہوں نے پہلے اپنی ماں سے اجازت حاصل کی اور پھر ارجن کی مرضی سے راجہ درو پد کے پاس گئے کہ وہ درو پدی کو صرف ارجن ہی نہیں بلکہ پانچوں بھائیوں کے عقد میں دیدے بڑی حیل و حجت کے بعد راجہ راضی ہوگیا۔ راجکماری درو پدی جو اب پانچ بہادر پانڈوں بھائیوں کی پیاری بیوی تھی، پانڈوں کے پایہ تخت اندر پرست میں اپنے خاوندوں کے ساتھ چین و آرام کی زندگی بسر کرنے لگی۔

پانڈو بڑے دلیر تھے خصوصاً ارجن اور بھیم جن کی سورمائی کی داستانوں سے مہابھارت کے اوراق بھرے پڑے ہیں، ایسے دلیر و نامور خاوندوں کے محل میں درو پدی کو عیش و آرام کی کیا کمی ہوسکتی تھی۔ لیکن رانیوں مہارانیوں کے بھی دن ہمیشہ اچھے نہیں رہتے مہارانی درو پدی کو اپنی زندگی میں دو ایسے تلخ تجربات ہوے کہ اگر مہابھارت میں لکھے ہوئے واقعات مبالغہ آمیز نہیں ہیں تو سوائے اسکے اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ کوروں اور پانڈوں کے عہد کے مردوں کی اخلاقی حالت حد درجہ پست و ذلیل تھی اور ان میں شرم و حیا۔ غیرت و حمیت اور خودداری کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ان کی دلیری کی کہانیاں ہیچ اور ان کی بہادری اور قوت کے کارنامے بے معنی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہندو عورت اس زمانہ میں بھی عفت و عصمت، پاکبازی و فاشعاری اور صبر و تحمل کا نمونہ تھی۔ مندرجہ ذیل واقعات اس کی گواہی دینگے۔

کوروں کے پایہ تخت ہستنا پور میں اندھے مہاراج دہرت راشٹر کے دربار میں چھوٹے بڑے راجہ اور شہزادے موجود تھے۔ کورو شہزادے پانڈوں کے قریبی رشتہ دار لیکن ان کے جانی دشمن تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح ان کی سلطنت پر قبضہ

کہ کے ان کو ذلیل و خوار کردیں۔ اس مجلس میں کوروشہزادہ درپوشا سانہ پانڈو شہزادے جودھشٹر سے قمار بازی میں مشغول تھا۔ جودھشٹر سے برابر شکست کھاتا گیا۔ یہانتک کہ سلطنت کھودی بازی جاری رہی اور چاروں بھائیوں کو بھی بازی پر لگایا گیا۔ آخر میں دروپدی بھی بازی پر چڑھی اور ہاردی گئی جب سب کچھ کھو دیا تو قمار باز جودھشٹر نے اپنی ہستی کو بھی بازی پر لگا کر شکست کھائی۔ کوروشہزادے خوش تھے اور منہ مانگی مراد ہاتھ آجانے پر اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ کوروشہزادے دھوشاسانہ نے پانچوں پانڈوں بھائیوں کے لئے بارہ سال جلاوطن اور تیرہویں سال گمنامی میں رہنے کی سزا تجویز کرکے ایک عرصہ کے لئے ان کی سلطنت و مال و متاع کو اپنے قبضہ میں کرلیا لیکن ابھی دشمنی اور نفرت کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی اور پانڈوں کو ذلیل کرنے کی غرض سے کوروشہزادہ محل میں گیا اور اپنی بھاوج دروپدی کے سر کے بالوں کو ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے دوسرے ہاتھ سے برہنہ کرنے کی غرض سے اُسکے کپڑوں کو نوچتا کھسوٹتا بھرے دربار میں گھسیٹ لایا۔ ان شرمناک اور بزدلانہ حرکتوں کے ساتھ کوروشہزادہ پاگل بنادینے والی فحش زبانی بھی کرتا جاتا تھا۔ دروپدی جو ایک بڑے راجہ کی لڑکی اور پانچ سورماؤں کی بیوی تھی اپنی اس ذلت و بے پردگی پر سراسیمہ و بدحواس ہر طرف نظر ڈال رہی تھی اور بے بسی و بیکسی کے عالم میں ہر ایک سے رُو رو کر مدد چاہتی تھی لیکن دربار میں خاموشی تھی راجہ سے لیکر پرجا تک سب اس تماشہ کو دیکھ رہے تھے اور سب سے زیادہ دل توڑ دینے والی بات یہ تھی کہ دروپدی کے بہادر خاوند بھی اس ذلت و خواری کو دیکھ رہے تھے اور خاموش تھے۔ اس مجلس میں دو شریف طبع انسان بھی تھے جن میں ایک کنیز زادہ تھا انہوں نے ایک شریف و بیگناہ عورت کی خواری کے خلاف کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ کوروں کے پہلوان کرن نے کہا کہ دروپدی کو کوروشہزادہ کا جو کہ فتح مند ہے بھری مجلس میں بے پردہ و خوار کرنا ہر طرح جائز و درست ہے۔ باوجود اس ذلت و خواری کے وفا شعار دروپدی نے مصیبت کے وقت اپنے خاوندوں کو تنہا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا اور ان کے ہمراہ آپ بھی بارہ برس تک جلاوطنی کی حالت میں ماری ماری پھرتی رہی۔ تیرہویں سال پانچوں بھائی اور دروپدی متسیا کے راجہ ویرت کے دربار میں بھیس بدل کر نوکر ہو گئے، جودھشٹر قمار خانہ کا داروغہ مقرر ہوا بھیم شاہی رسوئی میں کھانا پکانے لگا، ارجن زنانہ لباس میں خواجہ سرا کی حیثیت سے راجکماریوں کو گانا ناچنا سکھانے لگا اور مصیبت کی ماری دروپدی راجہ ویرت کی رانی سودلیشنہ کی خواص مقرر ہو کر غلامی کرنے لگی۔

رانی کا بھائی "کیچکا" ایک شہ زور بہادر اور ویرت کی فوج کا کمانڈر انچیف تھا کیچکا محل میں بلا روک ٹوک آتا جاتا تھا، دروپدی کو دیکھکر اس کی نیت خراب ہوئی اور اس نے دروپدی کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر وہ اس کے ساتھ رہنے کو تیار ہو جائے تو وہ اپنی کئی ہزار بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر صرف اسی کو محل میں رکھیگا اور اپنی ہر چیز اسپر قربان کردے گا، دروپدی نے جواب دیا۔ تیرا خیال فاسد ہے۔ میں ایک شادی شدہ عورت ہوں، اور پانچ گندھرواجوانوں کی بیوی کہ جو اگر وہ ذرا بھی سن پائیں گے تو تیری بکا بوٹی کرڈالیں گے۔ کیچکا مایوس نہ ہوا، اس نے اپنی بہن رانی سودلیشنہ کی منت و سماجت کرکے اس کو اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ اپنی خواص دروپدی کو کسی بہانہ سے اس کے گھر بھیجدی گئی۔ سودلیشنہ نے باوجود عورت ہونے کے

یہ گوارہ کیا کہ ایک دن کھانا کھاتے وقت دروپدی کو حکم دیا کہ وہ اس کے بھائی کچکا کے گھر جا کر کسی قسم کی شراب پینے کے لئے لائے، دروپدی نے بہت بہانے کئے اور صاف صاف بھی کہا کہ اس کا کچکا کے محل میں جانا خطرہ سے خالی نہ ہوگا۔ لیکن رانی سوولشینہ نے یہ کہکر دھوکا دیا کہ کچکا کی مجال نہیں کہ اس کی بھیجی ہوئی خواص کو ہاتھ لگا سکے،

غریب دروپدی کانپتی جھجکتی ہوئی کچکا کے محل میں داخل ہوئی۔ جہاں وہ پہلے ہی سے انتظار میں تھا، کچکا نے دست درازی کی اور باعصمت دروپدی نے ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ قضاء الٰہی سے کچکا کا پیر پھسل گیا اور وہ زمین پر آرہا۔ دروپدی کو بھاگنے کا موقع مل گیا اور وہ بھاگ کر سیدھی راجہ ویرت کے دربار میں عصمت بچانے کے لئے گھس گئی جہاں اس کا خاوند جودھشٹر بھی موجود تھا،

کچکا نے غیض و غضب کی حالت میں دروپدی کا پیچھا کیا اور دربار میں آکر دروپدی کی طرف لپکا۔ بے بس دروپدی اپنی جان و عزت بچانے کے لئے دربار میں ہر طرف مدد و امان مانگتی بھاگ رہی تھی لیکن نہ راجہ ویرت کی مجال تھی اور نہ کسی اور کی کہ جو کچکا کے جوش غضب کے سامنے ایک معصوم عورت کو امان دے سکے۔ پانڈو بہادر جودھشٹر بھی اپنی ڈیوٹی پر خاموش کھڑا رہا کچکا نے بھرے دربار میں بڑی بے رحمی کیساتھ دروپدی کی چوٹی پکڑ کر اس کو زمین پر دے مارا اور اس کے نازک جسم پر کئی ٹھوکریں مار کر چلا گیا۔ اس نظارہ کو بھیم نے بھی دیکھا اور اسے غصہ آیا لیکن جودھشٹر نے اس سے کہا کہ تو رسوئی میں جا کر کھانا پکا۔ اور اگر بہت ہی غصہ آگیا ہے تو جنگل میں جا کر درختوں کو اکھاڑ پھینک،

دروپدی سے یہ ذلت کس طرح بھی برداشت نہیں ہو سکی اس نے اٹھکر راجہ راج بہادروں، ملکی قانون بنانے والوں اور اپنے خاوندوں سب ہی کو سیدھی سیدھی سنائیں لیکن اپنے خاوند جودھشٹر کا اشارہ پاکر خاموش ہوگئی اور اپنے کمرہ میں جا کر اس فکر میں محو ہوگئی کہ کس طرح اس بے عزتی کا انتقام لیا جائے۔ اسی فکر میں رات ہوگئی، اور وہ اپنی خاوند بھیم کے پاس پہنچی اسے معلوم تھا کہ بھیم بڑا طاقتور تھا اور اسنے یہ بھی محسوس کر لیا تہا کہ بھیم کو غصہ آگیا تھا، دروپدی نے آہ و زاری شروع کردی اور کہا "پیارے بھیم میں ایک راجہ کی لڑکی اور تم جیسے طاقتور بہادروں کی بیوی ہوں۔ میری عصمت خطرہ میں ہے اگر تم نے کل ہی کچکا کا کام تمام کر کے میری عصمت کو نہ بچایا تو میں اپنی عصمت بچانے کے لئے خودکشی کرلوں گی مجھ سے ایسی ذلت کی زندگی بسر نہیں کیجاتی،

دوسرے روز راجہ کے ناچ گھر کے ایک خالی کمرہ میں کچکا ایک وقت مقررہ پر داخل ہوا اور دروپدی کو وعدہ کے مطابق کھڑا دیکھکر بیتاب ہوگیا اس نے دوڑ کر دروپدی کو پکڑنا چاہا ہی تہا کہ بھیم نے جو دروپدی کے کپڑوں میں تھا اس کو زمین پر دے مارا اور تھوڑی سی کشمکش کے بعد اس کا کام تمام کر کے اسکی بوٹی بوٹی کردی، دروپدی جو علیحدہ کھڑی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی بھاگ کر بھیم سے لپٹ گئی اور پھر اس ہی جوش مسرت میں بھاگی ہوئی محل میں جا کر بڑے فخر کیساتھ سب سے کہنے لگی کہ میرے گندھروا خاوند بھیم نے ظالم کچکا کا خاتمہ کردیا۔

دروپدی کی زندگی کے ان دو تلخ واقعات کو تفصیل کیساتھ پڑہتے وقت میرا خون کھولنے لگتا ہے اور میں یہ نہیں سمجھ سکتی کہ بہادری اور ظلم دلیری اور بے غیرتی کس طرح ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں بہرحال کیا میں یہ لکھنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ — کہ اے قدیم ہند کی عفت مآب دروپدی آفریں صد ہزار آفریں! تو نے دنیا کو دکھایا کہ مرد اپنے مطلب کیلئے کس قدر خود غرض ظالم اور بے غیرت ہو سکتا ہے اور عورت جو کمزور اور ناقص العقل کہی جاتی ہے کس درجہ صابر، وفا شعار اور عصمت کے لئے جان تک قربان کرنے کو ہمیشہ تیار رہتی ہے!

نصیر بیگم

پُراسرار پیغامات

از پروفیسر محمد طاہر جمیل صاحب ایم اے

مسٹر میزنگ کو ڈونسبری ہاؤس میں سکونت اختیار کئے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا تھا۔ اس مدت میں چار مرتبہ ٹیلی فون پر کوئی شخص ان کو چند بے ربط باتیں کہتا اور پھر خاموش ہو جاتا۔ مسٹر میزنگ نے ہر چند کوشش کی مگر اب تک پتہ نہ چل سکا کہ کون شخص ان سے اس قسم کا مذاق کرتا ہے چنانچہ آج بھی وہ چائے کے انتظار میں اپنی لائبریری میں بیٹھے تھے کہ دفعتہً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے لاپرواہی سے ٹیلی فون اٹھایا اور سننے لگے

آواز۔ "ہیلو۔ کیا آپ مسٹر میزنگ ہیں"

میزنگ "جی ہاں۔"

آواز۔ "اچھا سنئے ..... ڈونسبری محل کے کھنڈر میں آپ کے مکان کے سامنے بالکل قریب ہی ....."

یہاں تک کہہ کر آواز خاموش ہو گئی اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا میزنگ کے ساتھ آج پانچویں مرتبہ اس قسم کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس نے اب تک تو اسے محض مذاق ہی سمجھ رکھا تھا مگر اب وہ اس کی تہ میں کوئی راز سربستہ پانے لگا۔ اس نے فوراً یہ ارادہ کیا کہ اپنے پڑوسی سر چارلس اسٹنوے کو رات کے کھانے پر بلا لے اور اس سے اس بات کا تذکرہ کرے میزنگ نے وکالت ترک کرنے کے بعد ڈونسبری ہاؤس خرید لیا تھا اس کے قریب ہی کروسوینر مینر نامی ایک مکان تھا جس میں سر چارلس رہا کرتا تھا۔ وہ ایک مشہور ڈاکٹر تھا جو فن جراحی میں مشاق تھا اس نے بھی علاج کرنا ترک کر دیا تھا۔ اور اب کروسوینر میں خاموش زندگی بسر کر رہا تھا۔ چونکہ اس کی بیوی مر چکی تھی اور میزنگ غیر شادی شدہ تھا اس وجہ سے ان دونوں میں دوستی ہونی ایک لازمی بات تھی۔ چنانچہ اس وقت بھی میزنگ نے اس خیال سے کہ شاید سر چارلس اس معمہ پر کچھ روشنی ڈال سکے اس کو ٹیلی فون پر بلا کر کہنے لگا۔

میزنگ: "کیا آپ آج شب کا کھانا میرے ساتھ کھا سکتے ہیں"

سر چارلس "بخوشی۔ ابھی ابھی میں واپس آیا ہوں مجھے اپنے ایک دوست سے ملنے کے لئے لندن جانا پڑا تھا"

میزنگ: "بہت اچھا۔ دیکھئے ضرور آئیگا۔ مجھے آپ سے ایک ضروری امر کے متعلق صلاح بھی لینی ہے"

سر چارلس: "خیریت تو ہے۔"

میزنگ "جی ہاں۔ سب خیریت ہے۔ میں ساڑھے سات بجے آپ کا منتظر رہوں گا"

(۲)

کھانے کے اختتام کے قریب سر چارلس نے میزنگ سے پوچھا "کیوں دوست آج تو تم کچھ پریشان معلوم ہوتے ہو۔ ہاں وہ کونسی بات تھی جس کے متعلق تم مجھ سے مشورہ کرنیوالے تھے"

میز نگ "خوب یاد دلایا۔ بات یہ ہے کہ گذشتہ چند مہینوں سے کوئی شخص مجھے بار بار ٹیلی فون پر بلاتا ہے اور ہمیشہ اپنے بیان کو ادھورا چھوڑ دیتا ہے"،

سر چارلس۔ یہ ایک عجیب بات ہے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔ آخر وہ کہتا کیا ہے"،

میز نگ"۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے پر ایک مرد کی آواز سنائی دیتی ہے وہ کہا کرتا ہے "کیا آپ مسٹر میز نگ ہیں اور جب میں اثبات میں اس کا جواب دیتا ہوں تو وہ کہا کرتا ہے مسٹر میزنگ سنئے ڈنبسری محل کے کھنڈر میں آپکے مکان کے سامنے بالکل قریب ہی ...... اور بس اسی جگہ وہ خاموش ہوجایا کرتا ہے، اس نے اس سے زیادہ آجتک کبھی نہیں کہا"۔

سر چارلس" شاید کوئی مذاق کرتا ہو"

میز نگ" میرا بھی پہلے یہی خیال تھا۔ مگر ایک ہی قسم کا مذاق بار بار کرنا تو کسی سودائی کا کام ہے"،

سر چارلس" شاید یہی ہو، میں جب لوگوں کا معالجہ کیا کرتا تھا تو اس دوران میں ایک ایسے پاگل شخص کو جانتا تھا جو ڈاکٹروں کا پتہ ڈائرکٹری سے نکال کر ان کو بلاوے کا تار نامعلوم پتوں پر دیا کرتا، تمہارا معاملہ بھی عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے آخر اس کے متعلق تم نے کیا کیا"۔

میز نگ"۔ اب تک تو میں نے کچھ نہیں کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ......"

یہاں سلسلہ کلام منقطع ہو گیا کیونکہ میزنگ کا ملازم کسی ملاقاتی کا کارڈ لیکر کمرہ میں آیا اور سر چارلس کی طرف کارڈ بڑھا کر کہنے لگا "آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے"،

سر چارلس (استعجاب سے) مجھ سے ملنا چاہتا ہے خفیہ پولس کے انسپکٹر کو مجھ سے کیا کام اور وہ بھی اس قدر رات گئے۔ اچھا۔ آنے دو"۔

پولس انسپکٹر گریسن اسکاٹلینڈ یارڈ کا مشہور و معروف سراغ رساں تھا جس نے اپنی کم سنی کے باوجود کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ اس نے اعلیٰ تعلیم پائی تھی، اور کمال خلق و مروت کا آدمی تھا، کمرہ میں داخل ہوتے ہی گریسن نے مودبانہ سلام کیا اور پوچھا "کیا آپ کا نام سر چارلس ہے"۔

سر چارلس" جی ہاں میرا یہی نام ہے"،

انسپکٹر " مجھے افسوس ہے کہ میں ایک بری خبر آپ کے کانوں کو سنانے آیا ہوں۔ اسٹیفن نامی ایک شخص جو غالباً آپ کی ملازمت میں تھا آج لندن میں مقتول پایا گیا"۔

سر چارلس (سراسیمگی سے)" مگر وہ تو میرا بیرہ تھا"

انسپکٹر " ہمارا بھی یہی خیال تھا۔ اس کا قتل عجیب وغریب طریقہ سے عمل میں آیا۔ قاتل نے چھرا اس کے دل کے بالکل پار کر دیا۔ اس کی لاش ٹیلی فون کے کمرہ میں پائی گئی جو عوام کے استعمال کے لئے ڈاک خانہ میں ہوتا ہے"،

سر چارلس "کیا تم میرے گھر گئے تھے۔ کیا تم نے اس کی بیوی سے اس کے قتل ہو جانے کا ذکر کیا ہے؟ ...... اس کی شادی میرے گھر کی خادمہ سے ہوئی تھی"

انسپکٹر" نہیں میں نے آپ کی خادمہ سے کچھ نہیں کہا۔ وہ شاید مقتول کی بیوی ہی تھی جس نے مجھ سے

کہا کہ آپ اس وقت یہاں ملیں گے۔ اس غریب عورت کے لئے تو یہ خبر بہت ہی جانکاہ ہو گی جب میں اس سے ملا تھا اس وقت وہ کسی قدر گھبرائی ہوئی معلوم ہو رہی تھی، شاید وہ اپنے خاوند کا تشویش کے ساتھ انتظار کر رہی ہو گی

سر چارلس۔ بیشک اس خبر کے سنتے ہی اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔ مگر اس واقعہ کی تفصیل تو بتاؤ۔"

انسپکٹر: مقتول کی لاش اس کے قتل ہو جانے کے کوئی ایک گھنٹہ بعد پائی گئی۔ ڈاک خانہ کے ٹیلی فون کے کمروں میں سے کنارہ کے کمرہ میں پائی گئی تھی، کسی نے بھی اس کو کمرہ کے اندر داخل ہوتے نہ دیکھا تھا، قاتل نے کمال سرعت اور مشاقی سے اس کا کام تمام کیا تھا،

سر چارلس۔ مگر ان کمروں کے دروازے تو شیشہ کے ہیں کسی نے اس کو قتل ہوتے ہوئے تو ضرور دیکھا ہو گا"

انسپکٹر۔ یہی تو ایک معمہ ہے کسی نے بھی اس کو نہیں دیکھا وہ کمرہ جس میں یہ واقعہ ہوا ایک کونہ میں ہے اور کسی قدر تاریک بھی ہے۔ اسی وجہ سے ڈاک خانہ کے ملازم بھی اس کارروائی کو نہ دیکھ سکے۔ اچھا سر چارلس آپ یہ بتائیے کہ وہ شخص آپ کی ملازمت میں کتنے دنوں سے تھا۔

سر چارلس "۔ تقریباً دس سال سے"

انسپکٹر۔" کیا اس کا کوئی دشمن بھی تھا"

سر چارلس" نہیں کم از کم مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔"

انسپکٹر" کیا آپ کی زوجہ مر چکی ہیں،

سر چارلس" ہاں میرے مکان میں اب صرف تین اشخاص ہیں۔ خادمہ۔ بیرہ اور ایک دوسرا ملازم"

انسپکٹر۔ کیا آپ مہربانی فرما کر مجھکو مقتول کی بیوی کے ساتھ گفتگو کرنے کی اجازت دینگے، مجھے معلوم ہے کہ رات بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ مگر پھر بھی مجبوری ہے کیونکہ ایسے سنگین اور پیچیدہ مقدمے کی تفتیش میں ہم تاخیر سے کام نہیں لے سکتے۔"

سر چارلس۔ اس میں کیا مذائقہ ہے۔ میں آپ کو ابھی لے چلتا ہوں۔ مگر اس خبر کو سنکر اس بیچاری کا کیا حال ہو گا؟ ...... میزنگ تم بھی میرے ہمراہ چلو۔

پانچ منٹ کے اندر یہ تینوں اشخاص موٹر پر سوار ہو کر کروسوینر میز کی طرف روانہ ہو گئے، راہ میں انسپکٹر گریسن نے سر چارلس سے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا خادم سزا یافتہ تھا؟ اس نے اپنی عمر کے کچھ دن جیلخانے میں بھی گذارے تھے،

سر چارلس" یہ کس لئے؟ مجھے تو اس کا آج تک علم نہ تھا۔ اس بات کا آپ کو کیونکر پتہ چلا"

انسپکٹر۔ ہمارے محکمہ میں ایسے تمام لوگوں کا حلیہ اور ان کے جرموں کی فہرست موجود رہتی ہے۔ چنانچہ اس کی لاش کے دستیاب ہونے کے ایک گھنٹہ کے اندر ہمیں اس کے تمام حالات سے آگاہی ہو گئی۔"

۳

ان کا باقی رستہ خاموشی میں کٹا۔ آخر کار موٹر کروسوینر میز کے پھاٹک پر آ کر رکی۔ سر چارلس نے جو خود بھی بہت سراسیمہ معلوم ہو رہے تھے اپنی خادمہ کو علیحدہ کمرہ میں

لیجاکر اس پر اس کے خاوند کی موت کی خبر ظاہر کی۔ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس عورت کے دل پر کیا گذری ہوگی۔

تھوڑی دیر بعد سر چارلس نے واپس آکر کہا:" آپ چند منٹ اور توقف کریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آیا وہ آپ سے ہمکلام ہونے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ میں نے خود اس سے دریافت کیا اس کے خاوند کا کوئی دشمن بھی تھا مگر اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس کی حالت اسوقت قابل رحم ہو رہی ہے۔"

گریسن نے دوسرے نوکروں سے بہت سے سوالات کئے مگر کوئی خاص بات معلوم نہ ہوسکی صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ ہر پندرہ دن میں ایک مرتبہ لندن ضرور جاتا تھا۔ گریسن اس ہی تحقیقات میں مشغول تھا کہ دروازہ کھلا اور خادمہ اندر داخل ہوئی۔ اس کا چہرہ بالکل زرد ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں آنسو سے پلکیں اب تک نم تھیں۔ اس نے رکتی ہوئی آواز میں کہا" آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں"،

گریسن نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دو چار سوالات کئے جن کا جواب محض معمولی تھا اور جن سے اس معمہ پر کوئی روشنی نہ پڑسکی۔ اس کے بعد گریسن نے مقتول کے کمرہ کی تلاشی لی اور دو چار کاغذات ساتھ لینے کے بعد اس نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

سر چارلس" اس جرم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ قتل کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ عجیب معمہ ہے"۔

گریسن (سگرٹ سلگاتے ہوئے لاپرواہی سے) میرا خیال تو ہے کہ اس کی تہ میں کوئی اور جرم ضرور ہے،

سر چارلس" اس معاملہ نے تو اور تمام باتیں میرے دماغ سے بھلادیں"۔

میزنگ:" اچھا اس ٹیلی فون والے معاملہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ عین اسی وقت جبکہ میں تم سے اس کی بابت باتیں کر رہا تھا، تمہارے ملازم کی موت کی خبر آئی"۔

سر چارلس۔ مگر میری سمجھ میں تو ان دونوں باتوں میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا"۔

گریسن۔ (تعجب سے)" مسٹر میزنگ آپ کس واقعہ کا ذکر کررہے ہیں۔ کیا کوئی پاگل شخص آپ کو ٹیلی فون پر بلایا کرتا ہے؟ میزنگ نے ساری داستان گریسن کو کہہ سنائی جسپر انسپکٹر بولا" یہ تو سخت تعجب کی بات ہے مگر جیسا سر چارلس کا خیال ہے کہ شاید ان دونوں باتوں میں کوئی تعلق نہ ہو۔ مگر آپ نے اچھا کیا کہ مجھے بتادیا۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں اگر ضرورت ہو تو مجھے گارڈنرس آرمس کی سرائے میں خبر بھجوادیجیگا میں وہیں مقیم ہوں"،

اس کے بعد میزنگ انسپکٹر گریسن کو اس کے جائے قیام پر چھوڑ کر اپنے مکان واپس آیا۔ مگر آج کے واقعات اس کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے، ملازم کا قتل ٹیلی فون کرنے کے کمرہ میں..... قاتل کا کمال خاموشی اور سبکدوشی سے اپنا کام کرنا......... ٹیلی فون کے پراسرار پیغامات .... ڈنسبری محل کا کھنڈر۔

(۴)

شب کے دو بجے تھے کہ میزنگ اپنی نیند سے بیدار ہوا۔ چونکہ نیند اچٹ چکی تھی اسوجہ سے اس نے

کپڑے پہنے اور لائبریری میں تمباکو نوشی اور مطالعہ کے لئے چلا گیا۔ کمرہ میں اس کو کسی قدر گرمی محسوس ہونے لگی وہ اسی طرح سگرٹ پیتا ہوا کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا اسوقت اس کی نگاہوں کے سامنے ڈنسبری محل کا پراسرار کھنڈر تھا جس پر اس ہلکی چاندنی میں شہر خموشاں کی طرح سکوت کا عالم طاری تھا، اس مضبوط محل کا نصف حصہ مسمار ہو چکا تھا اور صدیوں سے وہ اسی شکستہ حالت میں پڑا تھا جس طرح عموماً ہر قدیم عمارت کے متعلق ہوا کرتا ہے۔ ڈنسبری محل کے متعلق بھی عوام میں مشہور تھا کہ وہاں سایہ رہتا ہے۔ اس کی نسبت لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایک سیاہ پوش عورت ہے جو ادھر ادھر کوئی چیز تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اس کی اس حرکت کو واضح کرنے کے لئے ہر قسم کے قصے گھڑ لئے گئے تھے۔ یہی وجوہ تھیں جن کی بنا پر لوگ اس طرف سے رات کو کبھی نہ گذرتے تھے۔ میزنگ بہت دیر تک کھڑا یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ وہ کھڑکی سے پلٹنے والا ہی تھا کہ کسی چیز نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ اور اس نے کھڑکی سے جھک کر سڑک کی طرف دیکھا۔ اس کے سامنے ایک خمیدہ قامت سایہ دوڑتا ہوا اس کے مکان کی طرف چلا آرہا تھا۔ جو لائبریری کی کھڑکی کے نیچے سے گذرتا ہوا نوکروں کے مکانات کی طرف جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

میزنگ آن کی آن میں نیچے دروازہ کے پیچھے موجود تھا۔ اس کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص باہر سے چابی لگا کر دروازہ کھول رہا ہے۔ میزنگ دروازہ کی آڑ میں ہو گیا۔ آنے والا دروازہ کھول کر ہانپتا ہوا اندر داخل ہوا میزنگ نے فوراً برقی لمپ کی روشنی اس پر ڈالی اور یہ دیکھکر اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ آنیوالا اس کا نوکر ایولس تھا۔ میزنگ نے ڈانٹ کر پوچھا۔ یہ کیا معاملہ ہے تم یہاں اسوقت کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔ تم اس قدر خوف زدہ کیوں ہو"۔ ایولس کا چہرہ بالکل زرد ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے خوف و ہراس برس رہا تھا، پھر اس نے بدقت جواب دیا حضور۔۔۔ کیا۔۔۔ آپ ہیں۔۔۔۔ معاف کیجئے۔۔۔۔ اسوقت میری حالت ۔۔۔۔ بہت پراگندہ ہے"۔

اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھکر ایولس پھر کہنے لگا "میں آج گارڈنرس آرمس گیا ہوا تھا۔ وہاں مختصر سی دعوت تھی مجھے کچھ زیادہ دیر ہو گئی۔ میں محل کے قریب سے گذر رہا تھا اور جو نہی دیوار کی دوسری طرف مڑا مجھے کسی شئے سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ خدا کرے کہ میں اسے پھر نہ دیکھوں"۔ یہ کہہ کر وہ خوف سے بید کی طرح کانپنے لگا۔

میزنگ (تسلی بخش لہجہ میں) آخر تم نے دیکھا کیا۔ کچھ ہوش میں آؤ۔ اس وقت تو تم مکان کے اندر ہو"۔

ایولس (گھبراہٹ سے) میں نے اسی سیاہ پوش عورت کو دیکھا میں اس سے پیشتر بھوت پریت کے قصوں کا اعتبار نہ کرتا تھا۔ مگر آج تو میں نے خود اپنی نظروں سے دیکھا ہے وہ میری طرف دیکھ رہی تھی اور اس کا چہرہ بالکل سفید تھا میرے آقا میں وہمی نہیں ہوں مگر میں اپنی نظر کو کیونکر غلط تسلیم کروں"۔

میزنگ۔ اچھا میرے ساتھ چل کر مجھے بھی وہ بھوت دکھاؤ"۔ یہ کہہ کر وہ دونوں چل پڑے۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا

میزنگ۔ "ایونس، شاید تمہاری سفید پوش عورت ..... یا خدا ...... یہ کیا چیز ہے۔ کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر زمین پر آرہا۔ اس نے اپنے آپ کو بہر حال سنبھالا، اور برقی لیمپ روشن کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک پھاوڑے سے اس کو ٹھوکر لگی تھی،

میزنگ (ایونس سے) اس پھاوڑے کو اٹھا لو، چلو ہم لوگ اس منحوس جگہ سے باہر نکل چلیں۔ یہاں تو میرے حواس پریشان ہو رہے ہیں۔

(۵)

دوسرے روز جب سر چارلس سے ملاقات ہوئی تو میزنگ نے ایونس کا تمام قصہ اسے سنا دیا جسے سنکر وہ خوب ہنسا اور کہنے لگا میں تو اس بھوت کے متعلق گذشتہ بارہ سال سے سن رہا ہوں۔ اس وقت مجھے زیادہ دلچسپی اس بات سے ہے کہ مجھے اپنے مرحوم نوکر کے قتل کے سلسلہ میں لندن جانا ہے۔"

اسی روز سہ پہر کو میزنگ سویرے ہی سے گھر آگیا۔ چونکہ دن بھر شکار میں پہاڑوں اور بیابانوں کی خاک چھانی تھی اسوجہ سے وہ تھکا ماندہ سر شام ہی سے سو گیا مگر کسی نامعلوم اثر کے ماتحت نصف شب کو اس کی آنکھ کھل گئی۔ میزنگ نے ہر چند بستر پر کروٹیں بدل بدل کر سونے کی کوشش کی مگر بے سود۔ آخر وہ اکتا کر بچھونے سے اٹھ کھڑا ہوا اور کھڑکی کے قریب جا کر مناظر کو دیکھنے لگا۔ اسوقت ماہتاب کی ٹھنڈی اور شفاف کرنوں سے تمام عالم بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ سامنے ہی ڈنسبری محل کا کھنڈر اپنی تباہی اور بربادی کا ماتم کر رہا تھا اور میز اس کے شکستہ در و دیوار سے درس عبرت لے رہا تھا۔ وہ ان ہی خیالات میں منہمک تھا کہ اس کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ گویا اس کے قلب کی حرکت یکا یک بند ہو گئی ہے غور سے دیکھنے پر اسے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی دو سو گز کے فاصلہ پر ایک سیاہ پوش شکل کسی چیز پر جھکی ہوئی کھڑی ہے۔ گرچہ میزنگ بھوت پریت کا قائل نہ تھا۔ مگر اسوقت وہ تمام افسانے جو اس تاریخی کھنڈر کے متعلق زبان زد عام تھے اس کے دماغ میں چکر لگانے لگے۔

آخر ش تفتیش واقعات کے خیال سے میزنگ اپنا دل کڑا کر کے اس سیاہ پوش کی طرف چل پڑا جو اب تک اسی طرح جھکی ہوئی تھی۔ میزنگ چکر کاٹ کر بالکل اس کے مقابل جا کھڑا ہوا۔ وہ زمین کھودنے میں مشغول تھی اور بدستور جھکی ہوئی اپنا کام کرتی رہی۔ اس کو میزنگ کی موجودگی کا مطلق احساس نہ ہوا، اب تک اس سیاہ پوش نے اپنی سعی بلیغ کے باوجود محض تھوڑی سی زمین کھودی تھی، کچھ دیر بعد اس نے اپنا چہرہ کھولا جو بالکل سفید تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ میزنگ کو اچنبھا سا ہوا جب اس نے دیکھا کہ وہ سر چارلس کے گھر کی خادمہ تھی جو عالم خواب میں وہاں آئی تھی عورت نے اب اپنا کام بند کر دیا اور آہستہ آہستہ کروسویز میز کی طرف واپس چلی گئی۔ میزنگ دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ پھر اس نے کھودی ہوئی زمین کو تعجب سے دیکھا اور اسی عالم تحیر میں میزنگ نے بھی اپنے گھر کی راہ لی۔ تمام رات اس کے خیالات پریشان رہے۔ یہ ایک عجیب معمہ تھا جو اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔

صبح کو میز نگ نے بذریعہ ٹیلی فون سر چارلس کو رات کے واقعات کی اطلاع کی جس کے جواب میں اس نے کہا "یہ نہایت تعجب خیز بات ہے کہ مجھے یہ آجتک معلوم نہ تھا کہ وہ شب کو باہر جایا کرتی ہے اس سے تمہارے ملازم ایونس کی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ شاید گاؤں والوں نے اسی کو رات کے سناٹے میں دیکھا ہو جس کی وجہ سے یہ تمام قصے مشہور ہیں۔"

میز نگ "وہ اس طرح خواب میں چلتی ہوئی بہت ہی بھیانک شکل کی معلوم ہوتی تب۔"

(۶)

سہ پہر کو انسپکٹر گریسن میز نگ سے ملنے کے لئے اس کے مکان پر آیا۔ دوران گفتگو میں اسٹیونس کے پر اسرار قتل پر بحث چھڑ گئی۔ میز نگ نے پوچھا "اس معاملہ میں آپ اپنی تحقیقات میں کہاں تک کامیاب ہوئے"

گریسن "یہ نہایت پیچیدہ معاملہ نظر آتا ہے ۔۔۔۔ مسٹر میز نگ آپ کا مکان بہت ہی خوبصورت ہے کیا آپ یہاں بہت دنوں سے مقیم ہیں،

میز نگ "صرف ڈیڑھ سال سے"

گریسن "پھر تو آپ نے لیڈی چارلس کو نہ دیکھا ہوگا"

میز نگ "نہیں وہ مر چکی تھیں۔ سر چارلس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کسی غیر ملک میں فوت ہوئیں۔"

گریسن "(کچھ سوچ کر) اسٹیونس کے متعلق تو آپ غالباً زیادہ نہ جانتے ہوں گے"

میز نگ "جی نہیں مگر نہ معلوم کیوں مجھے اس شخص سے دلی نفرت تھی، اس کی بیوی تو عجیب انسان معلوم ہوتی ہے" اس نے گذشتہ رات مجھے بہت ہی ڈرا دیا تھا"

گریسن (دلچسپی سے) "یہ کیسے" میز نگ نے شب کا تمام واقعہ انسپکٹر کے سامنے دہرایا جس کے سنتے ہی انسپکٹر اچھل پڑا اور مسرت آمیز اور فاتحانہ لہجہ میں کہنے لگا۔ آپ براہِ مہربانی مجھے اس جگہ لے چلیں اور ایک پھاوڑا بھی ساتھ لیتے چلیے"

چند منٹ کے اندر میز نگ اور انسپکٹر ٹھیک اسی جگہ کھڑے تھے جس جگہ رات کو سیاہ پوش عورت نے زمین کھودی تھی۔ گریسن نے پوری سرگرمی کے ساتھ اس جگہ کو کھودنا شروع کیا اور ایک گھنٹہ تک برابر کھودتا رہا۔ آخر کار وہ رکا اور ایک ہلکی سی چیخ اس کے منہ سے نکلی میز نگ نے بھی وہاں جھک کر نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ انسان کے پاؤں کی ایک ہڈی دستیاب ہوئی ہے۔ گریسن نے پھر اپنا کام اسی سرعت اور سرگرمی سے شروع کیا۔ اس مرتبہ اس کا جوش بہت زیادہ تھا، کیونکہ اس کی توقع پوری ہو رہی تھی، آدھ گھنٹہ کی مزید محنت کے بعد انسانی جسم کا پورا ڈھانچہ برآمد ہوا۔ اس کے بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر اب تک دو انگشتریاں موجود تھیں ایک تو زمرد اور موتی کی تھی اور دوسری شادی کی انگشتری معلوم ہوتی تھی جو دلہن کو دی جاتی ہے۔

میز نگ (کمال حیرت زدہ ہو کر) "للہ یہ تو بتائیے کہ اس کے کیا معنی ہے۔"

گریسن "میرے خیال میں اس سے بہت سے معمے حل ہو جائیں گے اول تو یہ کہ آپ کو جو اکثر کوئی نا معلوم شخص ٹیلی فون پر کہا کرتا تھا ۔۔۔۔۔۔ ڈنسبری محل کے کھنڈر میں آپ کے مکان کے سامنے بالکل قریب ہی" اس کا مطلب

اب بالکل صاف ہوگیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں
پر اس سے روشنی پڑ گئی۔ آخر کار مجھے اس راز کا پتہ لگ گیا۔
جس کے دریافت کرنے کے لیے میں سرگرداں پھر رہا تھا۔"

میزنگ" وہ کونسی بات تھی"

گریسن" قتل کا مقصد۔ اب آپ مہربانی فرما کر مجھے
جلد سے جلد کردسویز میز نے چلیں"

(۷)

میزنگ اور گریسن دونوں ڈنسبری محل کے کھنڈر سے
لوٹے۔ گریسن اسوقت بہت مسرور تھا کیونکہ اس کی محنت بار
آور ہوئی تھی اور وہ قتل کے معمہ کی تہ کو پہونچ چکا تھا۔ وہ
ابھی مکان کے پھاٹک ہی تک آئے تھے کہ دربان نے بڑھکر
میزنگ کے نام کا ایک ملفوف خط یہ کہتے ہوئے دیا۔ سر چارلس
نے یہ خط حضور کے پاس ایک قاصد کے ہاتھ سے بھیجا تھا جو
آپ کے باہر جانے کے چند ہی منٹ بعد یہاں پہونچا۔

میزنگ (گریسن سے معذرت خواہی کے لہجہ میں)
چند منٹ کی تاخیر کی میں معافی چاہتا ہوں" یہ کہتے ہوئے
اس نے لفافہ چاک کر کے خط پڑھنا شروع کیا جس میں لکھا تھا

میرے پیارے میزنگ، میں اپنی خادمہ کی حرکت سے مجبور
ہوکر یہ خط تم کو لکھ رہا ہوں، تمہاری گذشتہ شب کی تحقیق نے
معاملات کا رخ پلٹ کر انجام میں تعجیل کردی۔ مجھے معلوم ہے
کہ انسپکٹر گریسن کافی ذہین شخص ہے اور وہ اس معاملہ کو ہرگز نظر
انداز نہ کریگا اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہاں کھود
نے پر تم کو کیا ملے گا۔

اسٹیونس کو میں نے قتل کیا اور وہ کمبخت اسی کا مستحق
تھا۔ گریسن کو نسبیر شروع ہی سے شک تھا وہ بار بار اس
بات پر زور دیکر کہتا تھا کہ قتل کمال ہوشیاری اور چابک
دستی سے کیا گیا ہے۔ اس سے مجھپر اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ
اس کا نصف شبہ مجھپر تھا۔ اس کو صرف اس بات کی
تفتیش تھی کہ قتل کا مقصد کیا ہوسکتا تھا۔

اسٹیونس سالہا سال سے مجھے لوٹ رہا تھا اس نے
میرے مکان میں ٹیلی فون بھی لے رکھا تھا اور بار بار مجھے
دھمکی دیکر روپے وصول کیا کرتا تھا وہ اکثر مجکو ٹیلی فون پر بلا کر میرا
راز افشا کرنے کی دھمکیاں دیا کرتا تھا چنانچہ وہ ادھورے جملے
اسی کے ہوا کرتے تھے۔ اسوقت وہ جو کچھ مانگتا مجھے دینا پڑتا

دس سال ہوئے کہ میری بیوی نے مجھسے سخت بیوفائی
کی۔ خدا ایسی بیوفائی اور بے عزتی سے ہر شخص کو محفوظ رکھے
اس نے ایک مدت سے میری زندگی تلخ کر رکھی تھی اور اس کی
آخری حرکت ایسی تھی کہ میں نے بالکل از خود رفتہ ہوکر اس کو
مار ڈالا۔ میں نے اخبارات میں مشتہر کرادیا کہ وہ غیر ملک میں
مری تھی۔ میں نے اس کی لاش ڈنسبری محل کے کھنڈر میں
دفن کردی مجھے یقین تھا کہ چونکہ اس جگہ کے متعلق اتنے قصے
مشہور ہیں اسوجہ سے کوئی شخص بھی خوف کے باعث اس طرف
کا رخ نہ کرے گا اور اس طرح میرا راز پوشیدہ رہے گا۔ بد قسمتی
سے مجھے اپنے ملازم اسٹیونس کو اپنا شریک راز بنانا پڑا کیونکہ
یہ کام ایک شخص کا نہ تھا اس کے بعد جب اس کی شادی میری
خادمہ سے ہوگئی تو اس کو بھی یہ راز معلوم ہوگیا اسوقت سے
اسٹیونس ہمیشہ مجھکو لوٹتا رہا۔

جس روز اسٹیونس کی موت وقوع پذیر ہوئی ہے
اس روز میں نشتر کا ایک چاقو لندن سے خریدنے کے لئے
گیا تھا۔ وہاں اسٹیونس سے میری ملاقات ہوگئی۔ وہ جوتے

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۴۴ پر)

THE "ISMAT" DELHI.
Annual Number 1934.

سید
ابو طاہر داؤد
کے بھانجے

ایک سال کا بچہ محمد محسن مرسلہ ہمشیرہ محمد اسلم

شیلا کماری عمر یک سال دو ماہ

نعیم احمد خاں
عمر دو سال

جُھولا

جھولا

از افسر الشعراء حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی

جب کالی گھٹائیں گھرتی ہیں اور ابر کہا نیر بہاتی ہے

اے پیتم پیارے! کہاں ہو تم، یہ یاد آہ ستاتی ہے؟

جن جن کے پتی ہیں گھر آئے وہ سکھیاں خوش خوش گاتی ہیں

یاں مجھکو اکیلے پن سے پیا! اف نیند نہیں اب آتی ہے

جب مور اشور مچاتے ہیں جب بادل گرج دکھاتے ہیں

تم پران پتی جلد آؤ کہیں یہ بجلی بہت ڈراتی ہے

کیا ساون کا میں ذکر کروں یہ بھادوں بھی تو بیت چلا

تم جان ہی کس دیس گئے؟ کیوں کوئی خبر نہیں آتی ہے

جو بانہہ پکڑ کر لائے تھے شاعر وہ اکیلا چھوڑ گئے

یہ دل ہے پتھر اینٹ نہیں اب روح مری گھبراتی ہے

ہاکونے کی سیر

سلسلہ کیلئے عصمت مئی سنہ ۱۹۳۴ء ملاحظہ فرمائیے

گورا میں ایک شاندار مشہور جاپانی ہوٹل ہے اس ہوٹل میں سب کے ٹھیرنے کا انتظام تہا جب ہم لوگ ہوٹل کے دروازے پر پہنچے تو ہوٹل کی لڑکیوں نے اپنے دستور کے موافق سلام کیا جس کو ہم سجدہ کی طرح خیال کرتے ہیں اور سب کو فرشی سلیپر دیکر ان کے کمروں میں پہنچایا۔ اس ہوٹل میں قدرتی گرم چشموں کے پانی غسل کرنیکے لئے انتظام ہے اسی طرح ہاکونے میں جہاں جہاں گرم چشمے ہیں ان پر ہوٹل بنے ہوئے ہیں ان ہوٹلوں میں لوگوں کے ٹھیرنے کا مقصد گرم چشموں میں نہانا ہوتا ہے عام طور سے لوگ پبلک حمام میں جہاں ایک بڑا حوض گرم پانی سے بھرا رہتا ہے سب ملکر نہاتے ہیں پرائیویٹ حمام بھی موجود ہیں میں نے پرائیویٹ حمام پسند کیا اسکا چارج ہم کو علیحدہ دینا پڑا۔ ضرورت کا تمام سامان ہوٹل کی طرف سے مہیا تھا یہانتک کہ پہننے کے کپڑے بھی جاپانی لباس کا نام کیمونو ہے یہ ایک ایک شخص کو دو دو ملے تھے جس میں ایک روئی دار تھا دوسرا بغیر روئی کا ٹھنڈا۔ تمام پروفیسر ایک لباس میں بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ ایک بڑا کمرہ تمام پروفیسروں سے بھرا ہوا تہا تھوڑی دیر میں میٹنگ ختم ہوئی اور کھانا شروع ہوا۔ تب پروفیسروں نے اس کمرہ میں ایک جگہ کھانا کھایا تھا عورتوں نے اپنے اپنے کمروں میں تمام کھانا جاپانی تہا جو میں مطلق نہیں کھا سکی کچھ چاول انڈے

کھا کر کھڑی ہوگئی اب تو جاپانی کھانے کی عادت ہوگئی ہے۔ اسی دوران میں شامی سین باجے کی آواز کان میں آئی۔ شامی سین ایک جاپانی باجے کا نام ہے جو ہندوستان کے ستار کی صورت سے ملتا جلتا ہے فرق یہ ہے کہ ستار میں کئی کئی تار ہوتے ہیں شامی سین میں صرف تین تار ہوتے ہیں اور ان سے ہی نہایت سریلے سُر نکلتے ہیں۔ اس کا بہام عام رواج ہے سکولوں میں بھی سکھایا جاتا ہے۔

منگولین پروفیسر کی بیوی باجے کی آواز سُنکر میرے کمرہ میں آئیں اور مجھکو اپنے ہمراہ لے گئیں۔ کمرہ میں سامنے کی طرف اونچی جگہ کئی گیشائیں (طوائفیں) ناچ گا رہی تھیں۔ جاپان کا خاص طریقہ ہے کہ محفلوں میں گیشاؤں کا انتظام ہوتا ہے اور یہی مہمانوں کو کھانے پیش کرتی ہیں۔ اس کے بعد ناچتی گاتی ہیں۔ یہ کیفیت دیکھکر میری حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی کہ باوجود گیشاؤں کے محفل میں کوئی بدتمیزی نظر سے نہ گزری۔ تمام پروفیسر اور گیشائیں کس تمیز و تہذیب سے اپنے اپنے فرائض انجام دے رہی تھیں کہ عبرت ہوتی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ شراب کا دور بڑے پیمانہ پر چل رہا تھا کیونکہ تمام جاپانی شراب نوشی کے بڑے شوقین ہیں اور محفلوں میں شراب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ عجیب تماشہ تھا گیشائیں مہمانوں کو شراب پیش کرتی تھیں اور مہمان گیشاؤں کو بقول شاعر۔ ؎

چھیڑ کا ذکر کیا ہے مے کا گلی گلی ہیں۔ لیکن کوئی بے عنوانی دیکھنے میں نہ آئی البتہ ہنسی مذاق ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ بعض بعض پروفیسر ایک دوسرے کے ساتھ خود ناچنے گانے لگے۔ ہندوستان میں اگر اس قسم کے جلسے ہوں تو خدا معلوم کیا کیا بدتمیزیاں واقع ہوں۔ اکثر محفلوں میں پروفیسر براس کی بھی شراب سے تواضع کی جاتی ہے اور جب ان کی طرف سے قطعی انکار ہوتا ہے تو جاپانی بڑا تعجب ظاہر کرتے ہیں۔ ہم اپنے گھر کی دعوتوں میں مہمانوں کو کبھی شراب پیش نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ میں نے دعوت کے موقع پر ایک جاپانی دوست سے کہدیا تھا کہ جو چیز ہم خود پسند نہیں کرتے وہ اپنے مہمانوں کو بھی نہیں دیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جاپانی لوگ اپنا خوشی کا وقت بہت پُرلطف گزارتے ہیں اور ان کو اس کے صحیح استعمال کرنے کا طریقہ آتا ہے۔ افسوس ہم ہندوستانیوں پر کہ ہم رنج و فکر کو اپنی زندگی کا جزو اعظم سمجھتے ہیں اور خوشی میں بھی ہمیشہ رنج کیا کرتے ہیں۔ انصاف تو یہ ہے کہ انسان اپنے عیب پر خود ہی غور کرے تو اصلاح کی کچھ اُمید ہو سکتی ہے۔ مجھے ہندوستان میں بھی ناچ گانے کی اکثر محفلوں میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ افسوس ہمارے ہاں کے لوگ اس تہذیب سے بہت دور ہیں اور جاپانی ان سے بہت بالاتر۔ کاش ہمارے ہندوستانی بھائی انکی تقلید کریں اور ہندوستان کو قطعی ایسی بیہودگیوں سے پاک کر دیں۔ ان لوگوں کی ایک ایک بات دل پر نقش ہوتی جاتی ہے۔ اور اپنی زندگی ان کے مقابلہ میں جانوروں کی زندگی سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ یوں اپنے مُنہ میاں مٹھو بننا کچھ مشکل نہیں۔ الغرض بڑی رات تک گانے بجانے کی محفل گرم رہی پھر سب نے آرام کیا۔

دوسرے روز صبح ہم نے دوبارا پرائوٹ حمام میں غسل کیا اور ناشتہ کرکے آشی جھیل دیکھنے روانہ ہوگئے۔ یورپین لوگ اس کو ہاکونے جھیل کہتے ہیں۔ راستہ میں بڑے خوبصورت مناظر دیکھے۔ پہاڑ کے دو طرفہ سرو کے گھنے جنگل کھڑے تھے۔ موٹر برابر پہاڑوں میں ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ یہ راستہ اس قدر خمدار اونچا نیچا اور نازک ہے کہ مجھے خوف معلوم ہوتا تھا کہ خدا نہ کرے ذراسی چوک سے موٹر کہیں کھڈ کی نذر ہو جائے۔ لیکن خدا کا فضل رہا اور بڑی خوبی سے موٹر منزل مقصود پر پہنچ گئی۔ جاپانی لوگ موٹر بائیسکل چلانے میں کمال رکھتے ہیں۔ ریل کا راستہ بھی بالکل اسی راستہ کی طرح ہے۔ جھیل پر پہنچے تو سب سے پہلے کوہ فوجی کے درشن ہوئے۔ یہ جھیل پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور تقریباً ساڑھے تین میل لمبی ہوگی۔ کوہ فوجی جھیل کے پیچھے واقع ہے جھیل کے ایک مقام سے پہاڑ کا

عکس اس کے پانی میں جوں کا توں دکھائی دیتا ہے گویا ڈبل فوجی دکھائی دیتا ہے لوگ اس کو بڑے شوق سے دیکھتے ہیں اور واقعی یہ سین دیکھنے کے قابل ہے ہم نے یہاں بھی کئی فوٹو لئے اور موٹر بوٹ پر سیر کی اس کے بعد درگاہ دیکھی۔ درگاہ کا دروازہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ دروازے کی سیڑھیاں بہ سبب پہاڑ کے اتار چڑھاؤ سے بنائی گئی ہیں اور اس کے دو طرفہ دو دو سو برس کی عمر کے سرو کی قسم کے کریپٹومیریا Cryptomeria کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ یہ درخت سیڑھیوں کے اتار چڑھاؤ کے لحاظ سے لگائے گئے ہیں جو نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ بلا مبالغہ ان درختوں کی لمبائی سو سو فیٹ کی ہوگی جب ان کو دیکھو تو گردن بالکل گدّی سے جا لگتی ہے۔ چلتے چلتے تھک گئے تھے اور بھوک بھی محسوس ہو رہی تھی آخر جھیل کے کنال رسٹارنٹ میں کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کر کے گھر روانہ ہو گئے۔

یہ تو نہیں معلوم ہے کہ جاپانی قدرتی طور پر سیر و تفریح کے بہت شوقین ہیں۔ بارہ مہینے مختلف قسموں کی سیروں کا لطف اٹھاتے ہیں۔ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح آزادی ہے تاہم میں نے ہر موقع پر ضعیف العمر جاپانی خاتونیں صاف ستھری کنگھی چوٹی سے درست دیکھیں جن میں نوجوانوں کی طرح ابھی سیر و تفریح کا شوق موجود ہے اس ملک کی معاشرت صاف بتا رہی ہے کہ عورتیں کافی سیر و تفریح کر لیتی ہیں۔ ضعیفی کی عمر میں بھی ان میں نوجوانوں کی سی اُمنگ ہمیں حالتِ استغراق میں ڈال دیتی ہے کہ اللہ اکبر یہ سن اور یہ سیر و تفریح۔ میں جب اپنی ہندوستانی بزرگ بیگمات کا خیال کرتی ہوں تو یقین کیجئے کہ ان کی حالت سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ بہت سی بزرگ ہستیاں سردی میں ہفتوں کنگھی نہیں کرتیں ان کا سرِ اقدس دُھنیئے کی دکان معلوم ہوتا ہے۔ سر میں بالوں کی گرہیں اور لحاف و رضائی کے سینکڑوں پھونسڑے زیب گیسو ہوتے ہیں۔ سیر و تفریح سے تو سروکار ہی نہیں اگر ان سے کہا جائے کہ فلاں مقام پر سیر کو چلیئے تو فرماتی ہیں کہ اب ہماری عمر نہیں رہی۔ مری محترم بزرگ مائیں مجھے معاف فرمائیں کہ میں نے ان کے متعلق اپنا ناقص خیال حوالہ قلم کیا لیکن اگر ذرا بھی ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں تو مجھے ہرگز نشانۂ ملامت نہ بنائیں گی۔ حاشا حاشا میرا منشا ہرگز اپنے وطن اور اپنے بزرگوں کی مذمت کرنا نہیں ہے بلکہ یہاں کی عمر دراز عورتوں کی حالت دیکھکر مجھے صرف شرم ہی نہیں آتی بلکہ رنج ہوتا ہے۔ دوسری قومیں ہندوستان میں جب ہمارا مطالعہ کرتی ہوں گی تو ہمارے متعلق ان کا کیا خیال ہوتا ہوگا۔

نگاؤ تو گے سے واپسی پر مدرسہ کی لڑکیوں کو بھی سیر کے لئے جاتے ہوئے دیکھا یہاں عام طور سے مدرسہ کے بچوں کو مشہور مقامات کی سیر کو ضرور لے جاتے ہیں جو ان کی معلومات میں قابل تریں اضافہ کرتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو ٹریم کار ریزرو کر کے بازاروں کی سیر بھی کراتے ہیں۔

میں نے اپنی ملنے والیوں سے اور ان کے بچوں سے جن مقامات کی میں نے سیر کی ہے ذکر کیا تو اس وقت تک ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے ان مقامات کو نہ دیکھا ہو۔

مسز برلاس از ٹوکیو

میں تین سال سے کیوں خاموش ہوں

پروفیسر ستار خیری ام اے کا گرامی نامہ

عزیزی میاں رازق سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میاں تمہارا بار بار کا تقاضہ بالکل بجا ہے اور یہ کہنا بھی کہ آپ تو جرمنی ہی میں رہتے تو اچھا ہوتا وہاں سے آپ مضمون تو لکھ بھیجتے تھے مگر اب ہندوستان میں آئے ہوئے تین سال ہو گئے اور ایک مضمون بھی نہیں بھیجا بہتر ہو اگر آپ پھر جرمنی ہی چلے جائیں۔

اصل بات یہ ہے اور یہ میں تم سے زبانی کہہ بھی چکا ہوں کہ ستائیں برس کے بعد ہندوستان میں واپس آکر مجکو ایسا صدمہ ہوا ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ میں اس بات کا معتقد اور قائل ہوں کہ ہماری تہذیب و تمدن اور ترقی کا مستقبل ہماری عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے عورتوں کی تعلیم و تربیت اور اونکے ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر اثرات وغیرہ کے متعلق بہت کچھ چھان بین کی ہے اور قوموں اور ملتوں کے عروج و زوال کے اسباب کے متعلق بھی تحقیقات کرتا رہا ہوں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو ہندوستان کی خاصکر مسلمان عورتوں کی حالت دیکھ کر بہت صدمہ ہوا۔ اب بھلا میں اگر اس مضمون پر عصمت میں لکھوں اور سچ سچ لکھوں کیونکہ میں جو دل میں ہوتا ہے وہی کہتا ہوں مصنوعی اور بناوٹی باتیں مجکو کرنی نہیں آتیں تو پھر سب بہنیں اور بہت سے بھائی میرے دشمن ہو جائیں اور کسی قسم کا کچھ فایدہ بھی نہ ہو۔ میری عادت نہیں کہ میں توڑنے والی یعنی تخریب کن نکتہ چینی کروں کسی چیز کا بگاڑنا جب تک کہ آدمی اوس سے اچھا بنا نہ سکے کچھ اچھی بات نہیں ہے۔ ہماری قوم کو اس بیماری سے بہت نقصان پہنچا ہے۔

چونکہ بہت سوچ بچار کے بعد اب کچھ خیالات آنے لگے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان عورتوں کی تعلیم و تربیت وغیرہ کے متعلق کونسا راستہ مناسب ہوگا تو میں نے اب ارادہ کیا ہے کہ عصمت میں پھر کچھ لکھنا شروع کروں چاہے بالعموم میری بہنیں مجکو برا ہی کیوں نہ کہیں۔

اول تو بات یہ ہے کہ جتنے گھروں کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور ان گھروں میں سب ہی قسم کے گھر شامل ہیں بڑے سے بڑے مسلمان عہدہ دار سے لیکر غریب سے غریب تک کے اون میں یہ پایا کہ چاہے وہ یورپی طرز رہائش کے دلدادہ ہوں اور چاہے نہ ہوں ہنے ان پچھلے تیس سال میں بہت بڑا تنزل کیا ہے۔ جو یورپی طرز رہائش کے دلدادہ ہیں اونھوں نے بس یورپ کی چند سطحی یعنی اوپری باتوں کو لے لیا ہے۔ اس میں بعض وقت ایک بات کو دوسری سے مناسبت تک نہیں۔ کیونکہ اندھی نقل ہے۔ اکثر بڑے سے بڑے نواب کا گھر کیا ہے کہ کسی فرنیچر

(میز کرسی وغیرہ) نیلام کرنیوالے کی دکان ہے بے جوڑ سامان ہے ذوق سلیم کا نام تک نہیں۔ پیسہ تو بیشک خرچ ہوگیا مگر شعور کا پتہ نہیں۔ یہی حال کپڑوں کا ہے۔ کپڑے تو یورپ کے شہزادوں سے اچھے مگر بات کرنی بھی نہیں آتی۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھولا اور ہنس کی چال بھی نہ آئی۔

اب سے تیس برس پہلے ہماری پرانی تہذیب کے کچھ آثار باقی تھے اور ہماری رہائش اور وضع قطع عادات کا ایک معیار تھا۔ مثلاً بیٹیوں کی شادی میں جو جہیز دیا جاتا تھا وہ ایک خاص وضع قطع کا ہوتا تھا۔ دلی میں ایک پلنگ ایک چھپرکٹ ایک نماز کی چوکی، ایک نہانے کی چوکی، ایک پاخانہ کی چوکی، دو بڑے بڑے رنگین صندوق جو طرز اور رنگ میں چوکیوں سے ملتے تھے۔ ایک گھڑونچی۔ صراحی کے لئے لگن۔ باورچی خانہ کا سامان بھی معین تھا۔ کپڑے بھی۔ برتن بھانڈے بھی۔ امیر چاہے سونے چاندی کے برتن دیں دلہن کو فینس دولھا کو گھوڑا۔ مگر وضع قطع مقرر تھی گو اب سے تیس برس پہلے بھی بعض ایسی چیزیں جہیز میں ہوتی تھیں جو کبھی استعمال نہ ہوتی تھیں مگر پہلے انکا استعمال ہوتا تھا۔ ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری ایک طرح کی رہائش تھی ہماری ایک تہذیب تھی۔ گرمی ایک سخت تکلیف دہ موسم ہے مگر مجکو یاد ہے کہ گرمی کی بھی اپنی بہار ہوتی تھی۔ تیسرا پہر ہوا انگنائی دھلنی شروع ہوئی۔ تخت چوکیاں دھلیں اُن پر دری چاندنی یا سیتل پاٹی بچھی۔ تخت کے قریب گھڑونچی ولگن لگے کورے گھڑے اور صراحیاں جن پر سفید صافیاں لگی ہوئی ہیں لائی گئیں باسی پانی کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ شربت اولہ مع تخم میراں اور کیترے یا فالودہ کا بھی اکثر انتظام ہوتا تھا۔ بیلے اور چنبیلی کے پھول ہر طرف مہکتے تھے عورتیں بچے بڑے سب صاف صاف کپڑے پہنے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ پلنگوں پر صاف صاف چادریں بچھی ہوئی نظر آتی تھیں۔ عورتیں پھولوں کے ہار پہنے ہوئے ہیں خس کا عطر لگا ہوا ہے۔ بالیوں میں بھی پھول بھرے ہوئے ہیں۔ عمدہ عمدہ پنکھے رکھے ہوئے ہیں۔ اس فضا میں گرمی محسوس تک نہ ہوئی تھی۔ برسات کی عجیب شان تھی۔ جھولے، پکوان۔ گیت سب ہی گھروں میں ہوتے تھے۔ عید، بقرعید، شب برات کی خوشیاں بھی یاد ہیں۔ سب لوگ قریب قریب ایک ہی سا مناتے تھے۔ جمعرات کی ہنڈکلیا، گڑیوں کی شادیاں بھی عام تھیں۔

اب آج کل جو نقشے ہیں اگر میں اون کو بیان کردوں تو وہ لوگ جن کے گھروں میں میں آیا گیا ہوں بگڑ جائیں۔ مجکو خوب یاد ہے کہ پہلے گھروں میں بہت زیادہ صفائی ہوتی تھی۔ انگنائیاں صاف، باورچی خانے صاف، ہر چیز سلیقے سے رکھی ہوئی۔ دالانوں میں بوریا دری جازم چاندنی، پلنگوں پر پلنگ پوش۔ سیج بند۔ اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔ گو گھروں میں جوان جوان بیٹیاں بھتیجیاں بھانجیاں اور دو دو تین تین مامائیں لونڈے مگر مکان ہے کہ کتے لوٹتے ہیں ایک طرف دودھ کا کلڑھا ٹوٹا پڑا ہے ایک طرف کسی پرانی جوتی کا ایک پیر گل اور سڑ رہا ہے ایک کونے میں ٹوٹا کاٹھ کباڑ اٹا ہوا ہے۔ بچوں کے کپڑے پھٹے ہوئے، میلے۔ کوئی چیز سلیقے کی ہے ہی نہیں۔

اور میاں اور بیوی اصلاح قوم میں سرگرم۔ "خود را فضیحت دیگراں را نصیحت" ساری قوم کا یہی
حال ہے۔

اصل یہ ہے کہ ہماری کوئی تہذیب نہیں رہی۔ پڑھی لکھی عورتیں جاہلوں سے بدتر۔ اور جنہوں نے پردا
چھوڑ دیا ہے وہ تو سبحان ہی اللہ۔ میں اُصولی میں پردے کا سخت مخالف ہوں اس لئے جب میں اون
عورتوں کی حالت دیکھتا ہوں جنھوں نے پردا چھوڑ دیا ہے تو بے حد صدمہ ہوتا ہے۔ میرے تو پاؤں تلے
سے زمین نکل گئی۔ کھڑا کہاں ہوں۔ میاں رازق کیا مضمون لکھوں۔ کس طرح کہوں کہ پردہ چھوڑنا چاہئے یہ
نہایت ہی مضر ہے۔ اور موجودا پردا اسلامی پردا بھی نہیں۔ اسلام ایسے پردہ کا حامی نہیں۔ نہ اِس طرح
نہ اُس طرح۔ تو پھر گاڑی کس طرح چلے۔

ہماری پڑھی لکھی عورتیں یورپ کی عورتوں کی نقل کرتی ہیں۔ ذرا اونکی طرح سئواں حصہ کام تو کرلیں
مگر افسوس کہ یورپ کی عورتیں جو ہندوستان میں آتی ہیں وہ بھی اپنا دبدبہ (پرسٹیج Prestige)
قایم رکھنے کے لئے کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ ہندوستانیوں کی نظروں میں کام
کرنے والے کی عزت نہیں ہوتی اللہ کی شان جس اسلام کا نبیؐ اور اوس کی بیویاں اور لڑکیاں ہر کام کرتے
تھے اب وہی مسلمان اور اونکی عورتیں ہیں کہ جن کو کام سے عار و شرم۔ دوسرے لوگ اسلامی خصلتیں
اختیار کررہے ہیں اللہ نے اون کو حاکمیت اور اصلی عزت دی ہے۔ جرمنی میں اب یہ قانون بنگیا ہے کہ
کسی شخص کو چاہے وہ نواب کا لڑکا ہو چاہے قیصر کا پوتا ہو کوئی نوکری نہیں ملے گی جب تک وہ ایک خاص
مدت (بالعموم چھ مہینے) زمین پر پھاوڑے اور کدال سے کام نہ کرے۔ انگلستان، امریکہ، وغیرہ کے لوگ
اور طالبعلم جرمنی میں آکر اس کا مطالعہ کررہے ہیں اور وہاں بھی یہ قانون بنوانے کا ارادہ ہو رہا ہے۔ اور ہمارا
یہ حال ہے کہ مجمع میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ باتیں کرتے کرتے نواب صاحب نے ایک دم گردن پھرا کر پیچھے کا ہونٹھ
آگے بڑھا کر مُنہ کھول دیا اور نوکر نے فوراً بڑھ کر منہ میں پان ٹھونس دیا۔ واہ کیا امیری کی شان ہے۔ گھروں
میں بھی عورتوں کا یہی حال ہے گھر میں جتنے نوکر زیادہ بیگم صاحبہ اتنی کاہل جتنی اون کو گھر کے کاموں کی خبر
نہ ہو اتنی ہی وہ قابل عزت۔ نہ اون کو یہ خبر ہے کہ آج کیا پک رہا ہے نوکر جو چاہے لائے۔ نہ اون کو کسی چیز
کے بھاؤ کی خبر۔ یہ جاننا بڑی کسرشان ہے۔ نوکر ایک ایک کے دس دس وصول کرتا ہے گھر لٹتا ہے۔ شام سے
پہلے بیگم صاحب موٹر میں بیٹھ کلب ٹینس کھیلنے جاتی ہیں۔ بچے آوارہ۔ گھر لٹا۔ مگر شان نہ گئی۔ مجھے معلوم ہے کہ
ایک یورپین عورت کا باورچی ہر قسم کا باورچی خانے کا سامان مثل چاول، کوکو، پوڈنگ، مکھن، دودھ، ایک ہندوستانی
آزاد بیگم صاحبہ کے باورچی سے خرید لیتا ہے۔

اب اگر تعلیم اور آزادی کا یہی نتیجہ ہے تو بتاؤ میاں رازق میں تعلیم اور آزادی کے وعظ کس طرح کہوں۔ گھر میں بند عورت وہ بھی نکمی بھلا وہ گھر کو جس طرح چاہے کس طرح چلا سکتی ہے اوسکو تو گوشت ترکاری کا بھاؤ تک معلوم نہیں نوکر چاہے جتنے دام وصول کرے۔ اور گھر سے نکلنے والی عورت وہ بھی نکمی اگر اوس نے نکلنے سے یہی سیکھا کہ کلب میں جاوے یا دوسری جگہ غپ شپ کرے ہر گرمی میں پہاڑ پر۔ نہ گھر کی خبر نہ بچوں کی تو یہ بھی نکمی پھر بتاؤ کہ آدمی کیا کرے۔

اصل یہ ہے کہ ہماری عورتوں کی **تعلیم و تربیت بالکل ناقص** ہے ہمارے لیڈروں میں سے اس طرف دل سے کون توجہ کرتا ہے ہاں اگر ذاتی فائدہ کی اُمید ہو تو ہر طرف سے دوڑ پڑ جاتی ہے۔ نوّے فی صدی لیڈر خود غرض ہیں۔ اخلاص اور ایثار کا نام نہیں۔

اب بھلا بتاؤ دل میں تو اس قسم کی باتوں کی بھڑاس ہے۔ کیا یہ بھڑاس نکال کر سب کو دشمن کر لوں۔ دنیا میں رہنا مشکل ہو جاوے۔ اگر عصمتی بہنوں کو میری لکھ اس اور اپنی بُرائیاں سُننے کی تاب ہو تو میں سلسلۂ مضامین جاری رکھوں۔ ورنہ والسلام۔ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ خط عصمت میں چھاپ دو اگر کوئی لفظ میری مخلص قلم سے ایسا نکل گیا ہو جس کی تاب عصمت کے پڑھنے والوں کو نہ ہو تو وہ نکال دینا کیونکہ میرا مطلب کسی کو آزردہ کرنے کا نہیں۔ جتنی مجکو اپنی بہنوں سے محبت ہے اور جتنا میں اون کا خیر خواہ ہوں شاید ہی کوئی ہو۔ سب کو ادب

ستار خیری از علی گڈھ

اُنؔ کی یاد میں

(از ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی)

اک مہینے بعد پھر "عصمت" کا پرچہ آگیا
کون دیکھے ہے یہاں غم سے خود اپنا جی نڈھال

لیکے بیٹھی ہوں مگر کیا خاک جی بہلے بھلا!
مجھکو تو دو چار سطروں کا بھی پڑھنا ہے وبال

ڈھونڈتی ہے آنکھ اسی صورت کو گھر میں رات دن
دل کو رہتا ہے تو بس آٹھوں پہر انکا خیال

چلتے چلتے آنکھوں آنکھوں میں وہ کیا یہ کہہ گئے؟
ہو گیا کیوں ہائے پھر جینا مجھے امر محال

آہ! وہ مڑ مڑ کے انکا میری جانب دیکھنا
یاد آتا ہے تو ہو جاتا ہے دل بالکل نڈھال

پھر وہی اختر شماری پھر وہی شامِ فراق
پھر وہی دیوانہ حالی، پھر وہی رنج و ملال

ہائے کیسی خوش تھی میں سُنکر کہ اب وہ آئیں گے
شوق میں ایک ایک گھڑی میرے لئے تھی ایک سال

آنکھ دروازے پہ رہتی تھی سدا آہٹ پہ کان
سر میں سودا تھا بس انکا، دل میں صرف انکا خیال

پوچھتی پھرتی تھی میں ایک ایک سے تاریخ دن
کوئی کتنا ہی ہنسے لیکن یہاں وہ ہی سوال

انکی تصویریں، انکے خط رکھے تھے سب صندوق میں
دن میں سو سو مرتبہ بس اسکو رکھ اُسکو نکال

خیر قسمت سے آئی "ان" کے آنے کی گھڑی
آنکھ تھی مشتاق جن کی دل کو تھا جن کا خیال

جاتے کیسے ایک دو دن میں مہینہ ہو گیا!!
دم کے دم میں عیش کی گھڑیاں ہوئیں خواب و خیال

آگیا جانے کا دن! لو ہو گئی رخصت تمام
آہ! اب "اُن" کا ایک دن رُکنا بھی تھا امرِ محال

وقتِ رخصت اُف وہ میرا غم وہ اُنکا اضطراب
کچھ کہی اپنی نہ سُن پائے وہ میرے دل کا حال

جی بھر آتا تھا "ان" کا بھی، مگر پھر مرد تھے
مسکرا کر میرے چہرے سے ہٹائے میرے بال

چاہتے تھے کچھ کہیں آواز غم سے رُک گئی
ہم پہ دو بیجان تصویروں کی صادق تھی مثال

ہوش تو کب تھا، مگر ان کا یہ کہنا یاد ہے
"دیکھنا قدسی خطوں کا اک ذرا رکھنا خیال"

"اُن" کی یاد میں

pular Pres, Delhi.

سالگرہ نمبر عصمت سنہ ۱۹۳۴

مسعود احمد عمر ۷ ماہ جسے صوبہ ہند کی بچوں کی نمائش میں اول نمبر کا انعام ملا۔ دہلی

بیگم سید محمد ہادی بی اے حیدرآباد دکن

مس فلورنس نائٹنگیل

(۱)

نائٹنگیل کا آتا ہے زباں پر جب نام — بلبلِ خامہ بصد ذوق چہک اٹھتا ہے
زہے اوصاف کہ تحریر سے جب لیجئے کام — مثلِ گل صفحۂ قرطاس مہک اٹھتا ہے

(۲)

گرم بازارِ اجل تھا کہ وہ میدانِ[۱] وغا — جنسِ جاں تھی خس و خاشاک سو ارزاں اس میں
زخمیوں کا تھا شمار اور نہ کچھ لاشوں کا۔ — مولی گاجر کی طرح کٹتے تھے انساں اس میں

(۳)

عملِ دستِ قضا زیرِ فلک جاری تھا — جس طرف دیکھئے۔ دم توڑ رہے تھے مجروح
جان و تن پر اثرِ وحشت و بیزاری تھا — عالمِ نزع میں سر پھوڑ رہے تھے مجروح

(۴)

جل اٹھا ایسا کہ بیگانۂ آرام ہوا۔ — سوزِ ابنائے وطن میں دلِ بیتاب اُس کا
صنفِ نازک سے بڑا کام سرانجام ہوا — شاہدِ حال ہے خورشیدِ جہاں تاب اُس کا

(۵)

موت کے منھ سے ہزاروں کو بچایا اس نے — مرنے والوں پہ ہوئیں نزع کی گھڑیاں آساں
دوشِ نازک پہ بڑا بوجھ اٹھایا اُس نے — کر دیا ہمتِ مردانہ کو یکسر حیراں!

(۶)

ایسے غمخوار کہاں ملتے ہیں غمخواروں میں — درد کافور ہوا جب سرِ بالیں آئی
اُس کے آجانے سے جاں آتی تھی بیماروں میں — موت بھی آئی تو با راحت و تسکیں آئی

(۷)

قبر پر پھول عقیدت کے چڑھاتے ہیں ابھی — قوم کی قوم ابھی ممنون چلی آتی ہے۔
جاں فزا، ولولہ انگیز ہے روداد اُس کی — روح کو رفعتِ تقدیس پہ لے جاتی ہے

(۸)

خدمتِ خلق میں ہے آبِ بقا کی تاثیر — پا گیا یوں جو حیاتِ ابدی نام اُس کا
زندگی میں بھی خدا نے اسے بخشی توقیر — مایۂ نازِ پسِ مرگ بھی ہے کام اِس کا!

تلوک چند محروم

۱؎ جنگ کریمیا۔

"نوک جھونک"

ایک ایکٹ کا مزاقیہ ڈرامہ

افراد۔ پروفیسر محمود۔ زندگی کی ستم ظریفیوں کے شکار
زمین کی پچاس گردشیں دیکھے ہوئے۔
بیگم روشن آرا۔ چہرے پر حُسنِ ماضی کے شکستہ آثار۔ پروفیسر سے پانچ برس چھوٹی رشتہ کے لحاظ سے چچا زاد بہن اور قانون کے لحاظ سے منکوحہ بیوی۔
منصور۔ سات سال کا معصوم بچہ۔
دردانہ } بہنیں۔ آپس میں حقیقی اور پروفیسر اور
ریحانہ } بیگم کی چچا زاد۔

سین پہلا۔

تعارف (ایک آراستہ کمرہ ہیں جسے ہندوستانی اور انگریزی تہذیب کا مکسچر کہنا چاہیئے۔ پروفیسر کھڑے ہوئے ڈاڑھی مونڈھ رہے ہیں۔ منصور کو بیگم چار پلا رہی ہیں۔ دردانہ وریحانہ میز کے قریب بیٹھی ہوئی عصمت کا سالنامہ پڑھ رہی ہیں۔)

بیگم (پیالی میں چار اُنڈیلتے ہوئے)۔ منصور! (اتنے زور سے پکارتی ہیں کہ بچہ گھبرا جاتا ہے اور پیالی کو ہاتھ سے گرا دیتا ہے)۔ بِیکی اُترے تمہارے اوپر۔ قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے ہو اب تو کلے چھیلنے سے باز رہو۔ آخر یہ روز روز شیو کرنے سے فائدہ کیا۔ پروفیسر (اس طرح جیسے سُنا ہی نہیں) منصور!۔ جی پاپا۔ پروفیسر (بیٹا تم نے ہماری قمیص میں رفو کر دیا۔) منصور۔ (خاموش)

بیگم۔ بیٹا منصور! تمہاری قمیص پرانی ہوگئی ہے۔ رفو کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

پروفیسر۔ ہونہو۔ دِل میں نہ ہوگی۔ قمیص میں تو ہے میں تم سے کہتا ہوں منصور!

بیگم۔ قمیص سوئی کی ایک نوک بھی برداشت نہیں کرسکتی دِل طعنوں اور چٹکیوں کے سینکڑوں نشتر برداشت کرسکتا ہے۔ میں تم سے کہہ رہی ہوں منصور!

پروفیسر۔ بیٹا لاؤ میں اُس قمیص کو پھاڑ ڈالوں۔

بیگم۔ پُرانی چیزوں کا یہی مصرف ہے۔ منصور۔

پروفیسر۔ کاشکہ پُرانی بیویوں کا بھی یہی مصرف ہوتا۔

بیگم۔ اسی کے ساتھ پُرانے شوہروں کا بھی۔

(پروفیسر۔ خاموشی سے حمام کا رُخ کرتے ہیں۔ دردانہ اور ریحانہ ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھتی ہیں اور میز پر سے اُٹھ کر بیگم کے پاس آکر بیٹھ جاتی ہیں۔)

دُردانہ۔ اے باجی۔ ریحانہ۔ اے باجی۔ بیگم۔ کہو!

دُردانہ (مُسکرا کر) منصور۔ آپ کا بہت شریر معلوم ہوتا ہے

بیگم۔ کیوں کیا ہوا۔

ریحانہ۔ دولہ بھائی کی قمیص میں رفو نہیں کرتا۔

دردانہ۔ شیو کیئے جاتا ہے داڑھی نہیں رکھتا۔

بیگم۔ (کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے) اب میری زندگی کا سہارا منصور ہی تو ہے۔ ہم دونوں کے درمیان مغائرت اور نفرت کی ایک دیوار حائل ہوگئی ہے جو گر نہیں سکتی ہاں بڑھ سکتی ہے تین سال سے یہی عالم ہے۔ البتہ منصور ایک سوراخ کا کام دیتا ہے جس کے پردہ میں ہم ایک دوسرے سے مطلب کی بات کہہ لیتے ہیں۔ اگر منصور نہ ہو تو میں خاموشی کا روزہ رکھ لوں۔

ریحانہ۔ یہ کشیدگی کس بات پر ہوئی۔
بیگم۔ بلا وجہ۔ دردانہ۔ آپ دونوں کی محبت تو شہر بھر میں مشہور تھی۔
ریحانہ۔ محبت کی افراط کا یہی حشر ہوتا ہے۔
بیگم۔ اب دلوں میں گرہ پڑ گئی ہے۔ ایک دن اُٹھ کھڑی ہو نگی (آنسو گرنے لگتے ہیں اُٹھ کر منھ دہونے جاتی ہے)
دردانہ۔ چلو ان دونوں میں ملاپ کرا دیں۔
ریحانہ۔ یوں کہو کہ جنگ کرا دیں۔ دردانہ۔ کیوں۔
ریحانہ۔ تاکہ خود بخود ملاپ ہو جائے۔ جانتی ہو۔ سوتی ہوئی محبت کو بیدار کرنے کے لئے اور جاگتی ہوئی دشمنی کو سلانے کے لئے۔ کس چیز کی ضرورت ہے۔ جنگ کی۔ یہ لوگ بہت

ایک دوسرے سے ٹکرا دو اور لڑا دو۔ دل کھول کر۔ گرم گرم آنسو جلتی ہوئی آہیں اور سلگتی ہوئی سسکیاں محبت کی دبی ہوئی چنگاریوں کو بھڑکا دیں گی اور یہ سرد مہری چشم زدن میں گرما گرمی میں تبدیل ہو جائے گی۔ دردانہ۔ ما شاء اللہ زبان کیا ہے لطافت اور شیرینی کا دریا ہے۔ اچھا کونسا بم چھوڑو گی۔ ریحانہ۔ بم کی ضرورت نہیں میں پروفیسر کے چابی بھرتی ہوں اور تم باجی کے بھرو۔
اس کے بعد ہم تم دونوں اس ڈرامہ میں بلا ٹکٹ بیٹھ کر لطف اُٹھائیں گے۔ دردانہ۔ سمجھی۔
(بیگم۔ چاء بنا کر لاتی ہے اور منصور کے ہاتھ میں دیکر پروفیسر کی طرف اشارہ کرتی ہے جسے وہ جا کر میز پر رکھ آتا ہے۔ پروفیسر حمام میں سے نہا کر کمرہ میں داخل ہوتے ہیں)

زیادہ خوددار ہیں۔ خطاؤں کو دل میں رکھ کر پرورش کرتے ہیں اور پھانس کا بانس بنا دیتے ہیں۔ دل کھولتا ہے۔ جس میں ابخرات آتش فشاں پہاڑ کا مادہ بن جاتے ہیں۔ اُس کو نکلنے کا راستہ ملتا نہیں اس لئے طبیعت میں زلزلے آتے رہتے ہیں۔ طبیعت اور پانی دو چیزیں ہیں جن کا رکنا طوفان اور سیلاب لاتا ہے۔ اسلئے دو روٹھے ہوئے دوستوں میں ملاپ کی کوشش نہ کرو بلکہ اُنکو

دردانہ۔ (ریحانہ کی طرف دیکھتے ہوئے) باجی کچھ اور بھی سُنا۔ بیگم۔ کیا۔
دردانہ۔ بھائی عرشی کو خان بہادر کا خطاب ملنے والا ہے۔
کیوں ریحانہ۔ اگر باجی کی شادی وہاں ہو گئی ہوتی تو۔

بیگم (ٹھنڈی سانس لے کر) بہن میری قسمت میں تو پھٹی ہوئی قمیصوں کو رفو کرنا لکھا ہوا تھا۔

پروفیسر۔ (چار کی پیالی کو میز پر رکھ کر) پھر کیوں اُن کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کیا میں نے خوشامد کی تھی۔

بیگم (کرسی پر سے اُٹھتے ہوئے)۔ کیا اب مجھے مطعون کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ جان دینے اور خود کو مٹا دینے کا ثمرہ مل رہا ہے۔ خدا تم سے بدلہ لے

ریحانہ۔ اے کیوں بے کار لڑتے ہیں آپ دونوں۔ جو کچھ ہوا وہ اچھا ہوا۔ درد انہ! (بناوٹی غصّہ میں)۔ تم بڑی وہ ہو۔ تم کو کیا ضرورت تھی کہ بھولے ہوئے افسانے دُہرا کر باجی کے زخموں پر نمک مرچ چھڑکو۔

بیگم۔ دم بخود بیٹھی رہتی ہوں۔ بات کرنی ہی چھوڑ دی ہے اُس پر بھی یہ حال ہے کہ گلا دبانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

دردانہ۔ صبر کیجئے بہن۔ ہم ہندوستانی عورتوں کے لئے دنیا جہنم ہے۔ مردوں کی فرعونیت کی انتہا ہو گئی ہے۔ جس یورپ کی رٹ لگاتے رہتے ہیں اگر وہاں بھیج دیئے جائیں تو دوسرے ہی دن بلا ٹکٹ وہاں سے واپس آجائیں۔

پروفیسر۔ یہ خاکسار کی طرف اشارہ ہے؟ کیا تم کو علم نہیں کہ میں "انجمن تحفظ حقوقِ نسواں" کا صدر ہوں

دردانہ۔ یہی تو اور بھی رونا ہے۔ بھیڑوں کے گلہ بان بھیڑیئے بن گئے ہیں۔ میں آپ کو نوٹس دیتی ہوں کہ میں ایک ایسی ہی دوسری انجمن بناؤں گی اور اُسکا صدر باجی کو کروں گی تاکہ اس کھال کے خول اور ہڈیوں کے مالا کو دیکھ کر........

پروفیسر۔ تم کو میرے معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے

دردانہ۔ سچی بات کڑوی معلوم ہوتی ہے۔

بیگم۔ حق کیوں نہیں ہے۔ کیا میرا کوئی اور بیٹھا ہوا ہے اکیلا پا کر شیر ہو گئے ہو۔

دردانہ۔ میں صدقے ہو کر تمہارے اوپر سے مرجاؤں باجی تمہاری فکر میں گھلی جاتی ہوں۔

پروفیسر۔ پھر کیوں نہ خان بہادر سے شادی کرا دی۔ تم ہی پیش پیش رہتی تھیں اور مجھے اُکسایا کرتی تھیں کہ۔

دردانہ۔ یہ بھی بُرائی ہو گئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ ایسے بدل جائیں گے۔

پروفیسر۔ مجھے پھنسا دیا۔ بیگم۔ یعنی؟

پروفیسر۔ مجھ کو ہندوستانی زبان درازی کا شکار مت بناؤ۔

بیگم۔ میں سمجھی جو تمہارا مطلب ہے۔

پروفیسر۔ پھر کیوں انجان بن کر پوچھ رہی ہو۔

بیگم۔ افسوس۔ میری قربانیاں بے کار گئیں۔ میں نے اس شخص کے لئے جائداد پر لات ماری۔ دولت کو ٹھکرا دیا۔ اور حکومت سے مُنھ موڑ لیا۔ کاش میرے وہی دن پھر واپس آجائیں۔ آہ مجھ کو کیا معلوم تھا کہ مجھے پھٹی ہوئی قمیصیں سینا پڑیں گی۔

دردانہ۔ ہاہ۔ (آنسو نکالنے کے لئے قریب رکھی ہوئی مرچ آنکھوں میں لگاتی ہے)

(ریحانہ ہنسی کو روکنے کے لیئے رومال مُنہ پر رکھتی ہے۔)

پروفیسر۔ خدا کی قسم تمہاری قربانیوں کی داستان سنتے سنتے عاجز آگیا ہوں۔ (پیالی پٹک کر۔) کیا میں نے تمہارے ساتھ شادی کرکے اپنے پاؤں میں کلہاڑی نہیں ماری۔ ارے میں آج گورنر ہوتا۔ نواب چھتاری سر محمد عثمان اور سر سکندر حیات خاں کی طرح

بیگم۔ شیخ چلی!

پروفیسر۔ میری ذہانت ذکاوت۔ اور عقلمندی کا سکّہ سارے خاندان پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہر شخص کہتا تھا کہ میں بہت ترقی کروں گا۔ کیوں ریحانہ بولتی کیوں نہیں ہو آج میں گورنر ہوتا یا نہیں۔

ریحانہ۔ اس میں بھی کوئی شک ہے۔ میں کہتی ہوں کہ آپ کی گورنری اس شان کی رہتی کہ لوگ واجد علی شاہ کی حکومت کو بھول جاتے۔ آپ جس وقت بی۔ اے پاس ہوئے ہیں اُس وقت شہر کے بڑے بڑے رئیس آپ کو ایک ہاتھ سے لڑکیاں دینے پر تیار تھے اور دوسرے ہاتھ سے دولت۔ آنوبل سر..... آپ کے پیچھے پیچھے اپنی لڑکی کی تصویر لئے پھرتے تھے۔ (ہنسی کو روکنے کے لئے کھانستی ہے)

پروفیسر۔ ہاں مجھ کو انگلینڈ بھیج رہے تھے بیرسٹری کی تعلیم کے لئے۔ ہائے ہائے وہ زمانہ آج کا سا نہیں تھا کہ بی۔ اے پاس تشنۂ ملازمت ہیں۔ اُس وقت میں اگر آئی سی ایس میں بیٹھتا تو ساری سلطنت برطانیہ میں اوّل نمبر آتا۔ شان سے ڈپٹی کمشنری کرتا اور چند سال کے بعد گورنر بنا دیا جاتا۔ تقدیر نے کہاں جا کر دھو کا دیا ہے۔ آج ہندوستان کو حقوق مل رہے ہیں۔ اس موقع پر نہ ہوا میں ورنہ ویسرائے ہونے کا نمبر میرا ہی تھا۔

ریحانہ۔ آپ کو اُس وقت شادی کا جن سوار تھا۔ بھیّا میں تو کہنا چاہتی تھی کہ تم ولایت جاؤ مگر کسی سے کہہ نہ سکتی تھی۔ کیونکہ میری کون سنتا۔ اپنی قسمت ہی میں نہ تھا کہ گورنر کی بہن کہلائے جاتے۔ آہ

بیگم۔ ابھی آنکھ نہیں کھُلی شاید۔ ہز اکسیلنسی سر محمد محمود صاحب بہادر۔ ایم۔ اے۔ بی۔ اے وائی۔ ایکس وام اقبالہم!۔ میاں دن رات قبض کے مرض میں گرفتار رہتے ہیں۔ اسی منہ سے وائسرائے ہوتے دردانہ۔ خالی ذہانت کس کام کی۔ جب تندرستی ہی نہ ہوئی۔

بیگم۔ خالی خولی ایک سرٹیفکٹ پر اترائے جاتے ہیں۔ تمہارے ایسے ہزاروں بی۔ اے پاس سیٹھ بہاری لال کونسلی کے پاس ناک رگڑتے جاتے ہیں۔ اچھا یہ بھی سہی کہ تم گورنر ہو جاتے تو میں عرشی کو دہلی کی اسمبلی کا صدر بناتی جس سے گورنر تو گورنر وائسرائے تک خوف کھاتے۔

پروفیسر۔ عرشی کو!
بیگم۔ ہاں اور کیا تم کو۔ وہ گھر کا رئیس ہے
بڑے کارخانہ کا مالک۔ میں اگر پردہ ترک کر دیتی
اور پبلک میں کھڑے ہو کر لیکچر دیتی تو کس کی مجال
تھی کہ وہ کسی دوسرے کو ووٹ دیتا۔ تم خود
اس بات کو مانتے ہو کہ ولایت میں عورتیں
ہی اپنے خاوندوں کو پارلیمنٹ میں پہونچا دیتی ہیں
پروفیسر۔ جاہل محض۔ جسے دستخط بھی کرنا نہیں آتا وہ
دہلی کی اسمبلی کا صدر ہوتا۔
دردانہ۔ اسے پڑھ لیتے۔ انگریزی بول لیتا ہو ہے
کے چنے تو ہیں نہیں۔
پروفیسر۔ خیر یہ بھی مانا۔ لیکن اگر میں گورنر ہوتا تو ان کو
کانگریس پارٹی سے تعلق رکھنے کی بنا پر جیل
بھجوا دیتا۔ رہ جاتی سب صدرات۔
بیگم۔ (سر پیٹ کر) ہے ہے اتنا ظلم۔ مجھے نہیں معلوم
تھا کہ تم اتنے سنگ دل ہو۔
پروفیسر۔ خیر اگر تم خوشامد کرتیں تو اُن کو رہا کر دیتا
اور محض تمہارے خیال سے کہ چلو بھئی چچا کی
لڑکی سے ہے اُن کو آنریری مجسٹریٹ کر دیتا یا
کسی دور دراز کے معمولی ضلع میں ڈپٹی کلکٹر
بیگم۔ معمولی ضلع کا اور وہ بھی دور دراز!
پروفیسر۔ اچھا بھئی بریلی کا۔ زیادہ مہربانی کرتا اگر۔
بیگم۔ (آنکھیں پھاڑ کر) بریلی۔ ارے بریلی میں کیا
رکھا ہے سوائے ہاشم کے سرمے اور مدو
کے تخت کے میں تو ایسی جگہ کبھی بھی نہ رہتی
پروفیسر۔ خیر پیلی بھیت سہی۔
بیگم۔ فوج۔ کالی پیلی۔ پیلی بھیت۔ وہاں رہنے
والوں کے نیلے ہاتھ پیر۔
پروفیسر۔ میں اس سے زیادہ اور کیا کر سکتا تھا۔
بیگم۔ میں تو لکھنؤ کی ڈپٹی کلکٹری لیتی۔ وہاں تعلقہ
داروں اور نوابوں کی بیگموں کے ساتھ
لطف صحبت رہتا۔ شام اودھ کے نظارے
رہتے۔ اور زبان کی شیرینی اور حلاوت کا لطف
پروفیسر۔ (غصہ میں) میں کبھی ہرگز لکھنؤ نہ دیتا۔ وہاں
میں خود رہتا۔
بیگم۔ تمہیں لکھنؤ دینا پڑتا۔
پروفیسر۔ میں نے ایک بار کہہ دیا کہ میں لکھنؤ کبھی نہ دیتا
زیادہ ضد اچھی نہیں ہوتی ہے
بیگم۔ (سر پیٹ کر) ارے تمہاری زمین دبتی۔ کیا چچیرے
بھائی اور بہنوں کا اتنا بھی حق نہ تھا۔ ہے ہے۔ خون
سفید ہو گیا۔ خدا کی قسم میں ویسرائے تک پہونچتی اور
اُس کی بیگم سے مل کر لکھنؤ کا تبادلہ کرا لیتی۔ ورنہ
تمہارے خلاف جلسے کراتی۔ اخباروں میں
اشتہار دلواتی۔ اور تمہارے خلاف ایک
بم بنانے کا کارخانہ کھلوا دیتی۔
پروفیسر۔ (کھڑے ہو کر) بندہ اِن گیدڑ بھبکیوں میں نہیں
آتا۔ فرض اور حکومت کے معاملہ میں عزیزداری
کا خیال کرنا عبث ہے۔ میں دنیا کے سامنے
ایمان داری اور انصاف کی ایک اعلیٰ مثال
قائم کر کے عرشی کو کالے پانی بھجوا دیتا۔ جاؤ
اوہو میرے تمام دانت نکل پڑے۔
بیگم۔ (روتے ہوئے) یہ مار آستین ہے۔ بس حد ہو گئی
ہم کو کالے پانی بھیجا جا رہا ہے۔ آہ دنیا سے انصاف اُٹھ چکا ہے
(دردانہ اور ریحانہ حایل ہونے کے بجائے کمرے میں سے
اُٹھ کر چلی جاتی ہیں لڑائی خوب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں
بے دم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ خوب روتے ہیں اور بغیر کھانا کھائے
سو جاتے ہیں۔) (ڈراپ)

ابو طاہر لک بی۔ ایس۔ سی۔

دنیا کی سب سے اونچی عمارتیں

"سکائی سیپکر" یعنے بہت بلند آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتوں کا تعمیر کرنا نیویارک میں ایک معمولی کھیل بن گیا ہے۔ اور فٹ بال۔ بیس بال اور گھونسہ بازی سے بڑھ کر وہاں لطف دیتا ہے۔ تعمیراتی انجینیر ایک دوسرے سے بلند عمارات بنانے میں ہر وقت ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں کرسلر کی عمارت جو ایمپئر اسٹیٹ کی عمارت کا قریب قریب مقابلہ کرتی ہے۔ ۱۰۴۶ فٹ اونچی ہے۔ اس کا بہت کچھ حصہ دہات سے بنا ہوا ہے اور اس کی چوٹی ایک باریک نوک دار شکل میں ختم ہوتی ہے۔ ان عمارتوں کے تعمیر کرنے والوں کی ہمت کو داد دینا ہی ایک بڑا کام ہے۔ سڑک سے اتنی اوپر بے خطر ان عمارتوں کے تعمیر میں منہمک رہتے ہیں۔ حادثات جن میں بہت سے لوگوں کے جان ضائع ہوجاتی ہے ہوتے رہتے ہیں۔

نیویارک کی دوسری نئی اونچی عمارت "ریڈیو سٹی" ہوگی جس کا بنوانے والا جان۔ ما دی۔ راکفلر جونیر ہے اس عمارت کا پورا خرچ ۵۰ ملین پونڈ تصوّر کیا گیا ہے۔ اگر نیویارک میں کوئی عمارت تیار کی جاتی ہے تو کوئی دریافت بھی نہیں کرتا کہ وہ کیسی عمارت ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں سب یہ مرض پھیل رہا ہے۔ ان کی تعداد شنگھائی میں ۲۱۔ اور میڈرڈ میں ۱۵۔ اور ایتھنس میں ۱۶۔ اور ٹورانٹو میں ۲۹ ہے۔ تھوڑے شہروں میں عمارتوں کی اونچائی بہ واسطۂ قانون مقرر کی گئی ہے۔ ملبورن میں واشنگٹن کے مانند ۱۳ منزلہ عمارتوں کے حدود میں ہے۔ اِس لئے ٹورانٹو کی ۲۹ منزلہ ہوٹل سلطنت برطانیہ کی سب سے اونچی عمارت ہے۔

نیویارک اگرچہ کہ بہت سی آسمان سے بات کرنے والی عمارتوں کا شہر ہے۔ مگر وہ نہ اِن عمارتوں کی پہلی جگہ ہے۔ اور نہ ۴۰ برس تک دنیا کی سب سے اونچی عمارت رکھتا تھا۔ کرسلر کی عمارت ایفل ٹور ۱۸۸۹ء میں بنی تھی۔ یہ ۹۸۴ فٹ اونچی ہے اس کی فولاد کی قلم کی چوٹی ۷۴ فٹ اونچی ہے۔

شکاگو کا نئی سامان کا بازار دنیا کی سب سے بڑی حاطہ دار عمارت ہونے کی دعویدار ہے۔ اِس کا احاطہ قریب ۲۵ ۱ ایکٹر ہے۔

انسان کے دل پر جب مذہبی اقتدار اور رُعب چھایا ہوا تھا۔ تو اس نے عراق کا "بیبل ٹور" اور قسطنطیہ کا "ایاصوفیہ" اور چین کے پھکڑی دار چھت والے پگوڈے" اور برما کے نوک دار سٹوپے" اور روم کا "سینٹ پیٹر" اور لنڈن کا "سینٹ پال" اور کلوں کا ۵۱۲ فٹ اونچا گرجا اور مصر کا اہرام بنا ڈالا۔ جب اپنی فوجی قوت کا خیال تھا تو لنڈن کا ٹور اور دوسرے قلعہ جات تعمیر کئے۔

آج قریب ۴۰۰ عمارتیں ۲۰ منزلوں سے اونچی امریکہ (U-S-A) میں ہیں۔ اِس تعداد میں آدھے سے زیادہ نیویارک میں ہیں۔ سب سے پہلی آسمان سے باتیں کرنے والی عمارت شکاگو میں ۱۸۸۳ میں بنی اس عمارت پر برقی لفٹ کے بغیر چڑھنا ناممکن تھا۔ پہلی لفٹ ۱۸۰ میں نیویارک میں بنائی گئی۔ آج کل برقی لفٹوں کی رفتار فی گھنٹہ

۱۰ امیسل ہے۔

تاریخی دنیا کی سب سے اُونچی عمارات۔

عمارات کے نام	اونچائی فٹ میں	۱۳ فٹ کی ایک منزل اُونچائی منزلوں میں
بیبل کا ٹور۔ - - - - - - - -	نامعلوم	نامعلوم
بڑا اہرام۔	۴۵۱	۳۴
ٹنگ چو بگوڈا۔	قریب ۲۰۰	۱۳
روم کا سینٹ پیٹر گرجا۔	۳۳۳	۲۵
خیبرو کی سب سے اونچا منار۔	۲۸۰	۲۱
کلوں کا گرجا۔	۵۱۲	۴۰
سینٹ پال گرجا لندن	۳۶۵	۲۸
یادگار واشنگٹن	۵۵۵ ½	۴۲
ایفل ٹور پیرس	۹۸۴	۶۵
اولورتھ کی عمارت	۷۹۲	۵۸
کرسلر کی عمارت	۱۰۳۰	۷۷
ایمپئر اسٹیٹ کی عمارت جو ابھی زیر تعمیر ہے۔	تقریباً ۱۲۰۰	ابھی معلوم نہیں کتنی منزلہ ہوگی۔

یہ آخرالذکر عمارت ابھی ابھی تکمیل کو پہنچی ہے۔ اور دنیا کی سب سے اونچی عمارت ہے۔ اُس کی اُونچائی ۱۲۵۲ فٹ ہوئی ہے۔ اور ۸۵ منزلہ ہے۔ اور اُس کی تعمیر میں ۵۰ لاکھ پونڈ صرف ہوئے ہیں۔

جیسا کہ شہر بڑھتا جاتا ہے یعنے اُس کی وسعت تجارت اور دوسری چیزوں میں تو وہاں یہ بڑی اُونچی عمارتیں تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور اس طرح دور دراز فاصلہ پر مکان بنانے کی مشکل دور ہو جاتی ہے۔ اور ایک ہی آسمان سے باتیں کرنے والی عمارت میں ہزار ہا آفس اور گھر بطور فلاٹ بن سکتے ہیں۔ اور اس میں فائدہ یہ ہے۔ کہ وہ شہر کے اندر رہ سکتے ہیں اور اپنی سب ضرورتوں کو بہ آسانی پورا کر سکتے ہیں۔ اور کفایت شعاری کے ساتھ ان تعمیرات کا سلسلہ ہندوستان میں بھی شروع ہوا ہے۔ کلکتہ جو سلطنت برطانیہ کا دوسرا بڑا شہر ہے اپنی بڑی بڑی عمارتوں کی وجہ سے "محلوں کا شہر" کہا جاتا ہے۔ کلکتہ کا ٹور ہوس "ہندوستان کا سب سے اُونچا گھر ہے۔ یہ ۹ منزلہ ہے اس کی اُونچائی تقریباً ۱۵۰ فٹ ہوگی۔ اِس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی عمارتیں کلکتہ میں بہت سی ہیں سب سے شاندار وکٹوریہ ہوس ہے جو کلکتہ الکٹرک سپلائی کارپوریشن کے دفاتر ہیں اور دوسری ایک عمارت جو سٹرنڈ روڈ میں ہے نان میکنزی جہازرانی کے ایجنٹوں کی ہے۔ بمبئی جو ہندوستان کا بڑا تجارتی مرکز ہے وہاں بھی کئی کئی منزلہ عمارتیں ہیں اور دوسرے بڑے شہروں میں بھی تعمیر ہو رہی ہیں +

(ترجمہ انگریزی)

فاطمہ بیگم انور علی۔

افسانۂ زندگی

کہنے کو تو اس واقعہ کو برسوں گذر گئے۔

مگر اب بھی جب کبھی خیال اس طرف جاتا ہے تو بے ساختہ دل سے دعا نکلتی ہے کہ خدا مرنیوالی ناصرہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ وہ تمیزاً تو تھی ہی نہیں کہ ایک ادنیٰ خادمہ سے گھر کی ملکہ بن کر اترا جاتی۔ ایمان طاق پر رکھتی اور خدا سے منحرف ہو کر بن ماں کے بچوں کی دشمن ہو جاتی۔ بلکہ ہم تو اگر مسئلہ تناسخ پر یقین رکھتے تو کہدیتے کہ صالحہؑ نے ناصرہ کی صورت میں دوبارہ جنم لیا

خدا وہ وقت دشمن کو بھی نہ دکھلائے۔ جو بدبخت ناصرہ کو دیکھنا پڑا۔ وہ امیر نہیں تو متوسط الحال ماں باپ کی لڑکی تھی۔ چونکہ اکلوتی تھی اس لئے جس لاڈ پیار سے اس کی پرورش ہوئی اور جس اللہ آمین سے اس کو پالا پوسا گیا خدا سب لڑکیوں کو نصیب کرے۔ وہ ارمانوں میں کھیلی اور امنگوں میں سوئی مگر کس کو خبر تھی کہ قسمت کا ستارہ گردش میں ہے اور ماں کے مرتے ہی ناصرہ حقیقی معنوں میں بے وارثی اور بیکس ہو کر رہجائیگی۔ بھلا تیرہ سال کی عمر ہی کیا، ماں نے اپنے دل کو خوش کرنے یا ارمان پورا کرنے کو اس کا نکاح بڑی دہوم دہام اور چاؤ پیار سے رچایا، لاڈلی بچی ماں باپ کی منظور نظر جو ہوتا وہ کم اور جو اٹھتا وہ تھوڑا۔ شہر بھر میں دہوم مچ گئی۔ غرض جس اہتمام سے نکاح ہوا وہ دیکھنے والے ہی خوب جانتے ہیں۔ یہ بدقسمتی تھی کہ سال بھی پورا نہ ہوا تھا کہ بیچاری ماں کا انتقال ہو گیا،

کہتے ہیں بیوی موت اور کہنی کی چوٹ برابر ہے۔ نصیر کی عمر چالیس پینتالیس سال کے لگ بھگ تھی خوراک اچھی جسم تندرست، چہرے پر خون اور رونق اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ تین چار سو روپے کی آمدنی، کوئی وجہ نہ تھی کہ دو سال کے بعد غم دور کرنے کے لئے کھویا گھر آباد کرنے کو نصیر دوسری شادی نہ کرتا۔ ناصرہ پر یہی مصیبت کیا کم تھی کہ پانچ چھ سال تک سوتیلی ماں کی سختیاں جھیلیں، مصیبتیں برداشت کیں۔ باتیں سنیں اور خفگیاں اٹھائیں۔ لیکن سمند ناز پہ یہ ایک تازیانہ تھا کہ ابھی بیچاری کا گھونگھٹ نہ اٹھنے پایا کہ شہر میں ہیضہ پھیلا اور رات ہی رات میں اس مصیبت زدہ معصوم کا شوہر چٹ پٹ ہوا۔ اس حالت کا اندازہ جو اس پر بیتی مشکل سے لگایا جا سکتا ہے، وہ خون کے آنسو روتی اور موت کی آرزو کرتی۔ زندہ درگور تھی اس لئے خودکشی پر آمادہ ہوتی۔ مگر اس کی ہمت نہ پڑتی، جب بیس سال سے زیادہ اس ناشاد ہستی پر جو ناصرہ کے نام سے موسوم تھی گذر گئے تو بدبختی کی تکمیل میں، جو ایک

۱ و ۲ حضرت علامہ راشد الخیری کے پہلے ادبی شاہکار (صالحات) کے دو افراد خصوصی۔

کسر رہ گئی تھی، وہ بھی پوری ہوئی یعنی باپ بھی اپنی مصیبت زدہ لڑکی کو بے یار و مددگار چھوڑ چل بسا،
اب صرف ایک صورت باقی تھی اور وہ یہ کہ نوکری کرے۔ پیٹ پالے۔

رنج والم کے ڈراؤنے پہاڑ کیسے بھیانک طریقے سے گھیرے ہوئے ہوں اور غم واندوہ کی بے در دبجلیاں کسی طرح تڑپیں اور گریں، مادگیتی اپنا سینہ کتنی ہی مرتبہ پھاڑ کر غصے کی آگ سے آباد بستیوں کو نیست ونابود اور جلا کر خاک کردے۔ مگر زندگی کی ندی بہے جائیگی۔ خواہ دشوار گذار گھاٹیوں اور آتش فشاں پہاڑوں سے ہی کیوں نہ گذرنا پڑے مصیبت اور رنج وغم اور افسوس ستم اور ملال لازمہ زندگی ہیں مگر انسان پھر بھی زندہ رہتا ہے،
ناصرہ بھی اپنی زندگی کے دن کسی نہ کسی طرح پورے کر رہی تھی

وہ اب نوکر بھی تھی مگر آیا کی حیثیت سے ——————" آہ زندگی کا انقلاب! زمانے نے کیا رنگ پلٹا اور چھوٹی بی" کے بدلے ناصرہ کو انا بنا دیا۔

ناصرہ جب مصیبت کی پوٹ بن چکی، ماں کی موت کا قلق، سوتیلی ماں کے ظلم کا ملال، باپ کے ردیہ کا افسوس اس کی حسرت ناک موت اور محبت کے مرکز کی بربادی جب اپنا اپنا رنگ دکھا چکے اور ناصرہ محض شاہ بلوط کے ایک خزاں رسیدہ تنہا پتے کی طرح رہ گئی تو اب قسمت کو بھی اسپر رحم آگیا اور تقدیر نے اسے ایسی جگہ پہنچا دیا جہاں اس نے وہ کام انجام دیئے کہ حیات انسانی اس کو مدتوں فراموش نہیں کر سکتی

گھر کی کل کائنات یہ تھی۔ فائق۔ اس کی بیوی۔ یہ انا اور ایک نوزائیدہ بچہ۔ فائق کی عمر چالیس بیالیس سال سے متجاوز تھی وہ بچہ کی پیدایش سے خوش ضرور ہوا مگر کچھ عجب ہی قسم کا انسان تھا۔ پہلے پہل تو خیر لیکن چند ماہ بعد ہی بیوی سے کہدیا کہ بچہ تم سے بالکل الگ رہے اور اس کا واسطہ صرف انا سے ہو۔

وہ دیکھتا تھا اور اسے معلوم تھا کہ ایک شریف اور اونچے گھرانے کی بیگم ہے، جہاں اس نے کبھی راج کیا تھا۔ ناصرہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ سہی مگر پڑھ لکھ سکتی تھی۔ چلتی پرزہ نہ تھی لیکن معاملہ فہم ضرور تھی۔ غرض وہ ان تمام خوبیوں کی حامل تھی۔ اسی طرح پندرہ سال گذر گئے۔ فائق کے ہاں دو لڑکے اور تین لڑکیاں اور پیدا ہوئیں بچے ماں کو جانتے اور پہچانتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اماں سے زیادہ ناصرہ سے مانوس تھے۔ ناصرہ "ماں" کہلاتی تھی اور اس کا پیٹھ پیچھا ہے اس نے ان کو رکھا بھی اس طرح کہ واقعی وہ اس کی مستحق تھی۔ ہر ضرورت اور ہر حاجت اس سے کہی جاتی اور وہ اس کو پورا کرتی۔ گھر کا تمام خرچ اس کے ہاتھ میں تھا۔ مگر کیا مجال جو ایک پیسہ بھی ادہر سے ادہر ہو جائے۔ دونوں میاں بیوی اکثر کہتے، کچھ حرج نہیں اس دنیا میں ہم اکیلے ہیں اور ہمارا کوئی رشتہ دار زندہ نہیں۔ شکر ہے کہ اس نے تمام عزیز واقارب کی روحیں ناصرہ میں یکجا کر دیں، خدا کرے وہ ہمیشہ اس گھر میں رہے، بھلا جس گھر میں ناصرہ جیسی منتظمہ عورت موجود ہو وہاں روپیہ کیسے برباد ہو سکتا ہے۔ دولت جمع

ہوتی گئی، یہاں تک کہ آقا و بیگم کی یہ رائے قائم ہوگئی کہ اتنا روپیہ ناصرہ کے آنے سے پہلے کبھی جمع نہ ہو سکا۔

یہ پندرہواں سال تھا اور ایک لڑکے کی پیدائش کا دن۔ کہتے ہیں بچہ کی پیدائش ماں کو موت کا مزہ چکھا دیتی ہے اکثر بیبیاں تو اس کی نذر بھی ہوجاتی ہیں۔ لڑکا پیدا ہوا تندرست و توانا مگر ماں غریب چند ہی گھنٹوں بعد رخصت ہوئی بچے نہ معلوم سر پھوڑتے یا پچھاڑیں کھاتے اسوقت قدرت ناصرہ کے ذریعے سے اپنا کام کر رہی تھی۔ اس نے ان کو دوسرے کاموں میں ایسا مصروف و مشغول رکھا کہ دو تین ماہ میں سب مرحومہ کو بھول سے گئے، اب گھر کی مالکہ یا خادمہ صرف ناصرہ ہی تھی اور وہ ہی ماں"

فائق کی ہر تکلیف کا وہ پہلے سے زیادہ خیال رکھتی اور کوشش کرتی کہ کوئی چیز بیوی کی یاد نہ دلائے، ننھا بچہ "بیوہ ناصرہ" کی آغوش میں پرورش پا رہا تھا۔ وہ پیار سے اُسے سُہیل کہتی تھی۔ بچہ بھی اس سے بہت مانوس تھا، یہ صرف ناصرہ کا ہی دم تھا ورنہ کوئی اور ہوتی تو ایسے موقع پر کبھی نہ چوکتی۔ بن سنور کر رہتی۔ بھڑک دار اور دلکش کپڑے پہنتی، دلفریب بال آراستہ کرتی اور ہر ممکن کوشش سے فائق کا دل مسخر کرنے کی کوشش کرتی۔ یہ بات کچھ ایسی مشکل نہ تھی۔ مگر خدا شاہد ہے اس معصومیت کی پتلی نے اس طرف کبھی توجہ ہی نہ کی اور نہ کبھی ایسا خیال ہی اس کے دل میں آیا۔ اس کی سیاہ زلفیں دلفریب تھیں مگر واقعہ یہ ہے کہ کسی نے اس کے دراز گیسو کبھی پوری طرح نہ دیکھے۔

وہ حسین نہ سہی مگر قبول صورت ضرور تھی لیکن بھلا ایسے خیالات کی عورت ایسی بات کہاں سوچ سکتی تھی؟ بچوں کی نگہداشت سہیل کی پرورش، فائق کی صحت کا خیال بس یہی اس کے خیالات کی دنیا۔ خواہشات کی کائنات اور امیدوں کا مرکز تھے۔ وہ انّا ہی نہ تھی بلکہ ماں کی طرح ثابت ہوئی، بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا اور تربیت خود ہی کی جس سے وہ لالوں کے لال اور آغوش مادری میں روشن چراغ معلوم ہونے تھے۔ کوئی غیر آدمی دیکھتا تو اس کے طرز عمل سے ہرگز یقین نہ کرتا کہ ناصرہ اس کی خادمہ ہے ——— سہیل تو اسے ماں ہی سمجھتا۔

سہیل اب دس برس کا تھا اور دوسرے بچے بھول پن اور بچپن سے نہیں لڑکپن اور نادانی کی عمروں سے نکل کر جوانی کی حدود میں داخل ہو چکے تھے اس میں شک نہیں کہ ناصرہ سب سے زیادہ سہیل کو چاہتی تھی لیکن اس کو دل پر پتھر رکھنا پڑا جب باپ کے حکم اور بہن بھائیوں کے اتفاق رائے سے سہیل جہاز رانی کا کام سیکھنے کے لئے کوئی دو سو میل پرے سمندر پار روانہ ہوا۔ پال کی آگ عجب ہی لگن ہوتی ہے اس پر کیا کچھ گذری ناقابل بیان ہے مگر مبادا باپ یا بہن بھائی ناراض ہو اور خود سہیل کے دل کو چوٹ لگے۔ اس نے دم نہ مارا اور جب کبھی وہ آتا یا جاتا تو وہ اُسے لینے اور پہنچانے ساحل تک ضرور جاتی۔ سہیل کی غیر حاضری اسے بے چین اور بے کل کرتی۔ مگر وہ سکوت کی مہر لبوں پر لگائے رکھتی، اس طرح دو مہینے گذر گئے۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ناصرہ کی نیت صاف تھی لیکن بچوں پر اس کا الٹا اثر پڑا۔ وہ اب بھی روپیہ نہایت

حتیاط سے اٹھاتی تاکہ جو کچھ پونجی جمع ہو وہ بعد میں ان ہی بچوں کے کام آئے مگر کچھ زمانے کا اثر اور کچھ جوانی، بچے
و پیہ چاہتے تھے اور خواہش تھی کہ خوب اُللّے تللّے اڑائیں۔ بھلا ناصرہ اس کو کیسے آسانی سے گوارا کرلیتی۔ نتیجہ یہ کہ
بچوں کے دلوں میں اب یہ خیال پیدا ہوا کہ دال میں کچھ کالا ہے اور شاید ناصرہ روپیہ اپنے لئے جمع کر رہی ہے۔
بات کہاں چھپی رہتی ہے کسی نہ کسی طرح یہ بات ناصرہ کے کانوں تک پہونچ گئی،

انسان کتنا ہی استقلال رکھتا ہو اور کیسی ہی مضبوط و مستحکم طبیعت کا مالک ہو جس طرح لوہا تپش آتش کی زیادتی
سے موم ہوجاتا ہے اسی طرح یہ ایسی معمولی بات نہ تھی کہ بغیر اثر کئے رہتی، چنانچہ ناصرہ کو یہ معلوم ہونے کے بعد تاب نہ رہی۔ مگر
ضبط سے کام لیا دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے کہ اب ان کو میری ضرورت نہیں ہے اور وہ اللہ رکھے اب
جوان ہیں۔ اپنے اچھے بُرے کو خود سمجھتے ہیں۔ یہ روپیہ ان کا ہے اور وہی اس کا بہتر مصرف جانتے ہیں۔ انہی خیالات
میں وہ ایسی غلطاں و پیچاں ہوئی کہ اس نے تہیہ کرلیا کہ آج رات وہ اس مکان سے جسے اسنے اپنا گھر سمجھا اور ان
بچوں سے جنہیں ماں کی طرح پرورش کیا اور جن کی خادمہ کی طرح خدمت کی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے

دن بھر کا شور و غل، رخصت آفتاب کے ساتھ ختم ہوا اور رات کے پرسکون سلئے پُرفضا وادیوں۔
سر بفلک چوٹیوں وسیع میدانوں، گاتے ہوئے دریاؤں اور تھکی ہوئی آبادیوں میں پڑنے شروع ہوگئے۔ بیگم مرحومہ
کے ہاتھ کا دیا ہوا جوڑا اس نے خاموشی سے پہنا۔ جب سب بچے اور فائق گہری نیند سوگئے، ناصرہ نے فائق کی دوا
جو اسے روز صبح دیجاتی تھی پلنگ کے نیچے رکھی کہ صبح اٹھکر ناغہ نہ ہو۔ بچوں کے لئے صبح کا ناشتہ تیار کیا اور دروازے
کی طرف بڑھی۔ بڑھی کیا ایک ایک قدم سو سو من کا معلوم ہوتا تھا۔ دل امنڈ آیا اور آنکھیں دل کھول کر برس پڑیں۔
طبیعت ہوئی خراب، بچوں کی نادانی کا ہوا افسوس بے چین ہوگئی، واپس لوٹی کہ ان بچوں کو جن پر اس نے جان چھڑکی
ایک دفعہ اور دیکھ لوں۔ آسمانی پھول اپنی چمپئی کرنیں پھیلا رہا تھا اور فضا ر لطیف نیند کے جھونکے لے رہی تھی، اس نے
بچوں پر ایک پرارمان نظر ڈالی نرگس کی آنکھیں معصومیت سے بند تھیں۔ نسترن کے خوشنما لب عفو تقصیر کے ملتجی تھے۔
رفیع کی پیشانی پر پشیمانی رقص کناں تھی۔ وہ جھکی سب کو ایک دفعہ پھر دیکھا اور دل نے کہا۔ یہ روپیہ انہیں مبارک "
کنجیاں رفیع کے سرہانے رکھیں کہ وہی بڑا اور سب سے زیادہ خواہش مند تھا اور باہر کی طرف بڑھی،

مکان ماتم کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا، دیواریں خاموش تھیں اور چھت ساکت۔ آنسو پوچھے اور سہیل کو نہ دیکھنے
کی آرزو، اس سے نہ ملنے کی حسرت۔ کلیجہ سے قریب مگر آنکھوں سے دور ہونیکا ملال دل میں لئے ناصرہ ایک طرف کو چلدی،

(۴)

رات کی آخری گھڑی صبح کا آغاز تھی۔ بچے بیدار ہوے، رفیع کی آنکھ کھلی تو کنجیاں سرہانے دیکھیں بڑا متعجب
ہوا پھر خیال آیا کہ شاید ماں یہاں بھول گئی ہو بچے باورچی خانے کی طرف گئے، ناشتہ تیار تھا مگر ٹھنڈا۔ غرض عجیب

معاملہ تھا جو سمجھ میں نہ آتا تھا۔ فائق بھی اٹھ گیا دیکھا کہ پلنگ کے نیچے دوا رکھی ہے۔ حیرت زدہ ہو گیا کہ آج ناصرہ کیوں نہیں آئی پھر یہ خیال کر کے کہ شاید دوسرے کاموں میں لگ گئی ہو گی۔ خود ہی دوا پی لی۔

بات کب تک چھپی رہتی گھنٹہ بھر کے اندر معلوم ہو گیا کہ ناصرہ لاپتہ ہے۔ فائق کے چہرہ پر پریشانی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ مگر بچے کنجیوں کو اپنے قبضہ میں دیکھ کر مسرور تھے کہنے لگے ویسے تو عورت غیرت مند معلوم ہوتی ہے مگر غیرت ہی کیا۔ ڈوب مرنے کی بات ہے کہ دوسرے کے مال پر ہتیا جما کر بیٹھ جائے۔ جانتی ہو گی کہ دوسروں کا مال ہضم کرنے سے عادت بگڑتی ہے۔ خیر جو کچھ بھی ہوا اچھا ہوا چلی گئی خس کم جہاں پاک

وہ تو یہ کہہ کر خاموش ہو گئے اور گویا ان کے دلوں کو تسکین بھی ہو گئی مگر بیچارے فائق پر جو گذری وہی جانتا ہے ہاتھ منہ دھونے کے لئے پانی گرم نہیں۔ صابن اور تولیہ اٹھا کر لائے تو کون، بچوں کو اتنی کہاں پڑی کہ باپ کے آگے ناشتہ ہی ٹھیک سے رکھدیں۔ غرض یہ کہ وہ تو اس کی غیر موجودگی کو بُری طرح محسوس کر رہا تھا۔ جانتا تھا کہ ناصرہ اگر واپس نہ آئی تو اس کے آرام و آسایش تو ہوئے ختم اور چونکہ اسکو تکالیف کی برداشت ہے مشکل اس لئے زندگی اب اجیرن ہو جائیگی۔ ان ہی خیالات میں سارا دن ڈھل گیا۔

شام ہوتے ہوتے سہیل ساحل کے قریب آگیا۔ اِدہر دیکھا ادہر دیکھا، اچک کر دیکھا۔ دوربین سے دیکھا۔ مگر ماں کا پتہ نہیں۔ پریشان ہوا کہ خدا خیر کرے۔ ماں کا وہاں نہ ہونا بڑا التعجب انگیز ہے۔ ساحل پر گھبرا کر اترا، بھاگا ہوا گھر پہنچا اور پہلی آواز جو دی وہ "ماں"! کی تھی، بہن بھائی دیکھ کر مسکرانے لگے، آگے بڑھا تو فائق دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ پریشان ہوا اور متعجب، گھبرا گیا اور رو کر بولا "ماں کہاں ہے؟ باپ نے نہایت خاموشی سے اس کے جانے کا حال اور گھر چھوڑنے کا سبب جس کا اسے اندیشہ تھا بتا دیا۔

سہیل کی عجیب کیفیت تھی ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا،

رات ہو گئی اور پھر صبح۔ سہیل اور فائق کو نیند بالکل نہ آئی۔ ماں کے جانے کا سب سے زبردست نقصان تو یہ ہوا کہ تمام دن کی اور پھر رات کی دوائیں ناغہ ہوئیں۔ کھانا بھی خراب ملا اور پھر کھانے کو بھی کیا خاک دل چاہتا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ صرف ناصرہ ہی کا دم تھا جو اب تک زندہ ہوں ورنہ کبھی کا ختم ہو گیا ہوتا۔

⁂

دوسرے روز فائق نے رفیع سے لیکر کنجیاں تو اپنے قبضے میں کیں اور وہ اور سہیل دونوں ناصرہ کی تلاش میں نکلے۔ انسان اگر چاہے تو خدا تک کو پا سکتا ہے۔ پھر ناصرہ کا ملنا کون سا مشکل تھا۔ پندرہ روز کے بعد ایک روز سہیل کی نظر اُس پر پڑ گئی بے اختیار ہو کر لپکا اور لپٹ گیا،

"میرا سہیل" اس کے منہ سے نکلا اور آنسو بہہ نکلے۔ فائق اب مسرور تھا اور خوش۔ ناصرہ نے ان دونوں کس

طرح گذارا کیا اسکو وہی لوگ جان سکتے ہیں جن پر ایسی بپتا پڑی ہو، وہ کسی کا کام کاج کر دیتی اور دونوقت روٹی ل جاتی، سرائے والی کی خوشامد اور منت کرتی۔ مسافروں کی خدمت کرتی اور اس طرح رات کو ایک کوٹھری کے باہر کے حصے میں پڑ رہتی، حالانکہ سردی کا زمانہ تھا اور اس کا پھٹا پرانا جوڑا۔

ناصرہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا" للہ! مجھے نہ لے چلئے۔ میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے بچوں کو تکلیف ہو، میرا تو بڑھاپا ہے، کسی نہ کسی طرح گذر ہی جائیگی۔ مگر یہ تو اللہ رکھے ابھی بچے ہیں، ان کو کوئی رنج نہ ہونا چاہیئے۔ بہیں کچھ سمجھا تو نہیں مگر یہ دیکھ کر کہ اس کی باتوں سے انکار معلوم ہوتا ہے اس کے قدموں میں گر گیا اور گڑگڑا کر کہا" اماں! کیا گھر نہ چلو گی؟"

کس قدر درد انگیز سماں تھا! یہ فقرہ تیر کی طرح اس کے کلیجہ میں لگا۔ اس کا سر اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ پیار کرنے لگی اور بولی" میرے لال .... میں تیرے صدقے! ..... فائق کے بھی آنسو نکل آئے کہنے لگا" اس روز سے دوا نہیں پی ۔ کمر میں سخت درد ہونے لگا ہے۔ میری زندگی تو دواؤں پر ہے، ڈاکٹر نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ دوا اگر ایک روز بھی ناغہ ہوگی تو خطرناک ہے۔ میرا سارا بھیجہ ہلتا ہے۔ مجھ پر رحم کرو ناصرہ!"

ناصرہ اب بے قابو ہوگئی کھڑی ہوگئی، بچہ کے گلے میں باہیں ڈالدیں اور چلنے کے لئے تیار ہوگئی۔

*

فائق اصلی معنوں میں انسان تھا۔ آخر اتنی عمر ہونے کو آئی۔ سب جانتا تھا اور جانتا کیا تھا خوب سمجھتا تھا کہ یہ احسان فراموش بچے اس کو آرام سے نہ رہنے دیں گے اور ان کے گھڑی گھڑی کے طعنے ہمیشہ ہی کے کچو کے ہوں گے اس کے علاوہ یہ اگر اب کے گھر سے چلی گئی تو پھر آنے والی نہیں۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے ناصرہ سے اسی روز نکاح کر لیا ــــ ... بچے کچھ سمجھا اور کچھ نہیں سمجھا ــــــ لاریب اس نکاح میں نفسانیت کو ہرگز دخل نہیں ہوسکتا۔ یہ اس کی خدمات کا بدلہ تھا اور محض ایک طریقہ کہ جب تک زندہ رہے ناصرہ اس کے پاس ہو اور جو کچھ دن باقی ہوں وہ آرام سے گذر جائیں اور بچوں کے ہاتھوں مٹی پلید نہ ہو۔ اتنے دن تک دوا کا ترک کرنا بہت مضر تھا۔ بچے تھے تو جوان کیا ان کو باپ سے اتنا بھی لگاؤ نہ تھا کہ اسکی دوا کا خیال رکھتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ رکھتے تو کیوں! ان کو اپنے باپ سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ وہ صرف روپیہ حاصل کرنا چاہتے تھے، فائق سمجھ رہا تھا کہ میرے بعد ناصرہ کو یہ لڑکے اور لڑکیاں کتے کی موت ماریں گے اور زندگی دھتکارے ہوئے بھکاری کی سی ہوگی۔ ایسی حالت میں اس نے وہ کام کیا کہ اب بھی دل سے دعا نکلتی ہے۔ اس نے خورشید کی معرفت جو شہر کا سب سے بڑا وکیل اور فائق کا بہترین دوست تھا اپنا سارا روپیہ اور جائداد ناصرہ کے نام منتقل کر دی۔ اس کو علم تھا کہ میں کوئی احسان نہیں کر رہا۔ کم از کم نقد روپیہ تو اسی کا جمع کیا ہوا ہے جو اس کی عدم موجودگی میں ہرگز بھی نہ ہوسکتا تھا، خورشید نے جو انسانیت اور ہمدردی کا مجسمہ تھا قسم کھائی کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ ناصرہ کی ضرور حمایت کرے گا،

ناصرہ اب کوئی ایسی ویسی خادمہ نہ تھی بلکہ گھر کی ملکہ اور انا نہیں فائق کی بیگم تھی۔ نبچے اب اس کو ماما نہیں کہہ سکتے تھے وہ ان کی "ماں" تھی، اگرچہ سوتیلی! جب ناصرہ ماں کی حیثیت سے گھر میں داخل ہوئی ہے تو گویا ان پر بجلی گر پڑی چہروں کے رنگ فق ہو گئے۔ انہیں ہرگز بھی امید تو کیا خیال تک نہ تھا کہ یہ عورت ان کی ماں بنجائیگی۔

سوتیلا پن نام رہا ہے ورنہ ناصرہ تو وہ فرشتہ خصلت عورت تھی کہ وہ اس کے پاؤں دہو دہو کر پیتے لیکن احسان فراموشی انسانی خاصہ ہے وہ اب اس سے اور بھی زیادہ جلنے لگے اور ان کے حسد کی آگ روز بروز ترقی کرنے لگی۔ وہ کہتے تھے کہ کم از کم جائداد میں تو ہمارا بھی حصہ ہے مگر باپ کے سامنے منہ سے بھاپ تک نہ نکال سکتے تھے۔

ایک سال تک یونہی گذری۔ نبچے فرنٹ تھے البتہ سہیل کو گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت مل گئی تھی۔ ناصرہ کی ہر وقت یہی کوشش رہتی کہ وہ بچوں کو منا سکے لیکن اس کی یہ امید بر نہ آتی تھی۔ اس کا برتاؤ پہلے سے بھی زیادہ اچھا تھا۔ مگر وہ تو اسے دیکھ دیکھ کر جلے جاتے تھے۔ وہ اگر چاہتی تو تمیز[1] کی طرح ان کو وہ ناک چنے چبواتی کہ وہ بھی ساری عمر یاد رکھتے لیکن وہ ماں نہیں اپنے آپ کو ان کی خادمہ سمجھتی تھی،

سال کے اختتام تک فائق کا انتقال ہو گیا۔

(۵)

خود غرض، نفس پرست اور حرص وہوا کے بندے ایسے ہی موقعوں کے منتظر رہتے ہیں۔ بیچارے سہیل کو تو ناصرہ کی واپسی سے ایک جنت مل گئی۔ مگر ان بدبختوں کے لئے باپ کی موت ہی نعمت غیر مترقبہ تھی، فائق کی موت سے سب سے زیادہ رنج وملال سہیل او ناصرہ کو ہوا جو اب بیوہ بھی تھی۔ ناصرہ کو یہ فکر ہوا کہ دیکھئے کیسے نبھتی ہے خدا سے التجا کرتی کہ اے میرے معبود جو کچھ دن زندگی کے باقی ہیں وہ بخیر وعزت بسر ہو جائیں ورنہ اسے تو امید کیا یقین تھا کہ اب بھرم بگڑا اور عزت خاک میں ملنے والی ہے۔ ادہر تو آقا ہی نہیں شوہر کا انتقال دل بٹھائے دیتا تھا اور ادہر یہ کہ معصوم سہیل جو بینے میں زینے میں بیٹھے بٹھائے مفت میں اپنے بہن بھائیوں کا دشمن بنا۔ وہ کہتے نہ معلوم کمبخت نے کیسا جادو کیا ہے کہ وہ تو بالکل اس کا غلام بنا رہتا ہے۔ ناصرہ حتی الوسع کوشش کرتی۔ سہیل اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ رہے مگر وہ ناصرہ سے چمٹا رہتا

چند ماہ گذر جانے کے بعد سہیل کو بمشکل تمام اس نے پھر وہیں بھیجدیا کہ جلدی تعلیم سے فارغ ہو جائے اور بچوں کو وہ سوتیلی ماں بن کر بھی ماں کی طرح ایسی محبت سے رکھتی جس طرح بچپن میں وہ ان کو کھلاتی تھی۔ وہ اگرچہ اب گھر کی مالکہ تھی اور سفید وسیاہ کی مالک لیکن پھر بھی خادمہ کی مانند ادہر سے ادہر پھرتی رہتی، ان کی خدمت کو تیار اور

[1] صالحات (از علامہ راشد الخیری) کا متذکرہ کیرکٹر۔

ہر کام کو مستعد مگر خدا منہ نہ دکھائے ایسی ناہنجار اولاد کا کہ پلٹ کر دیکھتے بھی نہیں۔ ہر کام میں نی اور ہر خدمت میں عیب نکالنا یہی ان کا شیوہ رہ گیا تھا،

چھ سات مہینے تو خیر خون کے سے گھونٹ پی پی کر گذار دیئے۔ اب پھر وہی پہلا ساجذبہ رہ رہ کر اٹھنے لگا یعنی کسی طرح روپیہ اور جائیداد اپنے قبضے میں کر کے ایسی غاصب عورت کو گھر سے نکال باہر کر دیا جائے،

ناصرہ طبیعت سے مجبور، اس خیال سے کہ شاید روپیہ ان کو دیدینے سے وہ ظالم اپنا سلوک شریفانہ کر سکیں اس بات پر تیار ہو گئی کہ فائق کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویز ان کے حوالے کر دے۔ مگر یہ خدا کے کارخانے ہیں جن میں انسان کو دخل نہیں۔ خورشید نے جو اکثر ناصرہ کو ایفاء وعدہ کی غرض سے دیکھنے آجایا کرتے تھے۔ ایک روز دیکھا کہ فائق کے ہاتھ کی تحریریں بالکل بے احتیاطی سے الماری کے ایک خانے میں پڑی ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس نے انکو اپنے قبضہ میں کیا اور اپنے ہاتھ سے اس کی نقل کر کے اس کی جگہ رکھدیا اور چلا گیا۔

ناصرہ دستاویز دینے سے پہلے خورشید کے پاس گئی اور اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ وہ شریف انسان تھا اور رفیع جیسے لوگوں کی ذہنیت کو خوب سمجھتا تھا۔ مسکرایا اور کہنے لگا۔ بہن آپ ایسا کرنے کا ارادہ بھی نہ کریں، یہ محض اسی کا بادہ ہے ورنہ وہ آپ کو کبھی کا دور کر چکے ہوتے ہوتے۔ اس کا بھی وقت آنے والا ہے، یہ بات اس کی مرضی کے خلاف تھی۔ مگر جانتی تھی کہ سوائے خورشید کے اور کوئی بھی اس کا مددگار نہیں اس لئے خاموش ہو گئی اور واپس چلی آئی۔

جسوقت ناصرہ خورشید کے ہاں تھی، رفیع ناصرہ کے کمرہ میں گیا تاکہ باپ کی تحریر اگر ملجائے تو اڑالے، وہ نقلی دستاویز پڑھ رہا تھا کہ ناصرہ آگئی۔ دستاویز اٹھانے کی ہمت تو نہ پڑی۔ مگر اتنا سمجھ گیا کہ ناصرہ محض فریب میں رکھ رہی تھی کیونکہ یہ تحریر اس کے باپ کے ہاتھ کی نہیں اور یقینی جعلی ہے۔ دستاویز جلدی میں وہیں رکھدی اور ناصرہ سے دو چار باتیں اِدھر اُدھر کی بنائیں اور چلا آیا۔ ناصرہ بیچاری کا ایسے حرافوں سے کاہے کو سابقہ پڑا تھا۔ سمجھی کہ ویسے ہی ادھر نکل آیا ہوگا ورنہ مجھ دکھیاری کے پاس وہ کب آتا ہے۔ شاید خدا نے اب بچوں کے دلوں میں محبت ڈالدی ہے۔ خوش ہوئی اور شکرانہ ادا کیا۔ شریف اور شریر النفس میں یہی فرق ہے کہ وہ ہر برے فعل کو بھی اچھا اور نیک خیال کرتا ہے۔ مگر بدمعاش لوگ درگذر کرنے پر بھی فائدہ اٹھا کر اپنے کمینہ پن سے باز نہیں آتے

اب کیا تھا آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ میدان مار لیا ہے۔ ناصرہ جھوٹی اور بدمعاش ڈائن ہے۔ ابا نے اس کے نام کوئی روپیہ نہیں چھوڑا۔ یہ محض اس کا ڈھکوسلہ ہے اور جو دستاویز اس کے قبضہ میں ہے وہ اس نے کسی اور سے لکھوالی ہے۔ ہم اس کا مزہ چکھادیں گے۔ وہ بیچاری اس سازش سے بالکل بے خبر تھی!۔

دوسرے روز معاملہ عدالت میں تھا۔

(۶)

وہ سمجھتے تھے کہ ناصرہ عدالت کا نام ہی سنکر ڈر جائیگی. اب جو دیکھا کہ خورشید اس کی حمایت میں مقدمے کی پیروی کر رہا ہے تو آنکھیں کھل گئیں۔ ایک بہت عمدہ وکیل ان کی طرف سے مقرر ہوا اور سماعت شروع ہوئی، باوجود اس کے کہ نوبت مقدمے بازی تک پہونچ گئی. مگر اللہ رے پاک جذبہ! ناصرہ نے اب بھی یہی چاہا کہ روپیہ بچوں کے حوالے کر دے، لیکن خورشید نے یہ کہہ کر باز رکھا کہ "کیا ایسی حالت میں بھی کہ انہوں نے عدالت میں گھسٹوالیا ان کے ساتھ شرافت کا سلوک صحیح ہے؟ وہ چپکی ہو گئی. مگر اس کے دل میں مختلف قسم کے خیالات آپس میں متصادم ہو رہے تھے وہ نہیں چاہتی تھی کہ بچوں کو کسی طرح سنگین نقصان پہنچے۔

سماعت جاری تھی، خورشید نہایت جوش و خروش سے پیروی کر رہا تھا دوران بحث میں جب غم و غصہ نے اسے بے قابو کر دیا تو اس کی زبان سے نکلا "کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ عورت جس نے انہیں اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا اور جن کی خاطر اپنی بڑی سے بڑی مسرت بھی قربان کر دی جس نے ان کی ہر زیادتی کو جائز سمجھا اور پھر بھی سر آنکھوں پر بٹھایا وہ ان کے ساتھ بے ایمانی کرے گی۔ یہ جھوٹے ہیں مکار ہیں، محسن کش ......"

ناصرہ بہادر نہ سہی مگر بڑی ہمت رکھتی تھی. اتنا سنتے ہی کہاں کا لحاظ اور کیسی عدالت، اٹھ کھڑی ہوئی اور غصے میں تھراتی ہوئی بولی" آپ کو ان معصوم بچوں کے لئے ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہیں کرنے چاہئیں، یہ نادان ہیں بات کو نہیں سمجھتے. ان کا اس میں کیا قصور ہے مجھے جو چاہے کہنے دیجئے میں بڑھیا ہوں اور یہ ابھی بچے ہیں ان کو زندہ رہنا ہے ان پر کوئی دھبہ نہ آئے ...."

مداخلت کی وجہ سے عدالت کو زبردستی اسے خاموش کرنا پڑا۔

*

سہیل کو مقدمے کی خبر ہو چکی تھی۔ اب پانچ بج رہے تھے مگر وہ روانہ ہو گیا کہ اپنی ماں "کی حمایت لے. یہ بالکل ناممکن تھا کہ دو سو میل کا سفر شام تک پورا ہو جاتا اس کے علاوہ کام سے ابھی پوری طرح واقف نہیں پھر سمندر میں طوفان، برسات تھی رات ہونے کو آئی۔ بجلیاں چمک رہی تھیں اور بادل کڑک رہے تھے۔ ادھر سمندر میں تلاطم برپا تھا اور پھر ہوا تھی مخالف۔ ننھی سی جان۔ معصوم کی عمر ہی کیا چند گھنٹہ تو جدوجہد کرتا رہا لیکن کہاں تک، سانس پھول گیا، ہاتھ پاؤں نے جواب دیدیا۔ بھیگ کر چور اور سردی سے کانپ رہا تھا۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا کئی میل پرے بجلی گری اس نے دیکھا کہ راستہ بھٹک گیا ہے قریب ہی ایک پہاڑی تھی۔ سمندر میں اور بھی طوفان امنڈ آیا اور بھنور پڑنے شروع ہوئے۔ دل میں ماں کو یاد کر رہا تھا کہ الٰہی اماں کو مصیبت سے بچائیو کہ۔ دفعتاً کشتی پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی اور بیچارا سہیل ڈراؤنی موجوں کے آغوش میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چلا گیا

جس وقت خورشید نے اصلی دستاویز پیش کیں تو ان کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور پیشانی پر شرمندگی سے پسینے کے سرد قطرے جمے ہوئے معلوم ہونے لگے۔ مقدمہ ناصرہ کے حق میں فیصل ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

رات بھی آ گئی۔

سب بہن بھائی انگاروں پر لوٹ رہے تھے اور آپس میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ بری طرح زک اٹھانی پڑی اور اب کیا کیا جائے۔ تھوڑی دیر بعد سوتیلی ماں اپنے کمرے سے نکلی۔ اس کے ہاتھ میں اصلی دستاویز تھی، اور آنکھوں میں آنسو۔ وہ بچوں کی طرف بڑھ رہی تھی اور اس کے خیالات ایام گذشتہ کے واقعات پیش کر رہے تھے، اگرچہ بچے بڑے ہو کر جوان ہو گئے مگر اس کے آگے کے تو وہ اب بھی دودھ پیتے بچے تھے اسے یاد آ رہا تھا کہ یہ رفیع جو آج اس کو ڈائن کہہ رہا ہے وہی ہے جو اپنی ماں کے ہاتھ سے پٹ کر اس کے سینے سے چمٹ گیا اور گلے میں باہیں ڈال کر سو گیا۔ نرگس جو آج اس کو فریبی کہتی ہے وہی تو ہے جو دودھ کے لئے پھڑک جاتی تھی اور ناصرہ سب کام چھوڑ چھاڑ سب سے پہلے اسے دودھ پلاتی تھی اور یہ نسترن ماں کے مرنے کے بعد ایک روز زینے پر چڑھ رہی تھی کہ تیسری سیڑھی سے پیر پھسل گیا اور نیچے آ رہی تو اس کے جسم پر چوٹ لگی اور ناصرہ کے دل پہ۔ سوسن جوان ہو گئی تو کیا، ہے تو وہی ناجو ماں سے صرف اس بات پر بگڑ گئی کہ اس نے اوڑھنی تیار نہ کی تھی، لیکن جب ناصرہ کو اس کا علم ہوا تو راتوں رات دھندلی سی روشنی میں اس کے لئے اوڑھنی تیار کر دی۔ رفیع پر کس قدر حیرت ہوتی ہے کہ ماں باپ نے گھرکا اور یہ سیدھا انا کے پاس لپکا مگر آج بہن بھائیوں کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے،

اس کے ہونٹ تھرتھر کانپ رہے تھے وہ آگے بڑھی اور بچوں نے نفرت سے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا مگر وہ پھر بھی ان کے قریب پہونچ گئی اور رفیع کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "بیٹا کیا اپنی انا سے خفا ہو؟ کس بات پر صرف اس دستاویز کو (اس کی طرف بڑھاتے ہوئے) کی وجہ سے؟ لو اس کو تم اپنے ہاتھ سے چاک کر ڈالو۔ واقعی یہ ملکیت تمہاری ہے اور میں دخل دینے والی کون! کیا میں اس کاغذ کو اپنے پاس رکھوں اور اپنے بچوں کو خفا کروں۔ مجھے تم پہلے سے بتا دیتے تو یہ وقت بھی نہ آتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

وہ نہایت تعجب سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے کہ بڑھیا سوتیلی ماں کیا کہہ رہی ہے۔ آنسو پونچھ کر وہ پھر بولی "تمہارا تمام روپیہ اس کمرے میں ہے جس میں میں عارضی طور پر رہتی تھی۔ اب تم ہی لوگ اس مکان اور جائداد کے مالک ہو۔ خدا تمہیں خوش رکھے میں نے تمہاری ملکیت میں سے ایک تار بھی نہیں لیا۔ یہ پھٹے پرانے کپڑے میرے اپنے ہیں، ہاں میری ایک خواہش ہے اور وہ یہ کہ سہیل کو اپنے باپ کی اولاد سمجھ کر خدا کے لئے اس سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ بھی تمہارے حصے میں شریک ہے"۔

یہ کہہ کر اس نے ایک حسرت بھری نظر مکان پر اور محبت بھری نظریں بچوں پر ڈالیں اور قدم اٹھایا۔

کتنا ہی حاسد، کتنا ہی سنگدل اور کیسا ہی احسان فراموش کیوں نہ ہو انسان کا دل ایسی چیز سے پھٹ جاتا ہے، بچے روئے اور اس کے قدموں پر گر پڑے۔ انہوں نے اپنی خطائیں معاف کرنے کی التجا کی۔ وہ پھوٹ پڑی۔ سب کو سینے سے لگایا اور شکستہ آواز میں یوں گویا ہوئی "خطا کیسی اور قصور کس کا، تم واقعی اپنے ورثہ کے جائز حقدار تھے، بلکہ تم مجھے خدارا معاف کردینا کہ اتنے عرصہ تک تمہیں پریشان رکھا،"

وہ ضبط نہ کرسکی اور مکان کے باہر نکل گئی،

طوفان باد و باران اس غمزدہ کی حالت پر گریہ وزاری کر رہا تھا!

"کیا دنیا میں ایسی سوتیلی ماں بھی ہوسکتی ہے؟" ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

ایک روز سہیل کی موت کا بھی اعلان ہوگیا ——— اسوقت سوتیلی ماں کا آخری وقت تھا،

صادق الخیری

ہمارے اخبار رسالے

موجودہ زمانہ میں لوگوں کو بیکاری اور بے روزگاری نے پریشان کر رکھا ہے۔ جو کم تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور ملازمت کا کہیں ٹھکانہ نہیں ملتا انکو زنانہ اخبار یا رسالہ کی اشاعت کی سوجھتی ہے۔ ایسے اخبار یا رسالے مستقل نہیں ہوتے کوئی رسالہ چند ماہ چندہ خریداروں سے وصول کرکے رخصت ہوجاتا ہے اور بعض پرچے دو تین سال کی عمر پالیتے ہیں۔ گذشتہ تیس چالیس سال کے عرصہ میں کتنے ہی اردو کے زنانہ پرچے جاری ہوچکے ہیں مگر ان میں دو ایک ہی ایسے ہیں جن کا گھر میں آنا فوائد سے خالی نہیں۔ باقاعدہ مطالعہ سے بہت سی لڑکیاں اور عورتیں مضمون نگار ہوگئیں اور بہت سی عورتوں نے اپنی اصلاح کرلی۔ ان زنانہ پرچوں میں ہمارا **عصمت** بھی ہے۔ ہمارے زنانہ رسالے اگر نیک نیتی اور مستورات کی اصلاح کے لئے شائع ہوں تو زہے قسمت مگر موجودہ ایڈیٹروں کی روش کے مطابق نئے نئے رسالوں کی اشاعت سے فرقہ نسواں کو بجائے فوائد کے نقصانات ہو رہے ہیں بلکہ مستورات کے لئے راہزنی کا کام کر رہے ہیں۔ ان رسالوں میں چند ایسی باتیں ہیں جن کو ہمارا بھولا بھالا فرقہ نسواں نہیں سمجھتا مثلاً چندہ کی زیادتی غیر موزوں یا غیر ضروری مضامین اخباری فقرے۔ نقصان دہ اشتہارات ایڈیٹری میں عورتوں کے فرضی نام نااہل غیر شریف منیجر وغیرہ وغیرہ

چندہ زنانہ اخباروں کا چندہ مردانے رسالوں سے زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے ان رسالوں کو باحیثیت امیرزادیاں ہی خرید سکتی ہیں اور ان بہنوں کو اپنے عیش و آرام اور شغل دنیاوی سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ اخبار بینی کریں یا رسالوں کے مضامین سے اپنی معاشرتی اصلاح کریں۔ یا کشیدہ کاری کھانا پکانے کی ترکیبوں میں کچھ دلچسپی لیں۔ ان کے برعکس غریب نادار بہنیں کتاب بینی یا اخبار پڑھنے کا شوق رکھتی ہیں۔ وہ بچاریاں چندہ زیادہ ہونے کی وجہ سے رسالہ نہیں خرید سکتیں۔

مولوی صاحب کی خدا وند کریم عمر دراز کرے کہ انہوں نے عصمت کے دو چندے کر دیئے ہیں تاکہ جو بہنیں پانچ روپے کا پرچہ نہ خرید سکیں وہ دوسرے قسم کا تین روپے والا منگا سکیں

مضامین ہمارے رسالوں کے مضامین عام طور پر ایسے نہیں ہوتے جن سے ہماری معاشرتی اصلاح ہو سکے یا ان کے کھانا کھلانے اور ادویات کے نسخے قابل اعتبار نہیں ہوتے ہیں اور ان کی ترکیبوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ غلط کتابوں سے نقل کر کے درج کر دیئے جاتے ہیں، بعض مضامین بھی کتابوں سے نقل کر کے دیئے جاتے ہیں۔ اکثر ایسے مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جن کے پڑھنے سے کسی طرح کا فائدہ حاصل نہ ہو، اکثر ایسے مضامین بھی ہوتے ہیں کہ جن کی بحث مہینوں جاری رہتی ہے لیکن ہر دو طرف سے جوابات مکمل نہیں ہوتے۔ ان بحثوں سے نہ کوئی فائدہ، نہ عمل۔ نہ اصلاح۔ نہ انجام نیک چاہیئے یہ کہ اڈیٹر صاحبان ان مضامین کی اصلاح فرمایا کریں اور ہر دو طرف کی غلط فہمیوں کو دور کریں اور عمل کی تاکید فرمائیں تاکہ بحث مباحثہ کا کچھ اثر بھی پیدا ہو اور ہم کو وہ سبق دیر تک یاد رہے۔ بعض لڑکیاں محض اخبار میں نام چھپنے کی خاطر مضمون لکھتی ہیں۔ اڈیٹر صاحبان کو لازم ہے کہ ایسے مضامین کو روکیں" نامہ نگار کو بتا دیں کہ زنانہ اخبار یا رسالے محض ناموری اور شہرت حاصل کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ ایسے مضامین لکھے جائیں جن کی کوئی سطر ہماری اصلاح بہبودی اور راہبری سے خالی نہ ہو

فنڈ اکثر زنانہ پرچوں میں فنڈ قائم کئے جاتے ہیں مثلاً میموریل فنڈ۔ خیراتی فنڈ۔ تباہ کن غریبوں کے لئے چندہ جمع کرنا نادار بہنوں کے لئے اخبار جاری کرنا ایسے ایسے فنڈوں کے ذریعے اڈیٹروں کو اخبار کی آمدنی سے زیادہ روپیہ وصول ہوتا ہے۔ اور فنڈوں میں روپے بھیجنے کی کوئی قابل تسلی بخش رسید نہیں ہوتی، بھولی بھالی لڑکیاں مستورات اپنی ناموری کو چندہ بھیجتی ہیں۔ نہ تو مصیبت زدوں اور یتیموں کی مدد ہوتی ہے نہ مدرسوں کی نہ نادار بہنوں کو اخبار بینی کا ذریعہ ملتا ہے۔

اخباری اشتہار جو اشتہار کسی اخبار یا رسالہ میں کامیاب نہ ہوں وہ زنانہ رسالوں میں رستے جاتے ہیں۔ اکثر فضول اشیا مستورات کو استعمال کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور ان اشیا کی تعریفوں سے مستورات کے دل لبھائے جاتے ہیں۔ چار دیواری میں بند مستورات ان جھوٹی تعریفوں کو پڑھ کر اشیا منگواتی اور بعد میں پچھتاتی ہیں۔ رسالہ کے اڈیٹر صاحب رسالہ کے ایک ورق پر تو کفایت شعاری کے مضمون کی تائید کرتے ہیں اور دوسری طرف جھوٹے زیورات کا اشتہار دیتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں اصلی سونا ہے دو روپے میں اصلی سونے کی بارہ چوڑیاں ہیں پہنی ہوئی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں منگوائیے۔ جس پرچہ میں شرم حیا شرافت تہذیب کا مضمون ہوگا اس میں مخرب اخلاق بیہودہ اشتہار بھی جو با حیا کنواری لڑکیاں کبھی نہیں پڑھ سکتیں رسالہ کے اڈیٹر صاحب نے ایک لمبا چوڑا مضمون سادگی پر لکھتے ہیں لیکن دوسرے صفحے پر تحریر کرتے ہیں کہ فلاں صابن۔ پوڈر، سرخی کا استعمال کرو ایسے ایسے اشتہارات مستورات کی مالی حالت کو تباہ کرتے ہیں، ہمارے زنانہ رسالوں اخباروں میں سوائے ہماری معاشرتی اصلاحی۔ کشیدہ کاری، خانہ داری، دینیات۔ سوانحعمریاں تاریخی واقعات کی کتب کے بیہودہ اشتہارات نہ ہونے چاہئیں تاکہ ہمیں اپنے رسالوں سے ہر طرح سے فائدہ حاصل ہو اور ہماری بہنوں کی اصلاح ہو اڈیٹران اخبار کو ہم سے دروغ گوئی سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ ہم کو دوسروں کے دھوکہ بازی و دروغ بیانی سے بچایا جائے۔ ایک دفعہ لاہور کے ایک زنانہ رسالہ کے اڈیٹر صاحب نے زنانہ سٹور کا اشتہار اپنے رسالہ میں

بقیہ صفحہ ۱۹۰ پر دیکھیے

عورت کی توہین

پیاری سکھی سوچ لینے دے،
اور پھر سوچ کر سمجھ لینے کی مہلت دے!
صرف چند لمحوں کے لئے!

دو چیزیں میرے روبرو ہیں، ایک احسان اور فرمانبرداری —
دوسری عورت کی خودداری اور آبرو!

کیا میں پہلی کا خون کردوں —— یا دوسری کو خاک میں ملادوں؟ ماں باپ نے مجھے پالا پوسا ہر طرح کا آرام دیا، خواہشیں پوری کیں اور نورِ نظر اور لختِ جگر سمجھا اگر میں اس شخص کی (جس کو میرے ماں باپ نے انتخاب کیا ہے) رفیقۂ حیات بننے سے انکار کردوں۔ تو میں نے احسان اور فرمانبرداری کا خون کیا۔ اگر راضی ہوجاؤں تو میں نے "عورت" کی خودداری اور آبرو کو خاک میں ملایا!

میری ہمدرد سکھی تو جانتی ہے کہ یہ شخص بی اے پاس ہے مگر میرے والد کو مجھے اس کی رفیقۂ حیات بنانے کے لئے پانچ ہزار روپیہ جہیز میں دینا ہوگا اور اگر ایک پائی بھی کم ہوجائے تو میں رفیقۂ حیات بننے کے —— "ناقابل"!

میرے والد کے لئے یہ ایک معمولی رقم ہے اور وہ خوش ہیں کہ "روشن دماغ" داماد ملا ہے مگر میری پیاری سکھی وہ نادانی سے نہیں بلکہ غرورِ دولت سے "عورت" کی بیش قیمت خودداری اور آبرو کو خاک میں ملا رہے ہیں،

میری سکھی۔ میری بھولی سکھی تو بغیر سوچے سمجھے اس کی سفارش کرتی ہے اپنی اور اپنی کل بہنوں کی قدر و قیمت گھٹانے میں مدد دے رہی ہے! یہ شخص ان بوالہوس مردوں میں سے ہے جو دولت کو حسن، اخلاق اور خوبصورتی پر ترجیح دیتے ہیں، یہ رفیقۂ حیات کے نہیں دولت کے متلاشی ہیں۔

اے سکھی کیا تو نہیں دیکھتی کہ میری بہت سی سکھیاں مجھ سے حسن اور اخلاق میں بڑھ کر ہیں۔ مجھ سے زیادہ علم و لیاقت والی ہیں اور مجھ سے زیادہ سلیقہ شعار! کیا ان دولت پرستوں کی آنکھیں ان کی خوبیوں کو نہیں دیکھتیں؟ دیکھتی ہیں! لیکن غربت نے میری باکمال سکھیوں کی خوبیوں پر پردہ ڈال دیا ہے!

اے سکھی وہ غریب ضرور ہیں مگر قناعت اور خودداری کی دیوی ہیں وہ کبھی دولت کی غلامی قبول نہ کریں گی گو وہ علم و لیاقت میں یکتا و یگانہ ہوں کاش ان دولت پرستوں کو جو شادی کے بہانے روپے کی خواہش کرتے ہیں معلوم ہوجائے کہ وہ دولت لیکر غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیتے ہیں اور داماد نہیں بنتے —— بلکہ زرخرید غلام۔

بہترین رفیقۂ حیات عموماً غریبوں ہی میں ملتی ہیں۔ جو اپنی دور اندیشی سے مشکلات کو آسان کرے صبر و تحمل سے زندگی کی کٹھن ترین گھڑیوں کو اطمینان کے ساتھ گذار دے۔ اپنی اطاعت گذاری سے شوہر کے دل پر حکومت کرے اس کے غم میں مونس اور خوشیوں میں سادہ دلی سے حصہ لیکر زندگی کو مسرت خیز بنادے اور اپنی محنت و مشقت اور سلیقہ شعاری سے زندگی کو سنوارے

میری ہمدرد سکھی! میں اس غریب کی رفیقۂ حیات بننے کی آرزومند ہوں جو اپنی پاک کمائی مجھ پر صرف کرنے میں فخر سمجھے اور آزادانہ زندگی بسر کرے نہ کہ دوسروں کی بھیک دی ہوئی دولت سے اپنے آپ کو پالے اور اسی میں اپنی عزت سمجھے۔ میں اس شخص کو قابلِ پرستش سمجھوں گی جس کے دل میں عورت کے حسنِ اخلاق اور بے لوث محبت کی عزت ہو نہ کہ اس کی دولت کی،

سکھی میری پیاری سکھی۔ میری بھولی اور نادان سکھی تو سوچ لے، اور پھر سوچ کر سمجھ لینے کی کوشش کر کہ ان لوگوں سے جو رفیقۂ حیات کے ساتھ دولت بھی طلب کرتے ہیں یا دولت پر نظر رکھتے ہیں یہ مقدس رشتہ جوڑنا گویا "عورت کی توہین کرنا ہے"۔

ایم اے شکور۔ شامامدراس

بیگمات مغلیہ پر ٹیکسٹ بک کمیٹی کا حملہ

شیوا باونی کتاب کی زہریلی رفتار

ہندی کے مشہور ادیب جناب سید قاسم علی صاحب بشارد ساہت النکار کے قلم سے

ہندی میں ایک کتاب "شیوا باونی" بنارس اور الہ آباد یونیورسٹیوں کے میٹرک اور دوسری کئی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے۔ اس کتاب میں باون چھند (نظم) ہیں جو کہ ہندی شاعر بھوسن نے سیواجی کی تعریف میں لکھے ہیں اس کتاب پر ہم کو زیادہ توجہ دینی کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ اس میں شہنشاہ اورنگ زیب پر شرمناک حملے کئے گئے ہیں اور دہلی کی شاہی بیگمات کو بدنام کیا گیا ہے۔ مثلاً چھند نمبر ۹ کا ترجمہ

سیواجی کی دہلی میں آمد سن کر بادشاہ کی بیگمات چھاتی پیٹ پیٹ کر بھاگتی پھرتی ہیں۔ تین دفعہ کی کھانے والی جنگلوں میں بیر چُن چُن کر کھانے لگیں جنکو کبھی باہر کی ہوا بھی نہ لگی تھی وہ لاکھوں کے سامنے سینہ کھولے ہوئے بے تحاشا بھاگ رہی ہیں۔ وہ شہزادیاں جو کہ اچھے سے اچھے میوے کھاتی تھی وہ آج جنگلوں کے پتے کھا رہی ہیں،

چھند نمبر ۶ کا ترجمہ: اے شیر بہادر سیواجی تو نے اپنی کتا نام کی تلوار سے مغلوں کی بادشاہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس لئے تینوں جہانوں میں تیری دھاک بندھ گئی دہلی سے ولایت تک سب بھاگ گئے۔ تیرے خوف سے آگرہ کے محل کی بیگمات کھلے بال مرجھائے منہ بے تحاشا محلوں سے کود کود کر بھاگیں،

چھند نمبر ۵ کا ترجمہ: سیواجی کی تیاری سے دہلی والے خوف میں مبتلا ہو گئے۔ گھبراہٹ سے مغلوں کی بیگمات۔ بغیر کرتے قمیص پاجامے کے جوتیاں چھوڑ کر مجبوراً دھوپ میں بھاگنے لگیں۔ خوبصورت کمسن شہزادیاں درختوں کا سایہ تلاش کرتی ہیں ان کے منہ پر سر کے بالوں کی لٹیں ایسی بکھر گئی ہیں کہ جیسے کنول پر بھونرا۔ سیواجی کے ڈر سے ان کے حسین چہرے پھیکے اور زرد ہو رہے ہیں۔ چھند ۱۱ کا ترجمہ: جن کی زندگی خوشبو پر تھی اور جن کا کھانا عمدہ عمدہ میوے تھے جن کی کمر ہندی کے چار کے ہندسے کے موافق تھی (۴) سیواجی کے ڈر سے بھاگتی چلی جاتی تہیں یہاں تک کہ چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ گئے اور وہ درختوں کی جڑیں کھا کھا کر وقت کاٹ رہی ہیں اتنی تیز گرمی میں بھی شاہی بیگمات پیاس کے مارے کنول کی کلیوں کی طرح کملا رہی ہیں اور اپنی چادر کے موتیوں کو توڑ کر منہ میں نچوڑتی ہیں لیکن ان سے تسلی نہیں ہوتی اور بیہوش ہو جاتی ہیں

مندرجہ بالا مثالوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب کس قدر دل آزار ہے۔ یہ چھند تاریخ کے بالکل خلاف ہیں سیواجی کا دہلی میں فوج لیکر اورنگ زیب کے مقابلہ میں جانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ شہنشاہ اورنگ زیب ایسا بزدل اور جاہل تھا جو ایسی حرکات کرتا تعجب ہے کہ ایسی کتاب کو ٹیکسٹ بک کمیٹی نے کیسے منظور کر لیا یونیورسٹیاں تاریخ کے بالکل خلاف ایسی شر انگیز دل آزار کتابیں پڑھا کر ہندو مسلم اتحاد اور ملک میں امن پیدا کر سکتی ہیں یا اس ملک کی قوموں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کر رہی ہیں ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر اس کتاب کو فوراً کورس سے نہ نکالا گیا تو ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں ان یونیورسٹیوں کے خلاف سخت نفرت اور بیزاری پھیل جائیگی،

تجربہ کی باتیں

ازقلم امت الحفیظا بلیہ محمد عبدالرحیم صاحب چیف کیمسٹ دوارکا (کاٹھیاواڑ)

(۱) **گھی کی پہچان**۔ آج کل مصنوعی گھی کی اس قدر افراط ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں خالص گھی کا ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن سا ہوگیا ہے۔ دوکاندار ہزاروں جھوٹی قسمیں کھا کھاکر مصنوعی گھی کو فروخت کرتے ہیں جس کو بناتے وقت حفظان صحت کے کسی بھی اصول کو مدنظر نہیں رکھا جاتا اس لئے عام طور پر مضر صحت ہوتا ہے،

بیچاری مستورات ایسے ہی گھی کو استعمال کرنے کے لئے مجبور ہیں کیونکہ اس کی جانچ بہت مشکل ہے۔ کوئی کیمسٹ ہی اس کے کیمیائی اجزا جدا جدا کرکے بتلا سکتا ہے کہ گھی اصلی ہے یا نقلی، میں ایک نہایت ہی سہل اور کارآمد ترکیب اس کی جانچ کی عصمتی بہنوں کے لئے لکھتی ہوں:۔

گھی کے نمونہ کی تھوڑی سی مقدار کو کسی چھوٹی سی شیشی میں ڈالکر گرم پانی کے برتن میں رکھکر پگھلاؤ پھر اس میں دو تین قطرے شورے کے تیزاب کے ڈالو۔ اگر گھی خالص ہوگا تو اس کا رنگ بدستور رہیگا۔ اگر بناتاتی گھی ہوگا تو اس کا رنگ گہرا زرد ہو جائیگا۔ اگر چربی کی ملاوٹ ہوگی تو اس کا رنگ نارنجی اور اگر موم کی ملاوٹ ہوگی تو سرخی مائل زرد ہو جائیگا۔

(۲) **پانی صاف کرنا**۔ بعض مقامات پر پینے کا پانی بہت گندا دستیاب ہوتا ہے خواہ اس کو پکاکر فلٹر بھی کرلیا جائے یہ گندا پن نہیں جاتا ایسی صورت میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا پھٹکری کا پانی کھولانے سے قبل اگر ملا دیا جائے تو تیار شدہ پانی نہایت ہی صاف اور شفاف ہوگا۔

(۳) **پٹرول زیادہ کام کرے**۔ موٹر کار کے پٹرول ٹینک میں پٹرول بھرتے وقت ایک گولی اگر نیپتھلین (عام طور پر بازار میں فنائل کی گولیوں کے نام سے فروخت ہوتی ہے) سفید رنگ کی گولیاں گرم کپڑوں میں رکھنے کے لئے استعمال کیجاتی ہیں) کی ملادیجائے تو پٹرول جلدی ختم نہیں ہوتا۔ میرا تجربہ ہے کہ اگر عام طور پر ایک موٹر کار ایک گیلن پٹرول میں تیس میل جاتی ہے تو صرف ایک گولی فنائل کی ملانے سے ۵۰ میل جائیگی۔ یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے۔ جن بہنوں کے ہاں اللہ کے فضل سے موٹر گاڑیاں ہیں وہ آزما دیکھیں،

(۴) **ریشمی کپڑوں کی صفائی** ہندوستان کے عام دھوبیوں نے اپنے فن میں کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ وہی پرانے طریقے جو ان کے آباؤ اجداد استعمال کرتے تھے۔ اب بھی رائج ہیں۔ آپ کے بہت سے سفید ریشمی کپڑے ان دھوبیوں کی بے رحمی اور نااہلیت کی وجہ سے بدرنگ اور کڑکڑے ہوگئے ہونگے ایسے کپڑوں کو استری کرنے سے قبل اوگزیلٹ ایسڈ (شکر کا تیزاب جو شورہ اور گندھک کے تیزاب کی آمیزش سے بنتا ہے اور جو زہر ہے) کے سلوشن میں

غوطہ دے لیا جائے بعد میں خشک کر کے استری کیا جائے تو اپنا اصلی سفید رنگ اختیار کر لیگا کپڑے میں ایک قسم کی ملاہٹ بھی ہو گی جیسا کہ اس وقت بھی تھی جبکہ آپ کے میاں اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے آپ کے لئے دوکاندار سے خریدا تھا، ایک چھٹانک اوگزیلیٹ ایسڈ کو ایک گیلن کھولتے پانی میں ملائیں جب ایسڈ گھل جائے تو آگ سے اتار کر کپڑوں کو اس میں ڈالکر اوپر نیچے کریں زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد کپڑوں کو الگنی وغیرہ پر لٹکا دیں تاکہ پانی ٹپک ٹپک کر بہہ جائے اور کپڑے خشک ہو جائیں۔

(۵) اصلی اور نقلی ہیرے کی پہچان آجکل مصنوعی ہیرا خالص کاربن سے بذریعہ قوت برقی بنایا جاتا ہے۔ نیز مینگنیز بلور۔ اور سوہاگہ کو آگ پر گلا کر بھی بناتے ہیں۔ یہ ہیرے اس قدر خوبصورت اور شاندار بنائے جاتے ہیں کہ اصلی اور نقلی میں تمیز کرنا مشکل ہے، اپنے آگے اندھیرے میں لیمپ رکھکر ہیرے کا عکس دیوار پر ڈالیں اگر اسکی چمک ٹرپدار ہو تو اصلی ورنہ نقلی اصلی ہیرا بہ نسبت نقلی کے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ دھوپ میں رکھکر اندھیرے میں لیجائیں اگر چمک معلوم ہو تو اصلی ورنہ نقلی۔

(۶) پھولوں کے گلدستوں کو دنوں تک تر و تازہ رکھنا۔ ۶ ماشہ نوشادر کو پانی میں حل کر کے گلدستہ اس میں ڈبو کر نکال لو پھر تازہ پانی کے برتن میں رکھ دو، ہر روز شام کو تازہ پانی بدل دو گلدستہ دس بارہ دن تک تر و تازہ رہیگا،

(۷) ہاتھی دانت کی اشیاء صاف کرنا۔ ہاتھی دانت کی اشیاء اگر بدرنگ ہو گئی ہوں تو ان پر کھٹا دہی مل دو۔ گھنٹہ بھر بعد صاف پانی سے دھو ڈالو سفید ہو جائیگا، شورہ کا تیزاب پانچ حصہ آب مقطر پچاس حصہ دونوں ملا کر ہاتھی دانت کی اشیاء پر ملو جب صاف ہو جائے تب ٹھنڈا پانی سے دھو ڈالو۔

(۸) خانگی ٹوٹکے۔ کپڑوں پر اگر کافی کے داغ پڑ گئے ہوں تو وہاں گلیسرین ملو پھر شیر گرم پانی سے دھو ڈالو،

نیز سرکہ میں تھوڑا سا کافور حل کر کے اس لیمپ کی نئی بتی کو چوبیس گھنٹہ تک تر رکھو بعد میں خشک کر کے لیمپ میں چڑھاؤ روشنی تیز اور دھوئیں سے پاک ہو گی، پانی میں تھوڑا سا سوہاگہ اور شورا ڈالکر ملاؤ اب اس میں لیمپ کی چمنی کو رکھکر پانی کو ابالو پھر ٹھنڈا ہونے پر چمنی کو نکال کر لیمپ میں لگاؤ چمنی مضبوط ہو جائیگی،

سرکہ میں کپڑا تر کر کے پنیر اور گوشت کے اوپر اچھی طرح لپیٹ دو کئی دن تک خراب نہ ہو گا،

تھوڑی سی بے احتیاطی سے دودھ جوش کھا کر ابل جاتا ہے۔ اگر اس میں تھوڑا سا گھی ڈال دو تو پھر اسمیں ابال نہیں آتا

گوشت یا دال اگر نہ گلتی ہو تو اس میں تھوڑا سا بازاری سوڈا ڈالدو یا خربوزہ کے چھلکے ڈالدو۔ سب سے عمدہ چیز ارنڈ خربوزہ ہے اس سے گوشت فوراً گل جاتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۵۶) دیا مجھکو سٹور دیکھنے کا بہت شوق ہوا اس سٹور کے پتہ پڑھ گئی، اور اسٹور دیکھنے کی اوڈیٹر صاحب سے خواہش ظاہر کی انہوں نے مجھے ایک ٹرنک لاکر دکھایا جس میں چند فضول اشیاء اپنی مصنوعی ڈیٹر صاحب نے رکھ چھوڑی تھیں اسی رسالہ کا اعلان تھا کہ ہمارا دفتر رسالہ سب زنانہ ہو یعنی رسالہ کے دفتر میں سب لڑکیاں مستورات کام کرتی ہیں باہر کے خطوط کا جواب بھی عورتیں ہی لکھتی ہیں اور تحریریں پوشیدہ ہوتی ہیں خاکسار نے دفتر میں جانیکی اجازت چاہی مگر معلوم ہوا کہ وہاں مرد کام کر رہے ہیں اور جنکو ایڈیٹر صاحبہ لکھا جاتا تھا وہ بھی اس قابل نہیں کہ کسی مضمون کی اصلاح کر سکیں یا خود دو سطریں تحریر کر سکیں ان میں اتنی لیاقت بھی نہ تھی کہ جو دروغ بیانی رسالہ میں کی گئی تھی اسے چھپا سکیں انہوں نے صاف کہدیا کہ مرد کام کرتے ہیں۔ خداوند کریم ایسے ایسے دہوکوں سے فرقہ نسواں کو بچائے۔ بیگم غلام رسول خان

غوطہ دے لیا جائے بعد میں خشک کرکے استری کیا جائے تو اپنا اصلی سفید رنگ اختیار کر لیگا کپڑے میں ایک قسم کی ملاہٹ بھی ہوگی جیسا کہ اس وقت بھی تھی جبکہ آپ کے میاں اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے آپ کے لئے دوکان دار سے خریدا تھا۔ ایک چھٹانک آگزیلیٹ ایسڈ کو ایک گیلن کھولتے پانی میں ملائیں جب ایسڈ گھل جائے تو آگ سے اتار کر کپڑوں کو اس میں ڈال کر دیر تک بھیگنے دیں زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد کپڑوں کو الگنی وغیرہ پر لٹکا دیں تاکہ پانی ٹپک ٹپک کر بہہ جائے اور کپڑے خشک ہو جائیں۔

(۵) اصلی و نقلی ہیرے کی پہچان آجکل مصنوعی ہیرا خالص کاربن سے بذریعہ قوت برقی بنایا جاتا ہے۔ نیز مینگنیز بلو۔ اور سوہاگہ وغیرہ سے بھی بناتے ہیں۔ یہ ہیرے اس قدر خوبصورت اور شاندار بنائے جاتے ہیں کہ اصلی اور نقلی میں تمیز کرنا مشکل ہے۔ اپنے آگے اندھیرے میں لیمپ رکھکر ہیرے کا عکس دیوار پر ڈالیں اگر اسکی چمک برقرار رہے تو اصلی ورنہ نقلی اصلی ہیرا بہ نسبت نقلی کے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ دھوپ میں رکھکر اندھیرے میں لیجائیں اگر چمک معلوم ہو تو اصلی ورنہ نقلی۔

(۶) پھولوں کے گلدستوں کو دنوں تک تروتازہ رکھنا۔ ماشہ نوشادر کو پانی میں حل کرکے گلدستے اس میں ڈبو رکھیں تو پھول دنوں تک تروتازہ رہتے ہیں کہ دو ہر روز شام کو تازہ پانی بدل دو گلدستہ دس بارہ دن تک تروتازہ رہیگا

(۷) ہاتھی دانت کی اشیاء صاف کرنا۔ ہاتھی دانت کی اشیاء اگر بدرنگ ہوگئی ہوں تو ان پر کھٹا دہی مل دو بعد میں صاف پانی سے دھو ڈالو سفید ہو جائیگا۔ شورہ کا تیزاب پانی حصہ آب مقطر پچاس حصہ دونوں ملا کر ہاتھی دانت کی اشیاء پر ملو جب صاف ہو جائے تب ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالو۔

(۸) خانگی ٹوٹکے۔ کپڑوں پر اگر کافی کے داغ پڑ گئے ہوں تو ان پر گلیسرین ملو پھر نیم گرم پانی سے دھو ڈالو۔

نیز سرکہ میں تھوڑا سا کافور حل کرکے اس لیمپ کی بتی کو چوبیس گھنٹے تک تر رکھو بعد میں خشک کرکے لیمپ میں رکھو روشنی تیز اور دھوئیں سے پاک ہوگی، پانی میں تھوڑا سا سوہاگہ اور شورا ڈالکر ملا دو اب اس میں لیمپ کی چمنی کو رکھکر پانی کو بالو جب ٹھنڈا ہو جائے چمنی کو نکال کر لیمپ میں لگاؤ چمنی مضبوط ہو جائیگی،

سرکہ میں کپڑا تر کرکے بیٹا ہوا گوشت اس کے اوپر اچھی طرح لپیٹ دو کئی دن تک خراب نہ ہوگا،

تھوڑی سی بے احتیاطی سے دودھ جوش کھا کر ابل جاتا ہے۔ اگر اس میں تھوڑا سا گھی ڈال دو تو ہرگز نہیں ابلیگا گوشت پکا رہی ہو اگر گلتا نہ ہو تو اس میں تھوڑا سا بازاری سوڈا ڈالدو یا خربوزہ کے چھلکے ڈال دو سب سے عمدہ چیز خربوزہ ہے اس سے گوشت فوراً گل جاتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۵۶ دیکھکر سٹور دیکھنے کا بہت شوق ہوا اس سٹور کے پتہ پر میں گئی، اور اسٹور دیکھنے کی اڈیٹر صاحب سے خواہش ظاہر کی بہت سے ٹرنک لاکر دکھائے جس میں چند فضول اشیاء اور انہی مصنوعی اڈیٹر صاحب نے رکھ چھوڑی تھیں سی رسالہ کا اعلان تھا کہ ہمارا دفتر رسالہ سب زنانہ ہے یعنی رسالہ کے دفتر میں سب بیبیاں مستورات کام کرتی ہیں ماہ کے خطوط کا جواب بھی عورتیں ہی لکھتی ہیں اور تحریریں پوشیدہ ہوتی ہیں خاکسار نے دفتر میں جانے کی اجازت چاہی مگر معلوم ہوا کہ وہاں مرد کام کرتے ہیں اور جنکو اڈیٹر صاحبہ لکھا جاتا تھا وہ بھی اس قابل نہیں کہ کسی مضمون کی اصلاح کر سکیں یا خود دو سطریں تحریر کر سکیں ان میں اتنی لیاقت

تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری مد ظلہ

اصلاحی و معاشرتی افسانے

تمغہ شیطانی حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جن سائنٹفک اصولوں پر تحریر فرمایا ہے۔ اردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں نکل سکتی جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا صحیح اسلام ان کے ذہن نشین ہوگیا، اور ہزاروں گھر تباہی سے بچ گئے تمغہ شیطانی میں امت شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں، ان لوگوں کے جو نیک سمجھے جاتے تھے مگر وہ صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقہ شیطانی میں داخل ہوتے۔ جہاں تاثر سے ڈالی ہیری۔ ملاجی خانصاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں وہاں شمس پیرجی شیرازی تک واقعات آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں۔ بیحد موثر سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے۔ قیمت ۱۲؍

سات روحوں کے اعمالنامے جسے تمغہ شیطانی کی جوڑ کہا جاتا ہے۔ دنیا کی سات عجیب غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل پڑیں۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ چھ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۸؍

غدر کی ماری شہزادیاں یعنے بیلہ میں میلہ، قلعہ کی رہنے والی شہزادیوں کی آپ بیتی۔ وہ دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ رنگین بلاک کی کئی تصاویر ہیں قیمت ۱۲؍ **وداع ظفر** بھی ساتھ منگائیے جس میں بادشاہ کے ۵ جشن ہیں قیمت ۸؍

ستونتی نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کرکے اور وفاداری و ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو محو حیرت کردیتی ہے قیمت ۶؍ چوتھی بار چھپی ہے

موؤدہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں شرع اسلام کا فیصلہ پس پشت ڈال کر مسلمان لڑکیوں کو کلام الٰہی کے خلاف ترکہ پدری سے محروم کرکے رواج کو ترجیح دیتے ہیں۔ علامہ محترم نے یہ قصہ اسی خرابی کے انسداد پر لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ بہت خوب لکھا ہے اور ایسے درد و سوز و گداز سے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجتے ہی نہیں بلکہ موم ہوجاتے ہیں قیمت ۸؍ یہ کتاب بھی کئی بار چھپ چکی ہے۔

تفسیر عصمت یہ دہلی کا دلاویز افسانہ ہے جس نے رسالہ عصمت کے مشہور جوبلی نمبر میں چار چاند لگا دیئے تھے، عبدل کا کیرکٹر اس قدر پر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں اور واقعات اس قدر درد انگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں۔ خلع ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا بار سوم قیمت ۵؍

انگوٹھی کا راز جدید ایڈیشن حضرت مصنف نے نظر ثانی اور بہت کچھ اضافہ کرکے شائع کیا گیا ہے تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے۔ رابعہ کا عبرت انگیز انجام اسلامی کی

معاشرت کی قربان گاہ پر ایک ماں اور دو بچوں کی قربانی

غیرت دار خاتون اپنے دونوں بچوں کو لے کر پیوند خاک ہوگئی۔ مگر دنیا آج تک اس بدنصیب ہستی کا ماتم کر رہی ہے جس کی آہ کا دھواں عالم بالا پہ دھواں دھار گھٹا بن کر پہونچا اور بارگاہ رب العزت میں انتقام کا ملتجی ہوا۔ سنگدل باپ بیٹی کو بھرے بچوں میں اس گناہ پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹتا ہے۔ کٹہرا ہاں بے گناہ بچی کو جیل خانہ پہنچاتی ہے۔ نظام قدرت اپنا ہاتھ بلند کرتا ہے اور کیا کرتا ہے اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا۔ جو حضرت علامہ راشد الخیری کی بے مثل تصنیف نوحہ زندگی ہے۔ یہاں آپ کو ایسا قبرستان ملے گا۔ جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لئے گہری نیند سو رہی ہے۔ نوحہ زندگی باطل پرستوں کو حق پرستی کا سبق سکھائے گی اور مسلمانوں کو بتائے گی کہ بیوہ اور اس کی زندگی نے اسلام میں کیا صورت اختیار کی۔ ایک مسلمان کے لئے رسم و رواج نہیں مذہب اور صرف مذہب ہی سب سے ضروری چیز ہے۔ نوحہ زندگی بے درد مردوں کے لئے غیرت کا دروازہ کھول دے گی۔ نوحہ زندگی ظالموں کے دل موم کردے گی اور جابروں کو انسانیت کا جامہ پہنائے گی۔ نوحہ زندگی میں واقعات اس قدر درد انگیز پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں کہ آنسو نکل پڑتے ہیں۔ نوحہ زندگی کی بدولت سینکڑوں گھر جنت کا نمونہ بن گئے۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں پندرہ ہزار کے قریب ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ اور اب آٹھویں مرتبہ خاص اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲؍

ملنے کا پتہ:۔ منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز بڑی خوبی سے حل کرتا ہے۔ قیمت ۸ /

ولایتی ننھی نانی عشو کی جوڑ کا نہایت پر لطف با تصویر افسانہ ہے۔ جس کے ہر فقرے پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بی ننھی نے بڑا پاپ ہیں وہ سوانگ بھرے ہیں کہ لیس پڑھنے سے ہی تعلق رکھتے ہیں با تصویر بار سوم قیمت چھ آنہ ۶ /

منازل ترقی اس عبرت انگیز افسانہ میں بتایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو بیچ کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔ بار سوم قیمت ۴ /

بچہ کا کرتہ ایک عاشق زار بد نصیب ماں اپنے جوان بچے کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں بار سوم قیمت ۴ /

وڈیا کی سرگذشت گو آہ وہ موتی جہاں بھی نہ تھا! فیشن وحدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو (بار سوم) قیمت ۴ /

بنت الوقت ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع دقت

کا مذبا دہند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت آٹھ آنہ ۸ /

سراب مغرب غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے۔ اس بحث پر مشہور کتاب۔ تقلید مغربی کے دردناک نتائج۔ پارٹیز کا حشر ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ قیمت آٹھ آنہ (۸ /)

فسانہ سعید بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر جس جاہلیت سے حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے سعید کی جگر خراش داستان ہلا دے گی۔ سوتیلے رشتوں پر موثر کتاب قیمت ۱۰ /

مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا جذبات نسوانی کی دردناک اثر میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مصور غم نے کی ہے۔ زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے

شہنشاہ ٹریجڈی کے وہ معرکتہ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اور جن پر بڑے بڑے ضخیم ناول قربان ہیں اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

جوہر عصمت ۱۳ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جواب (۲) ہنور کی دلہن (۳) انگی بہنیں (۴) فسانہ تنویر (۵) بے گناہ کا قتل (۶) دیانت کا آئینہ (۷) مامون رشید کا دربار اور ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری (۹) ملکہ شہزادہ (۱۰) بلبل کی شہادت (۱۱) برقع کی مستحق (۱۲) غلط فہمی۔ (۱۳) خاتمہ بالخیر۔ ان ۱۳ افسانوں کا مجموعہ جوہر شریف عورت کی نظر سے گزرنا چاہئے۔ بڑے ہی موثر اور دلاویز افسانے ہیں۔ یہ کتاب چھ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

سیلاب اشک با تصویر، درد انگیز افسانے ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں: (۱) پرستار محبت (۲) بوجن کے تین رنگ (۳) طلاقن کا سفید بال (۴) جج اکبر (۵) عدل گلبدن (۶) بے قصور بچی (۷) ثریا کا تخیل۔ ہر افسانے کے ساتھ فوٹو بلاک کی تصویر ہے۔ ہر افسانہ بے انتہا دلاویز اور موثر ہے۔

ناممکن ہے کہ انسان بغیر آنسو بہائے اس کتاب کو پڑھ سکے۔ ہر قصہ بے مثل ہے کئی دفعہ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (۱۴ /)

اردو کا سب سے بہتر مولود شریف آمنہ کا لال تصنیف حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

جس کا کئی کئی سال سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا نہایت آب و تاب سے چھپ کر ... کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اثر ... مسلمان ... ۸ /

... سرا میں پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلا دینگی پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی بیروں کا ظلم۔ مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب ... ہیں بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی نادر تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں۔ تیسرا اڈیشن ... ہے۔ قیمت صرف ۱۲ / علاوہ محصول ڈاک قسم خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ /

تاریخ و سیر - ادب و انشا

طوفان اشک یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں وہ موثر سبق آموز کتاب جس میں یہ بارہ دل ہلا دینے والی کہانیاں ہیں۔ رواج کی بھینٹ محروم وراثت، اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے، میں نے کیا دیکھا۔ کلنگ کا ٹیکہ، سوتیلی ماں کا آخر وقت، تفسیر عبادت، شہید معاشرت، بیوی کی صحنک، توصیف کا خواب، نئی دلہن طوفان اشک۔ عہ/

نانی عشو آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں ناممکن ہے نانی عشو پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں۔ نانی عشو عرب اور گلشن رفاعی، سجدہ ندامت پڑھ کر ایک موقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلیں گے۔ تو دوسرے موقعہ پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی۔ تین سال میں پانچ بار چھپی ہے قیمت ۱۰/

نسوانی زندگی یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ نے اپنی ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ماں بیوی بیٹی بہن کی حیثیت دکھائی ہے کہ عورت ایسا ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جائے۔ نسوانی زندگی کا ہر افسانہ بے انتہا دلچسپ ہے قیمت ۸/

گلدستہ عید عید کی دعا، عید کی خوشی، ام جعفر کی عید، ترکن ماما کی عید، ایسے ایسے ۱۲ سبق آموز افسانے ہیں یہ کتاب ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے۔ باتصویر ہے ۸/

امت کی مائیں رسول اکرم صلعم کی ازواج مطہرات کے مقدس حالات زندگی۔ کثرت ازدواج پر اس قدر معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہیں۔ یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲/

جوہر قدامت دو بہنوں کی پر لطف کہانی دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان جن میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ جوہر قدامت بتائے گی عالم نسواں پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا۔ مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گدڑیوں میں چمکتے تھے۔ مغربی رو کس سمت بہے جا رہی ہے۔ ۲۰۰ سو صفحے۔ قیمت ۱۲/

قلب حزیں چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلاویز مجموعہ جذبات نسوانی کی دردانگیز ترجمانی۔ ان مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ بہترین ادبی کتاب ہے طرز تحریر پر نہایت پیارا کہ بار بار پڑھیئے اور پھر بھی جی نہ بھرے، بار سوم قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

وداع خاتون وہ بے نظیر مضامین جو جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی جواں مرگی پر لکھے گئے تھے جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کر سکتی ہے۔ ناممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں۔ قیمت ۵/

امین کا دم واپسیں شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قصہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات ہیں۔ بار سوم قیمت ۴/

اسلامی تاریخ افسانہ کے طرز پر

یہ کتابیں مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں، البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں یہ اسلامی تاریخ کے افسانے ہیں اور ناول کے طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں ہلال اور صلیب کی لڑائیاں، اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کے سرفروشانہ قربانیاں۔ ان کا جوش ایمانی شجاعت اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر دکھائے گئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ محبت کے دلاویز افسانے ہیں

عروس کربلا علامہ محترم کے تمام تاریخی افسانوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہیں۔ کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم دردانگیز نہیں۔ اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھائی ہے کہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلاویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ قیمت ۱۲/

مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے

رُوداد قفس حضرت علامہ محترم کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ مظلوم حسینہ۔ روضۂ اقدس پر اسکم کا خط شوہر کے نام۔ ماں کا پیام۔ سرخاب کا دم واپسیں۔ التجائے قیصر بیٹیوں کی فریاد۔ بچپن کی یاد۔ عید کا کرتہ، سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ معمولی نظمیں نہیں۔ بیکس و مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے ہیں۔ مسلمان گھرانوں کے عبرت انگیز معاشرتی مناظر ہیں۔ علامہ محترم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل ہے وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے۔ یہی وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دل درد مند تڑپ اٹھیں گے۔ چھٹی مرتبہ چھپی ہے قیمت دس آنے (۱۰/)

گرفتار قفس حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کی دردانگیز نظموں کے مشہور مجموعے روداد قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں اس قدر درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں۔ تربیت گاہ کے جشن معراج میں سرور کائنات کی شان میں جو نظم پڑھی گئی تھی وہ بھی اس میں ہے آخر میں تاریخ اسلام کی دلچسپ پہیلیاں ہیں قیمت ۴/

ملنے کا پتہ:- **منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

محبوبۂ خداوند قرن اولیٰ کے پُر جوش و پاکباز مسلمانوں کی ولولہ انگیز جانبازیوں کی تصویر ہے۔ حضرت عثمان کے زمانہ کا اسلام! عیسائیوں اور مسلمانوں کے معرکے اسلام اور نصرانیت کا مقابلہ، عیسائی، لڑکی سفیریہ کا خداوند کے پنجے سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح نہایت دلچسپ اور پرلطف ناول ہے عروس کربلا کی طرح کئی مرتبہ چھپا ہے۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲ر

شہنشاہ کا فیصلہ عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت چار آنے (۴ر)

منظر طرابلس تسخیر طرابلس کیلئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت محبت کے آتش کدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل، مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں علقیسہ اور شہزادی لیبو کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵ر

دُرِ شہوار ایران ماژندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع بہرام کے شجاعانہ کارنامے، شہزادی سطبورہ کی فراست اور بہادری وزیر کی مکاری اور فریب بہت دلچسپ ناول ہے۔ قیمت ۸ر آٹھ آنہ

سودائے نقد مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے

یہ افسانہ بتائے گا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست اخلاقی گناہ ہے دو سگی بہنوں کی دلچسپ کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھ جوان بیٹے کا قتل محبت کا جواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے ۵ر

یاسمین شام حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے عہد ظفر مہد کی اسلامی جنگ، ہلال و صلیب کے معرکے اسلام کی فتح اور تسخیر شام کے حالات، یاسمین شام بھی مقبول و مشہور کتاب ہے اور کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲ر

تیغ کمال غازی اعظم مصطفیٰ کمال کے حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں۔ شاہ قسطنطین کی سیاسی چالیں ملکہ کونسٹ کے لئے اتحادی شہزادی کی درخواست ملکہ پر قید اور قتل کا حکم مصطفیٰ کمال کا کمال قیمت ۱۲ر

شہید مغرب طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے۔ اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر

۱۰ دردانگیز افسانے

دو آسمانی مسافر، شہید مغرب، شہید طرابلس، طرابلس سے صدا، عرب میدانی، سیاہ داغ افراط و تفریط، صدائے دلگداز، کٹھ پتلیاں، سیمونہ، ان کے مطالعہ سے حب وطنی، جوش ایمانی، بہادری، شجاعت خودداری، حمیت غیرت کے سے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

اندلس کی شہزادی مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دلاویز محبت کا افسانہ جو ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈال دیگا اور پھر رلائے گا اور بتائے گا کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کر چکے ہیں قیمت ۸ر

دِلی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد اُجڑ چکا مگر اس کے کھنڈرات اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی، بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہاریں، شاہی جھگھٹے، میلے تماشوں کے رنگ دربار کی کیفیت، قطب صاحب کے مقبرے پیر غیب شاہ بُرے اور نوگزہ کے جشن، شہر آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت، رمضان، عید، سلونو، سالگرہ کے اہتمام شادی بیاہ کی رسوم، غرض دورِ گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

نوبت پنج روزہ یعنی وداعِ ظفر

ملاحظہ فرمایئے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر دردانگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلا دینگی پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات، مجبوروں کا ظلم، مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی، عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی نادر تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں، تیسرا اڈیشن بھی قریب ختم ہے قیمت صرف ۱۲ر علاوہ محصول ڈاک قسم خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے۔ قیمت ۱ؔ۸ر

کربلا کے میدان میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں

سیّدہ کا لال

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بےمثل تصنیف

جس کا عرصہ دراز سے مسلمانوں کو انتظار تھا چھپ کر طیار ہے پہلا حصہ (صفحہ ۱۲۰ تک) شہادت کی نہایت جامع و مفصل تاریخ ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور جناب سیّدہ کے اسلام پر احسانات اور فضائل سرور دو عالم کی رحلت، حضرت عثمان و حضرت علی کی شہادتیں اور مرثیے جمل اور صفین کی لڑائیوں کا مفصل بیان، شیعہ، سنی اختلاف کی ترتیاں، بنی اُمیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست، حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت اور مرثیہ، یزید کی حکومت غرض معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام ضروری صحیح اور مستند واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ علامہ محترم نے اپنے مخصوص پیرائے میں تحریر فرمائے ہیں جن سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتے ہیں صفحہ ۱۲۱ سے دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے۔ **مراثی کربلا** حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت، بی بی زینب کا بےمثل ایثار، حضرت عباس حضرت قاسم حضرت علی اکبر کی شہادتیں۔ کربلا کا ننھا شہید، بیمار صغرا کا قاصد، سیّدہ کے لال کی شہادت نا تمام برباد سیدانیاں۔ ابن زیاد اور یزید کے دربار، شیعہ سنی، اختلافات پر تبصرہ، قاتلان حسین کا انجام غرض شہادت کا بیان اور مصورِ غم کا قلم۔ تمام کتاب اس قدر دردانگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی ہے۔ آخر میں جو مرثیے علامہ راشد الخیری مدظلہ نے لکھے ہیں برسوں اور قرنوں ان کا جواب ادب اردو میں نہ نکل سکے گا ایک ایک صفحہ پر ہچکی بندھ جاتی ہے۔

شہادت نامہ پڑھنا ہے تو سیّدہ کا لال پڑھیے

اس سے زیادہ جامع اور مستند اس سے بڑھ کر دردانگیز اور موثر کوئی شہادت نامہ اردو کیا فارسی عربی میں بھی نہ ملیگا۔ یہ کتاب شیعہ اور سنی دونوں فرقوں میں بے انتہا مقبول ہو رہی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ ہزاروں جلدیں نکل چکیں۔ غرضا ادب سیّدہ کا لال اردو کی چوٹی کی کتابوں میں سے ہے اور راسنہ کے لال کی طرح سیّدہ کا لال بھی وہ کتاب ہے جس پر خود مصنف کو فخر ہے بخشا۔ بت قریباً ڈھائی سو صفحے قیمت ؁ قسم عام ؏ قسم خاص سے مجلد ؏
محصول ڈاک بذمہ خریدار

شہید کربلا کی ماں

سیّدۃ النسا۔ خاتون جنت۔ حضرت بی بی فاطمہ کی اردو زبان میں بہترین سوانح عمری الزہرا علامہ راشد الخیری مدظلہ کی برسوں کی محنت ہے اور اس قدر مقبول ہوئی ہے۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور بے انتہا دردناک ہے۔ قیمت ۱۲؍

عروس کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد واثر کے ممتاز ہے۔ کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم دردانگیز نہیں ہیں۔ اس پر مولانا نے قلم گوہر ریز سے قیامت ڈھائی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے۔ عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے ہیں۔ مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے۔ قیمت ؏ لڑکیاں نہ منگائیں

محرم نامہ

خواجہ حسن نظامی کی مشہور کتاب ہے شہادت حسین علیہ السلام تک تمام حالات بشرح و بسط درج ہیں۔ یہ بھی شیعہ و سنی ہر دو فرقوں میں یکساں مقبول ہے حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف میں اس کتاب کا بڑا درجہ ہے۔ قیمت عہ؍

یزید نامہ

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے، جس میں موصوف نے شہادت حسین کے بعد کے حالات لکھے ہیں اور اسلام کی اس خونی داستان کو جس نے تاریخ اسلام پر بڑا اثر ڈالا ہے۔ بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اس کے ساتھ ہی خلفائے بنی امیہ کے پورے حالات بھی ہیں۔ بہت مقبول کتاب ہے۔ قیمت سوا روپیہ ؏

شہید کربلا

اس کتاب میں سیرت حسین ہے اور ترتیب کے ساتھ شہادت حسینی کے پورے واقعات ہیں جگہ بہ جگہ میر انیس کے دردناک مراثی بھی لئے گئے ہیں۔
قیمت ۸؍ محصول ۵؍

محبوبۂ کربلا

مصر کے سب سے بڑے مورخ۔ علامہ جرجی زیدان کا وہ معرکۃ الآرا تاریخی ناول ہے۔ جس سے زیادہ بلاد اسلامیہ میں کوئی کتاب مقبول نہیں۔
اس میں قاتلان حسین کی وہ شقاوتیں کھول کر رکھی ہیں کہ دنیا متحیر رہ جائے۔ یزید کے حالات بھی سب سے زیادہ اسی کتاب میں ملیں گے۔ مگر یہ کتاب لڑکیوں کے مطلب کی نہیں، ضخامت میں تین سو صفحات۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ؏
محصولڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے دلچسپ اور مفید منتخب کتابیں

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
زنانیتی نسواں	بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے عملی کام انتظام خانہ داری سکھانے کی مشہور کتاب ۱۰ حصے ۱۲۰۰ شکلیں ۱۲۰۰ صفحے	للعہ/
کامل دائی	یعنی لیڈی ڈاکٹر۔ دائی گیری کے متعلق مفید کتاب جس میں زچہ بچہ کی بیماریوں کا علاج بھی ہے شکلیں بھی دی گئی ہیں	۱۲/
شمیم	دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول جو صحیح افسانہ نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے سبق آموز ظرافت انگیز دو ضخیم جلدوں میں دوبارہ چھپا ہے	للعہ/
سیرۃ عائشہ صدیقہ	رسول اکرم کی چہیتی بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے مفصل و مکمل سوانح حیات مسلمان عورتوں کے لئے بہترین رہبر ہے	۵/
سیرۃ الکبرا	خاتون جنت کی والدہ سب سے پہلی مسلمان، مسلمانوں کی ماں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی مقدس زندگی کے حالات	۱۲/
صحابیات	رسول اکرم کی بیویوں بیٹیوں اور اس زمانہ کی ان مشہور مسلمان عورتوں کے حالات جنہوں نے اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں	۸/
نظرۃ النسوانی	مرد عورت کی فطرت اور اخلاق کا موازنہ اصل کتاب فرانسیسی میں لکھی گئی ہے۔ اردو میں عربی سے ترجمہ کی گئی ہے	۱۲/
گہوارۂ تمدن	مولانا نیاز فتحپوری کی تالیف جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے	۱۲/
مشاہیر النسواں	یا سیر الطیبات اسلامی دنیا کی مشہور عورتوں کے سبق آموز حالات جو مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں	عسر/
زنانہ بستہ	چھوٹی بچیوں کے لئے دس ننھی ننھی کتابیں جن سے انہیں لکھنا پڑھنا آ جائیگا اور خانہ داری سے بھی کچھ واقفیت ہو جائے گی مجلد ہے	۱۲/
حلیمہ	ایک سگھڑ لڑکی کے حالات جس نے بگڑے گھر کو بنا دیا۔ قصہ بہت دلچسپ ہے از مولوی عبد الغفار صاحب خیری	۴/
عالم خیال	مولانا شوق قدوائی کی مقبول نظمیں عالم خیال کے چار رخ میاں پردیس میں ہے بیوی کے جذبات کا بہترین نقشہ کھینچا ہے باتصویر ۱۲	۸/
دختران شمشیر	تمام زمانوں اور تمام قوموں کی بہادر اور جانباز حوصلہ مند خواتین کے حالات جنہوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے	عمر/
انشائے نسواں	لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جو باعتبار مضمون بھی دلچسپ ہے۔ تصویریں بھی ہے	۸/
پردہ	شرعی پردہ کی نسبت مولانا عبد الحلیم شرر کی مشہور کتاب قرآن مجید اور حدیث سے بحث کی گئی ہے حقوق نسواں کی حمایت میں ہے	عمر/
بیگمات عالم	یعنی مخدرات دنیا کی نامور شہزادیوں عالمہ فاضلہ بہادر خواتین کا تذکرہ از مولانا شرر مرحوم	۱۲/
مضامین	زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کے مضامین خانہ داری حفظان صحت، تربیت اطفال، صنعت و حرفت کے متعلق نیز بعض ریاستوں اور شہروں کے حالات	۱۲/
زمانۂ تحصیل	مغربی تمدن اور یورپین خواتین کے متعلق محترمہ عطیہ بیگم فیضی کے اس سفرنامہ سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوگا	۸/
روایۃ الامہات	وہ چالیس حدیثیں جو عورتوں سے یا عورتوں کے متعلق ہیں ترجمہ بھی عام ہے	۶/
ہدیہ نسواں	امۃ الرؤف بیگم صاحبہ کے افسانوں اور مضامین کا مجموعہ جن میں حفظ صحت کے متعلق کارآمد ہدایتیں بھی ہیں۔ آخر میں خطوط بھی ہیں	عہ/
سلطانہ کا خواب	ایسے ملک کی خیالی تصویریں جہاں عورتوں کی حکومت ہے اور سب کاروبار بھی عورتیں ہی کرتی ہیں	۲/
تاج آفرینش	مصری اہل قلم خاتون ملک خانم کی چند نسوانی اصلاحی مقالات ہندوستانی عورتوں کے لئے جن کا مطالعہ بہت مفید ہوگا	۱۰/
خاتمات خلق	یورپ اور امریکہ کی چند بہادر اور جانباز فاضل خواتین کے نتیجہ خیز حالات از سیدہ بیگم مرحومہ	۱۰/
فغان اشرف	دلی کے ایک شریف گھرانے کی مصیبت زدہ اور دردناک زندگی کا دل ہلا دینے والا سچا قصہ از اشرف جہاں بیگم صاحبہ دہلوی	۱۲/
جہاں آرا بیگم	شہنشاہ ہندوستان شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانح عمری از مسٹر ضیاء الدین برنی ایم اے	۱۲/
ثروت دلہن	اصلاح معاشرت پر مقبول ناول شرفا کے گھروں کا خاکہ، تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ عورتوں کے لئے عورتوں کی زبان میں۔	۱۲/
انجام زندگی	علامہ راشد الخیری مدظلہ کے رنگ میں دلی کی انشا پرداز خاتون کی تصنیف تین مختلف عورتوں کے حالات دوبارہ چھپی ہے	۷/
نیرنگ	زنانہ رسائل کی نامور افسانہ نگار محترمہ ایس آر کریانیہ، رفیعہ اسیر کے ۲ مختصر افسانے جنہیں مشہور ادیبوں اور اخباروں نے بہت پسند کیا ہے	۱۲/
ماں بچہ کی نگہداشت	ماں بچہ کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہیں دور کرنے کے موضوع پر نہایت کامیابی سے لکھی گئی ہے	۶/
نصیحت کے کرن پھول	بچوں کی تعلیم تربیت کے متعلق دلآویز سچا پر تاثیر قصہ جو ۵۰ سال پہلے شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے لکھا تھا	۸/
پتھر سے ہیرا	سچا تبلیغی قصہ عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کا کیا اثر ہوتا ہے بچوں کی صحیح تربیت کا رہبر از ڈاکٹر سعید احمد بریلوی	۱۴/
اسلام اور عورت	قرآن مجید کی آیتوں اور مختلف حدیثوں سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا کیا مرتبہ اور حقوق ہیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ بھی	۱۰/

مولانا نذیر احمد مرحوم		مولوی بشیر الدین مرحوم		خواجہ حسن نظامی		پردہ نشین لائبریری کی کتابیں				متفرق		
مرآۃ العروس	عمر/	حسن معاشرت	۱۲/	بیوی کی تعلیم	۱۲/	آداب نسواں	۱۲/	از ڈاکٹر حلیمہ خانم	۵/	میاں بیوی بچے	۴/	دفتر عصمت دہلی
بنات النعش	عمر/	اصلاح معیشت	۱۲/	بیوی کی تربیت	عہ/	شوہر کی نصیحتیں	عہ/	صبر کی دیوی	۶/	میاں بیوی کے لطیفے	۸/	
توبۃ النصوح	عسر/	اقبال دلہن	۱۲/	اولاد کی شادی	عہ/	نیا باورچی خانہ	عہ/	آسمان کی پری	۵/	میاں بیوی کے خطوط	۸/	
ایامیٰ	۱۲/	پھوپھی ہے دعا میں	عہ/	بیگمات کے آنسو	۱۲/	بہشتی جوہر	۱۲/	کفایت شعاری	۱۲/	دولہا دولہن کے خطوط	۸/	
فسانۂ مبتلا	۱۲/	نعمت مجسم	۱۲/	آداب خط و نویسی	۱۲/	گھر اور گھر والی	۱۲/	جنت کی حوریں	۴/	دولہا دولہن کے لطیفے	۱۲/	

خوبصورتی جوانی اور تندرستی کیلئے

مختلف قسم کے پوڈر، منجن، سرمہ، کریم، سنو، تیل، صابون، اُبٹنہ، پیسٹ، لیپ اور کشتے، معجون، عرق، اور یورپ کی اشتہاری دواؤں پر ہزارہا روپیہ برباد کرنے اور ڈاکٹروں حکیموں کی طرف رجوع کرنے سے پہلے کتاب

سنگھار خانہ

کا مطالعہ کر لیجئے، جس میں تندرست رہنے اور جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے اور جوانی قایم رکھنے کے متعلق بے انتہا قیمتی مفید مضامین اور نسخے ہیں۔

خوبصورتی بڑھانے کے راز	افزائش حسن کے نسخے
خوبصورتی بڑھانے کے طریقے	عمر کا بناؤ
نفس حسن افزا	کہیں جانے سے پہلے سنگھار
رنگ نکھارنے والی غذائیں	گرمی میں حسن کی حفاظت
موسم گرما میں سنگھار	تھکے ہوئے چہرے پر حسن کی چمک
یورپ میں حسن بڑھانے کے طریقے	کس رنگ پر کس رنگ کا لباس زیب دیتا ہے
گورا رنگ کس طرح قایم رہ سکتا ہے	سانولے رنگ کی خوشنمائی
ادھیڑ عمر میں خوبصورتی	سنگھار کی تکمیل
پُرتکلف غسل	غسل کے مصالحے
خوبصورتی کی ترکیب	خوش پوشاکی

یہ صرف پہلے باب کی مختصر فہرست ہے ایک اور باب کی مختصر فہرست:۔
(۱) کامیاب خوبصورتی (۲) جلد (۳) بال (۴) چہرہ خوشنما بنانے کے نسخے (۵) چہرہ کی صفائی (۶) چہرہ کا نکھار (۷) پھول سا کھلا ہوا چہرہ (۸) چہرہ کی جھلی (۹) چہرہ کی شکنیں (۱۰) جھریاں دور کس طرح کی جائیں (۱۱) پیشانی کی خوشنمائی (۱۲) لٹکی ہوئی ٹھوڑی (۱۳) دوہری ٹھوڑی (۱۴) ٹھوڑی ادپر کو (۱۵) ٹھوڑی کی درستی کا طریقہ

بال — **دانت**

بالوں کی حفاظت	سرخ بال	بال دھونا	خراب دانت
بالوں میں کنگھی	بالوں کی خرابیاں	بال بڑھانے کے تیل	دانتوں کی مضبوطی
بالوں کی صفائی	بالوں کی مالش	بالوں کی نگہداشت	دانتوں کی خوبصورتی
بالوں کا سنگھار	سفید بال	بال بنانا	منہ کی صفائی
بالوں کی خوشنمائی	بالوں کی تازگی	بالوں کا سنگھار خانہ	پائیریا مسوڑک

آنکھ

آنکھ کا قیافہ	آنکھوں کے حلقے	آنکھوں کی حفاظت	آنکھوں کا بڑھاپا
دلکش نظریں	آنکھوں کی تھکن	خوبصورت آنکھیں	ابروؤں کا سنگھار
	آنکھوں کی اختلاط	تھکی ہوئی آنکھ	

اسی باب میں ناک، کان، لب، رخسار، ٹھوڑی، گلا، کمر، ہاتھ، انگلیاں، پاؤں، غرض ہر حصہ جسم کو خوشنما بنانے کی مفید ہدایتیں صحیح ترکیبیں اور کارآمد نسخے ہیں موزوں بدن کے نکتے بیں کمر اور کولہے اور سارے جسم کے موٹاپے کے دور کرنے اور بدن میں چستی اور پھرتی پیدا کرنے کی ہدایتیں اور زنانہ نشستیں اور ورزشوں کے متعلق تصاویر یہ کتاب سنگھار خانہ ۲ سال کی محنت کے بعد شائع ہوئی ہے قیمت صرف دو روپے عہ مجلد ۲ (للعہ)

عصمتی بہنوں کا زرین کارنامہ

عصمتی دسترخوان کا مکمل سٹ ہے جس کی سارے ہندوستان میں دھوم مچ گئی۔ اور مبالغہ نہیں یہ واقعہ ہے کہ اردو کیا ہندوستان کے کسی زبان میں کھانے پکانے کے موضوع پر عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی۔ شریف معزز خواتین کے سینکڑوں خطوط اس کتاب کی تعریف میں چھپ چکے ہیں۔ لیکن بعض بہنوں کی رائے ہے کہ اس کا دوسرا حصہ مشرقی مغربی کھانے حصہ اول پر بھی فوقیت لے گیا ہے۔ کیونکہ اس میں کھانے پکانے کے متعلق تقریباً سو صفحوں کے ایسے ایسے کارآمد مضامین ہیں کہ آج تک کسی کتاب میں نہیں چھپے۔

چند عنوانات یہ ہیں:۔

کھانے اصول۔ پکانے کے اُصول۔ باورچی خانہ کیسا ہو۔ اناج کا صندوق۔ نعمت خانے۔ ترکاریوں کے خواص کون کون سے کھانے ساتھ کھانے چاہئیں کونسی غذا کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہے۔ برقی باورچی خانہ، ایرانی دعوت، آداب طعام وغیرہ پھر ہندوستانی ایرانی، عربی، ترکی، شامی، جرمنی، انگریزی فرانسیسی جاپانی کھانوں کی نئی نئی ترکیبیں جو خاص طور پر اس کتاب کے لئے تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اور ایک چیز کی کئی کئی ترکیبیں مثلاً سالن کی ۴۰ نئی ترکیبیں چاول کی ۲۰ نئی ترکیبیں مشرقی مغربی کھانے کی تیاری میں ہند اور بیرون ہند کی ۱۶۰ خواتین نے حصہ لیا ہے اور ایک کثیر رقم صرف کرنے کے بعد یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ

عورت کی سب سے بڑی خوبی

یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں ماہر ہو۔ عورت کتنی ہی مہذب کتنی ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ کتنی ہی خوبصورت اور کتنی ہی دولت مند کیوں نہ ہو اگر گھرداری کے کام اچھی طرح نہیں کر سکتی تو اس کی زندگی ہرگز کامیاب نہیں۔ عصمت کی نامور مضمون نگار محترمہ بلقیس بیگم (و-ا) صاحبہ کی کتاب **خانہ داری کے تجربات** پھوہڑ سے پھوہڑ لڑکیاں بھی اگر مطالعہ کریں تو سلیقہ شعار اور سگھڑ بن جائیں گی۔ کیونکہ اس بیش بہا کتاب میں وہ مضامین ہیں جو ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت محنت اور قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ فصل اول میں ان سو کھانوں کے تیار کرنے کی نہایت مکمل اور بالکل صحیح ترکیبیں ہیں جو طاقت بخش ہیں کبھی تکلیف کے رفع کرنے میں مدد دیتے ہیں یا بیماری سے اٹھ کر کمزوری کی حالت میں کھانا نہایت مفید ہے۔ فصل دوم میں مفید صحت توانا اور تندرست رہنے کے بیش بہا مفید مضامین ہیں۔ فصل سوم میں وہ کارآمد باتیں ہیں جن کا جاننا ہر گھردار عورت کے لئے اشد ضروری ہے۔ قیمت ۱۲/

مفید النسواں ۔ دوسرا حصہ ہے قیمت ۸/

کوئل

پھر بہار آئی ہوئی زمزمہ آرا کوئل
پھر اسی لے سے لگی گانے ترانا کوئل

چمن دہر میں ہیں اور بھی چڑیاں لیکن
ساری چڑیوں سے ہے بڑھکر ترا رتبا کوئل

فصلِ گل آتے ہی آواز تری آتی ہے
رہبری کون تری کرتا ہے بتلا کوئل

گر تری کوک میں رکھی نہیں قدرت نے کشش
کیوں کھنچا جاتا ہے دل آپ ہی میرا کوئل

صبح دم سنتے ہی تیری یہ صدائے دلکش
دل میں کچھ درد عجب طرح کا اٹھا کوئل

یاد دلواتی ہے تو مجھکو گذشتہ ایام
میں تو ہوں تجھپہ دل و جان سے شیدا کوئل

دلِ بیتاب تھا پہلے ہی کچھ کم بیتاب
تیری تانوں نے ستم کیسا یہ ڈھایا کوئل

آمدِ فصلِ بہار اور یہ تیری کوکو
آگیا یاد مجھے کوئی زمانا کوئل

سونیوالے بھی ہیں اٹھتے ترا کلمہ پڑھتے
تیری آواز موذن کا ہے نعرہ کوئل

بجلیاں کیسی بھری ہیں تری اس کوکو میں
اُف پھنکا جاتا ہے دل سینہ میں میرا کوئل

گھر کے آئی ہے گھٹا چار طرف سے کیسی
بس غضب ہے ترا اس وقت چہکنا کوئل

روتے روتے جو ابھی تھک کے تھا سویا بیمار
تیری تانوں نے ہے پھر اس کو جگایا کوئل

ہائے یہ شام کا عالم یہ شفق کی سرخی
اور رہ رہ کے ترا تانوں کا لینا کوئل

کوک تیری مجھے بیتاب کئے دیتی ہے
تیری آواز ہے یا تیر کمان کا کوئل

تیری آواز جگر سوز کے آگے مطرب
خوشنوائی کا بھلا کیا کرے دعوٰی کوئل

کردیا یادِ گذشتہ نے مجھے پھر بیتاب
کیوں نمک زخمِ جگر پر میرے چھڑکا کوئل

کہدے شبنم یہ فلک سے کہ کرے بند آنکھیں
جھولتی آم کی ڈالی پہ ہے جھولا کوئل

طاہرہ خاتون شبنم لکھنؤ

حیدرآباد کی شادیاں

یہ ایک ایسا عنوان ہے جس پر طویل سے طویل مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ مگر فی الحال عصمتی بہنوں کے لئے اس کا مختصر سا خاکہ پیش کرتی ہوں،

حیدرآباد ایک قدیم اسلامی ریاست ہے اور یہاں اونچے گھرانوں میں اب بھی ایسے تزک و احتشام سے شادیاں ہوتی ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں،

شادی جس کے معنے ہی خوشی کے ہیں، انسان کے لئے اوسکی تمام عمر میں سب سے زیادہ خوشی کی تقریب ہوتی ہے اسوجہ سے ہر شخص حسب مقدور اس موقعہ پر اظہار مسرت کا سامان فراہم کرتا ہے۔

یوں تو شادی کے ہر گھر میں گوناگوں بے شمار رسوم انجام پاتی ہیں اور پھر ہر خاندان اپنے گھرانے کے خاص خاص رسوم کو اپنے یہاں کی شادی میں انجام دینا ضروری سمجھتا ہے، علاوہ ازیں شہری اور دیہاتی شادیوں اور رسومات میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہوتا ہے۔ مگر میں یہاں خاص شہر حیدرآباد کی شادی کا ایک ایسا نقشہ پیش کروں گی جس سے ناظرات عصمت کو اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ یہاں یہ تقریب اس طرح انجام پاتی ہے۔

ایک اونچے گھرانے میں شادی کا آغاز ہونے سے ہفتوں اور مہینوں پہلے سے تورہ بندی شروع ہو جاتی ہے یعنی پر تکلف کھانے کے چند خوان، دوست احباب، عزیز اقارب اور پاس پڑوس کے پاس اُن کے حسب حیثیت بھیجے جاتے ہیں۔ کم از کم پانچ خوان کا تورہ ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کا ہوا تو سات کا، نو کا۔ گیارہ کا، یہاں تک کہ پچیس پچیس خوان کا تورہ امیر امرا کے پاس بھیجا جاتا ہے جس میں رنگا رنگ کھانے پر تکلف لوازمات کیساتھ ہوتے ہیں۔ مثلاً کئی قسم کی بریانی۔ حلوے میٹھے، کئی قسم کے کباب، روٹیاں وغیرہ وغیرہ۔ ان توروں کا سلسلہ مہینوں جاری رہتا ہے۔ باورچی نوکر رکھے جاتے ہیں اور ایک ایک روز ایک ایک عزیز ایک ایک دوست اور ایک ایک ہمسایہ کے پاس اطمینان سے پکوا پکوا کر بھیجا جاتا ہے۔ محلے کے غریب غربا کھا کر نہال نہال ہو جاتے ہیں اور دولہا دلہن کو دل سے دعائیں دیتے ہیں۔ اس فیاضانہ گھر بیٹھی مہمان نوازی کی محلہ بھر میں اور بعض دفعہ شہر میں دھوم مچ جاتی ہے۔ جب تورہ بندی کا سلسلہ ختم ہوا تو شادی کا آغاز ہوا اس طرح پر کہ کسی اچھے دن تاریخ نیک شگون کے ساتھ سات سہاگنوں نے مل کر ہلدی پھوڑی اور دولہا دلہن کو لگانے کے لئے پیس کر رکھدی پھر چار چھ روز بعد رت جگا ہوا۔ رات بھر ملیدہ بنتا اور گلگلے تلے جاتے رہے۔ صبح سویرے دولہا میاں نے ملیدہ گلگلوں سے مسجد کا طاق بھرا اور وہ موذن اور امام کا حصہ ٹھہرا۔ پھر عزیز و اقارب میں حصے تقسیم ہوتے رہے۔

رت جگے کے دوسرے روز دولہا دلہن کو مانجھے بٹھایا یعنی بوقت عصر ادہر دولہا کو اور ادہر دلہن کو. مہمان آئے ہوئے تمام عزیزوں نے چکسہ اور ہلدی مل مل کے خوب نہلایا دھلایا، عود اگر کی دہونی دی پیلے پیلے کپڑے پہنائے، مانجھے کی کوٹھڑی کو خوشبو سے بسایا. اب اس کوٹھڑی کی ہر چیز زرد ہے، در و دیوار پر زرد رنگ ہے، دروازوں کے پردے زرد ہیں، پلنگ پر بچھونا ہے تو وہ بھی زرد ہے۔ گویا ہر طرف بسنت ہی بسنت پھولی ہے. شام کو پھر چوکی پر بٹھا کر چکسہ ملا، ہلدی ملی، پھول پہنائے. گھر کی اور پڑوس کی لڑکیوں نے ملکر ڈھولک پر گیت گائے، یا گانے والیوں کا طائفہ بلالیا، وار پھیر ہوئی اور مجلس برخاست۔

مانجھے کے دوسرے دن ساچق کی رسم کے لئے ابرک کے چوگھڑے تیار ہوئے ٹھلیوں پر سنہری روپہلی رنگ ہوا ان میں مصری بادام بھرے گئے اور دلہن کے جوڑوں اور چڑھاوے کے ساتھ یہ بری کا سامان سرشام دولہن کے گھر روانہ ہوا. زنانخانہ سے سمدھنوں نے جاکر دلہن کی رسم کی. پھول پہنائے اور چڑھاوا چڑھا کر واپس ہوئے تیسرے دن مہندی کی رسم کا اہتمام ہوا (جس کی تفصیل طویل ہے) کسی کم عمر سالی نے آکر دولہا کی چھنگلیا پر مہندی لگائی پھول پہنائے اور رخصت ہوئی،

چوتھے روز صبح کو برات لیکر دولہا دلہن کے گھر گیا۔ قاضی صاحب نے مہر موجل پر نکاح پڑھایا، دن بھر ناچ گانا ہوتا رہا مجلس جمی رہی۔ بعد مغرب دولہا میاں زنانخانے میں بلائے گئے۔ بڑی رات گئے تمام رسوم کے ساتھ جلوہ ہوا، آرسی مصحف کے ساتھ رونمائی ہوئی اور نوشاہ عروس کو لیکر براتیوں کے جلوس کیساتھ اپنے گھر پہنچے، یہاں بھی طرح طرح کی رسمیں انجام پائیں،

نکاح کے دوسرے روز شام کو چوتھی ہوئی حالانکہ نام کے لحاظ سے چوتھے روز ہونی چاہیئے تھی مگر ساچق سے (جو شادی کی سب سے بڑی پہلی رسم ہے) اس کا شمار کرکے چوتھی کہتے ہیں دولہا کے عزیز و احباب نے چوتھی کا کھانا دس گیارہ بجے رات کو دلہن کے گھر کھایا، رات بھر چوتھی کھیلی اور تھکے ماندے صبح صبح اپنے گھر لوٹے،

اب ہر جمعہ کو جمعگی ہوگی ایک جمعہ دولہن کے گھر اور ایک جمعہ دولہا کے گھر، طرفین کے تمام عزیز و اقارب جمع ہوتے رہیں گے اور آپس کا میل ملاپ بڑھتا رہیگا،

پانچویں جمعگی آخری جمعگی ہوتی ہے۔ اس میں دولہا کے گھر ایک بڑی ضیافت کا انتظام ہوتا ہے جس میں طرفین کے تمام عزیز و اقارب جمع ہوتے ہیں۔ اس روز سے دلہن گھر کے کاروبار میں حصہ لینے لگتی ہے اور شادی کا اس خانہ آبادی پر انجام بخیر ہوتا ہے،

اُمِّ عاصمہ اہلیہ میر جہانگیر علیخاں گلبرگہ

دہی

دودھ سے زیادہ مفید ہے

میرے مطالعہ میں آج کل بعض طبی کتب ہیں جن سے میں نے دہی کے متعلق ڈاکٹر میکنی کاف" کی تحقیقات و تجربات سے دہی کے فوائد معلوم کرکے ارادہ کیا ہے کہ اپنی عصمتی بہنوں کو اس سے آگاہ کروں اور اس کے استعمال سے فائدے اٹھانے کی ترغیب دوں۔

ڈاکٹر میکنی کاف نے جب بلغاریہ کا دورہ کیا تو وہاں کے باشندوں کی طویل عمریں دیکھ کر انہیں تعجب ہوا۔ عام طور پر انہیں وہاں کے لوگوں کی عمریں زیادہ اور قوی بہت مضبوط معلوم ہوئے اس کی تحقیق کرنے سے انہیں معلوم ہوا کہ یہاں دہی زیادہ استعمال کیا جاتا ہے اور اسی میں ان لوگوں کی قوت اور تندرستی کا راز پنہاں ہے۔ چنانچہ انہوں نے دہی کے متعلق علمی تحقیقات اور تجربات شروع کئے، تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ دہی کیوں مفید ہے اور اس کے کیا اجزاء ہیں، یہ سمجھنے کے لئے کہ دہی کیوں مفید ہوتا ہے۔ پہلے اس کی ماہیت جاننے کی ضرورت ہے کہ یہ کس طرح بنتا ہے اور اس کے اجزاء کیا ہیں۔

دودھ میں مختلف قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں، ان میں سے بعض تو دودھ کے روغنی اجزاء کو متفرق کرتے ہیں اور بعض اجزائے جبنیہ کو فاسد کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دودھ کے اجزائے شکریہ (دودھ کی شکر) پر عمل کرکے اسے ترشی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ترشی یا تیزابیت پیدا کرنے والے جراثیم میں سے بعض تو سرکہ پیدا کرتے ہیں اور بعض ایسٹک ایسڈ اور اکثر لیکٹک ایسڈ پیدا کرتے ہیں۔ جب ان کے اثر سے دودھ میں ایک خاص مقدار ترشی کی پیدا ہو جاتی ہے، تو دودھ کے اجزائے جبنیہ جم جاتے ہیں جسے ہم دودھ جمنا یا پھٹنا کہتے ہیں، دودھ کو پھاڑنے یا جمانے والی چیز انہی جراثیم کی ترشی ہے۔ یہ جراثیم چند گھنٹوں کے اندر دودھ کے شکری اجزاء پر عمل کرکے اسے لیک ٹک ایسڈ میں تبدیل کر دیتے ہیں،

ان کے عمل سے دودھ میں اتنی ترشی پیدا ہو جاتی ہے کہ دودھ کے اجزائے جبنیہ جم جاتے ہیں،

دہی دودھ سے زیادہ مفید اسی وجہ سے ہے کہ دودھ میں خاص قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں جو عفونت کو رد کرتے ہیں۔ اگر دودھ کو ترش کر دیا جائے تو ان کیڑوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ کیڑے بدبو پیدا کرنے والے کیڑوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ دہی ترش دودھ ہوتا ہے اور اسی میں صرف ترشی پیدا کرنے والے جراثیم

ہوتے ہیں۔ موذی جراثیم سے یہ بالکل پاک صاف ہوتا ہے۔ اگر دوسرے جراثیم پانی وغیرہ کے ساتھ اس میں مل بھی جائیں تو وہ ترشی کے اثر سے مرجاتے ہیں،

دہی کے جراثیم معدے اور آنتوں میں زندہ رہتے ہیں اور غذا کے شکریہ اور نشاستہ کے اجزا کو ترشی میں تبدیل کرکے دوسری قسم کے جراثیم کو ہلاک کر ڈالتے ہیں اور معدے و آنتوں کو ان مضر جراثیم کی مضرت سے بچاتے ہیں بہت سے امراض جو تعفن اور خمیر سے پیدا ہوتے ہیں نیز بدہضمی اور اسہال وغیرہ میں دہی کا فائدہ مسلم ہے

دہی عام جسمانی کمزوری اور کمی خون میں نہایت مفید ثابت ہوا ہے جن لوگوں کو دودھ ہضم نہیں ہوتا ان کے لئے دہی اکثر بہت مفید ہوتا ہے اور بآسانی ہضم ہوجاتا ہے اور اسی میں دودھ سے دوچند غذائیت ہوتی ہے، بچوں کے اسہال اور مرض سل وضعف اعصاب اور کمی خون اور آنتوں کے امراض میں دہی غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ اس سے بدن کی پرورش ہوتی ہے۔ کمزوری اور ضعف رفع ہوتا ہے۔ معدے اور آنتوں کا ورم تحلیل ہوجاتا ہے،

جسم کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ غذا کو تعفن اور سمیت سے بچاتا ہے اس لئے یہ ایک بہترین غذا تسلیم کیا گیا ہے آنتوں کی بیماریوں اور خطرناک بخاروں میں دہی سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اس سے ادرار بڑھ جاتا ہے جس کے ذریعے خون کے زہریلے مادے خارج ہوجاتے ہیں،

فرانس کے بہت سے ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں کو دہی استعمال کرانا شروع کر دیا ہے۔ یورپ میں روز بروز اس کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ زندگی کے لئے غذا میں ان تین اجزار کا ہونا بہت ضروری ہے۔ (۱) مادہ ہائے ایزوٹ جو کہ جسم کو بنانے اور اس کی مرمت کے کام دیتے ہیں (۲) کوئلہ کے اجزار جن سے بدن میں گرمی پیدا ہوتی اور قائم رہتی ہے، (۳) پانی اور معدنی اجزار جو بدن کی ترکیب میں شیمیاً کیمیاوی تبدیلیوں کا بڑا ذریعہ ہے اور بقائے حیات کے لئے لازمی ہے۔ یہ تینوں قسم کے اجزار دودھ میں موجود ہیں اور دہی جمے ہوئے دودھ کا نام ہے اس میں تمام وکمال وہ خواص موجود ہے، جو جسم انسان کی پرورش کے لئے ضروری ہیں بعض خصوصیات دودھ سے زیادہ پائی جاتی ہیں،

پروفیسر میکنی کاف "نے ثابت کیا ہے کہ دہی کے استعمال سے نہ صرف تندرستی قائم رہتی ہے بلکہ اور بہت سے امراض سے نجات مل جاتی ہے بلکہ اس کے استعمال سے انسانی عمر میں بھی اضافہ ہوتا ہے،

وہ کہتے ہیں کہ انسان کی بڑی آنت میں ہر وقت جراثیم موجود رہتے ہیں۔ یہ جراثیم غذا کے صرف شکریہ اور نشاستی اجزار پر عمل کرتے ہیں جس سے ترشی پیدا ہوتی ہے اس ترشی اور جراثیم کی موجودگی میں دوسرے جراثیم پرورش نہیں پاسکتے، لیکن بعض اوقات آنتوں میں ایسے جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں کہ جو خوراک کے لحمی اجزا

کو متفرق اور متعفن کر کے مضر صحت اور زہریلے مواد پیدا کرتے ہیں اس تعفن اور سمیت کے اثر سے اسہال اور بدہضمی وغیرہ کے علاوہ اور بھی متعدد شکایات لاحق ہوجاتی ہیں بھوک کم ہوجاتی ہے۔ کلیجہ میں جلن اور بوجھ رہتا ہے، چہرہ زرد اور پژمردہ ہوجاتا ہے، کام کاج میں دل نہیں لگتا اور پروفیسر مذکور کے خیال میں بڑھاپا بھی انہیں کے اثرات سے آتا ہے اور وہ اسے بھی ایک قسم کا مزمن مرض بتاتے ہیں جو بڑی آنت میں تعفن اور اختمار سے پیدا شدہ جراثیم اور زہریلے مادوں کے متواتر اثر سے پیدا ہوجاتا ہے، چنانچہ بعض پرندے اور کچھوے وگھڑیال (مگرمچھ) وغیرہ جن میں بڑی آنت بمنزلہ نہونے کے ہوتی ہے بڑی طویل عمر حاصل کرتے ہیں آخر عمر تک جوان رہتے ہیں، ان میں بڑھاپے کی علامات پیدا نہیں ہوتیں ان موذی جراثیم سے آنتوں کو پاک صاف رکھنے کے لئے دو تدبیریں ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ ایسی غذائیں استعمال کیجائیں جن میں لحمی اجزا مطلق نہوں تاکہ یہ جراثیم اجزائے لحمیہ کے میسر نہ آنے سے خود بخود مرجائیں مگر یہاں ناممکن ہے کیونکہ لحمیہ غذائیں انسان کی پرورش کے لئے ناگزیر ہیں اس کے بغیر گذر دشوار ہے۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ آنتوں میں ترشی کی کیفیت پیدا کیجائے اور ایسے جراثیم داخل کئے جائیں جو ان موذی جراثیم کے دشمن ہوں ترشی سے متعفن مادہ کے جراثیم ہلاک ہوجاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں دہی کے اندر موجود ہیں اس کے استعمال سے آنتوں میں ترشی پیدا ہوجاتی ہے اور اس کے جراثیم آنتوں میں پہنچکر دوسرے موذی جراثیم کو ہلاک کردیتے ہیں۔ اگر یہ موذی جراثیم کسی وجہ سے نہ مریں تو معدے و آنتوں میں سڑانڈ اور سمیت پیدا کرکے متعدد بیماریاں پیچش، اسہال تپ محرقہ۔ ہیضہ وغیرہ پیدا کردیتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ بڑی آنت میں ترشی کی کیفیت قائم رہے، تاکہ موذی جراثیم ہلاک ہوجائیں۔

قابل استعمال دہی تیار کرنے میں عموماً صفائی اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ دہی خالص دودھ سے بنانا چاہیئے اور جن برتنوں میں دودھ دوہا جائے وہ نہایت پاک وصاف ہوں اور دہی جمانے کے برتن بھی پاکیزہ ہونے چاہئیں اور ذرا دیر کے لئے بھی دودھ یا دہی کے برتنوں کو کھلا نہ رکھنا چاہیئے۔

جوش کئے ہوئے دودھ کا دہی نہایت لذیذ و مفید ہوتا ہے۔ دودھ والا جانور (گائے یا بھینس) بھی تندرست ہونا ضروری ہے،

زیادہ کھٹا دہی بھی مفید نہیں ہوتا اور مکھن جو اس کے اندر موجود ہوتا ہے اسی کی ترکیب میں خرابی آجاتی ہے اور غذا کی صلاحیت جاتی رہتی ہے اس لئے تازہ دہی استعمال کرنا چاہیئے،

گ، ن۔ بیگم شیخ عطاء اللہ

برمی خواتین کا لباس اور آرائش

برمی خواتین کا لباس نہایت سادی وضع کا مگر دیدہ زیب ہوتا ہے۔ لنگی باڈی اور انگی ان تین چیزوں پر ان کے لباس کی تکمیل ہے، ان کی لنگی اس طرح کی ہوتی ہے، جیسی ہمارے ہاں بعض مرد گھروں میں پہنتے ہیں خاص بات یہ ہے کہ ان کی لنگی کے ایک جانب مختلف رنگ کے کپڑے کا بالشت بھر حاشیہ جُوڑا ہوتا ہے اور لنگی حاشیے کی جانب سے کمر میں اس طرح باندھی جاتی ہے کہ داہیں ہاتھ سے بائیں جانب پیٹ پر ایک تہہ کو تھام کر بائیں ہاتھ سے باقی کو لپیٹ لیتی ہیں۔ سرے کو نیچے کی تہہ میں دبا دیا جاتا ہے

باڈی جاکٹ کی وضع پر بغیر آستین کی ہوتی ہے۔ جو انگی کے نیچے پہنی جاتی ہے، انگی کے لئے بڑے عرض کا ڈیڑھ گز کپڑا کافی ہوتا ہے، اس کی وضع قطع اس طرح پر ہوتی ہے، کپڑا مع آستین اور آگا پیچھا کے درمیان سے کھڑے دو حصوں میں پورا اترا شا جاتا ہے، پشت کے عین وسط سے دونوں حصوں کو جوڑا اور آستین اور گریبان کو ایک ہی سلسلہ میں سیا جاتا ہے۔ سامنے کی سمت پٹ پر دونوں طرف کپڑے کی چندھیوں کو باریک موندہ کر اسے بٹن کے لئے پانچ عدد تین چار انچ کا فاصلہ درمیان میں چھوڑ کر بالترتیب سی لیا جاتا ہے، اور ان میں آبر نگ یا بندوں کی طرح کے کانچ کے نگ برنگی اور قسم قسم کے خوبصورت بٹن لگائے جاتے ہیں، ان کی انگی عموماً سفید سادی ململ کی ہوتی ہے لیکن لنگی ان کی بڑی پر تکلف اور بیش قیمت ہوتی ہے۔ کوئی امیر طبقے کی خاتون خواہ کیسی ہی گراں قیمت لنگی باندھے کیوں نہ ہو۔ مگر انگی تو اس کی وہی معمولی یعنی ململ یا وائل کی ہوگی،

یہ خواتین ہماری طرح پوشاک پر گوٹ کنارے نہیں ٹانکتیں، ان کے لباس کشیدہ کے کام سے مزین ہوتے ہیں نہایت نفیس اور اعلیٰ درجہ کے گل بوٹے ان کی لنگی اور انگی کے کناروں پر کڑھے ہوتے ہیں۔ البتہ گہنوں سے دلچسپی رکھتی ہیں، یہ اپنے ملکی رسم کے موافق سونے اور جواہرات کے گہنوں سے جسم اور سر کو زینت دیتی ہیں، ان خواتین کے بالوں کی آرائش ایک علیحدہ نوعیت رکھتی ہے، ان کے بالوں کی سجاوٹ ان کے لباس کی مناسبت سے خوشنما ہوتی ہے، سر پر بالوں کو اکٹھا کر کے باریک دندانے کی کنگھی کے ذریعہ ان کی آدھی بالشت بہت چکنی دیوار بنا لیتی ہیں۔ پھر دو چار چھوٹی چھوٹی کنگھیاں بطور بنیاد لگا کر ان کے گرد بالوں کی اس دیوار کو لپیٹ لیتی ہیں ان کا جوڑا بجائے خود ایک خوشنما ٹوپی معلوم ہوتا ہے۔ کنواری لڑکیاں جوڑے کے ساتھ دائیں بازو بالوں کا بالشت بھر لمبا اور کافی گھنا پھندنا ہیر پنوں کے ذریعہ لگاتی ہیں جس سے خوشنمائی میں اور اضافہ ہوتا ہے، ان خواتین کو پھولوں سے بڑی دلچسپی ہوتی ہے، موسمی پھول خواہ کتنے ہی مہنگے کیوں نہ ہوں بڑی خوشی سے خرید کر ان سے اپنے جوڑے کو

سجاتی ہیں۔ انہیں بالوں سے بڑی محبت ہوتی ہے۔ ایک خاص قسم کی لعاب دار لکڑی (جو شاید برما کی خاص پیداوار ہے) اس کے کاٹی کی پھلیوں کے سوا کسی اور شے سے بالوں کو صاف کرنا پسند کرتی ہیں نہ روغن ناریل کے سوا کوئی اور تیل استعمال کرتی ہیں، ان کے بال بہت لمبے خوب گھنے اور بیحد خوبصورت چمکیلے ہوتے ہیں جسم کی صفائی اور زینت کا انہیں بڑا خیال ہوتا ہے۔ روزانہ بلا لحاظ موسم سرد پانی سے نہاتی اور سارے جسم پر سنا کھا ملتی ہیں، پوڈر اور دیسی غازے بکثرت استعمال کرتی ہیں، ان لوگوں میں عورتوں اور خصوصاً کنواری لڑکیوں کا سنگھار نہ کرنا بڑے عیب کی بات سمجھی جاتی ہے، ایک مرتبہ ایک خاتون اپنی نوجوان لڑکی کو زدوکوب کر رہی تھی۔ وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ لڑکی سنگھار کرنے سے جی چراتی ہے، کوئی خاتون گھر سے باہر قدم نہیں دھرتی جب تک کہ وہ بن سنور نہ لے پان اور سگرٹ کا بہت شوق رکھتی ہیں مسی اور کاجل کا ان کے ہاں دستور نہیں، البتہ ابرو ئیں سنواری جاتی ہیں،

ح - ا ابو رنگون

پُراسرار پیغامات (صفحہ ۱۲۸) کا بقایا

میں بہت سا روپیہ ہار گیا تھا اور اس کو روپوں کی سخت ضرورت تھی اس نے مجھ سے طلب کیا مگر میں نے روپے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس نے حسب معمول پھر انشار راز کی دھمکی دی اور قریب کے ڈاک خانہ میں داخل ہو کر ٹیلی فون کے کمرہ میں چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا۔ اس نے فاتحانہ انداز سے تمکو ٹیلی فون پر بلایا مگر ابھی وہ اپنا جملہ ختم کرنے نہ پایا تھا کہ میں نے کمال سرعت سے نشتر والا چاقو اس کے دل میں پیوست کر دیا اور وہ اسی جگہ ڈھیر ہو گیا میں کمرہ سے نکل کر اطمینان سے اپنے کام پر چلا گیا کسی نے بھی مجھے داخل ہوتے یا باہر نکلتے نہ دیکھا تھا۔"

چارلس

میزنگ نے یہ خط پڑھکر ایک آہ سرد بھری اور اسے انسپکٹر گریسین کے حوالے کیا جس نے پڑھ کر واپس کرتے ہوئے کہا "یہ تو مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ سر چارلس قاتل ہے"

میزنگ (تعجب سے) "یہ کیسے"؟

گریسن۔ "میں تو صرف قتل کرنے کا مقصد دریافت کرنے کی فکر میں تھا۔ سر چارلس جرائم پیشہ لوگوں میں تھا اس کو ہر وقت اپنے اصول کے مطابق صفائی کا خیال رہا کرتا تھا قتل کرنے کے بعد اس نے جو کاغذ اپنی جیب میں پایا اسی سے چاقو صاف کر لیا اور اسے وہیں پھینک کر چلتا بنا وہ کاغذ قاتل کا سراغ زبان حال سے دے رہا تھا کیونکہ وہ معمولی کاغذ کا ٹکڑا نہ تھا بلکہ اس پر اس دوکان کا نام اور پتہ درج تھا۔ جہاں سے سر چارلس نے چاقو خریدا تھا، چنانچہ جب میں تفتیش کی غرض سے اس دوکان پر گیا تو مجھکو معلوم ہو گیا کہ وہ چاقو سر چارلس نے اسی روز خریدا تھا، مگر افسوس اب بہت دیر ہو گئی۔ سر چارلس نے اس وقت تک اپنا کام تمام کر لیا ہوگا"

(ترجمہ از انگریزی)

Popular Press Delhi

(۱۴) بجلی سے غسل دینے کا حمام
(۱۵) ایکس رے مشین سے پھیپھڑوں اور دل کا فوٹو لیا جا رہا ہے
(۱۶) ایکس رے سے پیٹ کے اعضا جگر دل وغیرہ دیکھے جا رہے ہیں
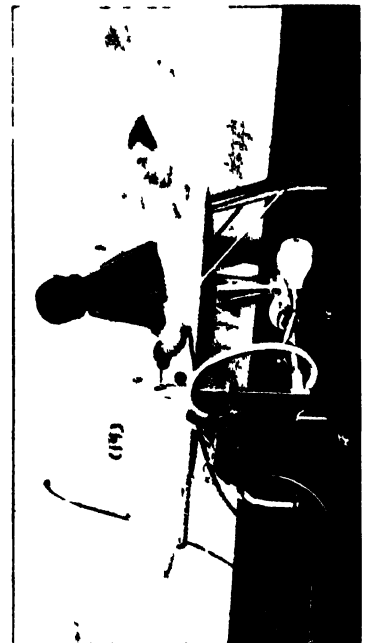
غسل حسن افزا۔ عورت خوبصورت ہو اور قدرت نے جلد نہایت عمدہ دی ہو اگر وہ نہاتی نہ ہو ساری خوبیاں جاتی رہیں گی، جلد کی دلفریبی چھپ جائیگی بلکہ میل اور گندگی سے گھن آنے لگے گی، جو نہاتی رہتی ہیں اور جلد کو صاف رکھتی ہیں ان پر عجیب نکھار آجاتا ہے جو نظر کو اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے نہ نہانے سے میل ہی جلد پر نہیں تھپ جاتا بلکہ پھوڑے پھنسیاں مختلف طرح کے دانے نمودار ہو جاتے ہیں کھجلی ہونے سے جلد چھل جاتی ہے اور یہی نہیں اکثر جلد پر ایسے نشان پڑ جاتے ہیں کہ مرتے مرتے نہیں جاتے۔ جراثیم مساموں میں پیدا ہو کے پلتے رہتے اور صحت کے لئے دیمک ثابت ہو جاتے ہیں، گرم پانی میں نہاتے ہی مسام کھل جاتے ہیں صابن یا کھلی کے پانی سے ان کے منہ میں سے میل الگ ہو کے ڈھل جاتا ہے۔ جلد میں تازگی اور صفائی آجاتی ہے جن کے مزاجوں میں تکلف نہیں وہ سادہ پانی سے بھی وہی فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو تکلف پسند طبائع بڑے بڑے مصالحوں سے حاصل کرتی ہیں۔ یہ رنگین اور نفاست بیویاں اپنے غسلخانہ کو ایک دلکش چیز بنا دیتی ہیں۔ جب عرق اور مصالحے پانی میں ملا دئے جاتے ہیں تو غسل خانہ کی ہوا دل و دماغ کو عرش بریں پر پہنچا دیتی ہے، پانی بھاری ہو تو اس میں کپڑے دھونے کا سوڈا و مٹھی ڈال کے اسے ملائم کیا جا سکتا ہے زنگ دار اور خوشبو دار غسل کی قلمیں Bath Crystals بھی پانی کو ہلکا کر دیتی ہیں۔ پوٹ پوری Pot Pourri اور سہاگہ کی قلمیں Borax Crystals سادی مقدار میں ململ کی تھیلی میں باندھ کے حمام کی ٹونٹی سے اس طرح لٹکا دیں کہ نلکی سے گرم پانی اسی میں سے گذر گذر کے لوٹے میں آئے تو پانی ملائم ہو جائیگا اور کمرہ بھی نفیس اور خوشبو دار باغ کا تختہ معلوم ہوگا۔ جئی کا آٹا یا بادام کا آٹا اور نشاستہ بھی پانی کو خوشگوار بنا دیتے ہیں گو ان سے پانی ملائم نہیں ہو جاتا ان سے صابن میں جلد سے جلد میل دور کرنے کی قوت آتی ہے۔ اگر آپ کو جئی کے آٹے کے پانی سے نہانے کا شوق ہو تو بہتر ہوگا کہ جئی کا آٹا اور سفید صابن کا سفوف سادی مقدار میں کپڑے کی چھوٹی تھیلیوں میں باندھ کے پوٹلیاں بنائیں۔ کپڑے کی پوٹلی پانی میں ڈبو ڈبو کے بدن پر ملیں اور جلد پہ ملائی سی پیدا ہونے دیں، پوٹلی استعمال کرنے کے بعد پھینک دیں۔

مختلف کپڑوں کی دھلائی جن کو اچھے کپڑوں کا شوق ہو انہیں کپڑے خود دھونا سیکھنا چاہیئے ورنہ دھوبی اچھا نہ ہونے کی وجہ سے ان ملائم اور قیمتی کپڑوں کو خراب کردیگا یا اچھے بھی دھوئیگا تو ہر مہینے ایک رقم کی رقم اُجرت میں لیجایا کرے گا،

باریک ململ کو پہلے شیر گرم پانی میں ڈبو دیں تاکہ پہلا کلپ ملائم پڑ جائے پھر صابن دار گرم پانی سے دھو ڈالیں اور دھوتے وقت رگڑنے کی جگہ کپڑے کو مٹھیائیں پھر گرم پانی میں سے نکالدیں۔ اس کے بعد یا تو سے ابالیں یا اُسے کسی برتن میں پھیلا کے اسپر کھولتا ہوا پانی ڈالیں اور ڈھک کے ٹھنڈا ہونے تک چھوڑ دیں پھر ٹھنڈے پانی میں سے نکال کر کلپ میں نیل بخوبی ملا کے کپڑے اس میں سے نکال نکال کے نچوڑیں اور سکھا دیں۔ جب تھوڑی نمی رہجائے یا کپڑا بالکل سوکھ گیا ہو تو اسے یکساں گیلا کر کے اسپر الٹی طرف استری کردیں اس کا خیال رکھیں کہ تاگے مڑنے توڑنے نہ پائیں،

وائل VoiLE کو بھی اسی طرح دھوئیں البتہ کلپ کی جگہ اسے گوند کے پانی میں سخت کریں۔ ایک سے تین چمچہ گوند ۱/۲ پاؤ پانی میں ملائیں۔ آخر میں تولیہ میں گول لپیٹ کے بیس منٹ پڑا رہنے دیں پھر الٹی طرف استری کریں گوند کا پانی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چھٹانک بھر گوند ۱/۲ پاؤ پانی گرم میں ڈال کے آگ پر رکھدیں حتیٰ کہ وہ گھل جائے ململ میں سے چھان کے بوتل میں بھر دیں، جیسی ضرورت ہو اسے پتلا کر کے استعمال کرنا چاہیئے،

آرگنڈی کو ململ کی طرح ہی دھونا چاہیئے اسے سخت کرنے کی ضرورت نہیں اگر زیادہ ملائم ہو جائے اسوقت گوند کا پانی استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں تولیہ میں لپیٹ کے رکھدینے کے بعد آخر میں سیدھی طرف استری کریں۔ البتہ اس کا خیال رکھیں کہ کپڑا کافی گیلا ہو، سفید ریشمی کپڑے کو تھوڑی دیر ٹھنڈے پانی میں بھیگا رہنے دیں۔ پھر گرم صابن دار پانی میں دھوئیں سلنے دھونے کی جگہ اسے گوندھتے جائیں۔ گرم پانی میں سے نکالیں تاکہ صابن نکلجائے۔ پھر ٹھنڈے پانی میں سے نکالیں تاکہ تازگی آجائے، اگر کپڑا بالکل سفید ہے تو نیل بھی اس آخری پانی میں ملا دیں۔ اگر کسی باریک حصہ میں کام میں ہوا ہے وہاں گوند کا پانی لگا دیں۔ اور اس مرکب میں میتھلیٹڈ سپرٹ کا ایک چمچہ ملائیں اس سے ریشم کی چمک دمک لوٹ آئے گی کسی خشک تولیہ میں پھیلا کے خوب کس کے لپیٹ دینا چاہیئے اور پاؤ گھنٹے بعد نکال کے سیدھی طرف معمولی گرم استری کردینی چاہیئے۔

کریپ آئی چین Crepe de Chine کو ریشمی کپڑے کی طرح دھوئیں۔ البتہ گوند یا میتھی لیٹڈ سپرٹ نہ استعمال کریں۔ ساٹن کو بھی اسی طرح دھوئیں میتھی لیٹڈ سپرٹ اور پانی میں سے آخر میں نکال لیں سپرٹ کا ایک چمچہ ۱/۲ پاؤ پانی میں ملائیں۔ کپڑا کسی ملائم سطح پر پھیلا کے الٹی طرف استری کریں،

چفن Chiffon کو دھونے سے پہلے ڈھیلے طور سے گول مول کر کے بھگوئیں۔ پھر ریشم کی طرح دھوئیں اور ۱/۲ پاؤ پانی میں گوند کے پانی کی ایک چمچہ ملا کے کپڑا اس میں سخت کریں کھول کے تولیہ میں لپیٹ دیں اور سوکھ جانے دیں جب تھوڑی نمی رہجائے تو الٹی طرف کناروں کے رخ استری کردیں۔ کالے ریشم کا کپڑا تیار کرنا منظور ہو تو گرم پانی میں امونیا اور تیل ملائیں اور اس میں اسفنج ڈبو ڈبو کے کپڑے پر پھیریں۔ الٹی طرف استری کردیں،

ناخنوں کی صفائی ناخنوں کی خوشنمائی کا ہر ملک میں لحاظ کیا جاتا ہے، ایشیا میں ناخنوں کی زیبائش کچھ اور طرز کی ہے۔ مغرب نے اور ہی طریقے اختیار کئے ہیں۔ جلد کی طرح اس کے لئے بھی کریمیں اور تیل ایجاد کئے گئے ہیں۔ اگر صحت ٹھیک

ہو ناخنوں میں چمک دمک اور گلابی رنگ ہوتا ہے۔ کریم اور پالش لگانے کی وجہ سے یہ قدرتی خوبی جاتی رہتی ہے جن کو
قدرتی خوبصورتی کے مقابلہ میں مصنوعی زیبائش کا شوق ہو انہیں ناخنوں کے صاف کرنے کے لئے گرم پانی صابن اور ناخن کا برش
استعمال کرنا چاہیئے، ہاتھ خوب مل دل کے صاف کرنے چاہئیں اور تولیہ سے بالکل خشک کر دیئے جائیں اس کے بعد ناخنوں کو کترنا چاہئے
اور ریگ مال کاغذ سے انہیں ہر ناخن کے کونے سے اوپر کیطرف رگڑ کے کناروں کو صاف کر لینا چاہیئے اب ناخن کے پاس کی نرم جلد کو درست کرنا
چاہیئے۔ سلائی (Orage stick) چٹیں دور کرنے اور ناخن صاف کرنے والے تیل Cutich and Nail
clean oil میں ڈبو کے اس کے سرے پر جذب کرنیوالی روئی کی پھریری بنائی جائے اور تیل میں پھر ڈبو یا جائے اسے ناخن کے پاس
کی جلد پر تینوں طرف پھیر و مردہ چٹیوں کو صاف کر دو جلد کے جھونترے کسی ملائم تولیہ سے نرمی سے ہٹادو اور جلد کو ہلکے سے پیچھے کو سرکا دو،
اور ہر دفعہ کوشش کرکے کناروں کو بیضوی بنا دو، سلائی کو اسی تیل میں ڈبو کے ناخنوں کے اندر لگاؤ۔ پھر خشک روئی سے میل کچیل نکالو،
اس کے بعد صاف پانی سے ناخن دھو ڈالو ناخنوں کے پالش ایسے اعلیٰ طیار ہونے لگے ہیں کہ پانی اور صابن اور نمکین پانی کا اثر مطلق اثر
نہیں ہوتے برش پر تھوڑا سا پالش لگا کے ناخنوں کی مدور تہ سے اوپر کیطرف مالش کرو، نہایت خوشنما چمک آجائیگی دوسری دفعہ لگاتے وقت
پہلی پالش بالکل دور کر دینی چاہیئے اس کا بھی تیل ملتا ہے جسے Liquid polishremove کہتے ہیں ناخن
بالکل خشک ہونے چاہیئے اور ان پر تیل یا چکنائی مطلق نہ ہو، پرانا پالش اتارنے کے بعد ناخن بھدے معلوم ہوں گے کیونکہ پالش انکو
روزمرہ کی رگڑ سے بچاتا ہے، پالش لگانے سے پہلے ناخن ہتھیلی پر استرے کی طرح رگڑے یا کسی صافی کی رگڑ سے ان میں چمک پیدا کرے
ناخن کے پاس والی کھال اور ناخن کے کناروں پر پالش کرے، کسی کل کریم یا آئل Cuticle cream or oil اس
جلد پر ناخن پر اور ناخن کے کناروں پر لگاؤ اس سے جلد اور ناخن کے کنارے ملائم ہو جاتے ہیں اگر ناخن کے پاس والی جلد کھردری رہتی ہو اور
اس میں خشکی جلد نمودار ہو جاتی ہو تو رات کو روزانہ کٹی کل کریم یا تیل لگایا کرو۔

خانگی ٹوٹکے

فلالین پر دھبے پڑ جائیں تو انڈے کی زردی اور گلیسرین مساوی لے کے دھبوں پر لگائیں اور آدھ
گھنٹے کے بعد دھو ڈالیں۔ تھوڑا سا بائی کاربونیٹ آف سوڈا پانی میں لئی کے مانند بنا کے مچھر کے کاٹے
پر لگائیں فوراً آرام آجائیگا اس طریقہ سے کمرہ پت موتیا سیتلا کے دانوں کی جلن بھی جاتی رہتی ہے،

کپڑے میں میتھی لیٹیڈ سپرٹ لگا کے چاندی کے برتن پر پھیریں اور ایک منٹ تک لگی رہنے دیں پھر کسی ملائم خشک
کپڑے سے رگڑ دیں، چمک آجائے گی اور برتن صاف ہو جائے گا۔ اسی طرح آئینہ صاف کیا جا سکتا ہے۔

بورک کر سٹفر ایک چمچہ ۲ چھٹانک گرم پانی میں گھول کے بند آنکھوں کے پپوٹوں پر سینج لگائیں گرمیوں
میں گرد و غبار سے جو کھجلی اور سرخی ہو جاتی ہے اس کے لئے موثر دوا ہے۔

محمد ظفر
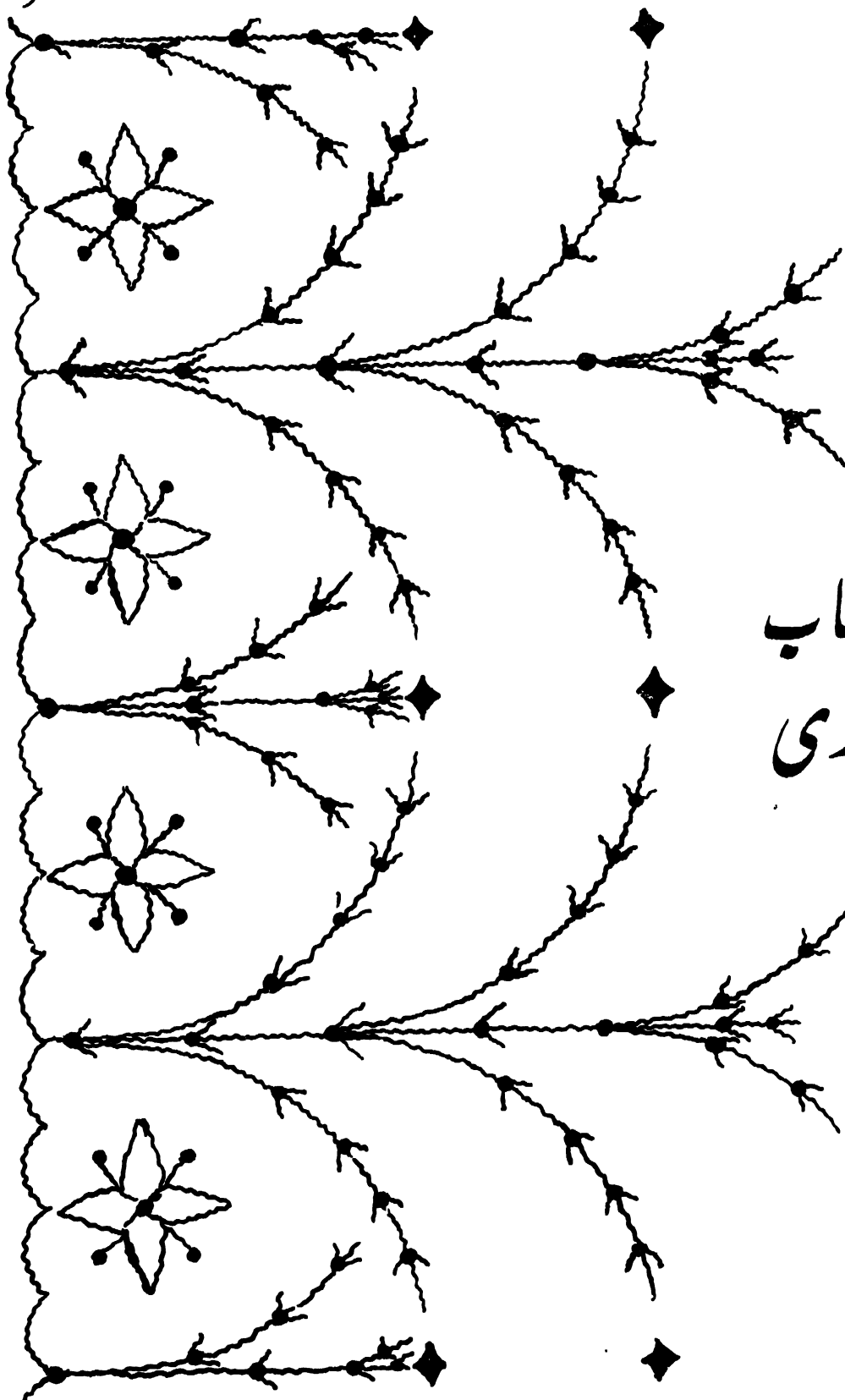
ضیارتاب
گلکاری

ضیاتاب گلکاری

جدید دستکاری

جو نمونہ پیارے عصمت کی سالگرہ نمبر کی خوشی میں آج پیش کر رہی ہوں اس کی ضیار پاشی چمک دمک اصل زردوزی سلمہ ستارے کو مات کردے گی اس پر نہ خرچ زیادہ ہے نہ وقت بہت صرف ہوتا ہے اور پھر یہ لباس سینکڑوں کی مالیت کے قیمتی ملبوسات پر فوقیت لیجا سکتا ہے۔

ضروری اشیاء حسب ذیل ہیں

(۱) ضیاتاب سفوف پاکٹ	۴	(۵) شکوپیں مربع گلابی	۱۱/۲
(۲) روغنی نلیاں	۶	(۶) جاذب تقطیع (بلاٹر)	۲
(۳) مہین سوراخدار پیچ	۲	(۷) دفتی موٹی طول عرض	۱۲ × ۲۴
(۴) شکوپیں سبز سرخ ستارے تولہ	۱	(۸) ڈرائنگ پن	۶

اس خاکے کا نقشہ آپ جاذب پر ڈرائنگ یا کاربن سے نقل کریں۔ پھر نقش شدہ جاذب کو دفتی پر رکھکر (دھانی۔ فیروزی خواہ گلابی مگر قدرے شوخ رنگ ہو) اسپر ساڑی کا کنارہ پھیلا سلوٹ نکال ڈرائنگ پن سے مستحکم کردیجئے۔ تاکہ مقام معین سے نہ سرک سکے۔ نچلا خاکہ ساڑی پر بخوبی نظر آئے گا۔ بشرطیکہ ریشم مہین ہو، پیسٹ ٹیوب کا پیچ کھول کر نوزل لگادیں۔ قلم کی طرح انگلیوں میں تھام کر خفیف دباتے رہیں نوزل کے سوراخ سے روغنی سفید تار نکلتی جائیگی خاکے کی ڈالیوں پر لگائے جانے سے۔ یہ خیال رکھیئے کہ روغنی تار کا رخ آپ کے ہاتھ کی طرف ہوا اور ٹیوب قلم کی طرح آڑا ہی پکڑا جائے کچھ حصہ پر روغن لگا چکو تو گول نشانوں پر سرخ سبز ستارے اور مربع نشان پر مربع ستارہ خفیف تر دیا سلائی سے اٹھا کر آہستہ آہستہ رکھو پھر اسپر آخر کار سفوف ضیاتاب چھڑک دو اب ایک کنارہ اٹھا کر کسی صاف اخباری کاغذ پر الٹ لیں ساتھ میں خفیف سا جھٹکا دیں۔ کہ زاید از ضرورت سفوف الگ ہو جائے، پہلا جاذب جسپر کچھ کچھ روغن لگ چکا ہے خشک ہونے پر رکھ دیجئے

نوٹ سوراخ دار پیچ کو کام ختم کرنے کے بعد پرانی دھبی مٹی کے تیل میں تر کر کے اندر سے خوب صاف کر دیا کریں ورنہ خشک ہونے کے بعد بیکار ہو جائیگا۔ سوئی یا کوئی تنکا نہ لگائیں سوراخ موٹا ہو جائیگا اندیشہ ہے۔

خدیجہ بائی
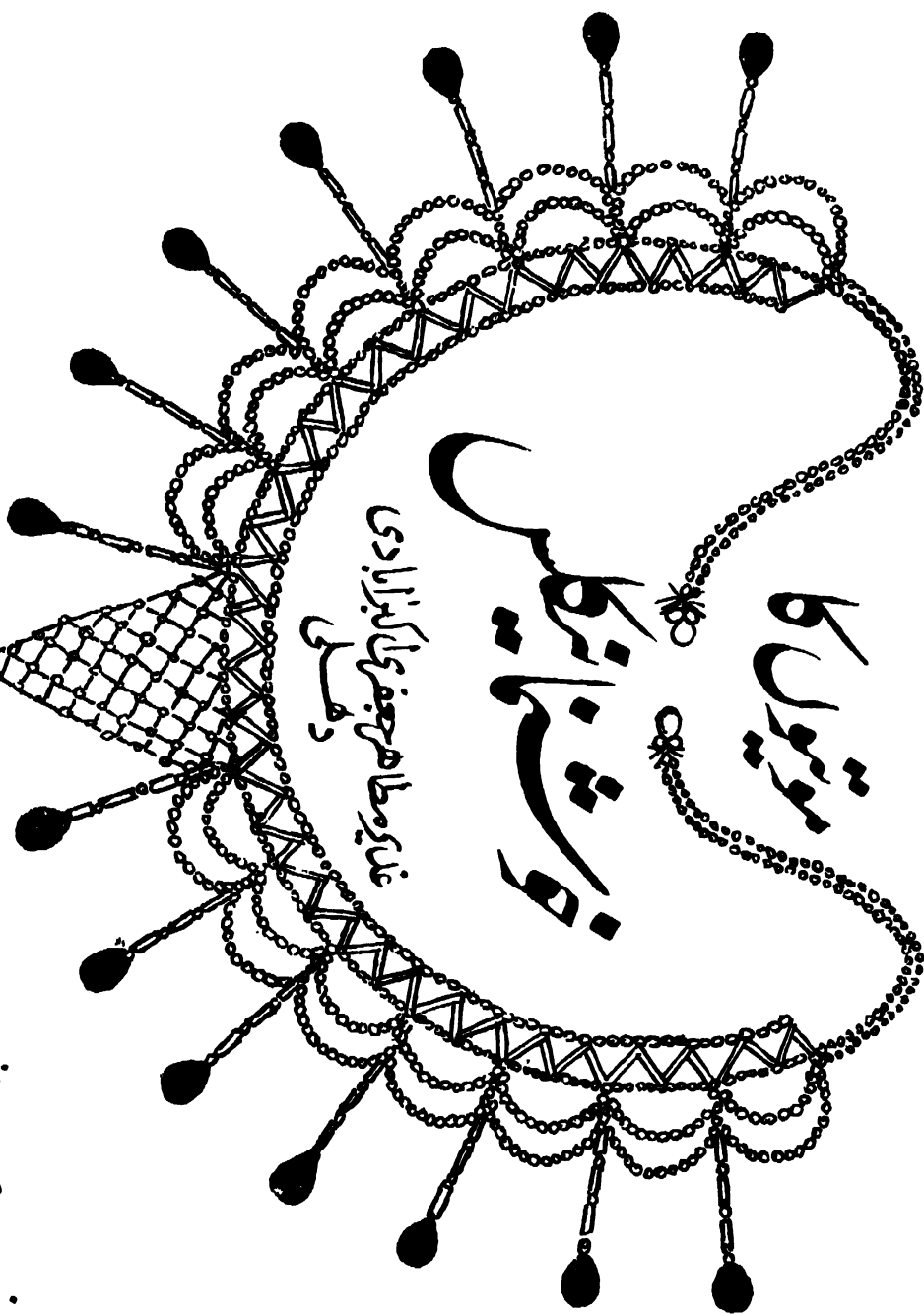
موتیوں کا خوشنما نیکلس

غدیر مطاہر جعفری اکبرآبادی
دہلی

ضروری چیزیں

موتی سنہری اصلی یعنی پوتھین ۱ ½ لچھی	ٹیوب سنہری اصلی ۱ ½ لچھی	موتی سرخ بہت خوشرنگ ۲ لڑی	صراحی دار سفید موتی امیٹیشن ۴ اعدد
ہک مادی ایک جوڑ	دھاگا سفید ریلی نمبر ۳۰	سوئی باریک نمبر ۱۰	شیشہ کا سرخ بڑا موتی ایک عدد

ترکیب خوشنما نیکلس

ہک سے لیکر مادی تک شمار کرکے سنہری موتی پرو لیجئے پھر دوسرا چکر ٹیوب اور موتیوں سے ہر بنا لیجئے اور ہک و مادی تک موتیوں کی لڑی دوہری کرکے ایک جانب ہک دوسری جانب مادی ٹانک لیجیئے۔ پھر نیچے لٹکنے والے حلقے سنہری موتیوں سے بنائے اور لمبی لڑ میں تین تین ٹیوب اصلی اور ایک ایک سرخ پوتھ ڈالکر صراحی دار موتی لٹکا لیجئے بیچ کا حصہ بھی سنہری ٹیوب اور سنہری موتیوں سے بنے گا اس کے نیچے ایک سرخ رنگ کا بڑا موتی ڈالکر مضبوطی سے دھاگا نکال لیجئے۔ نہایت آسان اور خوبصورت ہار تیار ہو جائے گا۔

ادبیات

ہمدردی

اے کہ نہیں ہمدردی کا تو اہل کیا دیگا جواب اس کا بتا محشر میں
ہمسایہ ترا آہ و بکا کرتا ہو اور چین سے تو بیٹھا ہوا ہو گھر میں

حیا

کعبہ ہے وہ دل خوف خدا ہی جسمیں اور جذبۂ تسلیم و رضا ہے جسمیں
تنویر مہ و مہر کو شرماتی ہے وہ چشم زمیں بوس حیا ہی جسمیں

انصاف

ظالم جو کوئی کار زبوں کرتا ہے خاموش نہ رہ پوچھ ہی کیوں کرتا ہے
اور یہ بھی نہیں ہوتا تو آنکھیں کھول کیوں دیکھ کے انصاف کا خوں کرتا ہے

خان ادیب

فریم پر گنگا جمنی انگیٹھی
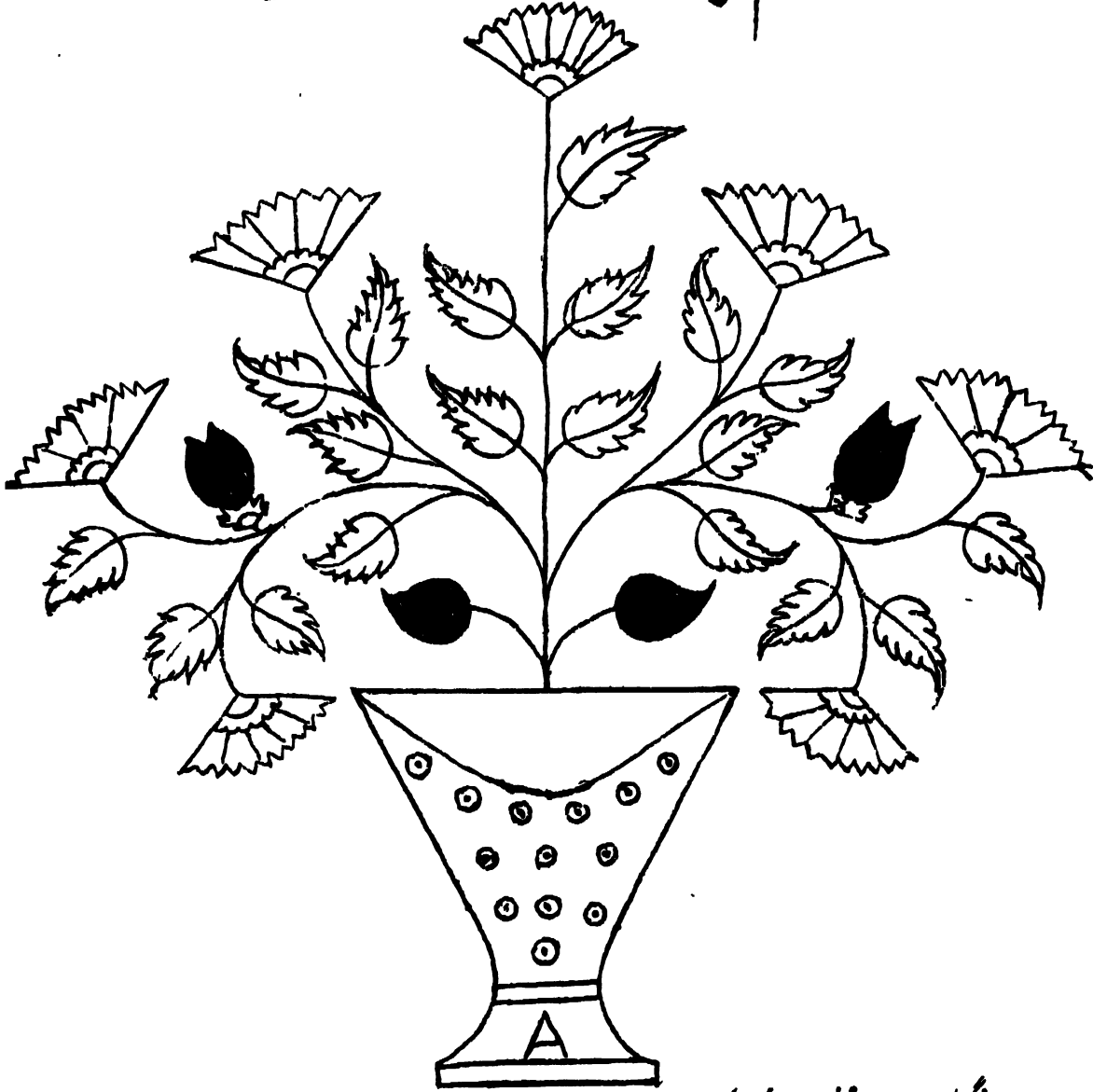
اس انگیٹھی کو آسمانی مخمل پر بنائیں کلیوں اور پھولوں کو سنہری پہل دار سلمہ سے بنائیں اور پتیاں روپہلی پہل دار سلمہ سے بنیںگی ڈنڈیاں اور انگیٹھی سنہری سخت سلمہ کی ہونگی۔ انگیٹھی کے درمیان روپہلی ستارہ لگا کر مکمل کر لیں۔ پھر فریم لگوا کر کمرے کی زینت کو دوبالا کریں۔ نہایت ہی خوبصورت ہو گا۔ بشرطیکہ صفائی ملحوظ خاطر رہے،

عالم آرا بیگم کلکتہ

عورت اور اسلام

اپریل کے عصمت میں بہن صالحہ بیگم پانی پتی کا مضمون "ہندوستانی مسلمان عورتوں کی حالت" دیکھکر دل یہی چاہتا ہے کہ اس پر کچھ لکھوں۔ گو مضمون مجموعی طور پر رفتار زمانہ کے لحاظ سے حقیقت حال پر روشنی ڈال رہا ہے۔ لیکن مضمون میں جو روایت لکھی گئی ہے اور اس پر اپنے خیال کے جس رو میں سو ظنی کا اظہار فرمایا گیا ہے اس کے متعلق ہی میں لکھنا چاہتی ہوں کہ لکڑہارے کی بی بی والی حدیث ہمارے ہادیٔ برحق پیغمبر آخرالزماں سے منسوب کرکے بتایا جارہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے عورت کے متعلق ایسے خیالات ظاہر فرمائے ہیں جو پستی و ذلت کی طرف عورت کو دھکیل رہے ہیں۔ حالانکہ اسی بزرگ و بالا ہستی نے عورت کی حمایت و ہمدردی میں ایسے ایسے درافشانیاں کی ہیں جن کی مثال اس دنیا میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ ایک وہ زمانہ تھا جبکہ عرب تو کیا تمام دنیا مفاسد اور لہو لعب کی شدت میں مبتلا تھی۔ جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔ جنگ و جدل کا بازار گرم تھا۔ عورتوں کو حیوانوں سے بدتر سمجھکر طرح طرح کے مظالم ان پر توڑے جاتے۔ ایک مرد جتنی عورتیں چاہتا کرلیتا اور اس کے مرنے پر یہ عورتیں مال اسباب کی طرح بیٹوں پر تقسیم ہوتیں۔ ذرا ذرا سے قصور پر انھیں بُری طرح مارتے۔ گھر سے نکال دیتے۔ فروخت کرتے۔ سختی کے ساتھ کام لیتے۔ لڑکیوں کی پیدایش سے سخت نفرت تھی یہاں تک کہ بیدرد باپ اپنے جگرگوشہ کو ابّا ابّا پکارتی ہوئی بچی گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیتا تھا۔ جب یہ حال تھا تو وراثت کا ذکر ہی کیا اور والدین و شوہر کی جایداد میں عورت کی حصہ داری کیسی بلکہ اندوہ آلام کی زندگی بسر کرنے کے لیئے یہ مجبور تھی۔ دُنیا میں ان کا مددگار و معاون کوئی نہ تھا۔ اور تمام کرۂ عرض پر عورت کی ذات سخت سے سخت تذلیل و حقارت کی مستحق تھی۔ شیطان کی خالہ۔ شیطان کا آلہ کار سانپ بچھو سے زیادہ زہریلی۔ مکّار، بے وفا، دغاباز، طوفان، اندھی، آگ اور موت سے انھیں تشبیہ دی جاتی۔ اور تو اور یورپ جیسے عقل و فراست کے دعویدار ملک نے بھی ۵۸۶ء میں مختلف ممالک کے فلاسفروں کی ایک کانفرنس اس امر پر غور کرنے کے لیئے منعقد کی تھی۔ کہ آیا "عورت میں روح بھی ہے یا نہیں۔ اور یہ پیدا کی گئی ہے تو کس مقصد کے لئے"۔ آخر بڑے بڑے فاضل عقلا و حکما نے اس بحث کو یوں طے کیا کہ "عورت ہے تو انسان مگر پیدا اس لیئے کی گئی ہے کہ وہ مرد کی خدمت کرتی رہے"۔ کیونکہ پہلے عورت کو انسان بھی نہ سمجھا جاتا تھا۔ ستی کی رسم سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان میں تو شوہر کی مردہ لاش کے ساتھ عورت کو زندہ

جلنے اور جل بھُن کر خاک ہو جانے کا دستور تھا۔ اُف! اس صنف لطیف کو بیجان گھاس پھوس سے بھی بدتر سمجھکر کیسے کیسے مظالم روا رکھے گئے تھے۔ جو خدائے رب العالمین کو پسند نہ آئے۔ اسکا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اپنا محبوب رسول رحمت اللعالمین بناکر دُنیا کی اصلاح کے لیئے پیدا کر دیا۔ جنکا مقدس دل عورت جیسی مظلوم اور ذلیل وخوار کی ہوئی صنف کی ہمدردی وحمایت میں ڈوبا ہوا تھا ؎

مس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ تھا جہل قرنوں سے چھایا پلٹ دی بس اِک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

آپ نے اسی عورت کو جو شیطان کی خالہ یا آلۂ کار کہی جاتی تھی شیطان سے بچنے کا تعویذ قرار دیا۔ ایک حدیث ہے کہ "آنحضرت صلعم نے اپنے ایک نوجوان صحابی سے ایک بار پوچھا کہ معاذ بن جبل تمھاری شادی ہوئی۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمھیں چاہیئے تھا کہ شیطان سے بچنے کے لیئے کسی عورت سے شادی کر لیتے۔"

آپ کے ارشادات ہیں کہ "عورت انسانیت کا وہ جزوِ اہم ہے جس کے بغیر کسی طرح کی تکمیل نہیں ہو سکتی" "جنت ماں کے (عورت کے) قدموں تلے ہے" اسی طرح "بیوی کی دعا قرب خداوندی کا ذریعہ ہے" "تم میں وہ اچھا ہے جو عورتوں کے حق میں اچھا ہے" "ان کے ساتھ بہتر سلوک کرو" "جو خود کھاؤ انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہیں پہناؤ" "انھیں تکلیف نہ دو" "عورت کی تحقیر ہرگز نہ کرو کہ عورت شوہر کے گھر کی ملکہ اور اولاد پر حکمراں ہے۔ اور اس بات کی مستحق ہے کہ اسے آرام سے رکھا جائے۔ اس کے پہلو میں بھی ایک ایسا دل ہے جو اچھے سلوک سے خوش ہوتا ہے اور بُرے سلوک سے ناخوش" "عورتوں کی عزت وہ لوگ کرتے ہیں جو شریف ہیں اور توہین وہ لوگ کرتے ہیں جو رذیل ہیں" "شوہر کا اپنے ہاتھ سے بی بی کو کھلانا نیکی ہے" "ایمان اسکا مکمل ہے جس کی عادت اچھی ہو اور اپنی بی بی پر انتہائی درجہ مہربان ہو" اتنا ہی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم نے عورتوں کو خلع وطلاق لینے کا حق دیا۔ بیواؤں کی دوسری شادی کو کار ثواب فرمایا۔ باپ بھائی اور شوہر کی جایداد میں عورت کو پہلی مرتبہ شرکت کی بشارت ملی۔ مہر اسکا حق ٹھہرا۔ ان پر بھی علم فرض کر دیا گیا۔ مذہبی اُصول ان پر بھی ویسے ہی عاید کر دیے گئے جیسے مردوں پر۔

غرض عورت جو مظلومیت وذلت کے گڑھے میں پڑی زندگی کے منازل طے کرنے پر مجبور تھی۔ رحمت مجسم رسول کریم صلعم کے عہد رسالت میں سب سے پہلی بار مساوات وبرتری کے درجہ میں ذمہ دار وآزاد بناکر دنیا کے سٹیج پر

نمودار کر دی گئی۔ یہ اتنا بڑا احسان رسول مقبول صلعم کا عورت پر ہے۔ جس کی نظیر دنیا اس وقت تک با وجود ہزارہا دعویٰ۔ کوششوں اور ترقیوں کے بھی پیش نہ کر سکی اور نہ کر سکتی ہے۔ یہ اسلام اور بانیٔ اسلام کا ہی مہتم بالشان کارنامہ ہے جو آج سے تیرہ سو سال قبل ہی ظہور میں آیا تھا۔ اور کیوں نہ ہو کہ اسلام آخر ربانی مذہب ہے۔ جس کا مقابلہ اور مذاہب ہرگز نہیں کر سکتے۔ اسکا ہر ہر حکم وارشاد مسلمانوں کے حق میں فیض بیکراں کا فلسفہ رکھتا ہے۔

میرا مطلب اسوقت صرف عورت کے متعلق وہ احکام الٰہی اور احکام رسول صلعم بتانا ہے۔ جس نے عورت کی مظلومیت و ذلت کا خاتمہ کرکے بہتری وبرابری کے درجہ میں لاکر کھڑا کر دیا۔ ارشادات رسول کریم صلعم جو احادیث کی صورت میں جمع شدہ ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے اوپر ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ جو احکام خداوندی کے زیر اثر ہیں۔ کیونکہ خالق ارض وسما نے اسوقت عورت کی حالت پر ترس کھاکر جو احکام صادر فرمائے وہ قرآن پاک جیسی مقدس کتاب میں ہماری ہدایت کے لئے ہمیشہ موجود و محفوظ ہیں۔ عورت کے متعلق خداوند کریم نے قرآن مجید میں جو ہدایات فرمائی ہیں ان کا ذکر یہاں ضروری ہے۔

(۱) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ عورتیں مردوں کا اور مرد عورتوں کا لباس ہیں" سورۂ بقر ۲ ع ۲۳
دیکھئے لباس کے استعارے میں کتنی بڑی عزت وعظمت اور ضرورت کا راز ظاہر فرما دیا گیا کہ اس کے بغیر ہر فرد تن عریاں کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۲) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً۔
الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تمہیں تسکین حاصل ہو۔ اور تمہارے درمیان محبت وشفقت پیدا کر دی" سورہ روم ا ع ۲۱
تسکین کے معنے راحت قلب اور سکون دل ہے یعنے وہ راحت جو سارے غم وفکر کو بھلا دے اور پھر جو راحت محبت وشفقت سے پیدا ہو وہ تو ایک نعمت الٰہی ہے۔ ایسی نعمت الٰہی کی تحقیر وتذلیل کفران نعمت کا درجہ رکھتی ہے۔ جنکا ایمان اس آیت رحمانی پر ہوگا وہ ہرگز عورت کی تحقیر گوارا نہیں کر سکتے۔

(۳) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وہ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اگر وہ تمہیں ناپسند ہیں (تب بھی صبر کرو) اس لئے کہ کوئی بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اسکا اس میں تمہارے لئے بہت بہتری کر دی" سورہ نساء ا ع ۱۹

(۴) "نیکی کرو نیکی کرو برابر کے رفیق سے (یعنے بی بی سے)

(۵) " وہ لیچکی ہے تم سے عہد پکا" یعنے نکاح سے پہلے جو وعدے کئے گئے ہیں انھیں یاد رکھو۔

قرآن کریم میں عورتوں کے حقوق وترکہ کا بیان بالکل صاف وصریح طور پر سورۂ نساء میں فرما دیا گیا ہے۔ بلکہ دونوں

فریق کو ایک میدان میں لاکھڑا کر دیا۔ اور اسی عورت کو جس کے اہل دنیا پر کوئی حقوق ہی نہ تھے۔ ایک سخت عزت کے ساتھ مساوات کے عرش پر پہنچا دیا۔ اور فرما دیا کہ عورتوں کے مردوں پر اتنے ہی حقوق ہیں جتنے مردوں کے عورتوں پر"۔

غرض یہ وہ حقوق و مراتب ہیں جو اسلام سے پیشتر تو کیا آجتک بھی کسی قوم۔ کسی ملک اور کسی مذہب نے عورتوں کو نہیں دیئے۔ یورپ کی عورت آج جو اسقدر ترقی یافتہ اور آزاد منش ہے اور جو ہر شعبۂ حیات میں مردوں کے دوش بدوش رہنے کی دعویدار ہے۔ شتر بے مہار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ نہ مذہب اس کی رعایت کرتا ہے نہ قانون اس کی مدد۔ کہ وہ دائرے نسوانیت سے باہر نکلکر سب کچھ چاہتی ہے۔

اسلام و بانیٔ اسلام کی نکتہ رس نگاہ نے عورت کو دینے کو سب کچھ حقوق و مراتب دیئے۔ آزادی و مساوات کا درجہ عطا کیا کہ وہ میدان کارزار میں جانباز سپاہی۔ مساجد کی عبادت گزار۔ مجلس علم کی عالمہ و فاضلہ اور مفتی۔ کاروباری دُنیا میں معاملہ فہم و یکتائے روزگار بن گئی۔ کہ بڑے بڑے عالم و فاضل اور جوانمرد ان کے سامنے زانوبر ادب ٹیکنے پر مجبور تھے۔ لیکن ساتھ ہی انہیں مرکز نسوانی سے ہٹنے نہیں دیا۔ تاکہ نظام معاشری میں رخنے پیدا نہ ہو جائیں اور عورت اپنے نسوانی جوہروں سے محروم نہ ہو جائے۔ جیسے آج مغرب میں ہو رہا ہے۔

خلاق عالم انسانی فطرت کی گہرائیوں سے بخوبی واقف ہے اس نے عورتوں کو ہر طرح کی آسانیاں و آزادی دینے کے بعد بھی مردوں کو عورتوں پر فضیلت و اختیارات عطا کیے۔ اگر وہ بالکل ہی آزاد کر دی جاتی اور مردوں کو کچھ ان پر اختیارات نہ دیئے جاتے تو یہ ہندوستانی عورت بالکل مغربی عورت کی طرح تباہ حال ہو جاتی۔ نبی کریم صلعم تو یہ بھی پسند نہ فرماتے تھے کہ عورت اپنے اندر مردانہ خصائل پیدا کریں۔ بلکہ منع فرماتے۔ آپ عورتوں کو مہندی لگانے اور چوڑیاں پہننے کی تلقین فرماتے تھے۔ اور نہ ہونے پر ناراضگی ظاہر فرماتے۔ اسی طرح عورتوں کو مردانہ وضع قطع کی مشابہت سے بھی منع فرمایا گیا۔ کہ نسائیت کو کھو کر برباد نہ ہو جائیں۔ اور جس طرح عورت کو مرد سے وابستہ کر کے سردار بنا کر ذمہ دار کر دیا۔ اسی طرح عورت کو مرد کی فرماں برداری کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ایک حدیث ہے کہ اگر خدا کے بعد کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ مردوں کو سجدہ کریں"۔

پس اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہوگی جسے بہن صالحہ بیگم صاحبہ نے اپریل کے عصمت میں اپنے مضمون "ہندستانی عورتوں کی حالت" میں لکھا ہے۔ جس میں خاوند کی اطاعت کا انتہائی درجہ بتایا گیا ہے۔ اسقدر فرمانبرداری و نفس کشی کے صلہ میں وہ لکڑہارے کی بی بی سیدۃ النساء بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار پکڑے سب سے پہلے اگر جنت میں داخل ہو تو اس سے عورت کی پستی و تذلیل اور اسے بہکانے والی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے تو عورت کی فرمانبرداری و ادائیگی فرض میں کامل ہونے کا بین ثبوت ملتا ہے اور اسی طرح

جہاں عورتوں کے حقوق و عزت اور دلداری کے متعلق کئی احکام خدا و رسول صادر ہیں۔ وہاں مردوں کی فضیلت و برتری کے احکامات کا ہونا بھی لازم ملزوم ہے۔ اس میں ہمیں چراغ پا ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ منصف حقیقی کے عدل و انصاف کے گُر اور معاشری اُصول کے نکتہ ہیں۔ جس میں ہر جنس کے اپنے اپنے دائرے میں رہنے کے الگ الگ طریقہ بتائے گئے ہیں۔ یہی دیکھئے کہ والدین کی محبت و شفقت بے مثل مانی جاتی ہے۔ مگر جب وہ اپنی بچی کو بیاہ کر داماد کے سپرد کرتے ہیں تو اسلئے کہ نظام معاشرت خوش اسلوبی سے انجام پائے داماد سے کس سوز و گداز اور محبت سے کہا جاتا ہے کہ یہ لونڈی اب تمہارے حوالے کی جاتی ہے اس کی دلداری و ذمہ داریوں کو اب تم سنبھالو وغیرہ خوب چڑھا بڑھا کر اس جگر گوشہ کو جدا کیا جاتا ہے۔ جس کی نازبرداری میں والدین سو جان سے قربان تھے۔ تو کیا اس کے معنی یہ ہوئے کہ واقعی وہ بچی لونڈی بنا کر ہی دی گئی؟ بلکہ خادم ہو کر مخدومیت کا تاج حاصل کرنے کا اس میں سبق ہے۔

سردار محمدی بیگم بنت نواب آفاقی

(بقایا صفحہ ۱۰۵)

پیالی جراثیم کش دوا پڑی ہوئی تھوکنے کے لئے رکھی رہتی ہے ہر صبح ایک لنٹ کا ٹکڑا کسی ایسی ہی دوا میں ڈبویا ہوا خشک کر کے مریضوں کو کھانسی کے وقت بطور رومال کے استعمال کرنے کو دیا جاتا ہے۔ جسے دوسرے دن پیالیوں وغیرہ کے ساتھ لے جا کر جلا دیتے ہیں صبح و شام ڈاکٹر آتے اور ہر مریض کو دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ جس وقت ضرورت ہو بلا کر دکھا سکتے ہیں نرسیں ہر تیسرے گھنٹے ٹمپریچر لیتی ہیں۔ ڈاکٹر اچھے لائق خوش خلق اور ہمدرد ہیں۔ بالخصوص یہاں کے افسر اعلیٰ ڈاکٹر جیرام صاحب میرا تو ان کے گھر میں بھی آنا جانا اور ملاقات ہو گئی تھی۔ یہیں سیناٹوریم میں لیڈی سر مرزا محمد اسمٰعیل صاحب دیوان آف میسور سے بھی شرف نیاز حاصل ہوا۔ نیز ہماری مشہور دستکار بہن محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ کی بھتیجیوں محترمات آنسہ محمد سیٹھ صاحبہ آنسہ ستار سیٹھ صاحبہ اور ان کی والدہ ماجدہ و دادی صاحبہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان لوگوں کا اپنی ایک عزیزہ کی علالت کے سلسلہ میں سیناٹوریم آنا جانا تھا میرا آنا اسقدر عجلت میں ہوا کہ میں ان محترم خواتین سے آتے وقت نہ مل سکی جسکا بے حد افسوس ہے۔ آپ بہنوں کے ہاں بھی عصمت آتا ہے۔ اس لئے آنسہ زہرہ محمد سیٹھ صاحبہ اور آنسہ صوفیہ ستار سیٹھ صاحبہ اور انکی والدہ صاحبہ کی خدمت میں بذریعہ عصمت تسلیمات عرض ہے۔ محترمہ حمیدہ خانم صاحبہ ایم اے سے ملاقات نہ ہو سکی جسکا افسوس ہے۔ ایک مرتبہ وہ معہ چند خواتین کے سیناٹوریم تشریف لائی تھیں مگر بدقسمتی سے مجھے انکا علم بعد میں ہوا۔

ایم بانو حیدر آباد دکن

پی۔کے۔ٹی سیناٹوریم میسور

تپ دق ایسا مہلک مرض ہے جس سے ہندوستان میں بیشتر اموات ہوتی رہتی ہیں۔ اس موذی مرض سے انسان کو سب سے زیادہ خائف ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کا مریض ہیضہ طاعون کی طرح آناً فاناً نہیں ختم ہو جاتا بلکہ یہ بتدریج ترقی کرنے والی اور اندر ہی اندر گھن کی طرح کھا جانے والی بیماری ہے۔ اس کے مریض سالہا سال تک ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور برسوں بستر پر پڑے پڑے زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ تپ دق کے جراثیم ہر تندرست شخص کے جسم میں کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ جسم کسی بیماری یا ناقص غذا غیر معمولی محنت یا کسی دیگر وجوہ سے کمزور ہو جاتا ہے تو یہ نشوونما پاتے۔ اور بیماری زور پکڑتی ہے۔ چونکہ اس وقت خون میں ان جرمز کے ہلاک کر دینے کی قوت باقی نہیں رہتی ہے۔ اس موذی مرض کا بہترین علاج دھوپ (تازہ ہوا) طاقتور غذا، مفید ورزش اور کامل آرام ہے۔ اگر گھروں میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے تو بہت کچھ اس خطرناک مرض کا انسداد ہو جائے۔ اگرچہ ان امور کی پابندی گھروں میں بالالتزام ناممکن ہے۔ اس لئے خدانخواستہ اگر کوئی اس مرض میں گرفتار ہو جائے تو اُسے فوراً سیناٹوریم میں رجوع کرنا چاہیئے تاکہ اپنے ذاتی مفاد کے علاوہ دیگر تندرست اشخاص اس مرض متعدی سے محفوظ رہیں۔

سال گزشتہ مجھے اپنی خرابیٔ صحت کے سلسلے میں "پرنس کرشنا جمانی ٹیوبرکیولوسس سیناٹوریم میسور" میں پانچ ماہ قیام کرنا پڑا۔ وہاں کے کچھ حالات بہنوں کی واقفیت اور دلچسپی کے لئے حوالۂ قلم ہیں۔ یہ سیناٹوریم سابق مہاراجہ میسور کی صاحبزادی کے نام سے جنھوں نے اسی مرض میں انتقال کیا موسوم ہے اور شہر سے تقریباً دو تین میل کے فاصلہ پر ایک بلند اور پُرفضا مقام پر واقع ہے جسے میسور کی قدرتی سنہری اور مخصوص طرز چمن بندی نے اور خوشنما بنا دیا ہے۔ بلندی کے وسط میں اسپیشل وارڈز بنے ہوئے ہیں۔ اور ذرا ہٹ کر داہنے بائیں مردانہ اور زنانہ جنرل وارڈز ہیں۔ ان کے سامنے ایک ایک خوبصورت "پویلین" بنے ہوئے ہیں جن میں اکثر شام کے وقت مریض ہوا کھانے کے لئے بیٹھا کرتے ہیں۔ اکثر اتوار کو وہاں سرکاری طور پر بینڈ بھی بجتا ہے۔ اوپر کی طرف ایک بڑا اور خوبصورت "ریکریشن ہال" بنا ہوا ہے۔ جہاں کھیل کے اوقات میں وہ مریض جن کی حالت بہتر ہو۔ اور جنھیں چہل قدمی کی اجازت مل گئی ہو مل کر تاش، فنگر بلیرڈ وغیرہ وغیرہ کھیلا کرتے ہیں نیچے کی طرف آفس روم۔ ڈسپنسری۔ ایکسرے روم۔ اپریشن روم۔ لائیٹ تھاروپی اور مریضوں کے بیٹھنے کے کمرے

بنے ہوئے ہیں۔ اور فاصلہ پر نرس وغیرہ کے کوارٹرس بنے ہوتے ہیں۔ اور سامنے داہنے بائیں ڈاکٹروں کے گھر ہیں۔ آب و ہوا یہاں کی نہایت خوشگوار اور معتدل ہے بالخصوص گرمیوں میں موسم بہت ہی اچھا رہتا ہے۔
گو یہ سیناٹوریم بہت بڑا نہیں ہے۔ تاہم تقریباً دو سو مریض اس وقت وہاں زیر علاج تھے فرسٹ کلاس اسپیشل وارڈز صرف نو ہیں۔ جن میں زیادہ تر حیدرآبادی مریض رہتے ہیں۔ جنکا کرایہ پہلے کم تھا مگر اب چار روپے روزانہ معہ خوراک ہے۔ صرف باشندگانِ میسور کے لئے ڈھائی روپے روز ہے۔ سکنڈ کلاس میں دو دو مریض رہتے ہیں۔ ان کا کرایہ غالباً دو روپے روز ہے۔ اور جنرل وارڈ ہیں۔ جو مفت بلا کرایہ چارج کئے ہوئے غریب اور کم حیثیت مریضوں کے لئے ہیں۔ جنہیں علاوہ خوراک بستر وغیرہ کے پوشاک بھی سیناٹوریم سے ملتی ہے۔ کھانا اگر چاہیں تو پکا پکایا بھی ملتا ہے جو عموماً معمولی ہوتا اور ہم لوگوں سے کھایا نہیں جاتا ہے۔ اسپیشل وارڈ والے بالعموم مسکہ انڈے دودھ ڈبل روٹی چاول گوشت ترکاری وغیرہ ویسا ہی لے لیتے اور خود پکوایا کرتے ہیں۔ سیناٹوریم سے کچھ فاصلہ پر ایک مسافر بنگلہ بنا ہوا ہے۔ جہاں ایک کمرہ پندرہ روپے ماہوار پر مل جاتا ہے۔ میرے والد صاحب قبلہ نے ایک کمرہ لے رکھا تھا جس میں خود رہتے اور کھانا وغیرہ بھی وہیں پکا کرتا تھا۔
یہاں کے مخصوص طریق علاج میں سب سے اہم کھلی ہوا ہے تمام وارڈز وغیرہ نہایت کھلے ہوئے ہیں۔ دوسرا ریسٹ کا ہے ہر مریض کو مہینہ دو مہینے تک کامل آرام کا حکم ہوتا ہے۔ اس مرض میں شفایابی زیادہ تر مرض کی مدت اور حالت پر منحصر ہے۔ ابتدائی درجہ میں لوگ عموماً جلد صحتیاب ہو جاتے۔ اور چار پانچ ماہ رہکر انجکشن کا کورس پورا کرکے واپس ہو جاتے ہیں۔ بعض غریب سال دو سال سے مقیم ہیں۔ بعض کو چھ سات مہینہ ہو چکے ہیں مگر بستر سے اٹھنے کی اجازت نہیں۔ خوش قسمتی سے میری بیماری جلد نوٹس کرلی گئی تھی۔ اس لیے مجھے زیادہ دنوں بستر کی پابندی نہ کرنی پڑی یعنی پچیس دن "ریسٹ اِن بیڈ" کے بعد چہل قدمی کی اجازت مل گئی جو ابتدا میں دو فرلانگ سے شروع کی تھی اور جب میں واپس ہوئی ہوں۔ اس وقت میں بفضلہ چار میل روزانہ بلا کسی تکان کے چل لیتی تھی۔ سوائے کاڈلیور آئیل کے کوئی اور خاص دوا بھی استعمال میں نہ تھی۔ کھلی ہوا۔ عمدہ غذا ورزش اور آرام کے علاوہ سورج کی روشنی سے بھی علاج کیا جاتا ہے۔ مختلف مریضوں کے "سن باتھ" کی میعاد ان کے حالات کے لحاظ سے جداگانہ تھی۔ پندرہ منٹ سے شروع ہوکر ایک گھنٹہ تک "سن باتھ" کا وقت مقرر کیا جاتا ہے۔ بعض حالتوں میں "الٹرا وایلیٹ ریز" بھی جسم پر ڈالی جاتی ہیں۔ انجکشن بھی ہوتے ہیں۔ اسے پی یعنی ہوا کی پچکاری کے ذریعہ سے علاج ہوتا ہے۔ بعض حالتوں میں اپریشن بھی ہوتا ہے۔ تندرست آدمی کا خون مریض کے جسم میں پہونچانے کے بھی دو ایک کیس اُس زمانے میں تھے۔ ہر ہفتہ وزن کیا جاتا ہے۔ میرے وزن میں پانچ ماہ میں تقریباً اٹھارہ پاؤنڈ اضافہ ہوا۔ صفائی ستھرائی کا بھی خاص اہتمام ہوتا ہے دونوں وقت وارڈ فینائل سے دھوئے جاتے ہیں ہر پلنگ کے پاس ایک بند

بیت المال

مئی کے عصمت میں بیگم محمد سمیع اللہ صاحب کا مضمون۔ اسلام بغور پڑھا۔ بہن موصوفہ نے ایک نکتہ ایسا حل کیا ہے جس کی جانب
اب تک کسی نے توجہ نہ کی۔ مسلمانوں کی مفلسی کی یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے قدیم اصولوں کو بھلا دیا۔ آج نہ مسلمانوں میں بیت المال
ہے جس سے وہ مفلس مسلمانوں کی مدد کرسکیں نہ مساوات و ہمدردی۔ اس دوران میں یہ معلوم ہوکر بہت خوشی ہوئی کہ لاہور میں مسلمانان
پنجاب کا بیت المال قایم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ نیز اس سلسلے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے حلقے کی بہت سی مسلمان بہنوں
نے تجویز پیش کی ہے کہ مسلمان غریب اور بیوہ عورتوں کیلئے ایک زنانہ بیت المال قایم کیا جائے۔ تجویز تو بہت اچھی ہے۔ مگر یہاں سوال
یہ ہے کہ بیت المال کس طرح قایم کیا جائے چندوں اور زکوٰۃ کے روپیہ سے اس کی بنیاد رکھی جائے تو یہ مستحکم نہ ہوگی کام ایسا ہو کہ
خیرات بھی جاری رہے اور عوام کو بار بار چندوں کے لیے تکلیف میں نہ ڈالا جائے۔ یوں تو ابتک مسلمان مرد و عورتیں لاکھوں کروڑوں
روپیہ اپنی قوم کے لئے چندہ کی صورت میں دے چکے ہیں اور آجکل بھی دے رہے ہیں باوجود اس کے بھی ہماری قوم سے مفلسی دور نہ ہوسکی
مفلسی کیسے دور ہو جب کہ یہ کروڑوں کی تعداد ایک جگہ جمع ہوکر منظم صورت میں اور موقعہ پر خرچ نہ ہو اس لئے اس امر کی تو اشد ضرورت ہے
کہ ایک بیت المال ایسا کھولا جائے جس میں یہ خیرات کی رقم چندہ زکوٰۃ وغیرہ کا روپیہ جمع ہو اور اس میں سے ان لوگوں کی جو واقعی مستحق ہیں امداد
کی جائے۔ مگر اس سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ صرف چندہ وغیرہ پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ بیت المال کو اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونیکے قابل
کردیں جس سے عوام کو بار بار تکلیف نہ ہوگی۔ وہ یوں کہ ان رقوم سے جو خیرات اور زکوٰۃ اور چندوں کے نام تمام ہندوستان سے جمع ہوکر ئی
منتظم ہوکر اس رقم کو جمع کرکے ایک کثیر رقم ہونے پر ایک عمارت خرید لی جائے یہ ملکیت بیت المال ہوگی اس کے کرایہ میں سے ٹیکس نکال کر جو رقوم
بچے وہ خیراتی کاموں حاجت مندوں کی ضرورتوں پر کام میں لائی جائے۔ اور سارے ہندوستان کے مسلمان متفق ہوکر خیرات زکوٰۃ کی رقوم
بیت المال ہی میں جمع کریں جس سے بدستور ملکیت خرید ہوتی رہیں جیسے انگریزی میں ان کلیمڈ پروپرٹی ہے Un claimed property
کہا جاتا ہے اسکا کرایہ بدستور بیت المال ہوگا اور تمام مسلمانوں کی رائے سے جہاں جہاں ضرورت ہوگی وہاں خرچ کیا جائیگا۔ گو کہ یہ دیکھنے میں
بہت مشکل امر معلوم ہوتا ہے جس کیلئے ہمت و استقلال کی ضرورت ہے۔ مگر قوم کا سچا درد رکھنے والے چند اصحاب کمر ہمت باندھیں اور
نیک نیتی سے اس کام کو چلانیکا ذمہ لیں تو یہی قوم جو مفلس ہے ایکدن ایک دن دوسرے قوموں کی تمدن صف میں نظر آئیگی اگر عورتیں
اس میں حصہ لیں اور اسکی بنیاد انہی کے ہاتھوں سے ہو تو سارے ہندوستان میں مسلمان عورتوں کا یہ ایک زریں کارنامہ ہوگا۔ یہ رقوم جمع ہونا
اور اس سے بیت المال کیلئے ملکیت خریدنا کوئی دشوار امر نہیں ہے۔ جبکہ ہندوستان میں ایسی مخیر خواتین بہ تعداد کثیر موجود ہیں۔ بیگم صاحبہ
ہز ہائی نس سر آغا خاں اور ولیعہد سلطنت حیدرآباد کی بیگم صاحبہ دُرِ شہوار بیگم نیز نیلوفر بیگم صاحبہ ہی اگر اسطرف توجہ فرمائیں تو تھوڑے ہی عرصہ میں
ایک عمارت بیت المال کھڑی کیجا سکتی ہے جس کی بنیاد کا زریں سہرہ ان خواتین کے سر ہوگا اور قوم ان ہمدرد خواتین کی ہمیشہ احسان مند رہیگی۔

ز۔ ن۔ ابراہیم (مدراس)
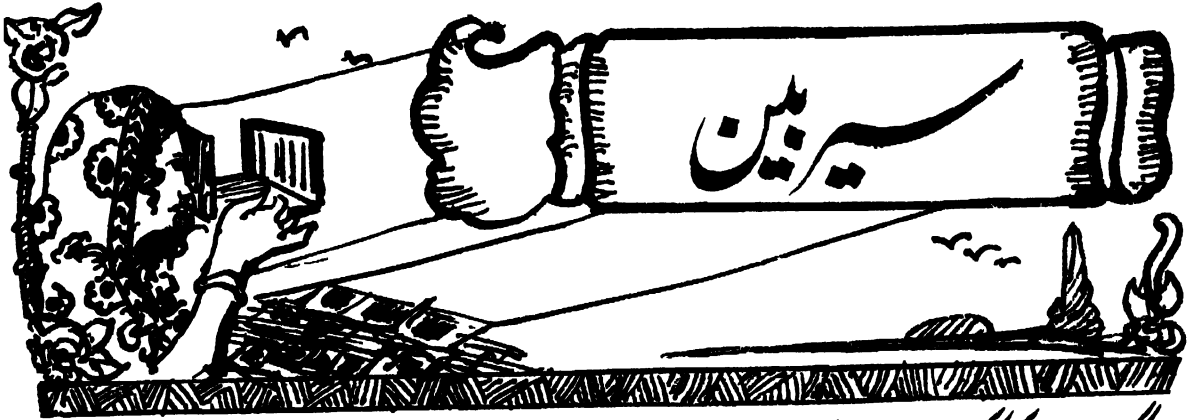
انگلستان کی گوری سانولی انگلستان میں سینکڑوں لڑکیوں کی دیکھ بھال کے بعد یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ اس ملک میں ایسی گوری لڑکیاں جن کے بال بھی نقرئی ہوں نایاب ہیں ۱۹۳۴ء کی اوسط لڑکی کا حلیہ یہ ہے۔ بھورے بال بھوری آنکھیں اور ملائی سی خوب ملائم سفید کھال۔ لڑائی سے پہلے لڑکیوں کی اوسط بلندی سے زیادہ اونچا قد بڑے بڑے ہاتھ پاؤں اس کے اعضا کا پیمانہ یہ ہے قد ۵ فٹ ۵ انچ۔ وزن ایک من ۲۲ سیر۔ چوتڑ ۳۸ انچ۔ کمر ۲۷ انچ۔ جوتوں کا پیمانہ ۵ ½ دستانے ۶ ¾

مسخرے پن کا مدرسہ لندن میں ایک مسخرے نے ظرافت کا مدرسہ قائم کیا ہے۔ وہاں مردوں اور عورتوں کو مسخرا پن سکھایا جائیگا۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے آدمی ظرافت کی خوبی اپنے اندر پوشیدہ رکھتے ہیں لیکن انہیں اس لیاقت کو کام میں لانا نہیں آتا ورنہ موقع پر اُن کی اس خوبی سے زندگی کی بے رونقی اور بے لطفی جاتی رہے۔ تھیٹروں اور بولتی تصویروں کے مسخرے اس مدرسہ کی تربیت سے کہیں بہتر لیاقت حاصل کر کے دنیا کی تعریفوں کے مستحق ہوں گے،

بچپن کی شادی۔ انسداد شادی صغر سنی کے قانون کے نفاذ کے باوجود ہزاروں شادیاں روز ہوتی ہیں اور کوئی نہیں دیکھتا کہ یہ جرم ہے۔ قانون کی منظوری کے بعد ڈہائی سال کے عرصہ میں ۴۷۳ مقدمات چلے جن میں صرف ۱۶۷ کامیاب ہوئے ان میں بھی صرف ۷ مقدمات میں قید کی سزا دیگئی باقیوں میں جرمانہ پر ٹل گئی اس قانون کے بے اثر ہونے کی وجہ یہ ہیں کہ مقدمہ چلانے والے کو سو روپے جمع کرنے پڑتے ہیں مقدمہ ناکام ہو تو وہ رقم ضبط کر لی جاتی ہے اسکے علاوہ برادری میں وہ نکو بن جاتا ہے مقدمہ کے بعد نکاح ٹوٹ نہیں جاتا بیوی برابر شوہر کی ملکیت ہوتی ہے علاوہ ازیں لڑکی کی صحیح عمر کا پتہ لگانا بڑا مشکل کام ہے قانون کے بننے کے بعد چھ ماہ کی لوگوں کو مہلت مل گئی پھر وہ نافذ ہوا اس چھ ماہ کے عرصہ میں لوگوں نے نابالغوں کی اس قدر شادیاں کیں کہ خدا کی پناہ! مردم شماری ۱۹۳۱ء کی روئداد سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے کم کے شوہروں کی تعداد ۳۲ ½ لاکھ سے ۵۵ لاکھ اور بیویوں کی تعداد ۸۵ لاکھ سے ایک کروڑ ۲۵ لاکھ ہو گئی،

بڑی عمر کے آدمی کرنیل لکسمور کا اب انگلستان میں ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا ہے وہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں کمپنی کی ملازمت میں تھا اور محاصرہ لکھنؤ میں موجود تھا وہ ۱۸۵۸ء کی چھوٹی چھوٹی جنگوں میں بھی شریک ہوا، کہا جاتا ہے کہ وہ

کمپنی کے ملازموں میں آخری شخص ہے۔ جواب فوت ہوا ہے اس کا ایک وارث اولڈپار ۱۵۲ برس کی عمر میں مرا جس کا بیٹا ۱۳۳ پوتا ۱۱۹ اور پڑپوتا ۱۴۴ سال کی عمر میں مرا۔

روشن جسم کی عورت سنورا منیرہ ایک اطالوی عورت کو ٹرلیسٹ سے رومۃ الکبرے میں ایک بند موٹر میں چپ چاپ لیجاکے ایک شفاخانہ میں داخل کردیا گیا ہے اس کا شوہر راضی نہوتا تھا بڑی مشکل سے اسے اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ اسکی بیوی کے جسم کا محققانہ معائنہ کیا جائے تاکہ علم کو تقویت پہنچے اور ملک و قوم کی معلومات میں اضافہ ہو،

اس عورت کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اس کے جسم سے بجلی کی سی روشنی نکلنے لگتی ہے اور چاروں طرف روشنی ہوجاتی ہے وہ برقی عورت کے نام سے مشہور ہوگئی ہے اس کو اس شفاخانہ میں اعصابی اور دماغی اختلال کے ماہر ڈاکٹر کی نگرانی میں رکھا گیا ہے اور اس کے کمرہ کے گرد زبردست پہرہ لگادیا گیا ہے۔ تاکہ وہاں کوئی جانے نہ پائے۔ ڈاکٹر اپنے آلات کے ساتھ مستعد رہتے تھے تاکہ جسوقت یہ بجلی کی کیفیت اس کے جسم سے منودار ہو وہ فوراً آلات کی مدد سے تحقیقات شروع کردے

لڑکی کی پرواز مس جین بیٹن نیوزیلینڈ کی نوجوان ہوائی لڑکی نے کئی دفعہ انگلستان سے آسٹریلیا جلد سے جلد اُڑکے پہلوں سے بازی لیجانے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ سفر میں ایسی بات پیش آگئی کہ اسے اپنی پرواز پھر سے شروع کرنی پڑی، انگریزی اخباروں نے اس کا نام کوشش کے جا لڑکی" رکھدیا اس نے اپنے اس نام کی صداقت کو ثابت کردیا۔ اس دفعہ اُڑی راستہ میں اس زور شور سے ریت کے طوفان آئے کہ اس کا جہاز راستہ سے بار بار دور ہٹ کے جا پڑا اس کشمکش میں ۲½ دن زیادہ لگ گئے۔ اسپر بھی وہ آسٹریلیا میں رات کے تین بجے پہنچگئی اور مسز ایمی جالیسن کے مقابلہ میں ۴½ دن کی کمی سے جیت گئی ایمی مالیسن نے یہ راستہ ۱۹½ دن میں طے کیا تھا اس نے ۱۵ دن ۲۳ گھنٹے اور ۲۵ منٹ میں طے کیا۔ آسٹریلیا میں پہنچتے ہی اس نے پوچھا کہ مجھے چار کی ایک پیالی کہاں دستیاب ہوگی اس کی ماں رات بھر جاگتی رہی اور ٹیلیفون کے پیام کا انتظار کرتی رہی آخر جب گھنٹی بج کے اسکے پہنچنے کا پیام پہنچا تو وہ خوشی سے چلا اُٹھی۔ شاباش۔ جین۔ کاش میں تمہیں گلے سے لگا سکتی،

عقلائے یونان یونان کے سات عقلا اپنی دانائی کے لئے مشہور تھے اور ہر ایک کا ایک خاص مقولہ تھا ان کا زمانہ ایک ہی تھا۔ سولن ایتھنز زبردست قانون ساز کا مقولہ تھا" اپنے آپ کو پہچانو" پیری انڈر کا مقولہ" محنت کے سامنے کوئی چیز ناممکن نہیں" پٹاکس کا مقولہ" اپنے موقع کا خیال رکھو" یعنی وقت کو رائگاں نہ جانے دو" تھیلس پیائش علم نجوم اور فلسفہ کے ماہر کا مقولہ تھا۔ ضمانت بربادی کا پیش خیمہ ہے" بیاس کا قول تھا کہ اکثر آدمی خراب ہوتے ہیں، کلیوبلس کا قول تھا" زرین اعتدال یعنی انتہا پسندی سے بچو" چیلو کا مقولہ" انجام سوچ لو"

سنگھاری کاروبار۔ دنیا کے سب کام ٹھنڈے ہورہے ہیں۔ ایک طرف بولتی تصویریں بڑی کمائی کا باعث ہیں دوسری طرف سنگھاری کاروبار زوروں پر ہے اس میں کسی وقت کمی یا گھاٹا نہیں شراب اور تمباکو بھی پرے بٹھادئے گئے ہیں۔ اکیلے برطانیہ کو دیکھو جو سنگھار کے معاملہ میں امریکہ سے بہت پیچھے ہے آنکھیں کھلی کی کھلی رہجائیں گی۔ انگلستان میں ایک

کروڑ ۳۰ لاکھ اور امریکہ میں ۳ ½ کروڑ پندرہ اور ساٹھ سال کے درمیان عمر والی عورتیں ہیں، بالوں کے سنگھار پر آج کل انگلستان میں ایک کروڑ ۱۳ لاکھ ۴۳ ہزار ۴۴۳ روپے سالانہ خرچ آتا ہے صرف بالوں میں لہریں بنانے پر ۲،۰۰۰۰۰ لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں لبوں کی سرخیاں مختلف کریمیں پوڈر اور بالوں کے عرق ۴۴۳۰۰۰۰۰ روپے سالانہ کے بکتے ہیں اس قسم کے سنگھار کی لوازمات سات ہزار کے قریب ہیں۔ یہ ایک کروڑ ۳۰ لاکھ پندرہ اور ۶۰ سال کے درمیانی عمر کی عورتیں ۲ کروڑ لبوں کی سرخی کی قلمیں استعمال کرتی رہتی ہیں یہ سنگھاری رقوم موٹروں کے سالانہ اخراجات سے دگنی ہیں ابروؤں کے بال نوچنے اور چہرے اور دیگر اعضاء کی مالشوں حسن افزائی کی دوسری تدبیروں کپڑے کے لیبوں جلد کی جراحیوں خوشبوؤں اور ناخنوں کی آرائشوں کے اخراجات علیحدہ ہیں

اب امریکہ کو لیجئے۔ امریکہ کی ۱۲ سال سے اوپر عمر کی تین کروڑ عورتوں نے پچھلے سال ۷ لاکھ روپیہ روزانہ صرف اسٹینوں پر خرچ کیا، بالوں کی مستقل لہروں کا سالانہ خرچ دو کروڑ روپیہ ہوا، بالوں کے خضاب صرف ۱۴ لاکھ روپے کے بکے، بالوں کے کترنے وغیرہ کا خرچ چار کروڑ ہوا گالوں کی سرخی کے دو کروڑ اور کولڈ کریم اور پوڈروں کے پانچ چھ کروڑ کے درمیان فروخت ہوئے،

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ۳۰ ہزار دکانیں چہرہ کو عمل جراحی سے درست کرنے کی ہیں اور تین کروڑ مشاطہ ہیں انگلستان میں پانچ سو دکانیں ہیں امریکہ میں ان مشاطوں کو اب امتحان دے کر لائسنس لینا پڑتا ہے۔

دہوبی مدرسہ۔ لندن میں ایک بین الاقوامی دھلائی کی نمائش ہوئی جس میں دہوبیوں کے ودیانوسی طریقے دکھائے گئے، دھلائی ایک مشکل کام ہے اور اس میں عقل اور اسکے ذریعہ تحقیقات کے لئے چوڑا میدان ہے۔ انگلستان میں دھلائی کے کام کے پندرہ کالج ہیں جہاں دھلائی کے کیمیائی طریقوں انجنیری کے اصولوں کے نظاموں اور خرید و فروخت کی تعلیم جماعت بندی کے ذریعہ دیجاتی ہے۔ دھلائی کا علم طبیعیات اور علم کیمیا کپڑوں کے اقسام انکی رنگائی اور صابنوں کی تفصیلات وہاں بخوبی بتائی جاتی ہیں

برطانیہ میں ایک سے زائد بیوی ڈنڈی میں سکاٹ لینڈ کے قاضیوں کی مجلس کے سالانہ جلسہ میں مسٹر ڈبلیو جے فلپ ہٹنے والے صدر نے تقریر کی کہ شرح پیدایش روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔ اکثر عورتیں شادی اور مادریت کو شوق سے شغل زندگی کے طور پر اختیار کرتی ہیں اور تندرست اور ہوشیار بچوں کے کنبہ کی پیدایش اور پرورش انتہائی تمدنی خدمت ہے جو ایک اوسط درجہ کی عورت انجام دے سکتی ہے لیکن اگر کسی اتفاق سے آئندہ آبادی بقدر نصف کے کم ہوجائے تو گویہ افسوسناک ضرور ہے لیکن رائے عامہ ایک سے زائد بیوی کے مسئلہ کو نہ صرف پسند بلکہ اصرار کریگی کہ کسی نہ کسی شکل میں اسے جاری کردیا جائے حتیٰ کہ آبادی کی کمی کی جاتی ہے، اسپر انگریزی عورتوں نے اظہار ناراضگی نہیں کیا بلکہ اسے ناقابل عمل بتایا کہ انگریز مردوں سے ایک بیوی تو سنبھلتی ہی نہیں زیادہ کیا کرینگے۔ ایک سے زیادہ بیوی کرکے وہ اپنی زندگی کو مصیبت بنالیں گے،

۶ سال میں ۱۲ بچے میڈم ڈی ملڈی میور فرانس کے ایک گاؤں میں ایک ذی عزت آدمی کی بیوی تھی اس کے پہلے سال ایک بچہ ہوا۔ دوسرے سال اور تیسرے سال تین چوتھے سال چار پانچویں سال پانچ اور چھٹے سال ۶ بچے ہوئے۔ آخر زچگی میں وہ جانبر نہ ہوسکی اس طرح وہ ۶ سال میں ۱۲ بچوں کی ماں بنی۔

جاندار بارش اٹلی میں سمندر سے ۴۰ میل پرے ایک شہر میں سرخ رنگ کی بارش ہوئی اور اس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بھی زمین پر برسیں۔ ایک امریکی مصنف نے دنیا بھر کی ایسی ۲۹۴ مثالیں اکٹھی کی ہیں جن میں مینہ کے ساتھ جاندار چیزیں برسیں، اگست ۱۹۲۱ء شمالی لندن میں مینڈک برسے دس سال ہوئے ہمپسٹیڈ (سویڈن) میں ہزاروں سرخ سرخ کیڑے جن کی لمبائی ایک انچ سے چار انچ تھی برف باری کے وقت برسے،

پھلجھڑیاں شمع بائی شمالی امریکہ کے بحرالکاہل ساحل سے پرے ملتی ہے۔ اس کا گوشت نرا تیل ہوتا ہے باشندے اس کے بدن میں بتی پرو کے اسے جلاتے ہیں۔

دنیا میں سب سے بڑی مکڑی سماٹرا میں پائی جاتی ہے اس کے جسم کا محیط ۹ انچ اور ٹانگیں ۱۷ انچ ہیں۔

مڈغاسکر کے ایک پرندہ کے انڈے کا قطر ایک گز اور طول ایک فٹ ہوتا ہے اس میں مرغی کے ۱۴۴ انڈے آسکتے ہیں۔ یہ انٹارکٹیکا میں وہ جانور دیتا ہے،

مچھر گورے رنگ کے آدمی کو سیاہ رنگ والے کے مقابلہ میں زیادہ کاٹتا ہے اور مادہ مچھر کو کاٹتی ہے۔ نر پتوں کے رس اور دیگر نافع خوراکوں پر گذارہ کرتا ہے۔ فرانس کے ایک ڈاکٹر نے اعلان کیا ہے کہ وہ آنکھوں پر عمل جراحی کئے بغیر محض ٹیکہ لگا دینے سے موتیا بند دور کر سکتا ہے اس نے یہ بتایا ہے کہ یہ مرض گٹھیا والوں کی آنکھوں میں جلدی پیدا ہو جایا کرتا ہے

ایک ۴۰ سال کا ترک مٹی ریت اور پتھر کھا کے زندگی بسر کرتا ہے وہ اسی خوراک سے خوش ہوتا ہے۔

چین میں ۵ کروڑ ڈچ جزائر شرق الہند میں ۶ کروڑ یورپ میں ۷۰ لاکھ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ڈھائی لاکھ مسلمان رہتے ہیں،

عربی میں سطر کے لئے ۵۰۰ اونٹ کے لئے ۵۳۲ اور تلوار کے لئے ۱۰۳۷ الفاظ ہیں، حیدرآباد میں حسین ساگر ایک لمبا تالاب ہے اور اس میں جھاڑ جھنکاڑ بہت ہے جس کی وجہ سے ہر سال کئی جانیں تیرنے میں ضائع ہو جاتی ہیں اس سال ایک ہندو لڑکی سوشیلا دیوی نے اس تالاب کے چاروں طرف ۶ میل کا فاصلہ تین گھنٹے سے کم میں تیر کے طے کر کے ایک نام پیدا کر لیا۔ پرگنہ اکبرپور میں ۲۰ بیگہ زمین پر خون کی بارش ہوئی،

انگلستان میں ایک شخص کسی ایسی بیماری سے مرگیا جسکی وجہ سے اس کا خون تارکول جیسا سیاہ ہو گیا اس کے دل پر بھی سیاہ سیاہ دھبے پڑ گئے۔ ریاست بھاؤنگر نے دو موٹریں خریدی ہیں وہ شہر میں گھومیں گی مچھر اسکی برقی روشنی کی طرف آ کے اسکے دھوئیں کش میں گر کے مر جایا کرینگے،

جس زمانہ میں یورپ کے گھروں میں پولوں اور چٹائیوں کا فرش ہوا کرتا تھا مشرق میں طرح طرح کے قالین اور دریاں رائج تھیں جب رومی شہنشاہوں کو فتوحات کے سلسلہ میں ایشیائیوں سے سابقہ پڑا اسوقت دریاں قالین اور غالیچے دیکھ کے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

محمد ظفر

عصمت کو نقصان پہنچانے کی کوشش

دہلی سے ایک صاحب نے جو آج سے چھ روز قبل تک آٹھ سال سے دفتر عصمت میں کاتب کی حیثیت سے کام کر رہے تھے ایک ماہوار زنانہ رسالہ جاری کیا ہے۔ نئے نئے زنانہ پرچوں کا جاری ہونا ہمارے لئے باعث مسرت ہو سکتا ہے بشرطیکہ کسی قومی ضرورت کو محسوس کر کے جاری کئے جائیں اور ان میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کی جائے جو موجودہ زنانہ پرچوں میں نہیں ہے لیکن یہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے کہ بجائے اس کے کہ ان میں کوئی جدت ہو، عصمت کی نقالی کی کوشش کی جاتی ہے۔ دہلی سے جو نیا زنانہ پرچہ نکلا ہے اس نے تو حد ہی کر دی کہ نہ صرف مضامین کی ترتیب۔ عنوانات کی تقسیم اور ٹائیٹل کی عبارت ہی میں عصمت کا چربہ اتارنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ کتابت بھی عصمت ہی کے طرز کی عصمت ہی کے کاتب سے کرائی گئی ہے اور پرچہ کے مقاصد اور مضمون نگاری اور خریداری رسالہ کے قواعد اور اشتہارات کی شرائط لفظ بلفظ عصمت سے نقل کی گئی ہیں اور دفتر عصمت کی کتابوں کے اشتہارات بھی اسی طرح درج کئے گئے ہیں جس طرح عصمت میں شائع کئے جاتے ہیں۔

اس پرچہ کے شائع ہونے پر عام طور پر یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ یہ رسالہ دفتر عصمت یا عصمت بکڈپو سے شائع ہوا ہے اور لوگوں کا اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہونا نا ممکن نہیں کہ عصمت نے ۲۶ سال بعد اب اس رسالہ کی صورت میں جنم لیا ہے چنانچہ عصمت کے نامہ نگار خصوصی مولوی اقبال احمد صاحب بھوپالی اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "خدا آپ کو اس نئی کوشش میں کامیاب کرے کیا یہ پرچہ بجائے عصمت کے تو نہیں شائع ہونے لگا"۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ جس جماعت نے اپنے فائدہ کے لالچ میں مجھ کو اور عصمت کو نقصان پہنچانے کی قانون اور اخلاق کی رو سے ناجائز اور نامناسب حرکتیں کی ہیں اس کے خلاف سالگرہ نمبر سے فراغت پانے سے قبل کوئی کارروائی کروں یا عصمت و بنات میں ایک حرف بھی لکھوں لیکن تین چار روز سے اس رسالہ کے سلسلہ میں جو خطوط میرے پاس آ رہے ہیں انہوں نے فی الحال کم سے کم یہ اعلان کر دینے پر مجھے مجبور کر دیا ہے کہ **دہلی سے جو نیا زنانہ ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے اس کا رازق الخیری سے یا عصمت یا عصمت بک ڈپو سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔**

میں نہایت افسوس کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ یہ زمانہ شرافت اور ایمان داری کا نہیں بے ایمانی اور محسن کشی کا ہے اور بعض حضرات میری طبیعت سے نہایت نامناسب فائدہ اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے میں اس سلسلہ میں اور دو تین باتیں عصمتی بہنوں سے کہہ دینی چاہتا ہوں۔

اخبارات اور رسالے اپنے خریداروں کے پتے نہایت حفاظت سے رکھتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی اور موت کا انحصار انہیں پتوں پر ہے۔ عصمت چونکہ زنانہ پرچہ ہے اور اس کے خریدار ہماری ذات پر اعتماد رکھتے ہیں اس لئے عصمت کے ایک ایک خریدار کا پتہ راز میں رکھا جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی بہن کسی دوسری بہن کا پتہ دریافت کرتی ہیں تو ان کو بھی یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہم کسی خاتون کا پتہ بغیر اُن کی اجازت کے کسی کو نہیں بتا سکتے۔ برسوں میں نے دوگنا تگنا خرچ برداشت کیا اور رسالے ماہوار پتے اپنے سامنے ہاتھ سے لکھوائے اور جب رسالہ کے خریداروں کی تعداد چار ہزار سے اوپر پہنچ گئی اور بنات جاری ہونے کے بعد کتابوں کا کام بھی بہت بڑھ گیا تو خاص اہتمام کے ساتھ خریداران عصمت کے پتے چھپوائے گئے چونکہ یہ پتے صرف عصمت کے لئے ہوتے ہیں ہم نے یہ تک درست نہ سمجھا کہ رسالہ بنات تک کو جو سات سال سے میری ہی ادارت میں

مسلمان لڑکیوں کے لئے ماہوار شائع ہو رہا ہے بطور نمونہ عصمتی بہنوں کو بھیجوں، اب اگر عصمت کے پتوں پر کوئی اور اخبار یا رسالہ یا کوئی فہرست بھیجی جائے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ پتے ناجائز طریقہ سے دفتر عصمت سے اُڑائے بلکہ چرائے گئے ہیں اس لئے اس پتہ پر جو دفتر عصمت میں درج ہے عصمت کے کسی مضمون نگار یا خریدار کو کسی اور دفتر سے کوئی رسالہ یا کوئی فہرست ملے تو وہ لفافہ یا ریپر جس پر پتہ لکھا ہو اور جس میں فہرست یا رسالہ پیک کر کے روانہ کیا گیا ہے فوراً ہمیں بھیجدیں۔

دفتر عصمت کی کتابوں میں حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف کا معاملہ ہمارا صرف نظام المشائخ۔ ساقی۔ مولوی۔ اور پیشوا ان چار رسالوں اور کتب خانہ علم و ادب، سنٹرل بک ڈپو۔ کتب خانہ رشیدیہ اور جامعہ ملیہ ان چار کتب خانوں سے ہے ان کے علاوہ اگر کوئی اور رسالہ یا کتب خانہ دفتر عصمت کی کتابیں فراہم کرے یا جو خط دفتر عصمت یا دفتر بنات کے پتہ پر بھیجا گیا ہے اس کی تعمیل دہلی کے کسی اور اخبار یا رسالہ یا کتب خانہ کے دفتر سے کی جائے تو فوراً ہمیں مطلع کر دیا جائے تاکہ روپیہ کمانے کے ناجائز طریقے استعمال کرنے، دوسروں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے اور قانون و اخلاق کے قوانین توڑنے والے اپنی غیر معقول حرکتوں کا اچھی طرح مزہ چکھ سکیں۔

رازق الخیری

معاصرین سے

ہم اس سے پہلے دو تین مرتبہ اپنے معاصرین سے گذارش کر چکے ہیں کہ وہ عصمت کے مضامین بڑی خوشی سے نقل کر سکتے ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مگر براہ کرم عصمت کا حوالہ ضرور دیدیا کریں افسوس ہے ہمارے بعض معاصرین عصمت کے مضامین دھڑا دھڑ نقل کئے جاتے ہیں۔ مگر عصمت کا حوالہ نہیں دیتے۔ اس سلسلہ میں ہمیں سب سے زیادہ شکایت ہندرہ روزہ رسالہ سہیلی سے ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً عصمت کے مضامین جو خاص طور پر عصمت کے لئے لکھوائے جاتے ہیں اور جن پر ہر سال انعامات اور معاوضہ کی صورت میں قریباً ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم صرف ہوتی ہے بغیر عصمت کا حوالہ دئے دِھڑلّہ نقل کرتا رہتا ہے مثال کے طور پر فروری مارچ کی چار اشاعتوں کا یکجائی نمبر جو آج ۱۹ جون کو ہمیں موصول ہوا ہے۔ اس میں عصمت کے ایک نہ دو اکھٹے چار مضمون اس طرح نقل کئے گئے ہیں گویا وہ سہیلی ہی کے لے تو خاص طور پر لکھے گئے تھے صفحہ ۳۶ - ۳۷ کا مضمون "سنہریاں" عصمت جنوری میں شائع ہوا تھا مضمون نگار یعنی محترمہ ح - ا ابو کا نام تک مضمون کے بعد درج نہیں کیا گیا۔ صرف فہرست مضامین میں ہے مضمون کی آخری سطریں جو عصمت کے مضامین کے بارے میں ہیں اڑا دی گئی ہیں صفحہ ۴۶ پر محترمہ صغرا ہمایوں مرزا کا مضمون "دستی نقل کیا گیا ہے، یہ بھی جنوری کے عصمت میں شائع ہوا تھا۔ ہم اڈیٹر صاحبہ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے عصمت کے مضمون کی جگہ جگہ اصلاح بھی فرمائی ہے، فروری مارچ کی اس یکجائی اشاعت میں "ازدواجی زندگی کی کشمکش" کے عنوان سے جو مضمون درج ہے وہ عصمت مارچ میں نباہ کے عنوان سے شائع ہوا تھا نہ صرف یہ کہ یہ تیسرا مضمون بھی بغیر عصمت کا حوالہ دئے نقل کیا گیا ہے بلکہ اس کا آخری پیرے گراف بھی کم کر دیا گیا ہے ایک رق الٹنے کے بعد "آنکھ اور اس کی ورزش" حفیظہ جمال صاحبہ کا وہ مضمون ہے جو جنوری ہی کے پرچہ میں شائع ہوا تھا مضمون نگار کا نام اس مضمون کے بعد بھی درج نہیں کیا گیا صرف فہرست مضامین میں ہے، ہم پھر ایک دفعہ معزز معاصرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ شوق سے عصمت کے مضامین نقل کریں مگر مضمون نگار کا نام

سیاحت

ازحضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

جولائی اگست ستمبر میں جب تربیت گاہ بنات تعطیل کلاں کے لیئے بند ہوتی ہے تو ڈیڑھ ماہ کے لیئے میں ملک کے کسی حصہ کا دورہ کرکے عصمت و بنات کے خریداروں کو جن کے مطالعہ سے وقتاً فوقتاً مدرسہ کے حالات گذرتے رہتے ہیں تربیت گاہ پر متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ گو میری اور بیگم راشد الخیری کی صحت اب دور دراز کے سفر کے قابل نہیں رہی مگر مدرسہ کی ضروریات سے مجبور ہوکر ہر سال گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ اس دفعہ جب روانگی کا قصد ہوا تو میاں رازق کی تجویز ہوئی کہ بجائے ریل کے انکی کار میں سفر کیا جائے، انکی اس تجویز کی معقولیت میں میرے حقیقی بھانجے سید محمد یار کی شخصیت بھی شامل تھی جو نہایت ہوشیار موٹر کینک ہیں اور چھ سات سال سے عربستان کے ریگستان اور پہاڑوں پر کار چلانے میں نام پیدا کرچکے ہیں:۔ اا اگست کو ہم لوگ کلکتہ کے لیئے کار سے روانہ ہوئے اور پہلے روز ۹۰ میل کا سفر کرکے رات علی گڈھ میں بسر کی اور علی الصباح کانپور کے لئے روانہ ہوگئے۔ یہ سفر پہلے روز سے طویل تھا مگر موسم خوشگوار تھا بادل گھر گھر کر آرہے تھے اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں گیارہ بجے تک نہایت آرام سے تقریباً سوا سو میل کی مسافت طے کرنیکے بعد ایک گاؤں کے پاس کھلے میدان میں نیم کے درختوں کے سایہ میں ہم ٹھیر گئے، برادر میاں رازق اور حاجی صاحب نے جو پرند شکار کئے تھے اسوقت پکائے گئے کھانا کھاکر اور ڈیڑھ دو گھنٹہ آرام لیکر روانہ ہوگئے اور عصر کے لئے دو آدہ گھنٹہ بعد پھر روانہ ہوئے اور ہلکی ہلکی بارش میں آٹھ بجے کے قریب کانپور پہنچے اور کانپور ہوٹل میں قیام کیا۔ یہاں ٹھیرنے اور کھانے کا نہایت معقول انتظام ہے ہوٹل کے منیجر بہت خلیق آدمی ہیں انھوں نے کوشش کی کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ صبح سب سے پہلے حافظ میاں محمد صاحب سے ملنے گیا جو تربیت گاہ کے قدیمی محسن ہیں اور ہمیشہ غیر معمولی خلق اور قدر دانی سے پیش آتے ہیں انکی بیگم صاحبہ کو بھی تعلیم نسواں کا پورا پورا احساس ہے۔ میاں محمد لطیف صاحب اور بابو محمد حمزہ صاحب قدیمی کرم فرما ہیں دونوں حضرات نے فراخ حوصلگی سے تربیت گاہ کی صدا پر لبیک کہی۔ مولوی سید ضیاء الحسن صاحب جج۔ اور میاں محمد سعید صاحب کوتوال پلٹن کی عنایتوں کا شکر گذار ہوں۔ دو روز کانپور ٹھیر کر ہم لکھنؤ روانہ ہوگئے۔ خیال تھا کہ ۲ بجے سہ پہر تک پہنچ جائیں گے مگر اس روز موسم گرم تھا تین چار مرتبہ راستہ میں ٹھیرنے کی ضرورت پڑی رات تک لکھنؤ پہنچے اور یہی مناسب سمجھا کہ کسی ہوٹل میں قیام کریں چنانچہ امین آباد پارک کے ایک ہوٹل میں ٹھیر گئے جس کے مالک شیخ محمود علی صاحب رئیس ہیں یہاں بھی کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی اور شیخ صاحب نے ہمیں آرام پہنچانے کا نہایت معقول انتظام فرمادیا۔ محترمہ بیگم صاحبہ سید اصغر حسین صاحب ایڈوکیٹ وقتاً فوقتاً تربیت گاہ کو یاد فرماتی رہی ہیں لکھنؤ پہنچکر سب سے پہلے میں انہیں کے ہاں گیا اور جیسی کہ توقع تھی انھوں نے میرے مقاصد کی کامیابی میں دلی ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ خان بہادر سید احمد حسین صاحب رئیس سے پہلے ملاقات نہ ہوئی تھی لیکن انکے خلق نے اس قدر گرویدہ کرلیا کہ آیندہ کبھی لکھنؤ جانا ہوا تو انسے ضرور ملونگا۔ آنریبل جسٹس سید محمد رضا صاحب سے مل کر جس قدر دل خوش ہوا بیان نہیں کرسکتا۔ سینہ دردِ اسلام میں ڈوبا ہوا تھا نہایت وضعدار، کریم النفس، مہمان نواز بزرگ تھے۔ مسلمانوں کے لیے انکے خیالات قابل قدر تھے چونکہ دوسرے ہی روز ہمیں لکھنؤ سے روانہ ہوجانا تھا اسلئے میں انکے اس ارشاد کی تعمیل نہ کرسکا کہ انکے ہاں قیام ہوتا۔ انکی بچی عزیزہ عقیل فاطمہ نے جس [illegible] اور قدر دانی کا اظہار کیا اب تک میرے قلب پر اسکا اثر ہے۔ افسوس ہے پہلے دونوں [illegible] کرے۔ مسٹر خلیق الزماں یوپی کے مشہور قوم پرست لیڈر ہیں انکی بیگم [illegible] ساعیوں کا [illegible] چادر پر بلایا اور بیگم صاحبہ مسٹر احمد حسین منیجر پیپر ملز نے اپنے ہاں [illegible] گرم ہو۔ چند روز کے استعمال سے

کا ممنون ہوں۔ بیگم صاحبہ مولوی حامد علی صاحب ڈپٹی کلکٹر اور بیگم ملک انتظار ولی خانصاحب مولوی محمد کامل صاحب مولوی محمد عتیق صاحب فرنگی محل اور یوسف انصاری صاحب تحصیلدار نے نہایت گرم جوشی فراخ حوصلگی اور مسرت سے میرا استقبال کیا۔ مولوی حکیم سید احمد صاحب سیتاپوری سے آج سے پچاس سال پہلے کی ملاقات ہے۔ وہ میرا نام سنکر فوراً قیام گاہ پر آئے اور نہایت محبت سے ملے بیس پچیس سال بعد انکی ملاقات سے نہایت مسرت ہوئی۔ میں ممنون ہوں کہ حکیم صاحب نے اپنے وقت کا بڑا حصہ جب تک میں لکھنؤ ٹھیرا میرے ساتھ بسر کیا اور میرے مقصد کو کامیاب بنانے میں سرگرمی سے حصہ لیا۔

لکھنؤ سے بنارس کا سفر نہایت پُر لطف رہا کبھی مطلع ابر آلود ہوتا کبھی پھوئیاں پھوئیاں بارش ہوتی، بنارس جب دس بارہ میل رہ گیا تو سڑک آدمیوں سے پٹی ہوئی تھی اس دن سورج گرہن تھا اور ڈیڑھ دو لاکھ ہندو دور دور سے اشنان کے لئے آئے تھے۔ یہیں دال منڈی جانا تھا مگر راستے بند تھے جہاں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی وہاں چھ سات میل تک کار چلانا حاجی محمد میاں ہی کا کام تھا ہر ہر لمحہ پر حادثہ پیش آجانے کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ شہر کے ہوٹل بھی سب رُکے ہوئے تھے اور کسی قیمت پر قیام کی کوئی معقول جگہ میسر نہ آتی تھی۔ بالآخر انگریزوں کے ناچ گھر میں قیام کیا۔ یہ بہت پُر فضا جگہ تھی مینیجر نے ہمیں آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا دوپہر کو مولوی منصور عالم صاحب کی کوٹھی پر گیا۔ افسوس انکا انتقال ہو چکا تھا مگر انکی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی پانچ سال قبل جب دو روز کے لیئے میں بنارس ٹھیرا تھا تو سب سے پہلے جس شخص نے میری ناچیز خدمات کی قدر کی تھی وہ مولوی مقبول عالم کی ذات تھی۔ خدا نے مرحوم کو دل دردمند عطا فرمایا تھا اور وقتاً فوقتاً تربیت گاہ کو یاد فرماتے رہتے تھے۔ انکے انتقال سے مسلمانان بنارس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مولوی مقبول عالم کی بہو عزیزہ بیگم منصور عالم مرحوم کی صاحبزادی اور چھوٹے صاحبزادہ نے جیسی کہ مجھے اس گھرانے سے اُمید تھی میری آمد پر دلی مسرت کا اظہار کیا اور میں اس خاندان کی اس قدر دانی کا ممنون ہوں کہ ہمیں اپنے ہاں ٹھیراتے اور سامان وغیرہ منگوانے کا بہت اصرار کیا۔ مولوی اکبر علی صاحب بی اے۔ انسپکٹر مدارس پنشنر سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تھی۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں۔ باوجود پیرانہ سالی اور بارش کے دو تین جگہ میرے ساتھ جانے کی تکلیف گوارا فرمائی۔ مولوی صاحب نے اپنی مرحومہ بیگم صاحبہ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے ایک وظیفہ یتیم بچیوں کے لیے جاری فرمایا ہے بیگم صاحبہ صاحبزادہ عبدالجلیل خانصاحب ڈپٹی کلکٹر اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب مدنپورہ کی عنایتیں بھی میرے دلی شکریہ کی مستحق ہیں۔ بنارس میں ایک دن اور دو راتیں گذار کر علی الصباح ہم وہاں سے روانہ ہوگئے۔ بارش کی وجہ سے سڑک کے دونوں طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا ادھر بارش تھی اُدھر سڑکوں کی مرمت اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جو لوگ سورج گرہن کی وجہ سے بنارس آئے تھے واپس جارہے تھے اور پچاس ساٹھ میل تک سڑک ان لوگوں نے گھیر رکھی تھی باوجودیکہ حاجی محمد میاں دو روز قبل اپنے فن کا کمال دکھا چکے تھے تاہم سہسرام تک اس تخیل سے پریشانی ہی رہی کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔ دوپہر کے قریب جب دریائے سون نظر آیا تو معلوم ہوا کہ آگے کار کا راستہ نہیں ہے ریل کے ذریعہ دریا پار کرنا پڑے گا۔ ہماری کار ریل کے ڈبہ میں رکھی جارہی تھی کہ ایک انگریز نے جو اسیوقت دریا پار کرکے آیا تھا اپنی کار سے اُترکر ہمسے کہا کہ "آپ لوگوں کا اسوقت اُدھر جانا خطرہ سے خالی نہیں تین چار میل جاکر ایک ندی آتی ہے۔ پانی میرے سامنے پل پر آچکا تھا اور میری کار ٹیلہ پر پھنس گئی تھی" ہم لوگوں کا قصد وہیں ٹھیر جانیکا ہوا مگر حاجی صاحب نے کہا مجھے عرب میں ٹیلوں ہی پر کار چلانیکا اتفاق ہوا ہے اللہ مالک ہے۔ آپ اس انگریز کی باتوں میں نہ آئیے یہ اناڑی ہوگا" دریا پار کرکے جو ہم روانہ ہوئے تو پل اور ٹیلہ کا اندیشہ تھا تقریباً بیس منٹ بعد پل سامنے تھا۔ حاجی صاحب نے اسوقت بھی کار چلانیکا کمال دکھایا اور ٹیلہ پر سے فراٹے سے اسطرح کار نکال کر لیگئے کہ معلوم بھی نہ ہوا۔ ۴ بجے کے قریب بارش زور کی آگئی اسوقت کار پہاڑوں پر ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی جارہی تھی مناظر نہایت دلکش تھے مگر بارش نے سب لطف کرکرا کردیا تھا پناہ کی کوئی جگہ نہ تھی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اسیطرح گذرا اور چوپاران کے ڈاک بنگلہ میں رات گذار کر علی الصباح روانہ ہوگئے ۵ بجے تک سفر نہایت پُر لطف رہا میاں رازق اور حاجی صاحب نے کچھ شکار بھی کیا۔ موسم نہایت خوشگوار تھا مگر ۵ بجے کے بعد بارش کا طوفان آگیا۔۔ ۔۔گھنٹہ بھر تک بڑی ہی بے لطفی رہی آخر خدا خدا کرکے بدبدکے ڈاک بنگلہ میں اُترے اور پھر دوسرے دن علی الصباح روانہ ہوگئے اور سہ پہر کے قریب کلکتہ پہنچے۔

بزمِ عصمت

ایک بہن صاحبہ کے استفسار عصمت جون نمبر کے جواب میں عرض ہو کہ ہائیڈروجن پراکسائیڈ دو دوائیں نہیں بلکہ ایک ہی دوا کا نام ہے۔ اور اسی نام سے انگریزی دواخانوں سے بند بوتل دستیاب ہوتی ہے۔ کان میں بھی میل کچیل تحلیل کرنے کی غرض سے چند قطرے اسی دوا کے ڈالے جاتے ہیں۔ اسی کی کلیاں گرم اور سرد دونوں قسم کے پانی سے کی جاسکتی ہیں مقدار ایک ٹی سپون کلیاں کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

جن بہن صاحبہ کے مسوڑے متورم اور درد کی شکایت رکھتے ہیں وہ گل مختہ اور سیاہ مرچ مساوی الوزن پیس کر دن میں تین چار مرتبہ استعمال کیا کریں۔ جلد فائدہ محسوس کریں گی۔

ایک بہن صاحبہ اپنے ہاتھ پانوں شدت سے پھٹنے کی شکایت لکھتی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل مرہم بنا کر استعمال کریں۔ یہ تاثیر نسخہ ہے ترکیب۔ موم دو تولہ۔ رال ایک تولہ۔ تلوں کا تیل ۲ تولہ۔ رال کو پیس کر موم و تیل میں ملا کر آگ پر رکھ کر پگھلائیں۔ کسی ناند یا تسلے میں پہلے سے ٹھنڈا پانی بھر کر تیار رکھنا چاہئے۔ اب اسی پگھلی ہوئی دوا کو اسی پانی میں الٹ دیں۔ پانی کی سطح پر گھی کے مانند یہ دوا جم جائے گی اسے اتار کر کسی شیشی میں ڈال رکھیں۔ اور ہر روز رات کو ہاتھ پانوں پر مالش کرکے سوئیں صبح گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ انشاء اللہ تیر بہدف ثابت ہوگی۔

گ۔ ن۔ بیگم شیخ عطاء اللہ۔

ہمشیرہ صاحبہ حمیدالنساء نے جون کے پرچہ میں دانتوں کی درد و مسوڑوں کی شکایت کے متعلق نسخہ طلب فرمایا ہے میں یہ نسخہ لکھتی ہوں اکسیر ہے اگر اسے قریباً ۱۴ یوم استعمال کریں تو خداوند تعالیٰ شفاء کلی فرمائے گا۔ فائدہ ہونے کے بعد بھی اسے استعمال میں لائیں تو بہتر ہے کبھی شکایت نہ ہوگی۔ ریٹھے آٹھ عدد (ان میں سے سیاہ رنگ کے مغز نکالیں جن کو لاہور میں چدے کہتے ہیں کام میں لاویں) اور پروالا چھلکا پھینک دیں۔ دوسرا نیلا تھوتھا ایک ماشہ تیسرا پھٹکڑی ۲ ماشہ چدے کوئلوں پر جلا کر کوٹ لیں اور نیلا تھوتھا و پھٹکڑی بھی ملا دیں جب خوب باریک ہو جاویں تو چھان کر کسی ڈبیہ میں رکھ لیں

میری ایک عزیزہ کے چہرے پر ہائیڈروجن لگانے سے دانے تو سب مرجھا گئے لیکن چہرے پر روئیں حد سے زیادہ نکل آئے ہیں جو ظاہر ہے بہت بدنما معلوم ہوتے ہیں۔ سب بہنوں خصوصاً امتہ الحفیظ بیگم اہلیہ عبدالرحیم کسمپٹ دوارکہ سے التجا ہے کہ جلد اپنے مشورے سے مستفید فرمائیں تا عمر احسان مند رہوں گی

خریدار نمبر ۸۰۵۷

میری بڑی بھابی جان کی والدہ صاحبہ اور میرے شوہر کی نانی جان جو کہ بہت سخی اور دیندار پابند صوم صلوٰۃ صابر خلیق و ہر دل عزیز بزرگ تھیں افسوس اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئیں۔ کوئی شاعر بہن قطعہ تاریخ وفات لکھ دیں مرحومہ کے فدیہ نماز میں دس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں تربیت گاہ بنات کی یتیم بچیوں کی تعلیم کلام پاک کی مد میں صرف کریں صدمے کی وجہ سے بھابی جان کے دانت ہلنے لگے ہیں اور نزلہ زکام بلغمی کھانسی ہمیشہ رہتی ہے عصمتی بہنوں سے التجا ہے کوئی آزمودہ نسخہ درج عصمت فرمائیں جس سے دانت جم جائیں اور کھانسی نزلے کے لئے بھی مفید ہو۔

دختر منشی محمد اسمٰعیل صاحب رئیس بجنور۔

بہن سیدہ شریف النساء از دارو سندھ سے التماس ہے کہ براہ مہربانی وہ بذریعہ بزم عصمت مطلع فرمائیں کہ مکاسٹرائل بالوں کی کمزوریوں اور خامیوں کے لئے کسی دوسرے تیل مثلاً تل وغیرہ میں ملا کر لگایا جاسکتا ہے یا نہیں نیز مکاسرائیل کا رنگ کیسا ہوتا ہے اور شیشی کی ساخت کیسی ہوتی ہے تاکہ نقل و اصل میں تمیز کی جاسکے۔

شہربانو محمد نقوی۔ اورنگ آباد ضلع گیا۔

(۱) سالگرہ عصمت میں محترمہ عظمت بانو صاحبہ امرتسر نے اپنی سہیلی کے لئے موٹاپے کو دور کرنے کی دوا یا ورزش کے متعلق دریافت کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ آپ اپنی سہیلی کو علی الصباح نہار منہ ایک گلاس پانی میں ایک ترش لیموں کا عرق ملا کر پلایا کریں پانی ذرا نیم گرم ہو۔ چند روز کے استعمال سے

سب چربی گھل گھلا کر کم ہونی شروع ہو جاوے گی۔ کھانا
صرف ایک وقت کھائیے مرغن چیزوں سے پرہیز کرئیے
ایک گھنٹہ ہر روز دوڑا کیجئے دن کو سونے سے پرہیز کرئیے
انشاء اللہ تعالیٰ جسم بہت کچھ ہلکا پھلکا ہو جائے گا۔

مسز رحیم۔ ازدوارکہ۔ کاٹھیاوار

(۲) خریدار نمبر ۸۲۸ سر کے بال نرم اور ملائم کرنے کے لئے
لائیم جوس گلسرین بجائے تیل کے استعمال کیا کریں۔ اس کے
بنانے کا طریقہ یہ ہے۔ سفید موم دو حصہ۔ بادام روغن ½ حصہ
دونوں کو ملا کر گرم کریں جب پگھل جاوے تو لائیم واٹر ½ حصہ
ملا کر خوب ہلائیں۔ پھر گلسرین چار حصہ۔ تیل لیموں ۱ حصہ ملائیں
سب مل کر گاڑھے دودھ کی طرح معلوم ہوگا۔ سر میں لگانے
کے لئے لاجواب چیز ہے۔ بالوں کو ملائم۔ نرم اور لمبے کرتا ہے
(ب) آپ کی سہیلی جس کے چہرہ سے تیل بہتا رہتا ہے۔ یا
چکناہٹ لئے ہے ان کو چاہئے کہ رات کو سوتے وقت
پاؤڈر لگایا کریں۔ یہ پاؤڈر سب چکناہٹ کو جذب کریگا۔
پاؤڈر بنانے کی ترکیب۔ میرے مضمون صنعت و حرفت میں جو
سالگرہ نمبر ۱۹۳۳ء میں چھپا ہے ملاحظہ فرماویں۔

(۳) خریدار نمبر ۳۷۳۳ بجنور۔ فوٹوگرافی کے متعلق میں مضمون
لکھ رہی ہوں جو کہ امید ہے کہ آپ کے لئے بہت سودمند
ہوگا صنعت و حرفت کا سلسلہ میں نے عصمت میں شروع کر
رکھا اسی میں یہ بھی چھپے گا۔ آپ وہاں ملاحظہ فرمائیے گا۔
میرے خیال میں آپ کے فلم دھوتے وقت روشنی
لگ جاتی ہے فلموں کو بہت مدہم سرخ رنگ کی یا زرد رنگ
کی مصنوعی روشنی میں دھوئیں۔ اگر آپ کے فلم بہت جلد
سیاہ ہو جاتے ہیں اور کوئی نقص یا تصویر ان پر نہیں آتی
تو بس یہی نقص ہے۔ فلم چڑھاتے وقت بھی خیال رکھیں۔
قدرتی روشنی ہرگز نہ لگے۔ جب آپ تصویر کو اکسپوز کرتی
ہیں تو بہت زیادہ دیر تک شٹر کو کھلا رکھتی ہیں جس سے روشنی
فلم پر پڑ جاتی ہے۔ تھوڑا اکسپوز کر کے دیکھیں۔ یہ ایک
ایسا ہنر ہے جو کہ صرف پرکٹس سے حاصل ہوتا ہے۔
اگر آپ کو زیادہ معلومات حاصل کرنی ہوں تو اپنے خراب
شدہ فلم (ایک آدھ) مجھے بھیجیں۔ شاید آپ کی غلطی معلوم ہو سکے
گی۔ اور میں کچھ امداد کر سکوں۔

امۃ الحفیظ

محترمہ ا-ن بنت مولوی تمیم الدین صاحب یادگیر کی خدمت
میں عرض ہے کہ ایسی ادویات مندرجہ ذیل پتوں پر مل سکتی
ہیں ان سے خط و کتابت کریں۔
کے آر۔ پٹوار دہن ۲۷ کیننگ سٹریٹ کلکتہ۔
رنگ وغیرہ اور موم وغیرہ۔ فضل حسین اینڈ برادرز ۴۴ آرمینین
سٹریٹ کلکتہ کو لکھئے۔

امۃ الحفیظ ازدوارکہ۔

جون کے پرچہ میں ایک بہن نے مسٹر مشیر حسن صاحب کو نئی بری
کے نوزائیدہ بچے کا تاریخی نام دریافت کیا ہے لہذا اس چھوٹے
بچے کا نام تاریخی حیثیت سے بھی اور معنویت کے لحاظ سے بھی
محمد ظہور الحسن مناسب ہوگا اس کے ۱۳۵۲ عدد نکلتے ہیں۔

بنت عبدالواحد صاحب فتح پور۔

ماہ اپریل نمبر ۱۹۳۴ کے عصمت میں حسن آرا بیگم بدایوں نے اپنے
معدہ کی شکایت کی ہے جس کا لاجواب اور تجربہ شدہ نسخہ روانہ
کرتی ہوں استعمال کر کے دعاء خیر سے یاد فرمائیں۔
نسخہ:- ہلیلہ- بلیلہ- آملہ- ہلیلہ زرد- نمک سیاہ- نمک لاہوری
سونف- سنا- سوڈا بائی کارب- تمام ادویات ہم وزن لیکر
سفوف تیار کر کے ۶ ماشہ ہر روز سوتے وقت (ڈبل واٹر)
ریپرمنٹ واٹر کے ہمراہ کھالیا کریں غذا زود ہضم اور کم کھایا کریں
ثقیل اور نفخ غذا سے پرہیز لازم ہے۔

سارہ بی بی جی ایس حکیم معلمہ مدرسہ نسوانیہ راندیر

معزز بہنو!

یہ بالکل صحیح ہے کہ آج کل اشتہاری دنیا کافی بدنام ہو چکی ہے اور کسی چیز کے متعلق بذریعہ اشتہار اطمینان دلانا سخت مشکل ہو گیا ہے۔ مگر مجبوراً اور کوئی ذریعہ گوش گذاری کا نہ دیکھکر خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ میرا تیار کردہ

شمسی آملہ ہیر آئل

جسکو کہ ایک عرصے سے لوگ برابر استعمال کر کے فائدہ اُٹھا رہے ہیں اپنی خوبیوں میں بینظیر ہے۔ یہ تیل خالص سفید دُھلے ہوئے تل کے تیل پر طبی اُصول سے تیار کیا جاتا ہے اس میں بہت مفید اور قیمتی ادویات بھی شامل کی جاتی ہیں۔ یہ تیل دردسر۔ بھران سر۔ چکر کو رفع کرتا ہے۔ دماغ کو طاقت اور ٹھنڈک پہونچاتا ہے۔ قوت حافظہ کو بڑھانا اور آنکھوں میں طراوٹ پیدا کرتا ہے ضعف بصارت کو زائل کرتا ہے۔ بالوں کو بہت جلد بڑھا کر مثل ریشم کے ملائم اور چکدار بناتا ہے۔ کمزوری دماغ کی وجہ سے یا بیماری سے صحتیاب ہونے کے بعد جن بہنوں کے بال گر گئے ہوں اُنکے واسطے بہت مُفید ہے دماغ کو قوت پہونچا کر بالوں کو جلد بڑھا دیتا ہے۔ اسکا دائمی استعمال بالوں کو ہمیشہ سیاہ رکھتا ہے۔ دماغی کام کرنیوالی بہنیں ضرور اسکے استعمال سے فائدہ حاصل کریں کیونکہ یہ سب اشتہاری تعریف نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت بھی بہت کم ہے

قیمت فی بوتل وزن ۱۰ آونس ۱۴؍ علاوہ محصولڈاک وغیرہ
" " ۶ " ۸؍ حوالہ رسالہ ضروری

المشتہر
قمرالدین بدرالدین پرفیومرز ۵۹ چوک الہ آباد

ناامید مریضوں کی اُمیدگاہ

یہ امر مسلمہ ہے کہ ہومیوپیتھک علاج نے جس قلیل مدت میں عالمگیر شہرت کر لی ہے اس کی نظیر دنیا کا کوئی علاج پیش نہیں کر سکتا۔ بے ضرر، کم خرچ اور اکسیر یہ وہ بین خوبیاں ہیں جن سے اس کو تمام قسم کے علاجوں پر فوقیت حاصل ہے۔ خصوصاً عورتوں اور بچوں کی بیماریوں میں یہ بے مثل علاج ثابت ہوا ہے۔ اگر آپ یا آپ کے کوئی عزیز خدانخواستہ کسی پوشیدہ یا مہلک بیماری میں مبتلا ہیں اور آپ علاج کراتے کراتے مایوس ہو چکے ہیں تو ایک دفعہ ہمیں بھی خدمت کا موقع دیجئے۔ ہمارے دواخانہ کو نہایت لایق اور سند یافتہ ڈاکٹروں کی خدمات حاصل ہیں۔ جنھوں نے اپنی خداداد قابلیت سے اکثر ایسے مایوس العلاج مریضوں کا علاج کامیابی سے کیا ہے جن کو بڑے بڑے انگریزی اور یونانی معالجوں نے جواب دیدیا تھا۔ اب وہ ہمارے حق میں دعاگو ہیں۔

دوائیوں کی قیمت ہمارے یہاں نسبتاً کم لی جاتی ہے پورے آدمیوں سے ۱؍ اور بچوں سے دو پیسہ فی خوراک۔ بذریعہ ڈاک علاج نہایت توجہ سے کیا جاتا ہے۔ تمام خط وکتابت اور مریضو کا ریکارڈ بالکل مخفی رکھا جاتا ہے۔ جواب کے لئے ٹکٹ ارکا آنا لازمی ہے۔

منیجر: سرفراز ہومیوپیتھک دواخانہ۔ چارلی گنج سیپری بازار جھانسی

بیگمات کے لئے
نایاب تحفہ یعنی
الیکٹرک سنگار بکس

یہ سنگار بکس نہایت خوبصورت پائدار بنا ہوا ہے۔ باہر نفیس پالش اور اندر مخمل و شیشہ فٹ کیا ہوا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بجلی لگی ہوئی ہے۔ ضرورت کے وقت بٹن دبائیں فوراً نہایت عمدہ صاف روشنی ہو جائے گی۔ نہایت نفیس قابل خرید چیز ہے۔ قیمت درجہ خاص معہ سامان عمدہ ولایتی عـہ؍۔ دیسی ۶؍، دوم بلا سامان ۳؍

نوٹ:۔ اس کے علاوہ الیکٹرک شیونگ بکس، الیکٹرک بجس اور ہر قسم کے الیکٹرک بیمپ، ٹارچ، بٹیریاں، عمدہ اور مقابلتہً ارزاں ہم سے طلب کیجئے

حقانی الکٹرک کمپنی شاہپور روڈ۔ لودیانہ پنجاب

دُوربین

درۂ دانیال پر ترکی اقتدار۔ جنگ عظیم میں اتحادی درۂ دانیال میں سخت جد و جہد کے باوجود داخل نہ ہوسکے جب جرمن نے ہتھیار ڈالے تو ترکوں کو بھی شرکت جنگ کا خمیازہ اُٹھانا پڑا۔ ۱۹۱۸ء میں مردوس میں جو صلحنامہ مرتب ہوا اُس کی رُو سے درۂ دانیال اتحادی بیڑے کے لیے کھول دیا جانا ضروری قرار دیا گیا۔ اس میں سے نہ صرف سوداگری کے جہاز گذرنے کی اجازت ہوتی تھی بلکہ امن و جنگ کے ایام میں جنگی جہاز بھی جا سکتے تھے۔ پہلے برطانوی تدبیر یہ رہی تھی کہ درۂ مذکور سوائے ترکی جہازوں کے ہر ایک ملک کے جنگی جہاز کے لئے بند ہونا ضروری تھا مقصد یہ تھا کہ بحیرۂ اسود کا رُوسی بیڑہ بحیرہ روم میں آکے برطانوی جہازوں کو دھمکی نہ دے سکے۔ عہدنامہ سیورے کی رُو سے جو اگست ۱۹۲۰ء میں ہوا یہ قرار پایا کہ درہ کے دونوں طرف کے سواحل جو پہلے ترکی قبضہ میں تھے یونان اور ترکی کے درمیان اس طرح بانٹ دئے گئے کہ گیلی پولی کا جزیرہ نما اور تمام مشرقی تھریس شتلجہ کے محاذ تک یونانیوں کے قبضہ میں اور درہ کا صرف ایشیائی ساحل ترکوں کے قبضہ میں دیا جانا تھا۔ یہ اس لئے کہ اگر ترکی کبھی سرکشی کرے تو یونان فوراً اپنے حلیف اتحادیوں کو اپنے مقبوضہ ساحل پر بلا کے ترکی کی گوشمالی کرا سکے۔ اسی طرح اور بھی سخت شرائط عائد کی گئی تھیں۔ درہ کے ساحلی حلقوں سے فوجیں ہٹالی جاتی تھیں اور قلعوں کو غیر مستحکم رکھنا ضروری تھا لیکن ترکوں نے بعد میں یُونانیوں کو شکست دے کے درہ کے متعلق شرائط نرم کرالیں۔ سخت شرائط پر عمل نہ کیا گیا حتے کہ ۱۲ ہزار سپاہی بھی ترکوں نے اس علاقہ میں برابر رکھے۔ اب ترکوں نے اعلان کر دیا ہے کہ ہم کسی قید کے پابند نہیں۔ ہم درۂ دانیال کو بدستور سابق مستحکم و قلعبند کرینگے۔

بڈھلاڈا کے قتل عام کی سزا۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں بڈھلاڈا ضلع حصار کے قریب کے ایک گاؤں کے چمار کی گائے جاتی رہی پتہ چلا کہ وہ بڈھلاڈا کے قصابوں نے چرا لئے یا خرید کے ذبح کر دی ہے اس پر سکھوں نے جلسہ کیا جس میں سخت اشتعال انگیز تقریروں میں کہا گیا کہ ہنود اور سکھ دھرموں کی ہتک کی گئی ہے۔ سنتا سنگھ زورا سنگھ اور بلدیو جو چند قتلوں اور ڈکیتیوں کے سلسلے میں مفرور تھے اور پولیس انکی تلاش میں تھی اپنے ہم مذہبوں کو خوش کرنے کیلئے انتقام کے لئے چل پڑے اور بڈھلاڈا میں جاتے ہی بیگناہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ جو سامنے آیا اُسے ختم کر دیا اس طرح اُنہوں نے ۱۵ مسلمان مرد عورت اور بچے مار ڈالے اور دس زخمی کر دیئے اور بعد میں روپوش ہو گئے۔ چھ ماہ بعد زورا پولس سے مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا۔ بلدیو اپر پہلے کسی اور قتل کا مقدمہ چلایا گیا اور اس میں اُسے پھانسی مل گئی۔ سنتا سنگھ بعد میں گرفتار کیا گیا اور اس پر ۱۵ میں سے صرف تین قتلوں کے مقدمے چلے جن میں سے ہر ایک میں اسے پھانسی کی سزا ملی۔ عدالت عالیہ لاہور نے اسکا اپیل خارج کرکے پھانسی کی سزا برقرار رکھی۔

سیاسی حالت کانگریس نے پٹنہ کے اجلاس میں قانونی نافرمانی کی تحریک کو واپس لے لیا اور کونسلوں میں داخلہ کی اجازت دیدی۔ اس پر حکومت ہند اسقدر خوش ہوئی کہ اس نے وہ قوانین جنکی رو سے کانگریس ناجایز جماعت قرار دیدی تھی واپس لے لیئے ہیں البتہ تنبیہ کر دی ہے کہ اگر کانگریس نے پھر قانونی نافرمانی کی تو یہ سب احکام پھر جاری ہو جائیں گے۔ صوبہ سرحد میں سرخ قمیص والوں کی جماعت بدستور ناجایز شمار کی جائے گی۔ ہنگامی قوانین کے ماتحت جو لوگ قید کیے گئے ہیں رہا کیے جا رہے ہیں۔

کپور تھلہ میں کشت و خون ۲۵ اپریل کو محرم کے موقع پر تعزیوں کے جلوس کے راستہ پر جھگڑا ہوا اور گولیاں چلائے جانے کی وجہ سے بیس مارے گئے اور ۳۳ زخمی ہوئے۔ ایک تحقیقاتی کمیٹی بیٹھی جس میں سر عبد الحمید وزیر اعظم ریاست اور مسٹر گریفن سکرٹری ایجنٹ گورنر جنرل برتھے۔ اُنہوں نے شہادتیں لے کے رپورٹ شائع کر دی ہے۔ اُنہوں نے قرار دیا کہ موقع پر عقل سے کام نہیں لیا گیا۔ اگر موقع اور محل پر کام کیا جاتا تو جھگڑا ہی نہ بڑھتا اور جب جوش بڑھا تو گھبراہٹ میں گولیاں زیادہ چلا دی گئیں چنانچہ میجر کرٹھا والا انسپکٹر جنرل پولیس ریاست اور کپتان روپ سنگھ فوج کے سردار کی خدمات ختم کر دیے جانے کی سفارش کی گئی۔ زخمیوں اور مقتولوں کے رشتہ داروں کے لئے وظیفے مقرر کیے جانے کی سفارش کی گئی۔

یورپ کی جنگی طیاریاں آج کل یورپ میں ہر سلطنت جنگ آیندہ کے لیے کیل کانٹے سے خوب مسلح ہو رہی ہے اور اندیشہ ہے کہ جنگ کسی نہ کسی بہانہ سے زمانہ قریب میں چھڑ جائے۔ انگریزوں نے ہوائی جہازوں کے ۵۰ دستے یعنی چھ سو نئے ہوائی جہازوں کی طیاری کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس وقت فرانس کے پاس سب سے زیادہ ہوائی جہاز ہیں۔ اس کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ۔ جاپان۔ اطالیہ اور سوویٹ کے نمبر ہے۔ ان کے بعد برطانیہ اور اس کے بعد رومانیا اور یگوسلویہ کا نمبر ہے۔ ہٹلر اور مسولینی بھی اس سلسلہ میں باہم گفت و شنید کر رہے ہیں۔

اولوں سے سر ٹوٹے ضلع شیخوپورہ کے دو گاؤں میں اس زور کی ژالہ باری ہوئی کہ چار آدمیوں کی کھوپریوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ چند آدمیوں کے اتنی سخت چوٹیں آئیں کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ بہت سے مویشیوں کا بھی یہی حال ہوا۔ کھیتوں کو سخت نقصان پہنچا۔ میدانوں میں مرے ہوئے جانوروں کے ڈھیر پڑے ہیں۔ زمین میں گڈھے پڑ گئے اور درختوں کے پتے جھڑ گئے۔

نئے نوٹ اب چھوٹے چھوٹے باریک نوٹوں کا رواج ہے جو اچھے نہیں معلوم ہوتے اور لوگ لیتے ہوئے بھی کتراتے ہیں۔ حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ زمانۂ قریب میں پانچ اور دس کے نوٹ مضبوط کاغذ پر جاری کیے جائیں گے گو اُن کے نقش و نگار اور قد و قامت قایم رکھی جائے گی۔

مرد دُلھن ہنگی میں ایک شخص نے جس کی عمر ۶۰ سال تھی ایک بدمعاش کی مدد سے شادی کی اور ۲۵ روپیہ نقد اور دو سو روپیہ کے زیورات کے بدلہ میں ایک ۲۲ سالہ دُلھن اس کے حوالہ کر دی گئی۔ جب وہ اپنی دولھن کو گھر لئے جا رہا تھا تو راستہ میں سے وہ غائب ہو گئی۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ بڈھے کے ساتھ سخت دھوکہ کیا گیا اور دُلھن کے بھیس میں ایک مرد تھا۔ عدالت نے ایک بدمعاش اور فرضی دُلھن اور ایک اور شخص کے خلاف سمن جاری کر دیئے ہیں۔

انسدادِ گداگری شملہ سے فقیروں کو نکالا جا رہا ہے۔ ایک بڈھا فقیر عدالت میں پیش کیا گیا جس کے پاس سے سو روپیہ کے منی آڈروں کی رسیدیں برآمد ہوئیں۔ یہ روپیہ اس نے اس موسم میں گھر بھیجا تھا۔ عدالت میں بیان کیا گیا کہ اس کا بیٹا بی اے پاس ہے۔

تاروں کا جھرمٹ صوبجات متحدہ نے بعض اضلاع میں جبریہ تعلیم کے اجرا کے لئے ایک لاکھ روپیہ کے مصارف منظور کیے ہیں۔ بعض مقامات میں نو برس کی عمر تک لڑکے لڑکیوں کو یکجا جبریہ تعلیم دی جائے گی اور دیگر مقامات میں بالخصوص ہاں جہاں مسلمان زیادہ رہتے ہیں گیارہ برس کی عمر تک کے لڑکے لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ مدرسے جاری کیے جائیں گے۔

بادشاہ ظاہر شاہ والئے کابل نے دو ہزار روپیہ اور اُن کے چچاؤں سردار ہاشم خاں اور سردار شاہ محمود نے ہزار ہزار روپے بہار کے مصیبت زدوں کی امداد میں عطا کیئے ہیں۔

آگرہ کے قریب ایک گاؤں میں تقریباً ۴۰ ڈاکوؤں کے گروہ نے ایک برہمن کا گھر گھیر لیا۔ اس کے گھر میں گھس کے اُس کے کیواڑ لگا لیئے اور گھر والوں کے ہاتھوں کی انگلیوں کے گرد گھی میں ڈبو ڈبو کے لپیٹ دیئے اور اُن میں آگ لگا دی اور بھی طرح طرح کی بیرحمیاں کیں۔ گاؤں کے سردار نے موقع پر پہنچ کے بندوق سے دو ڈاکو مار ڈالے۔ پولیس بھی آگئی اور کئی ڈاکو زخمی ہوئے اور ڈاکو گولیاں چلاتے ہوئے گرفتار کر لیئے گئے۔

امام یمن اور سلطان ابن سعود میں صلح ہو گئی ہے جو ۲۰ سال تک رہیگی۔ اور یہ کو کسی غیر جانبدار ملک یا حصہ بھیجدیا جائیگا۔ نجران دونوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ سعودی فوجیں تہامی خالی کر دینگی۔ کسی قسم کا تاوان ادا نہ کیا جائے گا اور عام معافی دی جائے گی۔

ایک ہندو مدراس کے ساحل پر پانی میں بیٹھا پوجا کر رہا تھا کہ لہر اُسے بہالے گئی۔ اس کی عورت اپنے بچہ کو گود میں لئے اسکی مدد کو دوڑی لیکن وہ بھی لہر کی لپیٹ میں آگئی۔ خود تو لہر کے زور سے ساحل پر آپڑی اور بچہ اور خاوند ڈوب گیا۔

جہلم میں ایک لڑکے نے اپنے آپ کو یتیم بتا کے ایک وکیل کو اتنا ترس دلایا کہ اس نے اُسے اپنے پاس نوکر رکھ لیا۔ تین ہفتے کے بعد وہ اس کے ۹۵ روپیہ لے کے چمپت بنا۔ معلوم ہوا کہ وہ پیشہ ور چور ہے اور اسی طرح ایک سپاہی کو بھی دھوکا دے چکا ہے۔ اب تک اسکا پتہ نہیں چلا ہے۔

۱۳ مئی کو بھاگلپور میں ایسا سخت طوفان آیا کہ پہلے تو بالکل اندھیرا چھا گیا اور ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دیتا تھا پھر ایسی ہوا چلی کہ کہا جاتا ہے کہ گذشتہ چالیس سال میں کبھی نہ چلی تھی۔ چار ریل گاڑیاں ۵۰ فٹ دوڑی چلی گئیں۔ آخر پٹری سے اُتر گئیں۔ درخت جڑ سے اُکھڑ گئے اور کچھ آدمی بھی مر گئے۔

قصور میں چند مسلمان عورتیں آپس میں لڑ پڑیں۔ اُن کے مرد غل سُن کے اُنکی طرف دوڑے گئے ایک آدمی مارا گیا۔

شاہ ایران رضا شاہ پہلوی انگورہ پہنچ گئے غازی مصطفےٰ کمال پاشا اسٹیشن پر استقبال کے لیئے موجود تھے۔

نیپال کے سابقہ سپہ سالار کی ڈلائی لامہ کے مرنے کے بعد سزا کے طور پر آنکھیں نکال ڈالی گئیں۔

افسوس ہے کہ قاری سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی کا انتقال ہو گیا جو مشہور مبلغ اسلام اور کئی اصلاحی معاشرتی کتابوں کے مصنف تھے۔ دہلی میں ایک منیب مینر کے برقی پنکھے کی رسی بجلی کی رو کے سوراخ میں لگا رہا تھا کہ بجلی کے جھٹکے سے اس کی جان نکل گئی۔ اس کی رسی کو چھونا نہیں چاہیئے خواہ اس کے گرد ڈورا ہی لپٹا ہوا کیوں نہ ہو۔

ضلع تنجور کے ایک گاؤں میں ایک مندر کے میلہ کے موقع پر بعض آدمی آنکڑوں سے لٹک جاتے اور طرح طرح سے بدن کو تکلیفیں دینے کے مظاہرے کرتے تھے۔ ایک مجسٹریٹ نے ان میں جان کا اندیشہ دیکھ کے انکی ممانعت کا حکم جاری کیا جس سے ہندو بگڑ گئے اور اُنھوں نے بلوہ کر کے ایک نائب ڈپٹی ایک تھانیدار اور ہیڈ کانسٹبل کو زخمی کر دیا۔ پولیس کو گولیاں چلانی پڑیں۔ ۴۵ آدمیوں کا چالان کر دیا گیا ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس میں ایک نابینا لڑکے نے تین مضمونوں میں ۸۰ فی صدی اور کل مضامین میں مجموعی نمبر ۶۵ فی صدی حاصل کیئے۔ اُس نے تعلیم نابیناؤں کی طرز تحریر میں پائی اور اسی میں امتحان دیا۔

بنگال میں دو ہندو بھائی بی اے اپنی بہن اور والدین سمیت مسلمان ہو گئے۔ بہن کی شادی مسلمان سے ہو گئی۔ کراچی میں ایک مجسٹریٹ نے عدالت میں ایک آنے والے پر جوتوں کے جرچرانے پر پانچ روپیہ ورنہ ایک ہفتہ قید محض کی سزا دیدی۔

مضمون نگاران عصمت اور اُن کے مضامین

چھبیسواں (۲۶) سال از جولائی ۱۹۳۳ء تا جون ۱۹۳۴ء

اڈیٹر

چند باتیں سالگرہ نمبر
پچیسویں سال کے مضمون نگار ״
خاتون اکرم عصمتی انعامات ״
انعامات پانے والی بہنیں ״
مضامین کی رسید ״
نامہ نگاران عصمت ״
چند باتیں ستمبر
مضامین کی رسید ״
نئی کتابیں اکتوبر
مضامین نومبر
چند باتیں جنوری
مضامین کی رسید ״
نئی کتابیں ״
مضمون نگاروں سے فروری
مضامین کی رسید ״
شمالی بہار کی تباہی مارچ
مضامین کی رسید ״
ایک نئے زنانہ رسالہ کی تجویز اپریل
مضامین کی رسید مئی

الف

۲- اختری خاتون سہارنپور

سلمہ ستارے کی بیل سالگرہ نمبر

۳- اس آر کے رفیعہ ڈاکٹر

امیر کرمانیہ) لکھنؤ
اخلاق نبوی سالگرہ نمبر
جھیل کے کنارے ״

کفایت شعاری ستمبر
عبرو قناعت عورت کے حصہ میں نومبر
حضور رسالتمآبؐ کی رقیق القلبی دسمبر
سرورِ عالم کی دشمنوں کے لئے دعا جنوری
سرورِ کائنات کی بچوں پر شفقت فروری
خواب راحت اپریل
سُشینی جون

۴- ایس ایس کے (علی گڈھ)

تارکشی کی تتلی جنوری

۵- ایس کے عثمان (ناگپور)

سی پی کی جنگلی عورتیں اکتوبر

۶- ایس بی طاہرہ (پشاور)

انتشار سالگرہ نمبر
موت نومبر
افلاس دسمبر
خوددار جنوری
ناصح مارچ
سوز اپریل

۷- ایس کے صغرا سبزواریہ کلکتہ

چھٹی (افسانہ) سالگرہ نمبر
کوبلانگ (افسانہ) ستمبر
رہبر نسواں کی یاد میں چند کلمے نومبر
حاجی محسن کی باتیں مئی

۸- ایس جے نکہت اٹاوہ

سلائی کی کتاب مئی

۹- اے، جے لکھنوی

کامیابی فروری

۱۰- اقبال سی۔ پی

تصاویر اجنڈ نظم ستمبر

۱۱- امتہ الحفیظ مسز اے رحیم دارکا

صنعت وحرفت سالگرہ نمبر
״ ستمبر
״ اکتوبر
״ نومبر
میٹل پالش دسمبر
صنعت وحرفت دسمبر
״ ״ جنوری
״ ״ فروری
״ ״ مارچ
״ ״ اپریل
״ ״ جون

۱۲- امتہ الوحی دہلی

بہتان مئی

۱۳- آمنہ نازلی دہلی

دیوی افسانہ سالگرہ نمبر

سمدھنوں کر گالیاں اپریل
ہماری محفلیں مئی

۱۴- امیر فاطمہ آگرہ

اعتراض سالگرہ نمبر

۱۵- اُمِّ عاصمہ گلبرگہ دکن

ایک مینار کی مسجد با تصویر سالگرہ نمبر
گاجر مارچ
املی کا آچار اپریل
الوان نعمت جون

۱۶- ا- ن کاکوروی

کروشیا سے پاندان کی گردی فروری
کروشیا کا بٹوہ مئی

۱۷- انور جہان بیگم اورنگ آباد دکن

بہار کا زلزلہ (نظم) - مئی

۱۸- انور سلطان آگرہ

لباس شب خوابی نومبر

۱۹- انور سلطان ایبٹ آباد

کراس سٹیچ کی بیل جنوری

۲۰- اے آر بیگم ظہیر الدین دہلی

شادی کا شوق سالگرہ نمبر

۲۱- اے یوسف فتح گڈھ

بیڈمنٹن دسمبر

۲۲- ایچ احمدی بیگم دل پورم مدراس
بدگمانی (افسانہ) جون

۲۳- بلقیس جمال خاتون میرٹھ
نوروز عصمت نظم سالگرہ نمبر
قربان گاہ وفا نظم سالگرہ نمبر
بارگاہ خاتون میں نظم نومبر
ماہ صیام سے چند باتیں نظم جنوری

۲۴- بلقیس ضوی اکولہ برار
مینجر درکار ہے (افسانہ) اپریل

۲۵- بیگم اس ایچ آغا
اپنے بچہ کی یاد میں جنوری

۲۶- بیگم اصغر حسین لکھنؤ
بے لطف دعوت مارچ

۲۷- بیگم خان عبدالرشید جالندھر
سالگرہ عصمت (نظم) سالگرہ نمبر
نزاکت وچینی کی جنگ دسمبر
عورت اور تعلیم خانہ داری اپریل

۲۸- بیگم عبدالرحمن خاں احمد آباد
ماما اکتوبر
خان صاحب نومبر

۲۹- بیگم عبدالغفار خاں جالون
توجہ کے بعد عمل کی ضرورت جون

۳۰- بیگم سمیع اللہ لاہور
المونیم کے برتن ستمبر
گراموفون ریکارڈ اکتوبر
ناک اور نتھ نومبر

کپڑے فروری
اسلام مئی
انگریزی دیسی ادویات جون

۳۱- بیگم لطیف احمد
گنگا جمنی بیل فروری

۳۲- بیگم میر جعفر دیولالی
ستون یادگار باتصویر سالگرہ نمبر

۳۳- بیگم محمد مجتبیٰ گونڈہ
اخبار بینی دسمبر

۳۴- بیگم محمد مجیب دہلی
سیرت کا ایک نقص سالگرہ نمبر
چند دن کشمیر میں باتصویر مارچ

۳۵- بیگم محمد رفیق علی شاہ آباد
دنیا کی ایجادیں اور ان کے موجد سالگرہ نمبر
بچوں کا ہومیوپیتھک علاج ستمبر
خواتین جاپان دسمبر
بچوں کا ہومیوپیتھک علاج فروری

۳۶- بیگم کپتان نصیر الدین ٹونڈلہ
یعقوب جن سالگرہ نمبر

۳۷- ب-ن ابراہیم مدراس
کردشیا میں گاڈ بلیس سالگرہ نمبر
تاریخ ہند کی ابتری دسمبر
فنگر بلیرڈ مارچ
کراس اسٹیچ ورک جون

۳۸- جمیلہ بیگم کلکتہ
مشاہیر عالم کی وہم پرستی سالگرہ نمبر
درزی کی معاملہ فہمی ستمبر

بچوں کی غذا نومبر
ہم بچوں کو کیا کھلائیں جون

۳۹- جلیلہ خاتون بدایوں
شان رسالت (نظم) اپریل

۴۰- ح-ا-ابو (رنگون)
بچوں کی پرورش سالگرہ نمبر
برمی خواتین ستمبر
اردو اخبار ورسائل اکتوبر
ساس کا برتاؤ داماد کے ساتھ نومبر
نوکروں کے خصائل دسمبر
سبز ترکاریوں کے فائدے جنوری
مذہب سے غفلت کی وجہ فروری
نباہ مارچ
آنحضرت صلعم کا لطف وکرم مئی
ایک ضروری اپیل جون

۴۱- حسن النساء حیدرآباد دکن
جوہر شرافت (افسانہ) جنوری

۴۲- حسن آرا بیگم مسز ایچ اے حکیم کلکتہ
ام اے او گرلز اسکول کا جلسہ مارچ

۴۳- حفیظہ جمال حیدرآباد دکن
برقع دسمبر
آنکھ اور اسکی حفاظت جنوری
آنکھ اپریل

۴۴- حنیفہ سلطان علی گڈھ
وادی خوف فروری

۴۵- حمیدہ خانم ایم اے
انگریزی تعلیم کی ضرورت جون

۴۶- حمیدہ نذیر کانپور
دکھیا کی بپتا فروری
صبر اپریل

۴۷- خدیجہ بائی (بمبئی)
دستی بیگ سالگرہ نمبر
شکوس ستاروں کی بیل مئی
ایک خوبصورت کرتہ جون

۴۸- خورشید آرا بیگم منشی فاضل امراؤتی
مزار خاتون پر عالم تخیل میں نظم نومبر
عورت نظم فروری
زندگی نظم مارچ

۴۹- خورشید بیگم حیدرآباد دکن
دلہن اور سنگھار سالگرہ نمبر

۵۰- رابعہ خاتون پنہاں امرتسر
نوید سالگرہ نظم سالگرہ نمبر
شب ماہ (نظم) جنوری
موسم برسات (نظم) ستمبر
بہن خاتون اکرم کی یاد میں نظم نومبر
ہلال ماہ صیام نظم جنوری

۵۱- ر-س
موٹاپا اور اس کا علاج نومبر
میری دعا دسمبر
اعتقادات مارچ
گانا اپریل
لاغری دور مئی
آواز جون

۵۲- زہرہ بیگم فیضی بمبئی
کتے کی قبر اپریل
دماغ کی صفائی جون

۸۴- گ-ن عطاء اللہ کیور تھلہ

چند مجرب نسخے — اپریل
اتفاقی حادثوں کا علاج — جون

۸۵- لطف النساء حیدرآباد دکن

عورت — نظم — اپریل

۸۶- لطیفہ باقی کلکتہ

آخر لڑکیاں کیا کریں — سالگرہ نمبر

۸۷- محمدی بیگم بی اے حیدرآباد دکن

انڈوں کا آچار — اکتوبر

۸۸- مخفی

الٰہی مقصد ہستی حصول ہو جائے (نظم) — دسمبر

۸۹- مسز اشرف حسین دہلی

یتیم بچیوں کی افطاری میں شرکت — جنوری

۹۰- مسز ام الحلیمہ مریم جمیل کلکتہ

ہماری خیرات کا طریقہ — اپریل

۹۱- مسز براس ٹوکیو جاپان

ہاکونے کی سیر — اپریل

۹۲- مسز حمید لکھنؤ

فتح دروازہ (با تصویر) — سالگرہ نمبر
خدائی احکام میں بنیادی فائدے — جون

۹۳- مسز سید نواب شاہ سندھ

آتش بازی — دسمبر

۹۴- مسز فضلی دہلی

جاپانی خواتین کا لباس با تصویر — سالگرہ نمبر

۹۵- مسز لطافت اللہ خاں فرودی

آگرہ کی ہوائی رصدگاہ — فروری

۹۶- مسز غلام حسین رنگون

مسلمانوں کا مستقبل — مارچ

۹۷- مس معتصمۃ الرحمن حیدرآباد دکن

ڈاک خانہ — سالگرہ نمبر
نمناک دیوار (افسانہ) — دسمبر
مٹن — اپریل

۹۸- منظور مبارک علی شورکوٹ

سبزیاں سکھانا — سالگرہ نمبر
مسلمان اور شرک — ستمبر
تربیت میں ایک نقص — جنوری
روحانی جراثیم — فروری
کروشیا میں شگوفہ — اپریل

۹۹- مہر النساء مدراس

ست الملک ملکہ مصر — سالگرہ نمبر
نومسلم (افسانہ) — اکتوبر
خوفناک جزیرے — نومبر
اخلاق و عادات — فروری
شہنشاہ بابر کی زندگی کا ایک ورق تاریخ — مئی
سلطانہ صفیہ (افسانہ) — جون
بخومی — جون
ناسخ

۱۰۰- نادر جہاں بیگم سیونی

لباس شب خوابی — اکتوبر
بیڈ منٹن — نومبر
ہم ٹھنڈے موسم میں آتے ہیں — جنوری

۱۰۱- ناصرہ بیگم دہلی

پچاس سال پہلے کی عورتیں — مارچ

۱۰۲- فاطمہ ناندیر دکن

آلو کی میٹھی کڑھی — مئی

۱۰۳- نزہت افضل لاہور

طبیعت کی موافقت — نومبر

۱۰۴- نشاط افزا کلکتہ

کراس سٹیچ کا چوکور — سالگرہ نمبر
نفیس اور نوایجاد فراک — نومبر
سنگھار دانی کوٹ — دسمبر
کپڑوں کے پھولوں کی انگیٹھی — اپریل

۱۰۵- نور جہاں بیگم

قبض اور اسہال کا علاج — دسمبر

۱۰۶- نوشابہ خاتون قریشی بی اے حیدرآباد دکن

دہلی کی گرمی — نظم — سالگرہ نمبر

۱۰۷- و-ا بلقیس بیگم آگرہ

وقت اور کام کی کفایت — سالگرہ نمبر
نصیرہ — افسانہ — اکتوبر
جذبات — فروری
خاص توجہ کی ضرورت — مئی

۱۰۸- وزیر النساء

کروشیا میں کلنگ

ب مرد

۱۰۹- ابو طاہر داؤدی ایس سی

دھلائی — سالگرہ نمبر
دھلائی — ستمبر
" — نومبر
ہل چل (ڈراما) — دسمبر
کپڑوں کی دھلائی — جنوری

۱۱۰- سید اختر احمد

کال (نظم) — اکتوبر
آغا شاعر قزلباش

۱۱۱- افسر الشعراء دہلوی

ماں کی گود (نظم) — ستمبر
بیٹی کی رخصت (نظم) — اکتوبر
صنف نازک کی تاجدار — نظم — نومبر
چیونٹی — نظم — دسمبر
ڈاکیہ — نظم — اپریل

۱۱۲- اقبال احمد بھوپال

کپڑے کی چھپائی — سالگرہ نمبر
کپڑے کی چھپائی — ستمبر
کپڑے کی چھپائی — اکتوبر
کپڑے کی چھپائی — دسمبر
کپڑے کی چھپائی — اپریل
" — جون

۱۱۳- ڈاکٹر اعظم کریوی

فریبی — افسانہ — سالگرہ نمبر

۱۱۴- امام اکبرآبادی

اسلامی پردہ — سالگرہ نمبر

۱۱۵- بشیر احمد آزاد (انبالہ)

شمشیر اسلام — نظم — سالگرہ نمبر
خاتون مشرق سے — نظم — ستمبر

۱۱۶- پریم چند بی اے

عید گاہ (افسانہ) — سالگرہ نمبر
سکون قلب (افسانہ) — فروری

۱۱۷- تلوک چند محروم بی اے

اہلیہ بائی — نظم — دسمبر
خواتین ہند (نظم) — جنوری
حرماں نصیب بیوہ — جون

۱۱۸- تقی علی ہاسمی ناگپور

چشم دل (افسانہ) — ستمبر
محبت کی قیمت (افسانہ) — جنوری
شیاما (افسانہ) — مارچ
آپ اپنے دام میں صیاد آگیا — مئی

۱۱۹- خواجہ احمد

روس و جاپان میں نسوانی ترقی — نومبر

۱۲۰- خان ادیب

دو رباعیاں — جون

۱۲۱- خلیل الرحمن ایم اے کلکتہ

حقوق نسواں — مئی

❖

۱۲۲ (خان بہادر) چودھری خوشی محمد بی اے ناظر

خواتین ملت سے خطاب نظم، سالگرہ نمبر

۱۲۳ - دعا ڈبیاوی

عورت (نظم) مئی

۱۲۴ - ریاض الحسن

راجپوتوں کی تہذیب نومبر

۱۲۵ - (علامہ) راشد الخیری

تربیت گاہ بنات سالگرہ نمبر
جہان آباد کے طائران خوش الحان کی نغمہ سنجی ״
سیاحت سالگرہ نمبر
اس مبارک باد کی مستحق ستمبر
سیاحت ستمبر
مچھیرن کا جھولا (افسانہ) اکتوبر
سیاحت ״
لاہور کی لٹریری لیگ میں عورت پر بحث نومبر
جشن معراج کا بلاوا نومبر
دست کرم نومبر
عالم نسواں اور زنانہ کانفرنسیں دسمبر
تربیت گاہ کا جشن معراج دسمبر
قیدی لڑکیاں ״
دست کرم ״
افطاری اور سحری جنوری
کفر کے فتوے اور عالم نسواں ״
دست کرم ״
اس مسکراہٹ کی قیمت (افسانہ) مارچ
زلزلہ کی ماری بچیاں ״
تربیت گاہ بنات اپریل
دعائیں ״
دست کرم مئی
دعائیں ״
یتیم اکن اما جون

۱۲۶ - (سید) رضا احمد جعفری اکبرآبادی

ایری کرم پیلہ اکتوبر
فوٹوگرافی جنوری

۱۲۷ - ڈاکٹر سعید احمد بریلوی

عورت اور جلتے ہوئے پروانے نظم اکتوبر
آپا کی آپ بیتی مئی

۱۲۸ - مسٹر سمیع جی ڈی آرٹ

کارٹونز سالگرہ نمبر

۱۲۹ - طاہر جمیل ایم اے کلکتہ

ناکردہ گنہ گار (افسانہ) سالگرہ نمبر

۱۳۰ - عبد الرؤف عشرت لکھنوی

نئی دلہن (نظم) دسمبر

۱۳۱ - عتیق الرحمان نعمانی

چوروں کا مکان افسانہ فروری
ہند کے رسم و رواج مئی

۱۳۲ - عزیز لکھنوی

خاتون اکرم نظم نومبر
رسول اللہ (صلعم) کی بیٹی نظم جنوری
عقد بیوہ مارچ

۱۳۳ - علی عباس حسینی ایم اے

بیوی (افسانہ) سالگرہ نمبر

۱۳۴ - عزیزہ اسمعیل صدیقی

سانپ مارنا ستمبر

۱۳۵ - عزیز الحسن عباسی ایڈیٹر دہلی کرانیکل

خوشگوار شادی دسمبر

۱۳۶ - غلام عباس موسوی بمبئی

مثال جون

۱۳۷ - غلام علی ملا منشی فاضل

ست الملک، ملکہ مصر دسمبر

۱۳۸ - (سید) محمد احمد سبزواری بھوپال

عقد بیوگان ستمبر
ایک حیرت انگیز واقعہ اکتوبر

۱۳۹ - محمد ایوب انصاری بہار

چاندنی بی (نظم) جون

۱۴۰ - محمد ظفر بی۔ اے ایل ایل بی۔ گوڑ گانوہ

خانہ داری سالگرہ نمبر
سیر بین ستمبر
خانہ داری ״
سیر بین اکتوبر
خانہ داری ״
سیر بین نومبر
خانہ داری ״
سیر بین دسمبر
خانہ داری ״
سیر بین جنوری
خانہ داری ״
سیر بین فروری
خانہ داری ״
سیر بین مارچ
خانہ داری ״
سیر بین اپریل
خانہ داری ״
سیر بین مئی
خانہ داری ״
سیر بین جون
خانہ داری ״
سیر بین

۱۴۱ - (سید) محمد یوسف

ہندوستان کے قدیم باشندے باتصویر، دسمبر
״ باتصویر فروری

۱۴۲ - محمد بشیر الدین حیدرآباد دکن

قوت خیال جنوری

۱۴۳ - محوی انبالوی

غم نصیب دلہن سے (نظم)، مئی

۱۴۴ - مفتاح الدین ظفر

بی ایس سی

کھیل سالگرہ نمبر
کھیل اور بچوں کی تعلیم ستمبر
بچوں کی کہانیاں مارچ

۱۴۵ - کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد

جنگ عظیم اور عورت باتصویر سالگرہ نمبر
زلزلہ باتصویر مارچ
زچہ خانہ اپریل
״ جون

۱۴۶ - نصیر الدین ہاشمی حیدرآباد دکن

ہندوستانی عورت سالگرہ نمبر

۱۴۷ - یحییٰ نقوی کھمبات

ماں نظم مارچ
قطعات اپریل
نعت جون

مینیجر

عصمت کی لاج سالگرہ نمبر
اشد ضروری دسمبر
عصمت کی لاج جنوری
عصمت کی لاج فروری
اشد ضروری جون

ع

دوربین سالگرہ نمبر
دوربین نومبر
دوربین دسمبر
دوربین جنوری
دوربین مارچ
دوربین اپریل
دوربین مئی
دوربین جون

متفرق

بزم عصمت سالگرہ نمبر
بزم عصمت ستمبر
بزم عصمت اکتوبر
بزم عصمت نومبر
بزم عصمت دسمبر
بزم عصمت جنوری
بزم عصمت فروری
بزم عصمت مارچ
بزم عصمت اپریل
زنانہ دستکاری کے رسالہ کی ضرورت مئی
بزم عصمت مئی
״ جون

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۸۲

ایڈیٹر:- رازق الخیری

تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے وہ دوا تھیں ذوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراج تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات وجذبات کو نہایت سادہ مگر پُرزور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں علی گڈھ میگزین لکھتا ہے ان کا طرز بیان پُر اثر اور دلنشین ہوتا ہے۔ رسالہ نورجہاں نے لکھا تھا مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پرزور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں

گلستانِ خاتون (۱)

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستان خاتون متفقہ طور پر ان کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شہید ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلاب زمانہ۔ تربیت اولاد۔ طرز زندگی۔ پیچ کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ [illegible] ایسے ہیں جو [illegible] لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا [illegible] ہے" یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جن میں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ [illegible] فطرت کے مطابق ہے انکی دلچسپی خاتمہ کتاب پر [illegible] ہے اخبار ریاست کی رائے "نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے" دھنا لکھتا ہے ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ افسانے [illegible] موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں" ذوالقرنین لکھتا ہے ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ [illegible] بیان کیا ہے جہیں موقع [illegible] زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبار و رسائل سے نہایت شاندار ریو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی۔ ٹائیٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ عہ مجلد ۱؎

پیکرِ وفا (۲)

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہجائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جسمیں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے بہت ہی ہے انداز بیان دلاویز عبارت سادہ و شگفتہ۔ مجلد کشمیری کی رائے پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے "پلاٹ اور پیر کردہ فن کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے" بار سوم۔ قیمت آٹھ آنے

بچھڑی بیٹی (۳)

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بے حد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶؍

جمالِ ہمنشیں (۴)

جنت مکانی کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

اجل، عالم نزع، پھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگی زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ یہ وہ دلاویز مضامین ہیں جو عصمت، تہذیب، ساقی، شباب، اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچا چکے ہیں۔ جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی گئی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے" ان مضامین کی اردو صاف و رواں ہے" زنانہ رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" رسالہ اردو لکھتا ہے ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و پختہ ہے" اخبار وکیل" جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے" اخبار مدینہ کی رائے "مضامین بہت بلند پایہ ہیں" روزنامہ انگریزی بمبئی کرانیکل لکھتا ہے "ان مضامین کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے" یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

مشیرِ نسواں (۱) یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جسمیں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے۔ طرز بیان بہت آسان اکابرین قوم نے جسے پڑھ کر حسب ذیل ریویو کئے تھے

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا" یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے" اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ کیا بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلاویز کتاب ہے" مخبر دکن کے ریویو "عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے" شوکت اسلام کا ریویو "بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔

اخبار تہذیب نسواں کا ریویو "اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت ۱۲؍

سرگذشتِ ہاجرہ (۲)

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو دور پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کرسکتی ہے چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور راستہ سے بھٹکے ہوئے شوہروں کو کیونکر راہ پر لاتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ "سرگذشت ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرز بیان بھی موثر اور دلکش ہے" بیگم صاحبہ سر عبدالقادر صاحب بیرسٹرایٹ لا کی رائے ہے" یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم کے نقائص کی بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے"۔ بار دوم قیمت ۸؍

موہنی (۳)

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی [illegible] انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ خانہ، شادی، بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی قیمت ۔۔

تحریر النساء (۴)

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز پر خط و کتابت کی بے نظیر کتاب، اخلاقی و معاشرتی و مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں ان کو کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشا کی انشاء اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے پڑھنے کے بعد نہ صرف ناسمجھ بھی موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے قیمت

معزز خواتین کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

محصول ڈاک بذمہ خریدار

مفید بیگم ۱۲؍	عقل کی باتیں ۸؍	خانہ داری کے تجربے ۱۲؍	تندرستی ہزار نعمت ۴؍
غیرت کی پتلی ۶	ہنسی کی باتیں ۸؍	شمع خاموش (نظمیں) ۶؍	پردہ و تعلیم ۱۲؍
چاند رخ ۴؍	تاریخی لطیفے ۸؍	آئینۂ جمال (نظمیں) ۱۲؍	بچوں کی تربیت ۔
دولت بے بہا ۸؍	خواتین اندلس ۸؍	شہیدِ وفا (افسانے) ۸؍	بچوں کی دنیا ۔
		لغات موت (مضامین) ۸؍	مختصر دنیا ۔
			آئینۂ موثر

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سے یہ سب کتابیں شائع ہوئی ہیں

تصنیفات مصوّر غم حضرت علّامہ راشد الخیری مدظلہ

آمنہ کا لال اُردو زبان میں مولود شریف کی بالکل صحیح اور مستند کتاب قیمت عہ

سیّدہ کا لال شہادت کی مفصل ومکمل تاریخ اور مراثی کربلا قسم اول دوروپے قسم دوم عہ

صالحات اُردو کا بہترین اصلاحی اور اخلاقی ناول ایک نیک لڑکی کے حالات عہ

شب زندگی اصلاح نسواں کے سلسلہ میں مشہور معروف کتاب قیمت ہر دو حصّہ عاہ

نسوانی زندگی چار سبق آموز نتیجہ خیز افسانے ۸ر

نوحہ زندگی بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق نہایت دردانگیز مشہور تصنیف ۱۲ر

جوہر قدامت دو بہنوں کی جگر خراش کہانی پچاس برس پہلے کا تمدن دکھایا گیا ہے عہ

طوفان حیات شرک قبر پرستی پیر پرستی رسوم کی پابندی کے خلاف معرکتہ الآرا تصنیف بے انتہا موثر اور سبق آموز عہ

نغمہ شیطانی سات نہایت دلچسپ کیرکٹر حد درجہ دلآویز نتیجہ خیز افسانے ۱۲ر

ستونتی ایک شریف بیوی کا قصہ جو اپنے کارناموں سے حیرت میں ڈال دیگی ۸ر

موؤدہ محروم وراثت لڑکی کا دردو غم بھرا سبق آموز قصہ ۸ر

انگوٹھی کا راز تین مختلف الخیال لڑکیوں کی دلچسپ کہانی ۶ر

تفسیر عصمت خلع وارتداد پر بہتر مثل افسانہ پُرمذاق اور نصیحت خیز ۵ر

منازل ترقی ترقی کی دُھن لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں انسان کیا کر بیٹھا ہے۔ ۴ر

بچّہ کا کرشمہ ایک عاشق زار بدنصیب ماں کی ناکام محبت دکھائی گئی ہے ۴ر

ریڈیا کی سرگذشت یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو کھینچ دیا ہے ۴ر

بیلہ میں میلہ غدر کی ماری شہزادیوں کے جگردوز نالے (با تصویر) ۱۲ر

جوہر عصمت تیرہ ۱۳ سبق آموز دردانگیز نتیجہ خیز افسانے عہ

سیلاب اشک آٹھ نہایت دلآویز سبق آموز عبرتناک افسانے ہر افسانہ با تصویر عہ

طوفان اشک بارہ دل ہلا دینے والے نہایت موثر افسانے عہ

روداد قفس دردانگیز نظمیں جن کا ایک ایک شعر کلیجے کے پار ہو ۱۰ر

گرفتار قفس اس وقت تک باقی نظموں کا مجموعہ ۴ر

نوبت پنجروزہ یا وداع ظفر بہادر شاہ دہلی کے پانچ جشن اور غدر کے حالات عہ

ولایتی نتی نہایت ہی پُرلطف قصہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں ۶ر

نانی عشو اس قدر دلچسپ افسانہ کہ ختم کئے بغیر نہ چھوڑا جائے ۱۰ر

قلب حزیں چودہ دلآویز مختصر مضامین نظم نما نثر کا بہترین نمونہ ۸ر

امین کا دم واپسیں زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل ۴ر

وداع خاتون محترمہ خاتون اکرم کی جواں مرگی پر علامہ محترم کے آنسو ۵ر

گلدستۂ عید سبق آموز افسانوں اور مضامین کا مجموعہ جس سے معلوم ہوگا کہ رمضان المبارک کس طرح گزارنا اور عید پر کیا کرنا چاہیئے ۸ر

چہار عالم ایک نہایت دلچسپ سبق آموز عبرتناک افسانہ ۴ر

اسلامی تاریخ کے افسانے (لڑکیاں نہ منگائیں)

شہید مغرب طرابلس مراکش اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں عہ

عروس کربلا میدان کربلا کے دردناک حالات ناول کے پیرایہ میں اس سے بہتر نہیں لکھے گئے عہ

دُرِّ شہوار ایران سیستان ماژندران کی لڑائیوں کا ہولناک مرقع ۸ر

محبوبۂ خداوند تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی عیسائی راہب کی سیاہ کاریاں ۲ر

منظر طرابلس مذہبی پیشوا کے سیاہ اعمال نامے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمانوں کی فتوحات ۸ر

شہنشاہ کا فیصلہ عہد عباسی کے بغداد کا دلآویز افسانہ نہایت دلچسپ پُرلطف ۴ر

سودائے نقد جوان لڑکیوں کی شادی نہ کرنے کے دردناک نتائج ۵ر

خوبصورتی جوانی اور تندرستی کے لئے

مختلف قسم کے پوڈر، منجن، سرمہ، کریم، سنون، تیل، صابون، ابٹنہ، پیسٹ، لیپ، معجون، کشتے، عرق، اور یورپ کی اشتہاری دواؤں پر ہزاروں روپیہ برباد کرنے اور ڈاکٹر حکیموں کی طرف رجوع کرنے سے پہلے کتاب

سنگھار خانہ

کا مطالعہ کر لیجیئے جس میں تندرست رہنے اور جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے اور جوانی قائم رکھنے کے متعلق بے انتہا قیمتی مفید مضامین اور نسخے ہیں۔

خوبصورتی بڑھانے کے راز	افزائش حسن کے نسخے
خوبصورتی بڑھانے کے طریقے	عمر کا بناؤ
تنفس حسن افزا	کہیں جانے سے پہلے سنگھار
رنگ نکھار والی غذائیں	گرمی میں حسن کی حفاظت
موسم گرما میں سنگھار	تھکے ہوئے چہرے پر حسن کی چمک
یورپ میں حسن بڑھانے کے طریقے	کس رنگ پر کس رنگ کا لباس زیب دیتا ہے
گورا رنگ کس طرح قائم رہ سکتا ہے	سانولے رنگ کی خوشنمائی
ادھیڑ عمر میں خوبصورتی	سنگھار کی تیل
پر تکلف غسل	غسل کے مصالحے
خوبصورتی کی ترتیب	خوش پوشاکی

یہ صرف پہلے باب کی مختصر فہرست ہے ایک اور باب کی مختصر فہرست۔

(۱) کامیاب خوبصورتی (۲) جلد (۳) بال (۴) چہرہ خوشنما بنانے کے نسخے (۵) چہرہ کی صفائی (۶) چہرہ کا نکھار (۷) پھول سا کھلا ہوا چہرہ (۸) چہرہ کی جھلی (۹) چہرہ کی شکنیں (۱۰) جھریاں کس طرح کی جائیں (۱۱) پیشانی کی خوشنمائی (۱۲) لٹکی ہوئی ٹھوڑی (۱۳) دوہری ٹھوڑی (۱۴) ٹھوڑی اوپر (۱۵) ٹھوڑی کی درستی کا طریقہ۔

بال			دانت
بالوں کی حفاظت	سرخ بال	بال دھونا	خراب دانت
بالوں میں کنگھی	بالوں کی خرابیاں	بال بڑھانے کے تیل	دانتوں کی مضبوطی
بالوں کی صفائی	بالوں کی مالش	بالوں کی نگہداشت	دانتوں کی خوبصورتی
بالوں کا سنگھار	سفید بال	بال [illegible]	منہ کی صفائی
بالوں کی خوشنمائی	بالوں کی تازگی	بالوں کا سنگھار خانہ	ہاتھ پر مسواک
		آنکھ	
آنکھ کا [illegible]	آنکھوں کے حلقے	آنکھوں کی حفاظت	آنکھوں کا [illegible]
مالش [illegible]	آنکھوں کی تھکن	خوبصورت آنکھیں	ابروؤں کا سنگھار
	آنکھوں کی [illegible]	نقلی [illegible] آنکھ	

اسی باب میں ناک کان لب رخسار ٹھوڑی کلائی کمر ناخن انگلیاں پاؤں غرض ہر حصہ جسم کو خوشنما بنانے کی ہدایتیں صحیح ترکیبیں اور کارآمد نسخے ہیں موزوں بدن کے نقص میں مرا اور کوسھے اور سارے جسم کا موٹاپے کے دور کرنے اور بدن میں تیزی اور پھرتی پیدا کرنے کی ہدایتیں اور زنانہ ورزشیں اور ورزشوں کے متعلق نقشے غرض یہ کتاب سنگھار خانہ ۲ سال کی محنت کے بعد شائع ہوئی ہے۔

قیمت صرف دو روپے مجلد (۲؍)

عصمتی بہنوں کا زرین کارنامہ

عصمتی دسترخوان کا مکمل سٹ ہے جس کی سارے ہندوستان میں دھوم مچ گئی ہے اور مبالغہ نہیں یہ واقعہ ہے کہ اُردو کیا ہندوستان کی کسی زبان میں کھانے پکانے کے موضوع پر عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی غریب معزز خواتین کے سینکڑوں خطوط اس کتاب کی تعریف میں چھپ چکے ہیں لیکن بعض بہنوں کی رائے ہے کہ اس کا دوسرا حصہ مشرقی مغربی کھانے حصہ اول پر بھی فوقیت لے گیا کیونکہ اس میں کھانے پکانے کے متعلق تقریباً سو صفحوں کے ایسے ایسے کارآمد مضامین ہیں کہ آجتک کسی کتاب میں نہیں چھپے

چند عنوانات یہ ہیں

کھانے کے اصول پکانے کے اصول باورچی خانہ کیسا ہو۔ اناج کا صندوق نعمت خانے ترکاریوں کے خواص کون کون سے کھانے ساتھ کھانے چاہئیں کونسی غذا کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہے جرمنی باورچی خانہ۔ ایرانی دعوت آداب طعام وغیرہ پھر ہندوستانی ایرانی عربی ترکی جرمنی انگریزی فرانسیسی جاپانی کھانوں کی نئی نئی ترکیبیں جو خاص طور پر اس کتاب کے لئے تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اور ہر ایک چیز کی کئی کئی ترکیبیں مثلاً سالن کی ۸۴ نئی ترکیبیں چاول کی ۲۸ نئی ترکیبیں مشرقی مغربی کھانے کی تیاری میں ہندا اور بیرون ہند کی ۲۰ خواتین نے حصہ لیا ہے اور ایک کثیر رقم صرف کرنے کے بعد یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔

قیمت دو روپے مجلد (۲؍)

خیالات مہاتما گاندھی

جس کی انگریزی میں ہزارہا جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں مسٹر انڈروز کی مشہور کتاب کا عام فہم اُردو میں ترجمہ قیمت (۱؍)

بچوں کیلئے وہ کتابیں جو بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں

ہمارے نبی ۳؍ ہمارے رسول ۵؍ سرکار کا دربار ۴؍ چار یار ۸؍ اسلامی عقائد ۲؍ ارکان اسلام ۱؍ بچوں کا قاعدہ ۴؍ رہنمائے قاعدہ ۲؍ بچوں کی پہلی کتاب ۴؍ بچوں کی نظمیں ۴؍ تعلیمی کھیل ۳؍

بچوں کیلئے نہایت مفید دلچسپ سبق آموز ڈرامے

اسکول کی زندگی ۴؍ بچوں کا نصاب ۴؍ محنت ۴؍ شریر لڑکا ۴؍

بچوں کا انصاف ۴؍ قوم پرست طالب علم ۴؍ دیانت ۲؍ بچوں کی کتابیں ان کے علاوہ جاپانی کہانیاں ۱۲؍ مزیدار کہانیاں ۵؍ بچوں کی دنیا ۶؍ ربالشینوں کی دنیا بلی چچ کو چلی ۳؍ لومڑی اور مینا ۳؍ رنگی اور چوہا ۳؍ بچوں کی کہانیاں ۱۰؍

محصول ڈاک بذمہ خریدار   ملنے کا پتہ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

عِصمت بُک ڈپو کی مشہور و مقبول کتابیں

تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری، جنت مکانی محترمہ خاتون اکرمؒ اور محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

"اور کھانے پکانے اور زنانہ دستکاری کی مفید کتابوں کے علاوہ جن کا اشتہار ٹائٹل کے صفحوں پر ہے دفتر عصمت سے مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوئی ہیں"

نام کتاب	مختصر کیفیت	قیمت
مشرقی مغربی کھانے	عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ، مغربی اور ایشیائی کھانوں کی ترکیبیں جو تجربہ کے بعد لکھی گئی ہیں سو صفحوں کے کارآمد مضامین بھی ہیں	عالحہ
سنگھار خانہ	خوبصورتی اور تندرستی کی کتاب جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے جوانی قائم رہنے کی ہدایتیں سنگھاری اشیاء کے استعمال کے صحیح طریقے اور روز مرہ شئیں	عالحہ
خانہ داری کے تجربات	ذاتی تجربوں کی بناء پر خانہ داری کے متعلق بے بہا مضامین جو نامور مضمون نگار محترمہ (؟) بلقیس بیگم نے لکھے ہیں چھوٹی لڑکیاں مطالعہ کرلیں تو سگھڑ بن جائیں	۱۲ر
مفید نسواں	خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ، تندرستی، تیمار داری کے متعلق ذاتی تجربوں کی بناء پر نہایت مفید اور کارآمد مضامین	۸ر
تندرستی ہزار نعمت	عصمت کی مشہور نامہ نگار محترمہ زہرہ فیضی کے یورپ امریکہ کے تجربات، صحت قائم رکھنے کے متعلق قیمتی مشورے تندرستی کے اصول	۱۴ر
بچوں کی تربیت	سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر بچوں کی پرورش اور اخلاق و مذہب کے اصولوں پر ان کی تربیت کس طرح کی جائے، اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے	۱۰ر
خواتین اندلس	مسلمانوں کے زمانے کے اسپین میں بڑی بڑی شاعرہ ادیب مصور بذلہ سنج لطیفہ گو مدبر خواتین پیدا ہوئی تھیں ان کا تذکرہ ہے تاریخ میں افسانہ کا لطف	۶ر ۲
انوری بیگم	اُردو کی نامور افسانہ نگار مسز ض. یو جنگ مرحومہ کا مقبول و مشہور افسانہ جس میں تمدنی خرابیوں اور رسوم کی پابندیوں کے نقصانات دکھائے ہیں	عہ
دولت پر قربانیاں	دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے اور نامور دں لڑکے لڑکی کی شادی کردینے کے دردناک نتائج۔ ۵ عبرتناک سبق آموز افسانے	۸ر
غیرت کی پتلی	تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات اولوالعزمی اور ہمت سے کس طرح بگڑا ہوا گھر بن سکتا ہے اس موضوع پر محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل کی تصنیف	۶ر
چار رُخ	چار عورتوں کی آپ بیتی، مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید، عیسائی مشنریوں کی صحبت رواج کی پابندیوں کے دردانگیز نتیجے دکھائے گئے ہیں۔	۱۴ر
شہید وفا	امۃ الوحی صاحبہ مشہور افسانہ نگار ہیں یہ کتاب انہیں کے ۹ نتیجہ خیز دلاویز دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ہے سب افسانے کامیاب اور بہت اچھے ہیں	عہ
تاریخی لطیفے	دُنیا کی نامور شہزادیوں بادشاہوں شاعروں ادیبوں کے لطیفے جن میں تہذیب سوز یا لغویات خرافات سے تنفر ہو کوئی لطیفہ نہیں۔	۸ر
ہنسی کی باتیں	عامیانہ بازاری لطیفے نہیں عصمتی بہنوں کے لکھے ہوئے نئے طبع زاد سنجیدہ لطیفے۔ مہذب ظرافت کی دل پسند کتاب۔	۸ر
عقل کی باتیں	بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں مصنفوں فلاسفروں کے وہ مقولے جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جن میں زندگی کی مشکلات کا حل ہے	۸ر
پردہ و تعلیم	مسلمان عورت کا تمام مذہب کی عورتوں سے مقابلہ، مسلمان عورت کے حقوق۔ تعلیم کی طرف سے غفلت کے نتائج۔ پردہ پر معقول بحث	۱۲ر
آئینۂ جمال	بلقیس جمال صاحبہ کی ۲۸ نظموں کا مجموعہ اسلام کے دور اولین کی سبق آموز تاریخی کہانیاں، مناظر قدرت کی بھی خوب مصوری کی گئی ہے	۱۲ر
شمع خاموش	خواتین کی محبوب شاعرہ منجھو بیگم لکھنوی کی دردانگیز نظمیں جو ہندوستانی مسلمان عورت کی مظلومیت کا صحیح فوٹو ہیں۔	۶ر
نغمات موت	محترمہ حجاب اسمٰعیل کے دردانگیز مضامین جو انہوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے اور جو اردو رسالوں میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں	۴ر
ادب زریں	مس حجاب اسمٰعیل کے مختصر لطیف مضامین کا دلاویز مجموعہ مصنفہ کے بلند تخیل، عبارت کی رنگینی جذبات کی ترجمانی اور شاعری کا بہترین نمونہ	۸ر
روحانی شادی	اخلاقی و اصلاحی ڈراما جو پلاٹ، مکالمہ، کیرکٹر ہر اعتبار سے کامیاب ہے سبق آموز عبرتناک اور دلچسپ مزاحیہ بھی ہے از منشی پریم چند بی اے	۶ر
آئینہ موٹر	انجن کے ہر پرزہ کے متعلق زیادہ معلومات، کتاب کے مطالعہ کے بعد مالک موٹر خود گاڑی کا نقص دور کرسکتا ہے۔	عہ
مزیدار کہانیاں	چھوٹے بچوں کے لئے انہیں کی زبان میں نہایت دلچسپ کہانیاں جن کی تصویریں بھی بچے دیکھ کر خوش ہونگے از سید ابو تمیم صاحب	۵ر
مختصر دُنیا	ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا بالشتئے اُسے دیو سمجھتے تھے سیاح درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا تھا قابل دید ہے	۵ر
بچوں کی دنیا	ایک روس کے سب سے بڑے مصنف ٹالسٹائی نے بچوں کیلئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سب سے عمدہ کا آسان زبان میں بہترین ترجمہ	۷ر
جاپانی کہانیاں	جاپانی بچوں کی بہترین کہانیاں نہایت آسان عام فہم زبان میں محترمہ مسز فضلی نے لکھی ہیں ہر کہانی کے ساتھ تصاویر ہیں قیمت	عہ

پرنسس مرینا کی سہیلیاں Bridesmaids جو ۲۹ نومبر کو آپکے ہمراہ ہونگی

لیڈی ایرس مونٹ بیٹن

گرانڈ ڈچس کیرا آف روس

پرنسس الزبتھ آف یورک

پرنسس یوجینی آف یونان

پرنسس جولیانا آف ہالینڈ

پرنسس آئرین آف یونان

پرنسس کیتھرائن آف یونان

لیڈی میری کیمبرج

سوئی کا کام

مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں مثلاً کشیدہ کاری۔ کروشیا۔ ٹٹنگ۔ کارپٹ ورک۔ تارکشی وغیرہ میں سب سے مقدم اور سب سے اہم فنِ خیاطی ہے جس کا جاننا ہر لڑکی اور عورت کی روزمرہ کی ضروریات میں سے ہے۔ خواتین کو حلقۂ عصمت کی مشہور دستکار محترمہ فاطمہ جعفر منشی کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے قریباً ڈیڑھ درجن نامور دستکار بہنوں کی مدد سے سال بھر کی محنت کے بعد سوئی کا کام یا چمنستانِ خیاطی مرتب فرمائی ہے۔ جس میں مختلف وضع کے کپڑوں کی کٹائی اور سلائی کے ۱۸۱ دلاویز نمونے ہیں۔

باب ۱ بچوں کے کپڑے سوٹ، جانگئے باڈی پجامہ سینہ بند فیڈر وغیرہ کے ۱۹ نمونے
باب ۲ بچوں کے فراک، قمیص، کرتے۔ گاؤن وغیرہ کے وضع وضع کے ۴۲ نمونے
باب ۳ مختلف قسم کے نہایت دلفریب، دیدہ زیب بمپروں کے ۲۵ نمونے
باب ۴ نئی نئی طرز کی قمیصوں کے ۱۵ نمونے
باب ۵ پارسی، مدراسی اور دوسرے قسم کے بلاؤز ۶ نمونے
باب ۶ نئی نئی وضع کے خوبصورت کالر ۲۴ نمونے
باب ۷ مختلف وضع کے نفیس دلاویز کف ۹ نمونے
باب ۸ لباس شب خوابی، لباڈی، لیڈیز انڈرویر وغیرہ کے ۹ نمونے
باب ۹ پاجامہ شلوار کے کٹائی سلائی کے ۹ نمونے
باب ۱۰ مختلف چیزیں مثلاً دیوارگیری کی جھالر، الماری پوش۔ میز پوش۔ پلنگ پوش۔ کشن پوش۔ دسترخوان، تکیوں کے غلاف۔ جگ کور۔ آئینہ پوش۔ پٹی کوٹ وغیرہ کے ۳۲ نمونے

متعلق کٹائی اور سلائی کی ترکیب نہایت محنت اور خاص توجہ سے مکمل اور مفصل لکھی گئی ہے کتاب کے شروع میں سلائی کی مشین اور قینچی سوئی وغیرہ کے استعمال کی نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں نمونے خوب صاف اور واضح ہیں کاغذ سفید چکنا خوب دبیز۔ کتاب سوئی کے کام کی موجودگی میں آپ کو درزی کی پریشانی سے نجات مل جائے گی اس موضوع پر بھی ہندوستان میں اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی۔ قیمت صرف ایک عہ علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ

دفترِ عصمت کوچہ چیلان دہلی

عصمتی بہنیں

اگر ان قواعد کی پابندی کریں
تو ان کو کبھی ہم سے شکایت کا موقعہ نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۳۰ تاریخ کو شائع ہوکر تیسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار بہنوں کو پہنچ جاتا ہے اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی لیکن اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۵ تاریخ تک کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگالیں اس کے بعد یقیناً بھی ممکن ہے نہ مل سکے

(۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہوجائے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دے دی جائے کئی کئی ماہ بعد پتہ بدلوانا دفتر کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہوجاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر نے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو ۳۰ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے ہر بہن کا فرض ہے کہ جب پتہ تبدیل ہو تو فوراً دفتر کو اطلاع دے دیں

(۳) جب ہمیں خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا آپ نے نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیجکر دفتر سے معلوم کرلیجئے کیونکہ بغیر خریداری نمبر لکھے آپ کے خط کی تعمیل فوراً نہ ہوسکے گی۔

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا تین پیسے کا ٹکٹ بھیجئے۔

(۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ ضرور درج فرمایئے۔

(۶) خریداروں کو چندہ کی میعاد یا اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے۔ اگر کسی بہن کو آیندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کردیں اور اگر پرچہ بدستور جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر کے ذریعہ آیندہ سال کا چندہ بھیج دیں انکاری اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی۔ پی بھیجا جاتا ہے۔

وی پی واپس کرکے عصمت کو شدید نقصان پہنچانا تعلیم یافتہ بیبیوں کیلئے زیبا نہیں۔ اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی ضرور وصول کرلینا چاہئے

منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

تربیت گاہ کی افطاری

رمضان المبارک کا مہینہ بھاگم بھاگ چلا آرہا ہے یہ وہ مقدس دن ہیں جب خدا کے نیک بندے اپنے مولا کی دی ہوئی نعمتوں میں اپنے غریب اور محتاج عزیزوں اور مسلمانوں کو شریک کرتے اور خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ زندگی کے وہ چند لمحے جب ایک مسلمان کے دل میں کسی حاجتمند کی خدمت کا پاکیزہ جذبہ پیدا ہو ان بیسیوں برسوں سے بہتر ہیں جو محض خواہش نفس کی تکمیل میں بسر ہوں اور مبارک ہیں وہ ہاتھ جو اس نیک کام کو اُٹھیں اور اس سے پہلے کہ بڑھنے سے معذور ہو جائیں کسی اچھے کام میں گذریں۔

تربیت گاہ نے اس وقت تک جو کچھ بُری بھلی خدمات انجام دیں وہ عصمتی لڑکیوں اور بناتی بچیوں کے علم میں ہیں انکو یہ بھی معلوم ہے کہ میں اس کے متعلق نہ کوئی جلسہ کرتا ہوں نہ عام چندہ نہ شہری بچیوں سے کوئی فیس لی جاتی ہے۔ ان کو یہ بھی خبر ہے کہ اس کے تمام اخراجات صرف ان کے دست کرم پر منحصر ہیں وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ دورہ میں جو کچھ مجھ کو ملتا ہے وہ ان ہی کی ضرورتوں پر صرف ہوتا ہے اور ان کے اخراجات کی تکمیل زیادہ تر میرے دورہ سے ہوتی ہے۔ میں پچھلے پرچہ میں یہ بھی اعلان کر چکا ہوں کہ قویٰ کے انحطاط علالت اور بتدریج نقاہت کی وجہ سے میں اس سال دورہ نہ کر سکا اور اب تمام ضروریات کی تکمیل کا انحصار ان ہی چند دلوں کی توجہ پر منحصر ہے جن میں یہ احساس موجود ہے۔

یہ چند سطریں لکھنے کے بعد میں ان کے پڑھنے والوں سے صرف اتنا اور کہوں گا کہ ماہ مقدس میں روزانہ افطار کے وقت تربیت گاہ کے یتیم سیکشن کی سابق اور حال کی بچیاں اور ان کی ماںڈ مائیں جمع ہوتی ہیں تو اسلام کی ایک عجیب شان نظر آتی ہے اس لئے کہ حاجتمند مسلمانوں کا یہ گروہ کوئی غیر مسلم دروازہ نہ جھانکے۔ ان کے روزے بھی یہاں کھلتے ہیں اور کھانا بھی یہیں کھاتی ہیں۔

زندگی کی ماری ہوئی یہ لڑکیاں انواع واقسام کی نعمتوں کے کھانے کا حق نہ رکھتی ہوں مگر اتنا حق تو ضرور رکھتی ہیں کہ معمولی کھانے سے افطار کریں۔

راشد الخیری

بنات دہلی مسلمان بچیوں کے لئے ماہوار رسالہ سات سال سے تربیت گاہ بنات دھلی سے شائع ہو رھا ہے۔ سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ۔

جشنِ معراج

۲۶ و ۲۷ رجب المرجب مطابق ۵ و ۶ نومبر کی درمیانی شب تربیت گاہ کے یتیم سیکشن کی طرف سے سرورِ دوجہاں کا جشنِ معراج دھوم دھام سے منایا گیا باہر کے مہمان صبح ہی سے اور شہر کی محترمات شام سے آنی شروع ہوگئی تھیں۔ شہری خواتین میں سے جن محترم بیبیوں نے تربیت گاہ کی آراستگی، مدارات اور کھانا کھلانے میں اپنی یتیم بچیوں کا ہاتھ بٹایا۔ ان میں بیگم صاحبہ سردار بہادر کپتان مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب سی آئی ای بیگم صاحبہ مولوی رضاء اللہ صاحب بی اے سول انجنیر، بیگم صاحبہ مولوی معراج الرحمٰن صاحب خصوصیت سے شکریہ کی مستحق ہیں۔ باہر کی تشریف لانے والی بیبیوں نے اس شرکت میں جو اذیت و تکلیف گوارا فرمائی اس کا اجر ان کو دربارِ رسالت سے ملے گا۔ بیگم صاحبہ پیر محمد صاحب قربشی ضلعدار ریاست پٹیالہ سید علی احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ علی گڈھ، محترمہ بلقیس جمال صاحبہ میرٹھ یتیم بچیوں کی طرف سے میرا دلی شکریہ قبول فرمائیں۔ اس سلسلہ میں بیگم صاحبہ بابو امتیاز احمد صاحب تاجر چرم دلی شکریہ کی مستحق ہیں کہ انھوں نے جشنِ معراج کی تکمیل میں میرا ہاتھ بٹایا اور ہر ممکن اعانت فرمائی اعلان کے موافق مغرب کی نماز کے بعد کھانا شروع ہوگیا اور نو بجے ختم ہوا اس عرصہ میں شہر کی عصمتی بہنیں اور بنانی لڑکیاں تشریف لے آئی تھیں اور دس بجے تک تربیت گاہ اپنے مہمانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی خوشنما دروازہ پر جو پھول پتّوں سے آراستہ کیا گیا تھا ایک بڑے تختہ پر سنہری اور روپہلی حرفوں میں یہ مصرعہ برقی روشنی میں جگمگا رہا تھا "شاہوں کا شاہ اس دم مہمان ہے ہمارا"

اندر داخل ہوتے ہی لڑکیاں جو استقبال کے واسطے دو رویہ عطر اور پھول لئے کھڑی تھیں۔ درخواست کرتی تھیں کہ درود پڑھتی ہوئی تشریف لائے سب سے پہلے مدرسہ کی بچیوں نے کلام اللہ کی تلاوت کی اس کے بعد مسز رضاء اللہ صاحب سکریٹری نصرت کلب دہلی نے ایک دلچسپ اور مؤثر تقریر فرمائی اُن کی تقریر کے خاتمہ پر حاجیہ زاہدہ بیگم صاحبہ نے معراج پر وعظ فرمایا ان کے بعد رابعہ پنہاں صاحبہ امرتسر اور محترمہ بلقیس جمال صاحبہ میرٹھ نے نظم پڑھی۔ سردار بیگم صاحبہ نے معراج پر مفصل تقریر کی۔ ۲ بجے جب سلام پڑھا گیا ہے تو کچھ ایسا سماں بندھا کہ ہر بیوی کی آنکھ سے آنسو نکل رہے تھے یتیم بچّوں نے ان تمام حضرات و محترمات کے نام لے لے کر ان کی درازی عمر اطمینان اور ترقی کی دعا مانگی جن کی اعانت سے تربیت گاہ کا یہ سال بہ خیر و خوبی ختم ہوا تین بجے جلسہ ختم ہوا مگر اس کا مبارک اثر ابتک دل پر ہے۔ اور رہیگا۔ عزیزہ سردار بیگم صاحبہ اور حشمت جہاں صاحبہ نے میرے اور مولوی صاحب کے متعلق جو دعا مانگی اور مہمان بیویوں نے آمین فرمائی ہم دونوں ان سب کے شکرگزار ہیں معبودِ حقیقی سب کی عمروں میں برکت دے جن کی وجہ سے تربیت گاہ اپنے فرائض اس کامیابی سے انجام دے رہی ہے۔

بیگم راشد الخیری

سید متین احمد صاحب سب جج اور اُن کی بیگم صاحبہ کی تشریف آوری

تربیت گاہ بنات اور اس کا یتیم سیکشن اپنی محسنہ بیگم صاحبہ سید متین احمد صاحب کا دلی شکرگزار ہے کہ وہ ۱۴ نومبر کو اپنے شوہر صاحب کے ہمراہ تشریف لائیں اور اپنی عنایت سے مدرسہ کو ممنون فرمایا افسوس ہے کہ مجھے سید صاحب سے ملاقات کا موقع نہ ملا مگر محترمہ بیگم صاحبہ نے مدرسہ اور لڑکیوں کے متعلق جو محبت افزا الفاظ فرمائے اور بیگم راشد الخیری صاحبہ کو جن ہمدردانہ اور حوصلہ افزا الفاظ میں مبارکباد دی میں اس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خداوند کریم ان محسنوں کا سایہ تربیت گاہ کے سر پر ہمیشہ قائم رکھے آمین۔ راشد الخیری

انسداد ارتداد

مسلم خواتین کے ارتداد کے متعلق اخبار انقلاب میں مختلف حضرات کے مضامین شائع ہو رہے ہیں قریشی صاحب علما اور عام مسلمانوں کی رائے طلب فرما رہے ہیں۔ بیرسٹر نیرنگ اسمبلی میں مسودہ قانون پیش کرنا چاہتے ہیں ۸ تاریخ کو ڈاکٹر اقبال کی صدارت میں کوئی جلسہ ہونیوالا ہے بادی النظر میں انسداد ارتداد کی سعی ہر مسلمان کی توجہ اور اعانت کی مستحق ہے مگر کیا وہ مسلمان جو ارتداد کو روکنے کی انتہائی کوششیں فرما رہے ہیں ایک مسلمان کی اس صدا پر بھی کان دھرینگے کہ

"کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست"

اس سلسلہ میں سب سے پہلی تنقیح یہ ہوگی کہ مسلمان عورت کے مرتد ہونے کے اسباب کیا ہیں۔ اس کے بعد ان کا علاج کس طرح ممکن ہے لیکن افسوس اس وقت تک اس ذیل میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں کسی جگہہ یہ چیز نہیں دکھائی دیتی مضامین کی ہر سطر اور ہر لفظ اور ہر حرف مرد کی طاقت کا مظاہرہ کر رہا ہے کبھی وہ قانون کی طرف جھکتا ہے کبھی علما کی آڑ پکڑتا ہے اور کسی جگہہ جلسے منعقد کرنیکی تجویز کرتا ہے۔ مسلمان مرد کو اگر عورت کے ارتداد سے واقعی اذیت ہوتی ہے تو اس کو رب سے پہلے اس تنقیح پر متوجہ ہونیکی ضرورت تھی۔ وہ مسلمان عورت کو فریق مخالف سمجھے مگر وہ اس کی ماں ہے اس کی بہن ہے اور اس کی بیٹی ہے اور وہ زندگی کی کسی مہم میں بغیر اس کی مدد یا مشورہ کے آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکتا وہ ماں کے قدموں میں سر رکھتا بہن کو گلے لگاتا اور بیٹی کے سر پر دست شفقت پھیرتا تو ارتداد کی بلا ایک بڑی حد تک ختم ہو جاتی اب وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے خدا کرے وہ کامیاب ہو مگر اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے مقابلہ میں ۱۹۳۷ء کی عورت ہے ۱۸۵۷ء کی نہیں ہے۔

اس وقت ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ارتداد کا علاج کس طریقہ سے کیا جا رہا ہے؟ اس کا جواب صاف ہے۔ علماء کرام کی اعانت سے مگر التماس یہ ہے کہ کیا یہ وہی گروہ نہیں ہے جس نے عورتوں کے حقوق پامال کرنے میں مرد کی پوری اعانت فرمائی یا جس نے اس عورت کو جو اسلام میں کائنات کی بہترین شے تسلیم کی گئی تھی جس کا درجہ عبادت خداوندی یعنی نماز کے برابر تھا ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جس نے وضعی اور غیر صحیح احادیث سے ہادی برحق پر افترا پردازی کی اور عورت کی عداوت کا جذبہ اس کے دل میں ایسی سختی سے جاگزیں ہوا کہ مذہب مقدس کی اہانت بھی نظر انداز فرما دی اب آج بھی مرد اپنے اسی حمایتی کی پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ حاشا وکلا میرا مقصد ان سطور سے اِن حضرات کی توہین نہیں ہے جن پر حقیقی معنوں میں اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے میں اُن علما کا ذکر کر رہا ہوں جن کا فتویٰ دو روپیہ پر میسر ہو سکتا ہے اور جن کی مسلمانوں میں کمی نہیں اور جو علما سے تعبیر کئے جا رہے ہیں۔

انسداد وارتداد کی صدا سرزمین پنجاب سے بلند ہوئی ہے یعنی وہ سرزمین جہاں مرد نے عورت کا حق وراثت اور خدائی فیصلہ ٹھکرا کر رواج کو غالب قرار دیا۔ وہ حضرات جو اس وقت مرتدہ کے تنسیخ نکاح پر واویلا مچا رہے ہیں کیا اس سے پہلے ان مقدمات کے فیصلوں سے بھی متاثر ہوئے جن میں اسکے ترکہ پدری کو خاک میں ملا کر رواجی قانون نے احکام الٰہی کی توہین کی کیا اس تجربہ کے بعد مسلمان اور ان کے علما عورت سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ ان کی رائے اور فیصلہ پر

اعتماد کرے اور ان کے ارشاد کو درست اور ایمان کو صحیح سمجھ لے۔

اسمبلی میں مسودہ قانون کا کامیاب ہونا آسان نہیں ہے مگر بالفرض کامیاب ہو بھی گیا تو گیا یہ کم گناہ ہوگا کہ مسلمان عورت کو ارتداد کے دروازہ تک مرد اور صرف مرد نے پہونچایا اگر اس کے حقوق پامال نہ ہوتے اگر اس کا حق خلع جو اسلام نے عطا فرمایا تھا غصب نہ ہوتا۔ تو یقیناً مسلمان مرد کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا اور اگر اب بھی مسلمان مرد عورت کے مشورہ بغیر محض اپنی طاقت سے اس کو روک سکا تو خاکم بدہن اس کوشش میں کامیاب ہونیوالا مرد زیادہ نہیں ایک نصف صدی کے عرصہ میں یہ دن دیکھ لیگا کہ نکاح معاشرت اسلامی سے رخصت ہوا اور جس طرح ارتداد کی ذمہ داری مسلمان مرد پر ہے اسی طرح انسداد ارتداد کی ہر تجویز جو بغیر عورت کے مشورہ کے کامیاب سمجھی جائے گی حقیقتاً نکاح کے فنا کرنے کا پیش خیمہ ہوگی۔

مسلمان مرد اپنی طاقت کے زعم میں جو چاہے کرے مگر وہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ زمانہ کہیں کا کہیں پہونچ گیا اسکی توہمات کا دور ختم ہو چکا مرد کو آقا یقین کرنیکا پھل عورت کو اچھا نہ ملا اس کی پچھلی تاریخ جب اس نے مرد کے ہاتھوں جانوروں کی زندگی بسر کی ہے اس کے سامنے ہے جس نے اس کو مذہب سے اس قدر بیزار کر دیا کہ وہ اسلام کے نام سے ہزاروں کوس دور بھاگنے کی کوشش کرتی ہے اور جب وہ یہ دیکھتی ہے کہ اس کے پاؤں میں اس کے مذہب نے غلامی کی زنجیریں ڈالدیں تو مذہب ایک خوفناک صورت میں اس کے سامنے نمودار ہوتا ہے اس پر جب وہ سنتی ہے اور پڑھتی ہے کہ اسلام نے سب سے زیادہ عورت کی حمایت لی تو اس کے زخم پر کچوکے لگتے ہیں اور وہ صغری بیگم کی صورت میں سشن جج کے سامنے یہ کہنے پر مجبور ہوتی ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کو مطلق پناہ نہ دی اور اب مجھے اسلام چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

کیا اس مختصر رام کہانی کے بعد مسلمان عورت کا ارتداد یہ حق نہیں رکھتا کہ چشم بصیرت اس پر توجہ کرے اور مرد کو اس کے مظالم اور غصب حقوق سے باز رکھ کر اسی طرح گھر کی ملکہ سمجھے جس طرح اسلام نے اس کو سمجھا تھا اور سمجھایا تھا۔

مسلمان فقط ارتداد کو روکنا چاہتا ہے تو اس کا پہلا کام یہ ہے کہ اس وقت جبکہ مسلمانوں میں اپنے اور مرد کے حقوق کو اچھی طرح سمجھنے والی عورتیں پیدا ہو گئی ہیں ان مشوروں میں شریک کرے اور اس مصیبت کا علاج جہاں خود سوچے وہاں اس سے بھی پوچھے کہ کیا کرنا چاہیے۔

انسداد ارتداد کی تجاویز پر غور کرنے والے مرد اگر میری اس عرضداشت کو قبول فرمائیں تو میں ان کی خدمت میں مسلمان عورتوں کی ایسی فہرست پیش کردوں کا جن کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بڑی حد تک اس مرض کا تیر بہدف علاج ہوگا۔

راشد الخیری

مخلوط کلب

چند روز ہوئے میں نے ایک پارٹی میں ایک ہندو بہن کے منہ سے سنا کہ وہ ایسا کلب جاری کرنا چاہتی ہیں جس میں خواتین کے علاوہ مرد بھی شرکت کر سکیں۔ مردوں کا داخلہ اس شرط پر ممکن ہو گا کہ ان کی کوئی نہ کوئی عزیز بھی کلب کی ممبر ہو۔ بیوی، بہن، بھانجی۔ یا بیٹی۔ اگر اس کے اپنے ہاں کی مستورات پردے کی پابند ہوں اور وہ اکیلا کلب کا ممبر ہونا چاہے تو نہ ہو سکے گا ہاں مستورات کے لئے یہ قید نہیں وہ ہر حال میں لے لی جائیں گی۔

لیکن ادھر کے شہروں میں تو ابھی پردہ ہی چھوڑنا اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا بھلا اس تجویز کو کون پسند کرتا سب نے اعتراض کیا اور پوچھا کہ آخر ایسے کلب کی ضرورت کیا ہے اگر صرف زنانہ کلب بنایا جائے تو اس میں بے تکلف سب مستورات شریک ہو سکیں گی اور اچھی طرح ان کی تفریح ہو جائے گی لیکن اس صورت میں بس صرف وہی خواتین اس کی ممبر ہو سکیں گی جو مردوں سے میل جول رکھنے کو برا نہیں سمجھتیں اور ان سے اس طرح بے تکلفی سے ہاتھ ملاتی اور بات چیت کرتی ہیں جیسے کہ اپنی برابر والی خواتین سے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ دراصل یہ کلب ان لوگوں کے لئے ہو گی جنہوں نے اپنے ہاں کی مستورات کا پردہ تو چھڑوا دیا ہے لیکن اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ وہ تنہا کہیں جائیں چنانچہ جہاں خود جاتے ہیں وہاں انہیں بھی لے جاتے ہیں اور یہی بیویوں سے چاہتے ہیں کہ جہاں وہ جائیں وہاں ہم بھی جا سکیں اس پر ہم لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ بھی ایک عجیب منطق ہے ایک طرف تو یہ آزادی کہ پردہ چھڑوا دیا اور مردوں سے ملنا شروع کیا دوسری طرف یہ تنگ خیالی کہ بیوی کا تنہا کہیں جانا پسند نہیں آخر یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جہاں کہیں بیوی اکیلی جائیں گی وہ کوئی پردہ نشینوں ہی کا مجمع ہو گا۔ اگر مخلوط پارٹی ہو گی تو کیا وجہ کہ اسی میں آپ کو نہ بلایا جائے۔ پھر وہاں اکیلے بھیجنے میں کیوں تامل ہو۔ ہاں اگر یہ بات ہے کہ میاں کے بغیر بیوی اور بیوی کے بغیر میاں کی تفریح پوری نہیں ہو سکتی تو وہ دوسری بات ہے لیکن یوں تو یہ نری لغویت ہے اور حالانکہ اس مسئلہ کا تعلق صرف انہیں لوگوں سے ہے جن کے ہاں سے پردہ اٹھ چکا ہے لیکن ان میں بھی ابھی مختلف گروہ ہیں۔ ایک تو وہ جو اپنی سیر و تفریح یا ضرورت کے وقت بیویوں کو کھلے منہ سفر کراتے ہیں اور اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کوئی دیکھتا ہے ہنستا ہے یا کچھ کہتا ہے اور یہ لوگ کسی سے باقاعدہ طور پر نہیں ملتیں جلتیں تھیٹر سینما بھی دیکھتی ہیں کسی کسی خاص جلسے میں بھی شریک ہوتی ہیں لیکن سارے مجمع سے کچھ اس طرح بے پرواسی رہتی ہیں اور اپنے وقار کو ملحوظ رکھتی ہیں کہ بات کرنا تو کجا کسی کے قریب سے نکلنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی بلکہ سامنے نظر نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن یہ بہت کم ہیں۔ دوسرے وہ کہ اپنے خاص خاص دوستوں کے سامنے کرتے ہیں گویا ان دوستوں کو عزیزوں کا درجہ دے دیا ہے کہ آئیں بیٹھیں بات چیت کریں ان کی خاطر تواضع کی جائے لیکن یہ بیویاں ایسے جلسوں

پارٹیوں میں شریک نہیں ہوتیں جہاں عام طور پر مرد و عورت سب موجود ہوں۔ نہ مردوں سے ہاتھ ملائیں نہ ان کے ساتھ کھائیں پئیں۔ تیسرے وہ کہ تمام مردانہ جلسوں دعوتوں وغیرہ میں بے کھٹکے شریک ہوتی ہیں مردوں سے ہاتھ ملاتی ہیں ان کے ساتھ کھاتی پیتی اور بیڈمنٹن تاش وغیرہ کھیلتی ہیں۔ ان کے ملنے پر خوشی اور زیادہ عرصہ تک ملاقات نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کرتی ہیں بس مختصر یہ ہے کہ مرد و عورت کا فرق ہی گویا باقی نہیں رہتا۔ اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور نئی تہذیب سے واقف مرد بھی ایسی جگہ جھجکتے ہیں لیکن وہ بیبیاں خود ہنس کر کہہ دیتی ہیں کہ آیئے آیئے ہیں تو بہت دنوں سے پردہ چھوڑ چکی ہوں بعض اس حد تک بڑھی ہوئی ہیں کہ اپنے پہلے دستور بالکل بھول کر ایسے مردوں پر تعجب اور افسوس کرتی ہیں۔ بس درحقیقت اسی آخری گروہ کو اس کلب کی ضرورت ہے اور وہ خود کبھی کبھی صاف کہہ دیتی ہیں کہ ہم اپنی ترقی کے لئے اس کے محتاج ہیں کہ مردوں سے برابر کا میل جول رہے ان سے ہر مضمون پر تبادلہ خیالات کر سکیں ان کی حالت اور مزاج کو سمجھیں ان سے تہذیب کا سبق لیں بس زنانہ جلسوں میں اس کے سوا اور کیا ہوتا ہے کہ دو چار کسی کی برائی کر رہی ہیں دو چار کسی پر ہنس رہی ہیں۔ مردوں میں یہ باتیں نہیں ہوتیں اور اسی لئے ان کی باتوں میں جی لگتا ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ جو بہنیں ان خرابیوں کو محسوس کرتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ دور ہو جائیں وہ خود کیوں نہیں ایسی جگہ اس قسم کی پاک صاف باتیں شروع کر دیتیں جس سے سب دلچسپی بھی لیں اور کچھ فائدہ بھی ہو۔ آخر وہ باتیں جو کانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہیں کچھ نہ کچھ یاد بھی رہ جاتی ہیں۔ وہ طریقہ آپ خود بھی سیکھئے اور اس کو رواج دیجئے نہ یہ کہ اپنی محفل چھوڑ کر خود وہیں کی ہو رہئے۔ یہ کسی عقل مند کے نزدیک ترقی نہیں کہی جا سکتی اور نہ اس قسم کے کلبوں سے کوئی فائدہ عورتوں کو ہو سکتا ہے ہاں نقصانات کا بہت کچھ احتمال ہے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں جو کوئی ٹھنڈے دل سے غور کرے وہ آپ سمجھ سکتا ہے۔ میں ایک بالکل معمولی بات کہتی ہوں کہ انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کی نسبت اچھی بری کچھ نہ کچھ رائے ضرور رکھتا پھر اسی سے یہ سلسلہ نکلتا ہے کہ اپنے ہم خیال لوگوں سے اسے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی خیال کیجئے کہ اختلاف رائے دنیا میں بہت زیادہ ہے بہ نسبت اتفاق رائے کے۔ اب یہ بہت ممکن ہے کہ بیوی کسی کو پسند کریں اور میاں اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھیں یا میاں کسی کو پسند کریں بیوی اس سے بات کرنا عار سمجھیں بیوی کسی کو اچھا کہیں تو میاں کو ناگوار ہو میاں کسی کی تعریف کریں تو بیوی کو کھٹکے۔ یہ حالتیں کبھی کبھار کی ملاقات میں تو پھر بھی نبھ جاتی ہیں لیکن جب روز کا واسطہ ہو گا اُس وقت بڑی ٹیڑھی کھیر ہو گی جو کسی کے گلے سے نہ اتر سکے گی اور آخر کو اسی اختلاف رائے کی بدولت عجب نہیں بہت جلد وہ دن دیکھنا پڑ جائے جس کو آج یورپ رو رہا ہے ہندوستان بہت جلد تباہی کا شکار ہو جائے گا کیونکہ بہرحال وہاں تعلیم تو ہے جس کی وجہ سے روشن خیالی بھی ہے اور رواداری بھی۔ یہاں تو ابھی کچھ نہیں سوائے بندر کی سی نقالی کے۔ بس اللہ ہی رحم کرے ہم مسلمانوں کے حال پر اور ہدایت دے کہ گمراہیوں سے بچیں آمین

عورت کا مقصدِ زندگی

عصمت کو مجھ سے نہایت بجا شکایت ہے کہ جب میں جرمنی میں تھی تو اکثر مضامین و تصاویر وغیرہ سے **عصمت** کی خدمت کرتی رہتی تھی اور اب جب سے ہندوستان میں آئی ہوں باوجود لگاتار اصرار کے بھی تین سال سے کچھ نہیں لکھا۔ اصل یہ ہے کہ جرمنی میں جو کچھ میں ہندوستان اور ہندوستانیوں کے متعلق جانتی تھی وہ یا تو کتابوں اور رسالوں اور اخباروں کے پڑھنے سے معلوم ہوا تھا اور یا لوگوں سے سُنی سُنائی۔ مگر جب میں ہندوستان آئی تو جو کچھ تصور اور تخیل ہندوستان کا میرے ذہن میں تھا اوس کے بالکل خلاف نظر آیا۔ یہ میرے لئے ایک بڑا صدمہ (شوک [illegible]) تھا جس کا اثر اب تک زائل نہیں ہوا۔
جرمنی میں ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان تمام تہذیب و تمدن کا مخرج ہے۔ تاج محل جیسی عمارت دنیا میں نہیں دلّی اور آگرہ کے قلعہ کے محلات اور دلّی کی جامع مسجد و مقبرے، قطب صاحب کی لاٹھ ایک ایسے عجیب و غریب تہذیب و تمدن کے آثار ہیں جس کا اب کہیں بھی پتہ نظر نہیں آتا۔ عام طور پر یورپ کی ادنی درجے کی باتوں کی اندھی نقل کی جاتی ہے باوجودیکہ خود اونہیں کی ہندوستانی اور اسلامی تہذیب و تمدن اپنی مثال نہیں رکھتے۔ یورپ نے مسلمانوں سے اور مشرق سے بہت کچھ سیکھا اور حاصل کیا اور اور پھر اس کو ترقی دی اندھی تقلید نہیں کی۔ میرے لئے اس قسم کی نکتہ چینی بڑا مشکل کام ہے کیونکہ میں ایک بڑی مشکل میں پھنسی ہوئی ہوں۔ گو میں مسلمان ہوں اور چونکہ ہندوستانی سے شادی کرلی ہے پس سیاسۃً ہندوستانی ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ نہ میں اب یورپین ہوں اور نہ ہندوستانی۔ وہ لوگ بھی اب مجھ کو غیر سمجھتے ہیں اور یہاں والوں کے لئے بھی غیر ہوں۔ اس کا تجربہ مجھ کو روز ہوتا رہتا ہے۔ گو میں نے یہاں آتے ہی شروع شروع میں زمین پر کھانا شروع کیا اور ہندوستانی کھانا کھانے کی بھی کوشش کی مگر میں ہندوستانی نہ بن سکی۔ لوگ مجھ کو غیر ہی سمجھتے رہے۔ مثلاً ایک دفعہ میں دلّی اپنے شوہر کے رشتہ داروں میں اپنے دس برس کے لڑکے کے ساتھ گئی تو صاحبہ خانہ نے لڑکے کو یوں بلایا۔ "آؤ بیٹا قریب آؤ تم تو ہمیں میں سے ہو تم تو کالے آدمی ہو غیر تھوڑے ہی ہو وغیرہ وغیرہ" اور اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ اس واسطے میں ڈرتی ہوں کہ میری نکتہ چینی ایک غیر کی نکتہ چینی سمجھی جائے گی اور میری نیک نیتی کو غلط معنی پہنائے جائیں گے۔ اس لئے جو اصلاح اور خدمت کے ارمان اور آرزوئیں میں لے کر آئی تھی اور جس کے لئے میں نے اپنے آپ کو خوب تیار کیا تھا وہ دبی کی دبی پڑی ہوئی ہیں۔
یہ ہے سب سے بڑی وجہ کہ میں اب تک کوئی مضمون نہ لکھ سکی۔ لیکن **عصمت** کے اصرار پر اب میں نے ارادہ کیا ہے کہ نہایت احتیاط سے اپنے افکار کا اظہار کرنا شروع کروں۔ یہاں آکر مذکور بالا صدمے کی وجہ سے اردو سیکھنے میں ابتک کچھ ترقی بھی نہیں کی لہذا میرے افکار کو میرے شوہر ہی نے قلمبند کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ امید ہے کہ عصمتی بہنیں اور عصمتی بھائی

میری نیک نیتی کو غلط نہ سمجھیں گے اور مجھ کو باوجود میری یورپین پیدائش اور سفید رنگ کے اپنوں ہی میں سے سمجھیں گے۔ میں قلباً مسلمان ہوں اور قانوناً ہندوستانی مجھ کو اسلام سے محبت ہے اور ہندوستان سے محبت کرتی چاہتی ہوں اور دونوں کی ترقی میری دلی آرزو ہے ابھی میرے شوہر دلی گئے تھے تو رزاق صاحب سے اون کی بہت باتیں ہوئی تھیں۔ رزاق صاحب کی یہ خواہش تھی کہ جرمنی عورت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ جرمنی ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر مسئلہ پر رات دن چھان بین ہوتی رہتی ہے مسئلہ نسواں چونکہ ایک ملک اور قوم کے عروج و زوال کے لئے نہایت ہی اہم مسئلہ ہے لہذا اس پر بھی بڑے قابل مرد اور عورتیں چھان بین کرتے رہتے ہیں۔ اس چھان بین اور تحقیقات کی بنا پر عورتیں اپنی زندگی کو چلاتی ہیں۔ مثلاً عورت کو بحیثیت ایک انسان کے کیسا ہونا چاہئے۔ بحیثیت ایک جرمنی کے کیسا ہونا چاہئے بحیثیت ایک نیشنل سوشلسٹ کے کیسا ہونا چاہئے۔ ایک نیشنل سوشلسٹ عورت جرمنی بھی ہے اور انسان بھی۔ پس ان باتوں میں آپس میں کسی قسم کی ضد نہیں ہونی چاہئے۔ اسی طرح اس ملک کی میری بہنوں کو بحیثیت مسلمان اور ہندوستانی اور انسان کے زندگی کو ڈھالنا چاہئے۔

تمام یوروپ اور امریکہ میں بحیثیت عورت کے جرمنی عورت اب بھی نمونہ اور مثال مانی جاتی ہے۔ کیونکہ جرمنی قوم نے یوروپ میں عورت کے مقصد زندگی کو بہترین سمجھا ہے۔ عورت سب سے پہلے "گھر والی" ہے۔ جرمنی قانون کی رو سے "گھر والی" بھی ایک پیشہ شمار کیا جاتا ہے جیسے ڈاکٹر، بیرسٹر، انجنیر، معلمہ، کاتبہ، عطارہ، تاجرہ، درزن، وغیرہ وغیرہ۔ جس طرح اور پیشوں کے لئے تیاری کی ضرورت ہے اسی طرح "گھر والی" بن جانا بھی آسان بات نہیں۔ اگر آپ اپنے بیمار بیٹے، بیٹی، بیوی، بھائی، باپ، ماں کو علاج کے لئے کسی نام کے ڈاکٹر کے جس نے دراصل ڈاکٹری کی تعلیم نہ پائی ہو سپرد کر دیں گے تو کیا حشر ہوگا۔ "نیم حکیم خطرۂ جان" کی مثل مشہور ہے اور اگر وہ حکیم نیم بھی نہ ہو تو۔ اسی طرح آپ کسی انجان آدمی کو اپنا سوٹ سلنے کے لئے نہیں دیں گے اور نہ جسکو دواؤں کی پہچان ہے اوس سے نسخہ بنوائیں گے اور نہ جاہل سے علم سیکھیں گے۔ پھر اگر آپ اپنا گھر کسی عورت کے سپرد کر دیں گے جس نے گھر کے متعلق کچھ علم نہ حاصل کیا ہو تو کیا نتیجہ ہوگا اور یوں تو رہنے کے لئے جانور بھی رہتے ہیں اور قدرت نے اون کو رہنے کا طریقہ فطرتاً انسان سے اچھا سکھایا ہے۔ انسان کو عقل دے دی ہے اور جانوروں کو فطرت

لہذا جرمنی قوم نے خوب غور کیا ہے کہ "گھر والی" کے کیا کیا فرائض ہیں اونہیں فرائض کے انجام دہی کے لئے اوس کو تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔

گھر والی بننے کے لئے سب سے پہلے تو ہوشیار ہونے کے بعد لڑکی کی شادی ہوتی ہے شادی ہونے پر بالعموم ایک عورت ایک گھر کی مالک بن جاتی ہے۔ اب اوس کا سب سے (۱) پہلا کام تو یہ ہے کہ گھر کو جنت بنائے اور اپنے آپ کو اور گھر کو اپنے شوہر کے لئے مرغوب بنائے۔ اگر شوہر کو گھر کے باہر زیادہ دلچسپی ہو گئی تو پھر گویا گھر بگڑ گیا۔ یوروپ میں تو ظاہر ہے مگر یہاں بھی چھپی بات نہیں کہ بیوی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ شوہر کو اوس سے محبت ہو شوہر کے خیال ادھر ادھر نہ بھٹکیں شوہر کو

یہ خیال نہ آنے پائے کہ اوس کے دوست یا فلاں عورت کے ہاں گھر میں صفائی بھی زیادہ، گھر بھی مرغوب، کھانا بھی اچھا، اور گھر میں ہر طرح کا سلیقہ اور جب وہ اپنے گھر آئے تو نہ صفائی، نہ ترتیب، بیوی میلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں منہ پھولا ہوا ہے بچوں پر الگ خفگی نوکروں پر الگ غصہ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شوہر گھر کے باہر دوسرے اشغال ڈھونڈھتا ہے اور پھر گھر گھر نہیں رہتا ایک قسم کی ادنی سرائے ہو جاتا ہے۔

(۲) جرمنی عورت کو **مہمان نوازی** بھی خاص طور سے سکھائی جاتی ہے۔ مہماں نوازی کا راز اس میں نہیں کہ سجا ہوا گھر ہے کمخواب کے مسند تکئے یا سوفے اور کرسیاں یا قیمتی اور مرغن کھانے اور ہر قسم کا ساز و سامان بلکہ مہماں نوازی میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صاحبہ خانہ ہشاش بشاش ہو تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہمارے آنے سے اس کو خوشی ہے اور دوسری بات یہ کہ کوئی مہمان یہ نہ سمجھے کہ صاحبہ خانہ کو دوسرے کا مجھ سے زیادہ خیال ہے۔ افسوس ہندوستان میں اکثر اس کے بالکل برعکس ہے میرا دائرہ معلومات گو ابھی بہت تنگ ہے لیکن جو کچھ میں نے دیکھا ہے اور میرا تجربہ ہے وہ ابھی تک یہی ہے۔ مجھ کو ہر طبقے میں کئی شادیوں میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ اکثر یہ دیکھا ہے کہ صاحبہ خانہ کا یا تو پتہ نہیں یا بوکھلائی بوکھلائی پھر رہی ہیں نہ کسی سے بیٹھنے کو کہتی ہیں نہ کچھ۔ ایک آدھ دفعہ تو مجھ کو واپس چلا آنا پڑا۔ صاحبہ خانہ کو چاہئے کہ نئے مہمانوں کو دوسروں سے فوراً ملا دیں پھر جاہے چلی جائیں۔ یہ نہ ہونا چاہئے کہ نیا مہمان انجان پریشان ہو اور یہ بھی نہ جانے کہ کیا کروں کہاں بیٹھوں۔ غرض گھر والی کے لئے مہماں نوازی کے اصولوں کا جاننا اور اون پر عمل کی عادت ہونا ضروری ہے۔

(۳) گھر والی کو **کھانا پکانا** بھی جاننا چاہئے۔ کھانے میں علاوہ ذائقہ کے سب سے زیادہ لازمی بات یہ ہے کہ کھانا جسم کو طاقت دے، زود ہضم ہو، گوشت ترکاری وغیرہ میں جو مفید مادّے ہیں وہ پکانے میں ضائع نہ ہو جاویں۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ جسم کو کن کن مادوں کی ضرورت ہے اور یہ مادّے کن کن چیزوں میں پائے جاتے ہیں۔ بچّوں کے لئے کیا ضروری ہے۔ بیمار کو کیا کھلانا چاہئے ایک آدھ چیز ضرور مخصوص ہونی چاہئے جو کہیں اور نہ ملے اور شوہر کو نہایت ہی مرغوب ہو تاکہ شوہر یہ کہہ سکے کہ فلاں چیز ہمارے گھر سے عمدہ کہیں نہیں ملتی۔ بعض اوقات جب کسی خاص چیز کا چسکہ لگ جاتا ہے۔ اور گھر چھوڑے ہوئے کئی برس بھی ہو جاتے ہیں تو یہی چسکہ پھر گھر میں پکڑ لاتا ہے۔ شمالی امریکہ کے ملک کناڈا کے ایک کروڑپتی ایک دفعہ انگلستان کی جنوبی بندرگاہ ساؤتھمٹن کے ایک ریسٹورانٹ (کھانے کی دوکان جہاں لوگ کھانا کھاتے ہیں) میں گئے اس دوکان میں ایک غریب عورت باورچنوں میں تھی اوس کے ایک خاص طرح سے تیار کئے ہوئے آلو اُن کو بہت پسند آئے۔ دوسرے سال جب یہ پھر آئے تو پھر انہوں نے اوسی قسم کے آلو کھائے۔ پھر یہ چار پانچ سال تک سالانہ محض وہ آلو کھانے کے لئے آتے رہے آخر اونہوں نے اوس عورت سے شادی کر لی کیونکہ وہ بغیر اوس قسم کے آلو کھائے زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ لہذا ہر بیوی کو چاہئے کہ جس طرح ممکن ہو کسی ایک آدھ اپنے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیز کا میاں کو ایسا گرویدہ بنا دے کہ بغیر اوس کھانے کے

میاں زیادہ دن آرام سے نہ رہ سکیں۔ان باتوں کا بڑا اثر ہوتا ہے۔جرمنی میں ایک دفعہ کسی نے اعلان کہ جو عورت یہ لکھیگی کہ بیوی کو کیا کرنا چاہیئے تاکہ میاں اوس کا اور گھر کا گرویدہ ہو جاوے اگر اوس کا جواب بہترین ہوگا تو اوس کو بڑا بھاری انعام ملیگا ہزاروں نہیں لاکھوں جواب آئے۔ انعام دینے والے کمیشن نے جن میں ملک کے بڑے بڑے ممتاز مرد اور عورتیں تھیں اوس عورت کو انعام دیا جس نے یہ جملہ لکھا تھا

"حیوان کو من بھاتا کھانا دو"

(۴) تربیت اولاد عورت کا بحیثیت ماں کے سب سے بڑا فرض ہے۔لوگ مرغیاں پالتے ہیں یا دوسرے جانور تو اون کے متعلق کتابیں پڑھتے ہیں۔سرکار نے مدرسے کالج اور فارم کھول رکھے ہیں کامیاب لوگوں کو سرٹیفکیٹ۔ڈپلومے، تمغے اور دیگر انعامات ملتے ہیں۔ مگر ایک انسانی بچہ کو پالنے والی تربیت دینے والی کو کسی قسم کی تعلیم وغیرہ نہیں دی جاتی اور نہایت قیمتی جان اوس کے سپرد کر دی جاتی ہے اور پھر یہ امید کی جاتی ہے کہ قوم میں لائق لوگ، سچے لیڈر، رہنما، فاضل علما، بہادر، پاکباز لوگ پیدا ہوں۔ تربیت اولاد کا فن تمام علوم وفنون سے زیادہ اہم ہے۔ قوم کا، ملک کا، تمام دنیا کا مستقبل اسی پر منحصر ہے۔جرمنی میں اس کا خاص خیال کیا جاتا ہے۔اول تو عام مدرسوں میں یہ باتیں سکھائی جاتی ہیں۔پھر خاص مدرسے اسی فن کے بکثرت ہیں۔اور پھر محلہ محلہ سوسائیٹیاں اور انسٹیٹیوٹ ہیں جہاں براہ راست اور بالواسطہ اس قسم کی تعلیم وتربیت ملتی ہے۔

(۵) تیمارداری کے لئے عورت خاص طور پر موزوں ہے۔اور متوسط جرمنی عورت اس فن سے خوب واقف ہے۔افسوس جہاں تک میں نے اب تک ہندوستان میں دیکھا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ یہاں ابھی اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔ وہ باتیں جو جرمنی کے ملک میں دس دس بارہ بارہ برس کی بچی جانتی اور کرتی ہے اوس پر یہاں کہیں عمل نہیں ہوتا۔ اسکولوں میں یہ باتیں تو پڑھائی جاتی ہے مگر معلمہ صاحبہ کا اور اسکول کا تمام عمل اوس کے خلاف ہے جو وہ خود پڑھاتی ہیں۔ اکثر میں نے دیکھا ہے کہ بیمار کے پلنگ پر خیر صلّٰی پوچھنے والی بیبیوں کا ہجوم ہے۔جنہوں نے بیمار کا سر پکار کیا ہے۔یہ بات تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ بیمار کو اس سے سخت نقصان پہنچتا ہے اور وہ لوگ خود بھی بیماری، اپنے گھر لے جاتے ہیں۔پھر بھی یہ بات بالکل تو مٹائی نہیں جاسکتی۔جرمنی میں ہسپتالوں میں ہفتہ میں صرف ایک یا دو دن خاص خاص دنوں میں ایک مقررہ وقت پر اوس کے رفقا ملنے آسکتے ہیں اور یہ دیکھا گیا ہے کہ اون دونوں شام کو ہر مریض کا جس کے پاس ملنے والے آئے ہیں بخار ضرور ضرور زیادہ ہو جاتا ہے پس جہاں خیر وعافیت پوچھنے والوں کا سلسلہ لگا ہو وہاں مریض کا کیا حال ہوگا؟ مریض کی کیا کیا ضروریات ہیں اور وہ کس کس طرح پوری کی جاسکتی ہیں اس کا جاننا گھروالی کے لئے ضروری ہے۔ ڈاکٹر کے آنے تک مرض کی روک بھی اوسی کو کرنی پڑتی ہے۔چھوٹی موٹی چوٹ پھوٹ کا علاج اوس کو معلوم ہونا چاہیئے مرہم پٹی زخموں کا دھونا وغیرہ بھی جاننا چاہیئے۔بعض وقت تھوڑے سے علم ہونے کی وجہ سے وہ ایک مرنے والے کی جان بچا سکتی ہے۔خون بہنے والے عضو کو ذرا اونچا کر دینے اور

زخم سے اوپر کی طرف ایک خاص طرح سے کس کر پٹی باندھ دینے سے آدمی مرنے سے بچ جاتا ہے۔ بعض بیماریوں میں ڈاکٹر کے
آنے تک اگر حلق کے کوّے کو لیموں سے رگڑ دیں تو جان بچ جاتی ہے۔ تھوڑی سی معلومات سے اور اوسان قائم رہنے سے
ہزاروں نہیں لاکھوں شیر خوار بچوں کی جانیں سالانہ بچائی جا سکتی ہیں۔

(۶) **اپنی خوبصورتی اور جوانی کو قائم** رکھنا ہر ایک عورت کا فرض ہے۔ یہ بات کہ گرم ملکوں میں جیسے ہندوستان
ہے عورت جلدی بڑھیا ہو جاتی ہے پوری طرح صحیح نہیں ہے بلکہ شاید بالکل غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہاں بہت کم عورتیں اپنی
خوبصورتی اور جوانی کو قائم رکھنے کے لئے کچھ کرتی ہیں۔ اور اگر کرتی ہیں تو بس وہی یورپ کی عورتوں کی اندھی تقلید فقط ظاہری
باتوں میں۔ کریم یا پاؤڈر یا لپ اسٹک، اور پھر ان چیزوں میں بھی مبالغہ نہ محل کی تمیز نہ وقت کا پاس نہ شعور نہ سلیقہ۔ جہانتک
میں نے پڑھا ہے اور سنا ہے یورپی اثر سے پہلے ہندوستان کی عورتیں اس فن میں جاہل نہ تھیں، بلکہ یورپ نے بہت
کچھ ہندوستان اور مشرق سے اس فن میں سیکھا ہے۔ سہاگ پوڑے میں جو اب بھی بعض شادیوں میں دیا جاتا ہے او بٹنا
جو دلہن کو مایوں بیٹھتے وقت اور بعد کو ملا جاتا ہے۔ جسم کو ملائم اور چکنا بنانے کی ایک نہایت مفید چیز معلوم ہوتی ہے اور جسم کے
کے مسامات کھولنے کا بھی عمدہ ذریعہ ہے۔ اس قسم کی اور بھی مفید چیزیں ہوں گی جن کی حقیقت اگر یورپ کو معلوم ہو تو علمی چھان
بین کرکے اور اون کو یورپ کے موافق بنا کر ضرور ضرور استعمال کرے۔ جرمن ڈاکٹر، جرمنی فرمیں، اور جرمنی لیبر یٹوریاں
اور فیکٹریاں دن رات مشغول ہیں کہ نئی نئی ایجادات اور انکشافات اور آلات ریاضات بدنیہ وغیرہ میدان میں لائیں جن سے
عورت کی خوبصورتی اور جوانی قایم رہ سکے اور بڑھ بھی سکے۔ جرمنی عورتیں ہمیشہ اس کے متعلق اپنی معلومات بڑھاتی رہتی ہیں
کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ اپنے میاں کو گھر سے بندھا رکھنے کے لئے یہ بھی ایک نہایت اہم ذریعہ ہے۔

(۷) **لباس** کی کاٹ چھانٹ اور سلائی بھی عورت کے فرائض میں سے ایک ہے۔ لباس کا مقصد فقط یہی نہیں کہ تن ڈھاکے
اور موسم کے اثرات سے جسم کو محفوظ رکھ کر صحت کو قائم رکھے بلکہ یہ بھی بڑا مقصد ہے کہ آدمی بھلا معلوم ہے۔ اوس میں کشش
بڑھے۔ اوس سے لوگوں کو کراہیت نہو۔ معمولی سی کاٹ چھانٹ سے لباس کی خوبصورتی دوبالا ہو جاتی ہے اور حسن سہ بالا
ہندوستان میں ابھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ کپڑے کی قیمت اور اوس پر سونے کے کام سے آدمی بڑھیا معلوم ہوتا ہے اور اوسکی
خوبصورتی بڑھتی ہے۔ بلا ذوق سلیم کے محض گوٹہ کناری ٹھپّہ۔ سلمہ۔ ستارہ سے تو اکثر لباس اور بھی بھدا معلوم ہوتا ہے اور
آدمی گنوار۔ لباس کی کاٹ چھانٹ میں اہم چیز ذوق سلیم ہے۔ جو لباس ایک کو سجتا ہے وہ ضروری نہیں کہ دوسرے کو بھی سجے۔
اور بھی ایسے ہی نکتے ہیں رنگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ موافق ہونا۔ کیسے رنگ کا کپڑا کیسے آدمی کو اچھا لگتا ہے۔ کاٹنے
کے بعد کپڑے کا سینا ہے۔ کپڑے کی تراش یعنی کاٹ میں یورپ و امریکہ میں پیرس مشہور ہے۔ مگر جرمنی کی عورتیں بھی کپڑے
پہننا جانتی ہیں اور سادگی کے ساتھ خوش لباسی میں جرمنی عورتیں فرانس کی عورتوں سے ہرگز پیچھے نہیں اگر آگے ہی ہوں تو

تعجب نہیں۔ ناچ رنگ اور رات کے جلسوں کے لباس میں بے شک پیرس جرمنی سے آگے ہے کیونکہ ناچ رنگ اور رات کے جلسوں میں پیرس کی عورتیں جرمنی کی عورتوں سے کہیں آگے ہیں۔

(۸) **عام خانہ داری** علاوہ مذکورہ بالا سات فرائض کے گھر کے متعلق بہت سی ایسی باتیں ہیں جو ایک دوسرے کے مشترک ہیں۔ مثلاً حساب کتاب، بجٹ بنانا ہر بات کا پہلے سے تخمینہ لگا لینا، گھر کے سامان کو اچھی طرح رکھنا۔ گھر کی صفائی کرنا، کپڑے دھونا سامان خریدنا۔ مضر کیڑے مکوڑوں کا قلع قمع کرنا (دیمک، چیونٹیاں، جھینگر، کھٹمل، بسو، مچھر، کپڑوں کے کیڑے وغیرہ) نوکروں سے سلوک، بچوں سے سلوک، رشتہ داروں سے سلوک، میاں سے سلوک، دوستوں سے سلوک، مہمانوں سے سلوک۔ ہر ناگہانی واقعے کے لئے تیاری غرض یہ اور ہزاروں ایسی ہی باتیں ہیں جن کا جاننا ایک کامیاب "گھر والی" کے لئے اشد ضروری ہے۔ اور جرمنی عورت یورپ اور امریکہ کی تہذیب یافتہ قوموں میں سب سے زیادہ کامیاب "گھر والی" ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ "گھر والی" کا پیشہ تمام دنیا کے پیشوں سے مشکل اور اہم ہے۔ ایک کامیاب "گھر والی" بننے کے لئے ڈاکٹری، انجینری پروفیسری، کے پیشوں سے زیادہ تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یوں تو پھر جاہل الا جہل گنوار بھی دوا بتا دیتا ہے۔ اور جنہوں نے کہیں انجینری کی تعلیم نہیں پائی مکانات بنواتے ہیں۔ اور ایسے ایسے بھی پروفیسر ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر۔ کروڑوں میں ایک آدھ کبھی کبھی خداداد لیاقت بھی رکھتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ اس مضمون میں میں نے یہ بتایا ہے کہ عورت کی زندگی کا بڑا مقصد اور عمومی مقصد ایک "گھر والی" ہونا ہے اور گھر والی کے بڑے بڑے فرائض میں سے سات آٹھ فرائض کا یہاں ذکر کیا گیا ہے آئندہ مضامین میں ان سات آٹھ فرائض کا فرداً فرداً تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کروں گی۔ علاوہ ان کے عورت کی اور بھی بڑی بڑی ذمہ داریاں ہیں مثلاً اپنے ملک اور اپنی ملت کے دین، رسم و رواج، روایات، عادات، وغیرہ کا تحفظ یعنی ان کو برقرار رکھنا مگر یہ سب باتیں ان ہی فرائض کے اندر لائی جا سکیں گی۔

فاطمہ خیری۔ برلن۔

حیات صالحہ یا صالحات علامہ راشد الخیری مدظلہ کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا تمام ہندستان میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوکھ کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں۔ طرز تحریر کا کیا کہنا۔ زبان قلعہ معلی کی بیگماتی کوثر سے دھلی ہوئی۔ واقعات اس قدر مؤثر کہ کلیجہ کے پار ہو جاتے ہیں ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں۔

پتہ:۔ منیجر عصمت دہلی

پاکیزگی

اسلام نے جہاں اور باتوں کی بہترین تعلیم دی ہے۔ وہاں پاکیزگی اور صفائی کی خاص طور پر ھدایت کی ہے حتے کہ اسلام کا رکن اعظم صفائی ہے کیونکہ ہر موقعہ اور ہر کام میں طہارت شرط اولی ہے۔ اور پاکیزگی صرف اعلیٰ درجہ کی صفائی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر ہم صفائی کو مذہب کا ایک اہم رکن قرار دے کر تمام باتوں میں اس کا خیال رکھیں تو ایک حد تک بیماری پریشانیوں اور تکالیف سے چھٹکارہ حاصل ہوگا۔ صحت کی خرابی اور بیماریوں کی ابتدا زیادہ تر غلاظت پر مبنی ہوتی ہے۔

اگر کھانے۔ پینے۔ رہنے۔ سہنے میں یکساں صفائی کو مدنظر رکھا جائے تو تندرستی آپ کے آگے دست بستہ کھڑی ہوگی۔

بہت سی بیویاں صفائی سے فقط یہ مراد لیتی ہیں۔ کہ ہم ہر دم نت نئے صاف ستھرے لباس میں نظر آئیں۔ اور ہماری صورت دیدہ زیب ہو۔ لیکن میرا صرف یہ منشا نہیں ہے۔

صفائی اور پاکیزگی کا یہ عمل ہونا چاہیئے۔ کہ ہر قسم کے برتنے کی چیزیں صاف ستھری اور دھلی دھلائی ہوں۔ ہر وقت قیمتی اور نئی بھڑکیلی چیزیں کس کو میسر آسکتی ہیں۔

سب سے اول کھانے پکانے کی چیزوں کی صفائی لازمی ہے۔ عموماً باورچی یا باورچنیں جن کے سپرد کھانے کا انتظام ہوتا ہے صفائی کے اصول سے ناواقف ہوتی ہیں ان کے کپڑے اور بدن کی غلاظت تو چھوڑ دیجئے۔ یہ عام طور پر باورچی خانے کا جو ہڑ بنا کر رکھتی ہیں۔ وہ امراض کی وساطت کے خاص طور پر ذمہ وار ہیں۔

اس پر یہ اگر بال بچے دار ہوں تو پھر باورچی خانے کی حالت اور بھی زدہ ہو جاتی ہے۔ اصول حفظ صحت کے بر خلاف تمام عمل وہاں جاری رہتے ہیں ان کے بچوں کی چھی چھی بھی باورچی خانے میں ایک مستقل جگہ حاصل کر لیتی ہے جیسے فضائی غلاظت اور تعفن کے علاوہ مکھیاں نجاست اور غلاظت پر بیٹھ کر۔ اور پھر کھانے کی چیزوں پر جاکر ہزاروں بیماریاں پھیلاتی ہیں۔ پینے کا تو پوچھنا ہی نہیں ادھر پکانے والی ہنڈیا بھون رہی ہے۔ اُدھر بچے نے ضد کی جھٹ انہوں نے گود میں اٹھا لیا۔ اور ایک ہاتھ سے چمچہ چلانے لگیں بچے نے پیشاب کیا تو چھینٹیں ہنڈیا میں بھی پڑ گئیں گندگی کے پھر اسی ہاتھ سے اور ذرا سے آنچل سے پونچھ کر آٹا گوندھنے بیٹھ گئیں۔ بھرتہ بنا لیا۔ یا چپاتیاں ڈال لیں۔

یہ تو خیر بچہ والی باورچن کا قصہ ہوا۔ اس کے علاوہ بھی عام طور پر پکانے والے پتیلیوں کو اچھی طرح صاف نہیں کرتے۔ تھوڑی بہت چکنائی یا میل کسی کپڑے یا صافی سے چھڑا کر دھو لیتے ہیں۔ اس میں چکناہٹ اور بو باقی رہنے کے باعث مکھیاں آکر بیٹھ جاتی ہیں۔ جو پہلے نہ معلوم کیسی کیسی غلاظت میں بیٹھ کر کہاں کہاں سے چھوت دار جرم اور بیماریاں ساتھ لاتی ہیں۔ پانی کی

طرف بھی کوئی خاص توجہ نہیں کی جاتی خواہ وہ پینے کا ہو یا پکانے کا اس کو ہر روز صاف گھڑے اور صراحیوں میں روزانہ اچھی طرح دیکھ بھال کر کے بدلنا چاہئے۔ ورنہ پانی سے برتنوں پر ایک قسم کی چکناہٹ کی تہ جم جاتی ہے۔ اور روز صاف نہ کرنے کی صورت میں پرت پرت جم کر خاصی عفونت پیدا ہو جاتی ہے جس میں کیڑے بھی پڑ جاتے ہیں۔ یہ صحت کے لئے سخت ضرر رساں ہے۔ بہت جگہ تو غلطی پن کی یہاں تک حد ہوتی ہے۔ کہ مٹکے یا ڈول میں پانی رکھا جاتا ہے جس میں آبخورے غڑاپ سے ڈال کر پانی نکال کر استعمال ہوا پھر وہ اِدھر اُدھر ڈال دیا گیا۔ یہ پانی صریحاً ناپاک ہو جاتا ہے اس کا پینا۔ یا اس سے وضو کرنا ہرگز درست نہیں۔

ہم پر جو پنج وقتہ فریضے عائد ہیں اس میں وضو کی شرائط میں سراسر ہماری جسمانی اور روحانی صفائی کا راز مضمر ہے۔ جسم دن میں ۵ بار ہم تمام کثافت سے پاک کر کے اپنے خالق کے احکام کی صدق دل سے بجا آوری میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جس سے ہمیں دل کی صفائی اور روحانی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اسی پنجوقتہ نماز کی پابندی کے باعث ہم ہر طرح کی غلاظت اور نجاست سے احتراز کرتے ہیں۔ چنانچہ نماز کی پابند بہنیں آپ کو زیادہ پاکیزہ اور صفائی پسند نظر آئیں گی۔ اور ان کی صفائی فقط ان کی ذات تک محدود نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ بچوں کو بھی طہارت کے خیال سے اس کا پابند بناتی ہیں۔ یعنی ابتدا ہی سے ننھے بچوں کو پیشاب کرانے کی تاکید رکھنا تاکہ ہر جگہ اور ہر وقت وہ بلا کسی اشارے کے پیشاب نہ کریں۔ وہ پیدائش کے وقت ہی سے بچے کو اٹھا اٹھا کر اور کسی خاص آواز یا اشارے پر پیشاب پاخانے کرانے کا ان کو عادی بنا لیتی ہیں۔ تاکہ وہ کپڑے اور بستر ہر دم نہ خراب کرتے رہیں۔ اس سے نہ صرف بچے ہی صاف رہتے ہیں۔ بلکہ نگرانی کرنے والوں کے کپڑے اور بستر بھی صاف اور خشک رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسکو گیلے بستر اور کپڑوں کی وجہ سے سردی لگ کر جو بیماریاں ہو جاتیں۔ وہ ہرگز نہیں ہونے پاتیں وہ صاف ستھرا اور پھول کی مانند خوشبودار رہتا ہے۔ اس قدر کپڑے دھونے اور سکھانے کی بھی زحمت نہیں ہوتی۔ اور بچپن سے ان میں صفائی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ بہت سی بیویاں خود بھی کئی کئی دنوں تک نہ غسل کرتی اور نہ کپڑے بدلتی ہیں جس کے باعث ان کے کپڑوں اور بدن سے بدبو آتی رہتی ہے۔ اور پردہ خواہ کیسا ہی قیمتی لباس کیوں نہ زیب تن کر لیں لیکن اندورنی کثافت کے باعث ان کے قریب بیٹھنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ مریض کو حتی الامکان صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔ اور روزانہ اس کے کپڑے اور بستر بدل کر دھوپ میں خشک کر لینے چاہئیں مریض کی طبیعت بھی بشاش معلوم ہوگی۔ اور اس کے مرض کے جراثیم دھوپ میں رہ کر دور ہو جائیں گے۔ اور تندرست تیمارداروں کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا۔ ہمارے پاک مذہب اسلام میں اسی لئے اول سے آخر تک پاکیزگی صفائی کی تلقین ہوئی ہے۔ ہماری دنیاوی طرز معاشرت و زندگی کا نصب العین صفائی ہونا چاہئے۔ اور عاقبت کے لئے بھی جسمانی پاکیزگی کے ساتھ قلب کی صفائی کو سب پر فوقیت دینا چاہئے گو رباطنی۔ اور روحانی کثافت سراسر ارکان اسلام اور ایمان کے منافی ہے۔

جمیلہ بیگم

بچے کا عالم ہستی میں ورود

اے سراپائے زندگی کے تازہ وارد میہماں
خیر مقدم کو ترے کب سے کھڑے ہیں ہم یہاں

ہو مبارک ختم ہونا نو مہینوں کا سفر
خیر سے ہستی کے جامے میں ہوا تو جلوہ گر

ہر گھڑی تیری طرف تھی میری چشم انتظار
تیرے اس ننھے سے مکھڑے پر مری آنکھیں نثار

ننھے ننھے ان تیرے اعضا میں ہیں کیا کیا کمال
دفتر صنعت گری ہے تیرے تن کا بال بال

دست قدرت نے بنائے ہیں ترے اعضا درست
تجھ کو ہونا ہے جو اک دن آدم چالاک و چست

تیری آمد پر ترے ہم جنس خوش ہیں کس قدر
بات یہ ہے تیرے مستقبل پہ ہے سب کی نظر

کیسا صنعت گر ہے وہ جس نے بنایا ہے تجھے
اور نعمت خانۂ ہستی میں لایا ہے تجھے

ہیں نمایاں تجھ میں سب آثار فطرت کے وجود
چند ساعت کی ابھی ہے گرچہ تیری ہست و بود

دل کشی پیدا ہے تیرے فطرتی انداز میں
ہے گل شاداب کی صورت تو عہد ناز میں

بھولی بھالی شکل تیری کیا لبھاتی ہے ہمیں
داستاں فطرت کی تیرے یہ سناتی ہے ہمیں

لوگ تیرے دیکھ کر تجھ کو ہوں کس طرح شاد
تربیت دے کر بنائیں گے تجھے الفت نہاد

تجھ کو یہ واقف کریں گے خلق اور تکریم سے
آدمی تجھ کو بنا ڈالیں گے یہ تعلیم سے

دیں گی اتائیں تجھے جھولے میں اچھی لوریاں
اچھی باتوں سے بھرے گی کان تیرے تیری ماں

تربیت میں وہ کرے گی رات دن کوشش بڑی
اور بچائے گی بری سوسائٹی سے ہر گھڑی

ماں نہ رکھے گی کوئی دم تیرا ضد کرنا روا
کیونکہ اس خو سے تجھے نقصان پہونچے گا سدا

جھوٹ سے آپس میں لڑنے سے تجھے رکھے گی باز
تا تجھے شائستگی میں ہو میسر امتیاز

خود پسندی کے مرض سے ماں بچائے گی تجھے
تا عمل تیرا اسی پر ہو مربی جو کہے

الغرض دنیا میں ہیں جتنے بھی ہیں اخلاقی عیوب
پاک تو ان سے رہے تا دیکھ کر ہوں خوش قلوب

کچھ نہ چلنے دیں برے اخلاق کا تجھ کو پتا
تا غلط رستوں سے تو بالکل رہے ناآشنا

میرے بچے سو ابھی تو خوب گہری نیند سے
جاگنا ہے پھر تجھے دنیا کے کاموں کے لئے

تربیت کو دخل ہے امداد دیکھو کس قدر
تربیت جیسی ہو بچوں کی ہو ویسا ہی اثر

سید عنایت حسین امداد عظیم آبادی

نئی زندگی

آج کا دن مسٹر جمیل کی زندگی میں نہایت اہم تھا۔ آج ٹھیک چار بجے وہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہونے والے تھے روزنامہ اخبار ایوننگ ٹائمز کے عملہ ادارت سے ہاتھ ملانے کے بعد وہ ایک غیر ذمہ دارانہ جذبہ کے ساتھ اپنی موٹر کی طرف بڑھے۔ انہوں نے بورڈ آف ڈائرکٹران سے کسی امر پر اختلاف ہوجانے کے باعث ایڈیٹری سے استعفا دیدیا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کو ایک دوسرے باثر اخبار کے متعلق سیاسی مضامین لکھنے کا دو سال کا ٹھیکہ بھی مل گیا تھا۔ کلکتہ کی اخباری برادری میں جو اثر و رسوخ مسٹر جمیل نے حاصل کرلیا تھا اس کو وہ آج خیرباد کہہ رہے تھے کیونکہ وہ اپنے وطن فیروز آباد کو جو ایک مختصر سا شاداب اور دلچسپ قصبہ تھا روانہ ہو رہے تھے۔ اس وقت ان کا دماغ تمام خیالات سے آزاد تھا لیکن دماغی محنت کی عادت پڑگئی تھی اس لئے وہ کسی ایسے مسئلہ کو ڈھونڈھ رہے تھے جس پر وہ خیال آرائی کرسکیں۔ ان کے دماغ کی وہی کیفیت تھی جو اس مشین کی ہوتی ہے جو چیزوں کے ختم ہوجانے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ساکت ہوگئی ہو۔ ٹھیک اسی حالت میں ان کا دماغ اپنی حسین بیوی اختر جمال کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر دوسرے خیالات دماغ کو تھکا دیتے تھے تو اس خیال سے فرحت ہوتی تھی۔

وہ سوچنے لگے کہ اخبار اور آفس کی مصروفیت کے باعث وہ اختر پر وہ توجہ نہیں صرف کرسکے جس کی وہ حقیقی طور پر مستحق تھی۔ وہ حسین اور وفادار بیوی جس نے ان کے ساتھ پانچ برس کی زندگی محبت و الفت کے ساتھ گذاری ہے یقیناً ان کی پوری توجہ و محبت کی مستحق ہے لیکن اس کمی کو جو آج تک واقع ہوئی ہے پورا کرنے کا اب موقع ہاتھ آیا ہے۔ فیروز آباد کی خاموش اور دلفریب فضا میں ان کو اختر کی طرف انتہائی التفات سے پیش آنے کا موقع حاصل رہے گا۔ اور وہ اختر کی دلفریب اداؤں اور وفادارانہ سلوک سے انتہائی لطف حاصل کرسکیں گے۔ وہ اپنی قابلیت اور علمی دولت سے بھی اختر کو مالا مال کرسکیں گے فرصت کے اوقات کا بہترین مصرف یہی ہوسکتا ہے کہ وہ اختر کی تعلیم اور دلجوئی پر صرف ہو۔ مسٹر جمیل اپنے ارادوں کو دل میں لئے موٹر سے اترے۔ خیال تھا کہ شام کی چائے پر اختر جمال کو اپنی آیندہ زندگی کے اس نئے پروگرام سے مطلع کریں گے اور اس کی خوشی سے لطف و محبت کے مزے حاصل کریں گے۔

موٹر سے اترتے ہی میر صاحب جو مسٹر جمیل کے مصاحب خاص اور صدر خانساماں کے متفقہ فرائض انجام دیتے تھے ہیٹ اور چھڑی لینے کے لئے بڑھے۔ مسٹر جمیل نے چھڑی اور ہیٹ بڑھاتے ہوئے ادہر ادہر دیکھا اور خلاف معمول اپنی بیوی کو سامنے نہ دیکھ کر جو ہمیشہ موٹر کی آواز سنکر برآمدے میں نکل آیا کرتی تھی کچھ پوچھنے ہی کو تھے کہ میر صاحب جو مسٹر جمیل کی ہر جنبش چشم و ابرو کے معنی سمجھتے تھے بولے۔

"مسز جمیل کوئی دو گھنٹے ہوئے باہر تشریف لے گئیں۔ انہوں نے ایک خط بھی چھوڑا ہے اور کہہ گئی ہیں کہ شب کو کھانے پر ان کا انتظار نہ کیا جائے۔" لائبریری میں پہنچتے ہی میر صاحب نے خط بڑھایا۔ مسٹر جمیل نے خط لیتے ہوئے کہا۔

مسز جمیل تو بغیر اطلاع کئے ہوئے باہر کم جاتی ہیں۔ موسم بھی خراب ہے۔ اس قدر دیر تک باہر رہنا مناسب نہیں۔ نہ معلوم کیا وجہ ہوئی۔ مسٹر جمیل زیادہ تر ٹائپ شدہ خطوط پڑھنے کے عادی تھے۔ اپنی بیوی کا خط پڑھنے کا انہیں بہت کم موقع ملتا تھا اس لئے لکھے ہوئے کاغذ کے چھ صفحے پڑھنے میں انہیں ذرا دقت معلوم ہوئی۔ صفحہ ایک سے صفحہ چار تک انہوں نے دس منٹ صرف کر دئے۔ ہاتھ کانپ رہے تھے اور ہر نئے لفظ پر ان کے چہرے کی سفیدی بڑھتی جا رہی تھی۔ میر صاحب جو مسٹر جمیل کے نہایت وفادار نوکر تھے اور ان کی ہر معمولی وغیر معمولی کیفیت سے متاثر ہوتے تھے بالکل ہی خاموش کھڑے رہے مسٹر جمیل کا دماغ گویا معطل ہو رہا تھا وہ بمشکل خط کے اصل مضمون کو سمجھ سکے۔

آج جب تم اخبار کی ایڈیٹری سے مستعفی ہو کر آ رہے ہو۔ اس ارادے سے کہ مکان پر کام کرو گے۔ تو فطری طور پر مجھے خوشی ہونی چاہئے تھی کہ مستقبل میرا زیادہ خوشگوار ہو گا لیکن اس کے برعکس مجھے آیندہ زندگی خوفناک نظر آ رہی ہے۔ مجھے تمہارے آفس کے اوقات سے بڑی مدد ملتی تھی۔ چار پانچ گھنٹہ تک مجھے آزادی حاصل رہتی تھی۔ بغیر ٹائمس کے آفس کے میں زندگی سے خوف زدہ ہو رہی ہوں۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تم سے الگ رہوں اور اپنا وقت اپنے دوستوں کی صحبت میں اطمینان وخوشی سے صرف کروں۔ میں مجبور ہوں خطا معاف کرنا فقط اختر۔

"کیا مسز جمیل اپنے ہمراہ اسباب بھی لے گئیں ہیں؟" "ہاں وہ اپنا ڈریسنگ کیس۔ ایک بڑا سوٹ کیس اور وہ سبز ٹرنک جو گذشتہ سال آپ لوگوں کے ساتھ کشمیر گیا تھا لیتی گئیں ہیں"۔ "کیسی اور کس کی سواری پر گئیں ہیں؟"

"میں نے انہیں کے حکم کے مطابق ٹیکسی لادی تھی"۔ "معلوم ہے کہاں گئیں ہیں؟" "نہیں ٹیکسی والے سے انہوں نے صرف آگے بڑھنے کو کہا۔ یہ بھی کہا کہ پتہ آگے چل کر بتاؤں گی۔ میں نے ٹیکسی کا نمبر نوٹ کر لیا ہے کیونکہ معاف فرمائیے گا واقعات کچھ غیر معمولی معلوم ہوئے"۔ "ٹیکسی والے کا جلدی پتہ لگاؤ اور معلوم کرو کہ مسز جمیل کہاں گئیں ہیں۔"

"جی! میں نے پتہ لگانے کی کوشش بھی کی۔ ٹیکسی والے نے اسٹیشن تک پہنچایا۔ اور وہ تین بجے کی گاڑی سے بمبئی کی طرف روانہ بھی ہو گئیں۔ کچھ پتہ نہیں چلا کہ ٹکٹ کہاں کا لیا۔ ٹیکسی والے کو انہوں نے اجرت کے علاوہ دو روپے انعام بھی دئے"

مسٹر جمیل کا سکون قلب زبان زد تھا وہ تشویش ناک پریشان کن خبریں بھی خاموشی اور اطمینان سے سنا کرتے تھے لیکن مسز جمیل کے خط نے ان کے اطمینان وسکون کے پرخچے اڑا دئے بار بار خط کے جملے "مجھے آئندہ زندگی خوفناک نظر آ رہی ہے"۔ "مجھے آفس کے اوقات سے بڑی مدد ملتی تھی"۔ "میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اب تم سے الگ رہوں اور اپنا وقت دوستوں کی صحبت میں صرف کروں" دماغ کی خاموش سطح پر طوفان برپا کر دیتے تھے۔ وہ دماغ جو چند ساعت قبل ایسے خیالات کی جستجو میں جن پر زور طبع صرف کرے اس وقت خیالات وجذبات کے ایک مہیب طوفان کے ہاتھوں ہچکولے کھا رہا تھا۔ لیکن اس ہیجان کی حالت میں بھی مسٹر جمیل کی اخباری ذہنیت اس خیال سے باز نہ رہ سکی کہ مسز جمیل کے بھاگ جانے کی خبر اخبارات کے کانوں تک نہ پہونچ جائے۔ شہر چھوڑ دینا جس قدر جلد ہو زیادہ مناسب ہے قبل اس کے کہ کوئی شخص ملنے آئے یا نوکروں کو واقعات کا علم ہو مکان کو ہمیشہ کے لئے بند کر دینا چاہئے۔ میر صاحب نے جو مسٹر جمیل کے اشاروں کو کافی سمجھتے تھے۔ تمام خیالات کو عملی جامہ

پہنا دیا اور دس بجے شب کو مسٹر جمیل اور میر صاحب اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے نظر آئے۔ دوسرا اہم سوال تھا کہ فیروز آباد کا رُخ کیا جائے یا بمبئی کا جہاں مسٹر جمیل کو حاصل کرنے کی کوئی صورت نکل سکتی تھی۔

حقیقت ہے کہ مسٹر جمیل اختر سے بڑی محبت کرتے تھے۔ عموماً لوگوں کو اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے لیکن مسٹر جمیل یوسف اپنے اکلوتے لڑکے سے جو ڈیرہ دون میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہا تھا اختر کو اس سے بھی زیادہ چاہتے تھے۔ لیکن اختر کی بے وفائی نے اس وقت ان کے ہوش و حواس بجا نہ رکھے تھے۔ اختر کی وجہ سے وہ ہر عورت سے نفرت کرنے لگے۔ ان کے دلمیں پہلے ہی سے اختر کے سوا کسی دوسری عورت کی جگہ نہ تھی لیکن اس وقت جبکہ اختر نے اس کو بالکل ہی خالی کر دیا تو دل کی عمارت شکستہ ہوگئی اور اس میں کسی عورت کے لئے گنجائش نہ رہی۔ بلکہ اُس صنف ہی سے جس کی ایک فرد نے اس عمارت کو مسمار کر دیا تنفر ہوگئی مسٹر جمیل جو کل تک عورت کو فرشتہ سے کم نہ سمجھتے تھے اور اکثر ان خیالات کا اپنے مضامین میں اظہار بھی کیا کرتے تھے آج عورت ان کے لئے ایک مہیب بھوت تھی جو دنیا کی ہر اچھی چیز کو فنا کر دینے کے لئے منہ پھاڑے ہوئے ہے۔ مسٹر جمیل نے انہی خیالات کی بنا پر اختر کے پیچھے جانے کا خیال منقطع کر دیا اور فیروز آباد کے ارادہ سے دوسری ٹرین کا انتظار کرنے لگے مسٹر جمیل کا دماغ خیالات کے ہجوم سے پریشان ہوگیا تھا لہذا انہوں نے تھوڑی دیر تک سکون قلب کے لئے میر صاحب سے مدد لی۔ "میر صاحب۔ مسز جمیل کو جاتے وقت دیکھا تھا؟ کیا تم نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ہم سے جدا ہو رہی ہیں"

"جی ہاں۔ سمجھ تو نہیں لیا تھا۔ مگر شبہ ہوا تھا" "کیوں"؟

ان کے انداز سے اسی وقت مجھے ایک عورت کا خیال آیا جو اپنے محبت شعار شوہر سے بے وفائی کر کے ایک آوارہ مرد کے دام فریب میں پھنس کر بھاگ گئی" "وہ کون عورت تھی"؟ "حضور وہ میری بیوی تھی۔ وہ اس شخص کے ہاتھوں بھی آرام نہ اُٹھا سکی اور آج جہنم میں پڑی جھلس رہی ہے۔ بھلا جو عورت اپنے شوہر کی محبت کی قدر نہ کر سکی اس سے دوسرے شخص کی محبت کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔ اُس شخص نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے بعد چھوڑ دیا اور آخر میں عورت نے خودکشی کی حرام موت قبول کی"۔

فیروز آباد کی گاڑی آنے میں گھنٹوں کی دیر تھی۔ مسٹر جمیل دماغی اور جسمانی دونوں لحاظ سے تھک کر چور ہو چکے تھے اس لئے ذرا کی ذرا آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر کے بعد آنکھ جو کھلی تو دماغ کو قدرے سکون حاصل ہو چکا تھا اور وہ از سر نو اختر کی حالت پر غور کرنے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ "اختر کی اس گمراہی کے بڑا سبب وہ خود ہیں انہوں نے اُس کو حد درجہ آزادی دے رکھی تھی جس کے ذمہ دار وہ اور صرف وہ تھے آزادی اسی وقت مفید ہوتی ہے جب کسی میں اُس کے صحیح مصرف کی اہلیت ہو۔ ناقص تعلیم جو زنانہ مدرسہ میں غیر قوم اور غیر شادی شدہ اُستانیوں کی زیر نگرانی حاصل ہوئی ہو ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اُس پر بھروسہ کیا جا سکے۔ کثرت ناول خوانی سے ایسی حالت میں حد درجہ خراب اثرات پیدا ہو سکتے ہیں۔ دماغی قابلیت تو ایسی نہیں ہوتی کہ ناول سے عبرت اور نتیجہ حاصل ہوتا ہے اُس پر عمل کرنے کی خواہش اور اہلیت پیدا ہو۔ حُسن و محبت کے واقعات ناتجربہ کار عورت کے دل میں خود ہیروئن بننے کی خواہش پیدا کرتے ہیں اور وہ کسی ایسے ہیرو کو ڈھونڈھتی ہے جسے کو حد درجہ محبت کے الفاظ سے مخاطب کرے۔ ہمارے نوجوانوں کی بھی تعلیمی حالت ایسی ہے وہ غریب ناتجربہ کار لڑکیوں کی اس افسوسناک

ذہنیت سے فائدہ اُٹھا کر انہیں سبز باغ دکھاتے ہیں اور قصوں اور ناولوں کے ہیرو کی طرح خطوط لکھ کر جال میں پھانس لیتے ہیں اور عورت کی سب سے بڑی دولت یعنی اس کی عزت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ محبت نوجوان کے دل میں خاک برابر ہوتی نہیں ورنہ وہ کبھی بھی اس کا اظہار ایسی حالت میں نہیں کرتے جب کہ انہیں معلوم ہے کہ لڑکی کی بہتری اسی میں ہے جو اُس کے والدین اس کے لئے مناسب سمجھتے ہیں۔ اگر اُس نوجوان میں حقیقی خوبی ہے جس کا تعلق صورت سے نہیں بلکہ سیرت سے ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ والدین اولاد کو کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دیں۔ اس وقت مسٹر جمیل کا خیال ایک نوجوان شخص پر گیا جو صورت کے لحاظ سے اچھا تھا لیکن سیرت اُس کی قابل نفرین تھی گیا۔ وہ اختر کا دور کا بھائی تھا اور اس نے کسی زمانہ میں اختر سے شادی کا خیال بھی ظاہر کیا تھا لیکن اختر کے والد نے صاف جواب دیا اور کہا کہ وہ لڑکی کو زہر دیدینا پسند کریں گے لیکن اُس سے شادی نہیں کریں گے اُس کی شادی بھی ہو گئی تھی اور دو ایک سال تک وہ سلیم الطبع رہا لیکن بگڑی ہوئی عادت نہیں سنبھلتی تھوڑے ہی دنوں بعد آوارہ زندگی اس نے پھر شروع کر دی۔ اختر جس کی تعلیم ناقص تھی جس نے غیر قوم کی غیر شادی شدہ اور نہایت آزاد و بے باک استانیوں سے تعلیم حاصل کی تھی وہ بھی اسی جذبہ کا شکار تھی جو ناول پڑھنے کے بعد اکثر نوجوان لڑکیوں پر ہوتا ہے۔ اس شخص سے خط و کتابت کرنے کی دونوں میں رشتہ تھا اس لئے شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مسٹر جمیل اکثر خیال کرتے تھے کہ اختر کو کامل یعنی اُس شخص کو خط لکھنے کی کیا وجہ ہے۔ وہ مسز کامل کو کیوں خط نہیں لکھتی۔ خط ہمیشہ کامل کے آفس کے پتہ سے جاتا ہے۔ وہ اس کے خط کا انتظار بھی کرتی تھی۔ ایک دفعہ بمبئی سے جہاں کامل رہتا تھا مسز جمیل کے ماموں آنے والے تھے تو مسز جمیل نے ان کو خاص طور پر خط لکھا کہ وہ کامل سے ایک ضروری خط کا جواب مانگ کر ضرور لیتے آئیں گے۔ یہ بات مسٹر جمیل کو ناگوار گذری تھی لیکن انہوں نے کچھ کہا نہیں۔ اس خیال کے بعد جمیل نے سوچا کہ ضرور بالضرور مسز جمیل بمبئی کامل ہی سے ملنے گئی ہے۔ اختر کی بے وفائی کے باوجود جمیل کے دل سے اُس کی محبت نہیں گئی تھی۔ اُسے خیال ہوا کہ اختر غار کے منہ تک پہونچ چکی ہے لیکن ابھی گری نہیں ہے۔ ابھی تک نسوانی عزت کی دولت اس کے پاس ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جمیل اختر کو تباہی سے بچا سکے۔ ندامت اور شرم کے جذبہ سے مغلوب ہوئی وہ جمیل کی بات مانے گی اور غور کرنے کے بعد سمجھے گی کہ عورت کو محبت کی دولت اپنے شوہر سے زیادہ کسی سے نہیں مل سکتی۔ جو شخص اپنی بیوی کا نہ ہوا اور جس کی عادت بازاری عورتوں کی صحبت میں خراب ہو چکی ہے وہ بھلا کسی سے کیا محبت کر سکتا ہے۔ عورتوں میں مذہبی جذبہ بھی زیادہ ہوتا ہے وہ خدا سے بھی زیادہ ڈرتی ہیں۔ شوہر سے بے وفائی اور ناجائز محبت کا خیال بھی اُسے ذلت کے تاریک غار سے گرنے میں روکے گا انہی خیالات نے جمیل کو مجبور کیا کہ وہ بجائے فیروزآباد کے بمبئی کی طرف روانہ ہو اور اختر کو پھر سے اپنی بیوی بنانے میں کامیاب ہو۔ اختر درحقیقت اچھی طبیعت کی عورت تھی لیکن ناتجربہ کار گمراہ تھی۔ اُسے کسی رہبر کی ضرورت تھی جو اُسے راہ دکھا سکے اور جمیل پر واجب تھا کہ وہ ایسی حالت میں اُس کی مدد کرے۔ لیکن جمیل نے بمبئی جانے میں جلدی بھی نہ کی کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اختر ابھی ایسی بے شرم نہیں ہوگئی ہے کہ وہ اس قدر جلد کامل کی خبیث طبیعت کا شکار رہ جانے پر بے چون و چرا تیار ہو جائے اس لئے اس نے پہلے دہرہ دون کا قصد کیا جہاں اس کا لڑکا تعلیم پا رہا تھا۔ ممکن ہے ماں کی مامتا اختر کو دہرہ دون ہی لے گئی ہو۔ کرنل کارٹر جو دہرہ دون میں اسکول کے مالک و مہتمم تھے جمیل کے خاص دوستوں میں تھے۔ جمیل انہی کے یہاں جا کر ٹھہرا دوسرے روز صبح کو میم صاحب ایک اخباری اشتہار لیکر آئے

"میں نے سمجھا شاید اس ذریعہ کامیابی ہو سکے اور آپ کو زحمت نہ اُٹھانی پڑے"۔ میر صاحب۔ "پاگل تو نہیں ہو گئے ہو میں بھلا کیونکر مسز جمیل کو جاسوسی کے ذریعہ تلاش کر سکتا ہوں۔ اخبارات کو معلوم ہو جائے گا اور میری عزت خاک میں مل جائے گی۔ نہیں اس راز کو میرے اور آپ کے سوا کوئی تیسرا شخص نہیں جانے۔ مسز جمیل میری بیوی ہے کیا میں اس کے لئے اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ یوسف تک کو خبر نہیں کہ اس کی ماں فیروز آباد یا کلکتہ میں نہیں۔" "جو مناسب سمجھئے" میر صاحب نے کہا "تم نے ایسی حالت میں کونسا طریقہ اختیار کیا تھا؟"

"مجھ سے ایک ایسے ہی شخص نے پچاس روپیہ کے معاوضہ میں میری بیوفا بیوی کا پتہ لگانے کا وعدہ کیا تھا لیکن میں نے منظور نہیں کیا۔" "انکار کیوں کر دیا؟" "میرے پاس اتنا روپیہ نہیں تھا" "کیا قرض نہیں لے سکتے تھے؟" "لیکن میں نے اس بیوفا کی خاطر اتنی تکلیف برداشت کرنی بھی گوارا نہ کی۔" میر صاحب کے جانے کے بعد مسٹر جمیل دیر تک غور کرتے رہے کہ میر صاحب کا فلسفہ کہاں تک صحیح ہے۔ میر صاحب کا یہ بھی خیال صحیح تھا کہ ایسی بیوفا عورتیں جو شوہروں اور جائز محبت کرنے والوں کی قدر نہ کریں اور آوارہ منش لوگوں کے جالوں میں پھنس جائیں ہرگز قابل ہمدردی نہیں ہیں۔ لیکن اختر گو اس جال میں عنقریب پھنسنے والی تھی لیکن ابھی تک قابل اصلاح و ہمدردی تھی۔

بمبئی پہنچنے پر معلوم ہوا کہ مسٹر کامل مع اہلیہ کے کشمیر گئے ہیں۔ مسز جمیل آئی تھیں لیکن مسٹر کامل سے ملاقات نہیں ہوئی غالباً وہ تاج محل ہوٹل میں ٹھہری ہیں۔ مسٹر جمیل مسٹر کامل کے یہاں ٹھہرے کیونکہ آپس میں رشتہ داری تھی۔ چند دنوں قبل ایک کاروباری ضرورت کی بنا پر مسٹر جمیل نے کامل کو اپنے بمبئی آنے کے ارادہ کی اطلاع دی تھی اس لئے کشمیر جانے سے پہلے مسٹر کامل ملازموں کو تاکید کر گئے تھے کہ اگر مسٹر جمیل آئیں تو یہیں ٹھہریں۔ مسز جمیل نے باوجود اصرار کے ٹھہرنے سے انکار کر دیا تھا۔ غالباً کامل کی غیر حاضری میں اس مکان میں ٹھہرنا ان کی عزت اور خودداری نے گوارا نہ کیا۔

شب کو مسٹر جمیل لائبریری میں جا کر چند ضروری خطوط لکھنے کے بعد جو اٹھنے لگے تو ایک لفافہ کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا جس پر پتہ مسز جمیل کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا خط کھول کر دیکھا تو اور تعجب ہوا۔ کیونکہ اس میں خط مسٹر کامل کے نام نہ تھا بلکہ مسز جمیل کی ایک سہیلی مسز اکرم کے نام تھا۔ اس واقعہ نے پھر مسٹر جمیل کا سکون دل غائب کر دیا اور رات بھر وہ کروٹیں بدلتے رہے۔ دوسرے روز صبح کو تاج محل ہوٹل اور چند اور جگہ دریافت کرنے کے بعد لاہور روانہ ہو گئے کیونکہ خیال ہوا کہ ضرور مسز جمیل بھی کشمیر گئی ہوں گی۔ مسٹر اکرم لاہور ہی میں رہتے تھے وہ یہاں کالج میں پروفیسر تھے۔ لیکن مسٹر جمیل ہوٹل میں جا کر ٹھہرے۔ لاہور آنے سے مقصود مسز جمیل کی تلاش تھی۔ اس لئے دن بھر مسٹر جمیل اور میر صاحب موٹر پر شہر کی خاک چھانتے پھرے چار بجے شام کے قریب ایک فیشن ایبل ریسٹوران میں چائے پینے کے لئے ٹھہرے۔ چائے سے فرصت پا کر ہوٹل کی طرف پیدل ٹہلتے ہوئے روانہ ہوئے۔ ابھی دو سو قدم گئے ہوں گے کہ پیچھے سے ایک فٹن نکلی جس پر مسٹر اکرم اور مسز اکرم جا رہے تھے۔ ان لوگوں نے جمیل کو پہچان کر فٹن روک لی اور اتر پڑے۔

مزاج پرسی کے بعد مسز اکرم نے مسز جمیل کی خیریت پوچھی اور ہوٹل سے اٹھ کر اپنے یہاں تشریف لانے کے لئے اصرار کیا۔ مسٹر جمیل نے مجبوراً قبول کیا۔ ساتھ ہی ساتھ ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسز جمیل لاہور نہیں ٹھہری ہیں یا شاید آئی ہی نہیں ہیں۔ دوسرے روز شام کو سر محمد ناظم کے یہاں دعوت تھی۔ مسٹر اور مسز اکرم بھی مدعو تھے۔ جانا بہت ضروری تھا۔ انکار کی گنجائش نہ تھی اس لئے مسٹر جمیل مکان پر اکیلے رہ گئے تھے۔ مسز اکرم کا بچہ ساتھ نہیں گیا تھا وہ باہر برآمدے میں کھیل رہا تھا اندھیرا ہونے کے بعد جمیل ڈرائنگ روم میں آ کر مسز جمیل کے خیالات میں منہمک ہو گئے۔ باہر سے لڑکے کی رونے کی آواز آئی نکل کر دیکھا تو بچہ نیچے گر گیا ہے۔ بچہ کو اٹھایا اور آیہ کو بلا کر چپ کرانے کو کہا اسی وقت ایک لفافہ پر نظر پڑ گئی۔ جو شاید بچہ مسز اکرم کے ڈریسنگ روم سے اٹھا لایا تھا۔ اٹھا کر دیکھا تو پتہ مسز جمیل کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ کوئی نئی بات تو تھی نہیں۔ مسز اکرم اور اختر میں بڑی دوستی تھی۔ مسٹر جمیل عموماً کسی کا خط دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے لیکن اس وقت وہ اپنی طبیعت کو روک نہ سکے۔ مسز جمیل کے خیالات نے ان کی طبیعت ٹھکانے نہ رکھی تھی ہر وہ چیز جس کو مسز جمیل سے نسبت ہوتی ان کے

غیر معمولی کشش رکھتی تھی۔ مسز جمیل کی افسوسناک حالت نے جمیل کی محبت کو اور زیادہ تیز کر دیا تھا۔ محبت کے ساتھ رحم کا جذبہ بھی بڑھ گیا تھا۔ اُن کی نظروں میں مسز جمیل کی وہی حالت تھی جو ایک خوبصورت چڑیا کی جال میں پھنس جانے کے بعد ہوتی ہے۔ خط کھول کر دیکھا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا۔ خط مسز اکرم کے نام نہ تھا مسٹر کامل کے نام تھا۔ خط کیا داستان محبت کا ایک افسوسناک باب تھا۔ خط کو لئے ہوئے مسٹر جمیل دیر تک کھڑے رہے۔ گویا انہیں سکتہ ہو گیا۔ ان کا شبہ مسز جمیل اور مسٹر کامل میں قابل اعتراض خط و کتابت ہوتی ہے یقین کو پہونچ گیا۔ لیکن اس خیال نے انہیں مسز جمیل کو آوارہ منش کامل کی فریب کاریوں سے بچانے پر اور زیادہ مستعد کر دیا مسز جمیل کی جدائی اور زیادہ شاق گذرنے لگی۔ دل میں خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں کامل مسز جمیل کی ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹھا کر ایک گمراہ عورت کو خاک میں نہ ملا دے۔ انتقام کا جذبہ پہلی دفعہ مسٹر جمیل کے دل میں پیدا ہوا۔ وہ کامل کو ایک شیطان مجسم خیال کرنے لگا اگر اس وقت کامل ملجاتا تو غالبًا جمیل کو خون کر دینے میں تامل نہ ہوتا۔ اسی وقت مسز اکرم دعوت سے واپس آئیں جمیل نے خط کو جیب میں رکھ لیا۔ شب کو جب بستر پر جمیل کروٹیں بدل رہا تھا اس نے اس راز پر غور کرنا شروع کیا کہ کامل کا خط مسز اکرم کے اور مسز اکرم کا خط کامل کے پاس کیونکر پہونچا۔ اُسے یاد آیا کہ مسز اکرم کو اختر نے ایک خط لکھا تھا کہ جس میں کسی چیز کو واپس مانگا تھا۔ غالبًا وہ یہی خط تھا۔ دوسرے روز صبح کو جمیل لاہور سے روانہ ہو گیا۔ اگر میر صاحب ساتھ نہوتے تو نہ معلوم جمیل کی کیا حالت ہوتی ہوش و حواس بجا نہ تھے جمیل کو اختر کی تلاش میں تین مہینے گذر چکے ہیں کامل کشمیر سے بمبئی واپس آ گئے ہیں تحقیق سے جو مختلف دوستوں کے ذریعہ کی گئی تھی لیکن جس میں خیال رکھا گیا تھا کہ مسٹر جمیل کی غیر حاضری اور غیر درست محبت کا راز ظاہر نہ ہونے پائے معلوم ہوا کہ کامل اور مسز جمیل میں ملاقات نہ ہو سکی مسز کامل کا ایک خط بھی آیا جس سے معلوم ہوا کہ اس طرف کامل برابر بیمار رہے اور زیادہ حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ اس سے جمیل کو قدرے اطمینان ہوا۔ اختر جمال کلکتہ سے بمبئی پہنچی ناتجربہ کاری کی حالت میں ناول کی ہیروئن بننے کا خیال اُس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا جمیل کی خاموش محبت کی قدر نہ کر سکتی تھی۔ جمیل سے اس کا جی اُکتا گیا تھا آنکھ کی اندھی کامل کی غیر درست محبت میں اپنی روح کی مسرت ڈھونڈھتی تھی اُسے یہ بھی خبر نہ تھی کہ کامل جو اپنی بیوی کا نہ ہوا۔ جس کو کسی کی عزت کا خیال نہیں۔ اختر جیسی عورت کو کیا خاطر میں لائے گا۔ اختر ابھی بھی نہ تھی بمبئی پہنچنے پر معلوم ہوا کہ کامل موجود نہیں ہیں۔ کشمیر جانے کے ارادہ سے آگے بڑھی اور لاہور اتری لیکن مسز اکرم کا سامنا کرنا ممکن نہ تھا۔ غلطی سے وہ خط جو اس نے کامل کو لکھا تھا وہ مسز اکرم کے یہاں چلا گیا تھا اور باوجود کوشش کے وہ اس "دستاویز گناہ" کو حاصل نہ کر سکی۔ اس راز کے کھلجانے کے بعد اختر کا منہ نہ تھا کہ وہ اپنی کسی سہیلی کا سامنا کرتی تمام سہیلیاں شادی شدہ ہیں اور اپنے شوہروں کی پرستش کرتی ہیں۔ انہیں اپنی عزت اور وفاداری پر فخر تھا۔ اختر کو معلوم تھا کہ کامل نے اسی طرح کی خط و کتابت کے ذریعہ اور کئی نوجوان ناعاقبت اندیش گمراہ لڑکیوں کی عزت تباہ کی ہے اپنی ذات میں اُسے ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی تھی جس کی بنا پر کامل اُس سے محبت کرے۔ خوبصورتی میں اختر کا کوئی درجہ نہ تھا یقینًا کامل کی بدطبیعت اس کی جوانی کو خراب کرکے ہاتھ اٹھا لینے کی فکر میں تھی۔ گھر چھوڑنے کے بعد وہ جمیل کو کیونکر منہ دکھا سکتی ہے۔ والدین کی عزت کو بھی وہ خاک میں ملا چکی تھی وہ اُس کو زہر دیدینا زیادہ ناپسند کریں گے اور اپنے پاس نہ رہنے دیں گے۔ سب سے بڑا غم یہ تھا کہ اس کا اکلوتا لڑکا یوسف بھی اپنی ماں کو واقعات سے باخبر ہونے کے بعد ذلیل سمجھے گا۔ شادی کے بعد عورت کا اکیلا سہارا شوہر ہوتا ہے اُسے اختر نے جان بوجھ کر کھو دیا۔ ان واقعات نے اختر کے دماغ پر اثر کرنا شروع کیا۔ مہینوں وہ ادھر اُدھر بھٹکتی پھری۔ جمیل جس سے اختر کو قریب قریب نفرت ہو گئی تھی اب اپنی اصل شکل میں اُس کے آنکھوں کے تلے پھرنے لگا۔ اس کی محبت کا اُسے اس وقت اندازہ ہوا جب کہ وقت نکل چکا تھا جمیل اکثر باتوں پر اختر سے ناراض ہو جاتا اور بدمزاجی سے پیش آتا لیکن اس کے دل میں اختر کی محبت بھری ہوئی تھی اور وہ تھوڑی ہی دیر کے بعد غصہ کو بھول جاتا اور اس کی دلجوئی میں مصروف ہو جاتا۔ اختر نے سوچا کہ اگر وہ ناول جیسی ہیروئن بننا چاہتی تھی اور محبت بھرے خطوط کی مشتاق تھی تو اُس کے لئے ہی جمیل سے بہتر کوئی شخص نہ تھا۔ حسین۔ جوان اور قابل جیسے

قلم میں وہ قوت تھی کہ دنیا اُس کے اثر کا لوہا مان چکی تھی۔ اگر وہ اپنی بیوی کو محبت بھرے الفاظ سے مخاطب کرنا چاہتا تو دنیا کے بہترین ناول نویس قلم رکھ دیتے لیکن اس نے بیوی سمجھا اور ناولوں اور افسانوں کی ہیروئن نہ سمجھا۔ اُس کی محبت اُس کی آنکھوں اور بات چیت کرنے کے انداز میں جھلکتی نظر آتی تھی لیکن اختر کو اس وقت آنکھیں ہی نہ تھیں جو دیکھتی۔

ایک روز جبکہ اختر امرتسر سے لکھنو جا رہی تھی۔ روپیہ ختم ہو چکا تھا مفلسی کا بھیانک بھوت سامنے کھڑا تھا ایک پرانی دوست مسز ڈیکونا لیڈی ڈاکٹر سے ملاقات ہو گئی۔ مسز ڈیکونا کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ مسٹر جمیل سے بھی چند ہی دنوں قبل ملاقات ہوئی تھی اور ان کی افسوسناک حالت سے وہ متاثر ہوئی تھیں۔ مسٹر جمیل کے متعلق جو دریافت کیا تھا تو جمیل نے کہا کہ وہ فیروز آباد میں ہیں۔ یہاں مسٹر جمیل کو اس حالت میں دیکھ کر مسز ڈیکونا کو شبہ ہوا کہ واقعات اپنی جگہ پر نہیں ہیں۔ مسز ڈیکونا کی ہمدردانہ گفتگو سے اختر کا دل بھی بھر آیا۔ اتنے دنوں کے بعد پہلی دفع اُسے ایک ایسا متنفس ملا جو ہمدرد ہو ہزار کوشش کی لیکن دل کو روک نہ سکی اور آنسوؤں کا سیلاب صبر کا کنارہ توڑ کر بہہ نکلا۔ مسز ڈیکونا سے مخلصانہ تعلقات تھے اختر نے اپنی گمراہی اور مصیبت کی داستان کہہ ڈالی۔ مسز ڈیکونا نے اصرار کیا کہ اختر اُس کے ہمراہ فیروز آباد چلی جائے لیکن اختر کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ جمیل کو اپنی منحوس صورت دکھائے روپیہ اور زیور ختم ہونے کے بعد آئندہ زندگی کا بھی سہارا انہیں نظر آتا تھا۔ الٰہ آباد میں اختر فی الحال مسٹر ڈیکونا کے یہاں مقیم تھی۔ مسٹر ڈیکونا ایسی قوم سے تعلق رکھتی ہیں جس میں طلاق۔ اور عورت و مرد کے ناخوشگوار تعلقات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں لیکن وہ اپنے شوہر کی خدمت میں ایسی منہمک رہا کرتی تھیں جو دوسروں کے لئے قابل تقلید تھی مسٹر ڈیکونا بے روزگاری کی مصیبت میں مبتلا تھے لیکن مسز ڈیکونا کبھی اس کا خیال بھی نہ کرتیں اپنی کمائی کو وہ ہمیشہ مسٹر ڈیکونا کا مال سمجھتیں۔ فطرتاً مسٹر ڈیکونا بدمزاج آدمی تھے لیکن ان کے غصہ اور جھڑکیوں کو یہ فرشتہ خصلت عورت خیال میں ہی نہ لاتی اور شوہر کی محبت میں سرشار رہتی مسز ڈیکونا اکثر اپنی خانگی زندگی کے واقعات اختر سے بیان کرتیں۔ ان کا قول تھا کہ شوہر عورت کی عزت کا محافظ ہے۔ عورت اُس کی عزت ہے اس لئے عورت کے لئے شوہر سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ محلہ کی چھوٹی ذات والی عورتوں کی بھی وفاداری دیکھ کر اختر کو اپنی گذشتہ بیوفائی کا خیال کر کے صدمہ ہوتا تھا مرد ان غریب عورتوں کے ساتھ سختیاں کرتے بُری طرح پیش آتے تھے لیکن وہ عصمت کی دیویاں ہمیشہ انہیں کی محبت کی مالا جپتی ہیں۔ رفتہ رفتہ اختر جمیل کی دل ہی دل میں پرستش کرنے لگی کامل اور اپنی خطا و کنابت کا خیال کر کے اختر کی روح کو صدمہ ہوتا تھا اب اختر کو معلوم ہو گیا تھا کہ محبت دو شخصوں کے درمیان ایک دوسرے کی خدمت کرنے سے پیدا ہوتی ہے کامل محبت کا تعلق صورت سے نہیں بلکہ سیرت سے ہوتا ہے۔ خوبصورتی فانی چیز ہے۔ پہلی نظر محبت جنون ہے جو انسان کو ہلاکت اور تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ خدمت سے انسان عزت حاصل کرتا ہے۔ وہی محبت پائیدار ہوتی ہے جو زمانہ تک ساتھ رہنے اور کٹھن منازل طے کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ شوہر اور بیوی کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ بوڑھی عورتوں کا قول ہے کہ عورت کا شوہر کے سامنے دنیا سے اٹھ جانا خوش قسمتی ہے اُسے حرف بہ حرف سچ نظر آنے لگا۔

شام کو اختر اور مسز ڈیکونا سیر کے لئے موٹر پر جا رہی تھیں۔ آپس میں گفتگو میں مشغول تھیں کہ ایک موٹر کے پاس یکایک اُنہوں نے ہنگامہ کی آواز سُنی گھبرا کر جو نظر کی تو دیکھا کہ ایک شخص سڑک پر پڑا ہوا ہے اور ایک موٹر بڑی تیزی سے بھاگی جا رہی ہے۔ غالباً وہ شخص اس موٹر کی زد میں آ گیا تھا موٹر سے اتر کر اختر نے اُس شخص پر نظر کرتے ہی چکر کھایا اور اپنے کو سنبھال نہ سکیں۔ آنکھ جو کھلی تو خود کو مسز ڈیکونا کے مکان میں پایا۔ مسز ڈیکونا جمیل کی مرہم پٹی میں مشغول تھیں۔ سر میں زخم آ گیا تھا اور خون کافی بہہ جانے کی وجہ سے ہوش نہیں تھا۔ اختر اس وقت اپنی حالت بھول گئی۔ جمیل کو اس حالت میں دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ رات بھر جمیل کو ہوش نہ آیا۔ مسز ڈیکونا کے اصرار کے باوجود اختر جمیل کے پلنگ کے پاس سے نہ ہٹی تین شب و روز وہ برابر تیمارداری میں مشغول رہی پلک سے پلک نہ جھپکائی غذا بھی بمشکل دو چار لقمہ کھا سکتی۔ جمیل کی حالت قابل اطمینان نہ تھی شہر کے بڑے ڈاکٹروں نے بھی دیکھا لیکن کوئی امید ظاہر نہ کر سکے۔ بخار بڑھتا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد جمیل نے آنکھ کھولی۔ اختر کی صورت دیکھتے ہی وہ آپے سے باہر ہو گیا اور "اختر تم" کہہ کر پھر بیہوش ہو گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ جمیل کی زندگی کی امید نظر آنے لگی۔ ڈاکٹروں کا

متفقہ خیال یہی تھا کہ جمیل کی زندگی محض اختر کی تیمارداری کی وجہ سے دوبارہ حاصل ہو سکی ورنہ امید قطعی نہ تھی۔

آج فیروز آباد میں مسٹر جمیل کے عالیشان مکان میں جشن کا سامان ہے۔ مہمان دوسرے شہروں سے بھی آئے ہیں۔ مسز جمیل زرق برق پوشاک میں دعوت کے انتظام پر آخری نظر ڈال رہی ہیں کہ پشت کی طرف سے جمیل نے آ کر کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا۔

"میری اختر۔ تم جانتی ہو میں نے یہ دعوت کیوں کی ہے؟ ہماری نئی زندگی کی یہ پہلی تقریب ہے۔ میری حسین بیوی مجھے ڈر ہے کہ کہیں پھر کسی کی نظر تم پر نہ لگ جائے۔ اس کی حفاظت کے لئے یہ تعویذ لو" سیاہ جواہر کے دو بڑے بڑے آویزے اس نے اختر کے سر سے ساڑی ہٹا کر کانوں میں پہنا دیئے۔

"میں اس قابل نہیں ہوں جمیل مجھے شرمندہ نہ کرو"

"میری بیوی۔ پہلی زندگی کو بھول جاؤ۔ نہ میں پہلا جمیل ہوں اور نہ تم وہ اختر۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ تقریب میری نئی زندگی کا آغاز ہے"۔ اختر کی آنکھوں سے دو بڑے بڑے آنسوؤں کے گرم قطرے گر پڑے۔ اور وہ جمیل کے جانے کے بعد بھی دیر تک اُس کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا

"میرے مالک۔ میرے شوہر۔ اگر کفر نہ ہوتا تو میں تجھے خدا سمجھتی"۔ یہ کہہ کر اختر نے آنسو پونچھ ڈالے اور انتظام میں مصروف ہو گئی۔ اختر و جمیل کی آئندہ زندگی بہشت کا نمونہ تھی۔

شہر بانو

دوست اور دشمن

از مرحومہ حمیدہ خانم ام-اے

ہمارے دشمن زیادہ ہیں مگر دوست کم۔ ہم دشمنوں کی پرواہ نہیں کرتے مگر ہمیں فائدہ بھی زیادہ انہیں سے ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ ہمیں اپنے بہت سے عیوب جن سے ہم اپنے دوستوں کے ذریعہ آگاہ نہیں ہوتے اپنے دشمنوں ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ جو لوگ نام کے دوست ہیں وہی اکثر زبردست دشمن نکلتے ہیں۔ صادق دوست بہت مشکل سے ملتا ہے۔ جس شخص کو سچا دوست مل جائے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ دوست کی ہمیشہ قدر کرنی اور ہر موقع پر اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ دوست وہی ہے جو صاف بات کہنے میں نہ جھجکے۔ دنیا میں آدھے سے زیادہ جھگڑے محض غلط فہمی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کوئی لفظ بخوبی نہ سُنا۔ کوئی بات غلط دہرائی گئی۔ کوئی فقرہ ہنسی میں کہا گیا لیکن سنجیدگی سے سمجھا گیا۔ کوئی بات نیک نیتی سے کہی گئی مگر اس کا مفہوم کچھ ادھر لیا گیا۔ کسی نے دل سے کوئی بات گھڑ دی کہ تمہارا فلاں دوست یہ کہتا تھا اور اس گفتگو پر یقین کر لیا گیا۔ غرض اسی قسم کی باتوں سے اچھے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ تمہاری دوستی پائیدار اسی وقت رہ سکتی ہے جب تم اپنے دوست کی طرف سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ اس سے محبت کرو اور اس پر اعتماد کرو۔ منتخب دوست زندگی کی بڑی نعمت ہیں لیکن سب سے بہتر دوست اور سب سے بڑا دشمن انسان "خود" ہی ہوتا ہے۔

آہ۔ حمیدہ خانم!

(از محترمہ خورشید آرا بیگم منشی فاضل ادیب فاضل)

بپا سینہ میں طوفانِ الم ہے   سرشکِ خوں متاعِ چشمِ نم ہے
سکوں آغوشِ بے تابی میں خفتہ   رواں نبضِ جگر میں خونِ غم ہے
مسرت کی فضا تاریک تر ہے   طمانیت پریشاں یک قلم ہے
شکستہ دل کا نام غوب جہاں   خلش ہے۔ درد ہے۔ سوزِ الم ہے
یہ کس کی اطلاعِ مرگ آئی۔   یہ کیا مکتوبِ دل آزار میں رقم ہے
غضب ہے ہائے یہ کیسا غضب ہے   ستم ہے آہ یہ کیسا ستم ہے

نمی دانم حدیثِ نامہ چون ست
ہمی بینم کہ عنوانش بہ خون ست

ملک سیرت حمیدہ خو حمیدہ   وہ فردوسِ نسائیت کی حورا
تقدس کا سنہر اگیت جو تھی   گلِ نو گلشنِ دوشیزگی کا
خلیق و حلم جو۔ سادہ طبیعت   وہ تصویرِ شباب و حُسن و تقوےٰ
دیارِ پاکِ علم و فن کی بے شک   جو "وامق" پیشہ تھی مشہور عذرا"
وہ حُسنِ قوم و ملت۔ نازِ نسواں   دُرِ تاجِ سرِ علما و فضلا
جہانِ بے وفا سے موڑ کر منھ   ہوئی سوئے عدم رخصت دریغا

برفت آں گلبن خرم بہ باوے
دریغے ماند و فریادے و دادے

کہیں کیا۔ بخت بد کی ہم کہانی   ہوا تاراج مُلکِ شادمانی
علومِ مختلف کے بوستاں پر   وہ گُل جو کر رہا تھا خسروانی
تہ شہنئی آرزوؤں کی نہایت   خواتیں کی اُمیدِ کامرانی
مٹایا اُس کو مرگِ ناگہاں نے   نہ کیوں ہم ہوں مجسم نوحہ خوانی
کریں گیں خوبیاں اُس کی ہمیشہ   دلِ پیر و جواں پر حکمرانی
نہ بھولیں گے۔ نہ بھولیں گے ہم اُسکی   جوانی۔ ہائے وہ اُٹھتی جوانی

پس از مرگِ جوانان گل ممانا د
پس از گل در چمن بلبل مخوانا د

چھپایا خاک میں ہے روئے انوار   خفا ہم سے ہو کیا ای خلق پیکر
مناتے ہیں اگر ناراض ہو تم   چلو۔ تا پھر رہیں دنیا میں مل کر
فضا فردوس کی کیا بھا گئی ہے   پسندیدہ ہے یا کوثر کا منظر
یا شورش سی جہاں کی ہوئے بیزار   ہو محوِ خوابِ شیریں تا بہ محشر
خیالِ مادر و خواہر کرو کچھ   جُدائی سے تمہاری ہیں وہ مضطر
اطاعت والدۂ محترم کی   ہے واجب ای شریف الطبع دختر

بزرگاں چشم و دل در انتظارند
عزیزاں وقت و ساعت می شمارند

تمہیں ای چرخِ علم و فن کی پروین   کہاں سی لائیں ہم مہجور و غمگیں
تمہاری مرگِ بے ہنگام سے جو (ق)   خواتیں کا ہوا نقصانِ سنگیں
کریں کس طرح ہم اُس کا مداوا   ہاں۔ کیونکر دیں دلِ مضطر کو تسکیں
کیا ہوتا یہاں چندے توقف   کہ ہم کچھ فیض حاصل تم سی کرتیں
ہوئیں واقف نہ دنیا کی خوشی سے   بہاریں زندگی کی کچھ نہ دیکھیں
رہو فردوس میں نزدیکِ زہراؓ   اگرچہ ہم ہیں تجھ سی دور و غمگیں

غریباں را دل از ہجر تو خون ست
دلِ خویشاں نمی دانم کہ چون ست

وہم

دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ہو جسے کسی نہ کسی بات کا وہم نہ ہو عورتیں تو خصوصیت کے ساتھ وہمی ہوتی ہیں مگر کبھی یہ غور نہیں کرتیں کہ یورپین اقوام صرف اس مرض سے دور رہنے کے باعث آج میدان ترقی میں ہم سے کوسوں آگے ہیں۔ اور اپنی زندگی اور خوشیوں کو وہم کی قربان گاہ پر بھینٹ نہیں چڑھاتیں۔

وہمی آدمی ہر قدم پر پریشان اور خائف نظر آتا ہے۔ اس کی وسیع اور دوربین نگاہوں میں ہر دم وہم و وسواس کے خوفناک کرشمے رقص کرتے ہوئے۔ اور اس کی زندگی کو تلخ کرنے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں اور فقط اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اپنے متعلقین کو بھی پریشان رکھتے ہیں۔

چھینک سے وہم آپ نے سُنا ہے؟ میرے دوستوں میں ایک صاحب کو اس بات سے وہم ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ کسی کام کے لئے (خواہ وہ نہایت ہی بے حقیقت اور ادنےٰ سا ہو۔ یا بیحد اہم اور دقیق۔ تیار ہوں اور کسی کے چھینک آجائے تو ان کا سیکڑوں روپیہ کا نقصان ہو جائے یا کسی کی جان جائے مگر وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں

ایک بہن کو پلک پھڑکنے سے وہم ہوتا تھا۔ ادھر پلک پھڑکی اُدھر بہن صاحبہ بھڑکیں۔ پھر کیا ہے ضرور کوئی نہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ یا ناگہانی آفتوں میں مبتلا ہونا ہے جب آنکھیں پھڑکنے لگیں۔ خواہ مصیبت آئے یا نہ آئے مگر ان کی یہ وہم پرستی ان کو بے موت مارنے پر تیار ہو جاتی ہے۔

اتفاق سے ایک روز وہ اسی طرح بے حد پریشان ہو رہی تھیں صبح ہی آنکھیں پھڑک اُٹھی تھیں۔ کہ اتنے میں تار کے چپراسی نے آواز دی اب کیا تھا۔ انہوں نے سر اور مونھ پیٹ لیا۔ ہے ہے میں نہ کہتی تھی کہ آج صبح ہی صبح موئی آنکھیں پھڑک رہی ہیں۔ ضرور کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے۔ آخر وہی ہوا نا؟ غرضکہ جب تک مرد آئیں اور تار پڑھ کر سنائیں ان کی بُری حالت ہو گئی مجھ کو دیکھتے ہی اُچھل پڑیں اور قبل اس کے کہ تار پڑھوائیں پہلے آنکھ پھڑکنے کا اہم واقعہ بیان کرنے لگیں۔ میں نے تار منگوا کر دیکھا تو اس میں ان کی بھاوج کی آمد کی خبر تھی کہ وہ دوسری صبح کو پہونچنے والی تھیں۔ سواری کے انتظام کے لئے لکھا تھا۔ اب تو کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔ میں نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اور ان کو قائل کر دیا۔ کہ دیکھئے صرف آپ کی کم عقلی نے اتنے دیر آپ کو پریشان رکھا۔ اب تو آنکھیں پھڑکنے کو خوشی سے تعبیر کیجئے گا؟ اس پر وہ بے حد خجل ہوئیں اور توبہ کر لی کہ آیندہ کبھی ایسی باتوں پر اعتماد نہ کریں گی۔

ایک لڑکی کو بلّی کے رونے سے وہم ہوتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جب کسی گھر میں غمی ہونے والی ہوتی ہے تو اس میں بلّیاں روتی ہیں۔ اتفاق سے اس کی شادی ایسے گھرانے میں ہوئی۔ جہاں بہت ساری بلّیاں پلی ہوئی تھیں گھر کے بوڑھے بچّے

حتی کہ دولہا خود بلّی کو بے حد پیار کرتے تھے لیکن رات جب سب لوگ اپنے اپنے کمروں کے دروازے بند کرکے سو جاتے یہ لاڈلی بلّیاں تنہائی سے گھبرا کر رونے اور لڑائی کرنے لگتیں۔ چنانچہ اس وہمی لڑکی نے رات کو بلّیوں کے رونے کے یہ معنی نکالے کہ اس گھر میں سخت بلائیں نازل ہونے والی ہیں۔ اور عجب نہیں کہ وہی ان کے رونے کی نحوستوں کا شکار بن جائے۔ اس کی راتوں کی نیندیں اڑ گئیں۔ وہم کے انتہائی وسوسوں نے اس کے دماغ اور قلب کو بے چین کر دیا۔ اور اختلاج بڑھتے بڑھتے اس پر ہسٹریا کے دورے پڑنے لگے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے معالجے ہوئے مگر کسی سے فائدہ کی صورت نظر نہ آئی۔ آخرکار اس کے والدین سسرال سے اس کو رخصت کرا کے اپنے ہاں بالکل یاس انگیز اور نیم مردہ حالت میں لے گئے۔ لیکن یہاں آ کر اس کو دو چار روز میں صحت کے آثار نظر آنے لگے۔ اور چند روز میں بھلی چنگی ہو گئی کیونکہ یہاں نہ بلّیاں پلی تھیں اور نہ ان کے رونے کی آواز سے اس کو وہم ہوتا تھا۔!!

جمیلہ بیگم کلکتہ

سنگھاری چیزیں

نومبر کے عصمت میں میں نے دواؤں کے متعلق اپنے تجربات لکھے تھے پوڈر وغیرہ لگانے کا طریقہ اب بیان کرتی ہوں
میں نے اکثر دیکھا ہے بعض عورتیں پوڈر لگاتی تو ہیں لیکن اس کا لحاظ بالکل نہیں کرتیں کہ پوڈر کچھ بدزیب تو نہیں معلوم ہوگا۔
دھبے وغیرہ تو نہیں ہیں۔ پوڈر اس طرح لگانا چاہیئے کہ کوئی شناخت نہ کرسکے۔ اصلی رنگ معلوم ہو اور رنگ میں ایسا پیوست ہوجائے
کہ قطعی کوئی نہ پہچان سکے۔ پوڈر لگانے کا صحیح طریقہ یہ ہے:۔

پہلے ہلکی سی سنو لگائیے اس کو ہاتھوں سے خوب مل لیجئے تاکہ وہ میل کی صورت میں دور ہوجائے اس کے بعد رخساروں
پر حسب ضرورت سُرخی لگائیے تھوڑا سا پانی ہاتھوں میں لیکر رخساروں پر تھپتھپا لیجئے اور ذرا تیلی سے دبائیے اتنا توقف کیجئے
کہ پانی بالکل خشک ہوجائے پھر پوڈر زیادہ تعداد میں لگائیے اس کو نرم ہاتھوں سے منھ پر مل لیجئے اس طرح ملئے کہ ہلکا سا
لیکن برابر ہوجائے پھر بال بنائیے کپڑے پہن لینے کے بعد پھر پف میں خفیف سا پوڈر لیکر لگا لیجئے بالکل نا معلوم ہوجائیگا
جذب ہوکر اصلی رنگ اختیار کرے گا لپ اسٹک جب استعمال کیجئے لباس کے موافق لاکھا قاعدے سے لگائیے بھونڈا پن معلوم ہوتا ہے
سفید ساری پیازی کاسنی بادامی فیروزی دھانی رنگوں پر ایسا ہلکا لاکھا لگائیے کہ نا معلوم ہوجائے یہ معلوم ہو کہ
اصلی رنگ ہے ہونٹ ہلکے گلابی رہیں۔ سیاہ رنگ اودا سُرخ نیلا گہرا سبز گہرے رنگوں پر درمیانی لاکھا ہو جو بہت سُرخ
ہو نہ بہت کم ہو خاکی سرمئی بھورا کتھئی فاختئی ان رنگوں پر خوب سُرخ لاکھا لگائیے آپ کو اپنی ہی عمر کا اندازہ مشکل سے ہوگا
پیرس لندن وغیرہ میں یا ہندوستان میں یورپین عورتوں کی عمر کم کیوں معلوم ہوتی ہے اس کا سبب صرف غازہ کا
صحیح استعمال ہے ہمارے یہاں تقلید کی جاتی ہے لیکن برائی بھلائی پر نظر نہیں کی جاتی صرف غازہ کا صحیح استعمال
ایک پینتیس ۳۵ سالہ عورت کو بیس ۲۰ بائیس سال کا بنا دیتا ہے کپڑوں کی پسند اور صحیح استعمال سے ان کی خوبصورتی
میں غیر معمولی مدد ملتی ہے جن بہنوں کو یورپ جانے کا اتفاق ہوا ہوگا انھوں نے دیکھا ہوگا کہ کس قدر معمر عورتیں کتنی
کمسن معلوم ہوتی ہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ ورزش سے اور غازہ اور کپڑے کا صحیح استعمال سے غافل نہیں ہیں۔

جہاں اور سب باتیں فیشن کی ہیں وہاں یہ بھی اس کے ساتھ ہے کہ سرمہ کاجل بالکل چھوڑ دیا گیا ہے اس کو معیوب
خیال کیا جاتا ہے لیکن جو ہماری سودمند باتیں ہیں ان کو بری سمجھکر چھوڑ دینا عقل کے خلاف ہے اگلے زمانہ کی بڑی
بوڑھیوں کو دیکھئے کہ وہ باقاعدہ سیہ سینتی ہیں پڑھتی ہیں فی زمانہ لڑکیاں بغیر چشمہ کے راستہ نہیں چل سکتیں اس کی کیا وجہ ہے؟
یہ کہ وہ آنکھ کی صفائی کا خیال رکھتی ہیں نہ برابر سرمہ کاجل استعمال کرتی ہیں بہنوں کو تعجب ہوگا کہ میری نانی اماں
پچانوے ۹۵ سال کی ہیں اور برابر سینا سیتی ہیں پھول پتی بناتی ہیں لیکن میں بغیر عینک کے کوئی کام نہیں کرسکتی یہ فیشن کا نتیجہ ہے

پھر بھی میں بہت جلد ہشیار ہوئی خدا کا شکر ہے کہ اب ضروری باتوں کو زیر تصرف رکھتی ہوں۔ اگر زمانہ کی یہ ہی حالت رہی کہ بچوں تک کے سرمہ کاجل نہ لگے تو یقیناً کچھ پشتوں کے بعد ہندوستانی اپنی آنکھوں کی خوبصورتی کو کھو بیٹھیں گے اگر آپ کو نہیں اچھا لگتا کہ بچہ کی آنکھیں سیاہ رہیں تو شب کو لگائیے۔ صبح کو دھو ڈالئے خود بھی ایسا ہی کیجئے کہ آنکھیں صاف رہیں بڑے شرم کی بات ہے کہ دوسری قوم جو ایک حد تک اس فائدے سے واقف ہے وہ صرف سودمند ثابت ہونے کی غرض سے اور آنکھوں کو خوبصورت بنانے کے لئے ہماری باتیں اختیار کرے اور ہم لوگ اپنی اچھی باتوں کو بالائے طاق رکھدیں اس کی کچھ قدر نہ کریں۔ پیرس اور لندن میں میں نے دیکھا ہے کہ وہاں سرمہ استعمال کیا جاتا ہے وہاں عورتوں کو یہ خیال ہے کہ ہندوستانیوں کی آنکھیں جو خوبصورت ہوتی ہیں تو صرف سرمہ کے استعمال سے ان کو بھی شوق ہوا اور وہ اس طرح پورا کیا گیا کہ سرمہ ہندوستان سے بند ڈبیوں میں جاتا ہے اس کو وہ برش سے اس طرح لگاتی ہیں کہ آنکھ کے اندر بھی پہونچ جائے اور اسی کی پلکیں بھی معلوم ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ پھیل جاتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ لوگ باوجود برائی کے زیادتی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ مشتاق ہو جائیں اپنی آنکھوں کو خوبصورت بنا سکیں یہ سب میں نے اس لئے لکھا کہ بہنیں نصیحت حاصل کریں کم از کم اپنی اچھی باتیں کو نہ چھوڑیں میں سرمہ اور کاجل بنانے کی ایک ایک ترکیب لکھتی ہوں آیندہ آشوب چشم وغیرہ کا سرمہ بھی لکھونگی تھوڑا سرمہ یا کاجل اگر پوڈر لگانے کے بعد ہلکا سا لگا لیا کریں تو بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔

سرمہ کی ترکیب

دو تولہ سرمہ لیکر نیم کے سرسبز درخت میں ایک سوراخ بنا لیجئے اس میں سرمہ رکھ دیجئے سوراخ کو موم سے بند کر دیجئے چالیس روز تک رکھا رہنے دیجئے پھر اس کو نکال کر ان سب ادویہ کے ساتھ حل کر لیجئے پھٹکری ۲ ماشہ لیں سچے موتی ۲ عدد اور اگر سونف کی پتی مل سکے تو اس کو پیس کر عرق نکال لیجئے اس کو آگ پر رکھ دیجئے پکر صاف پانی نکل آئیگا ۲ تولہ عرق لیکر اس میں حل کر لیجئے رکھ دیجئے کہ وہ بالکل خشک ہو جائے خشک ہونے پر حل کر کے رکھ لیجئے شب کو بچوں کی آنکھ میں بھی لگا دیا کیجئے اس سے آنکھیں صاف رہتی ہیں اور آشوب نہیں کرتیں اگر سونف کی پتی نا ممکن ہو تو جب سرمہ درخت میں رکھئے جب ہی ایک گملہ میں چکنی مٹی زیادہ تعداد میں کھاد ڈالکر لو لی پولی بھر دیجئے اور سونف ۲ گھنٹہ تک پانی کا چھینٹا دیکر رکھدیجئے اس کے بعد سونف گملہ میں ڈالکر ہلکی سی مٹی ڈالدیجئے بہت جلد نکل آئیگی۔

کاجل کی ترکیب۔ نیب کی کوپل (نوک کی مہین پتی) سونف کی پتی پھٹکری ایک ماشہ افیون ایک ماشہ لونگ ۲ عدد اس سب کو پیکر اس میں روئی کوٹ ڈالئے اس کی بتیاں بنا کر خشک کر لیجئے خالص سرسوں کا روغن حسب ضرورت لیکر ایک کورے سکورے میں چراغ کی طرح جلا دیجئے اس کے اوپر ایک مٹی کا کورا پیالہ کسی چیز کی ٹیک سے اس طرح کہ دھواں بھی باہر نہ جائے بتی بھی جلتی رہے وہ جل کر ایک کاجل کا گل بن جائیگا حسب ضرورت روغن زرد (گھی) لیکر چالیس پانی سے خوب پھینٹ کر دھو لیجئے اس میں کاجل ملا لیجئے اس کو ایک کپڑے میں پوٹلی باندھ ایک گھڑے میں بھروا کر ڈالدیجئے اکیس ۲۱ روز کے بعد استعمال کیجئے۔ سرمہ سے کاجل زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے یا کاجل لگائیے تو ذرا سی مہین لیکر کنپٹی کی طرف نکال لیجئے بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

مسز حمید از لکھنؤ

مشینوں کا آٹا

نومبر کے عصمت میں سفید چمکیلے چاولوں کے نقائص پر میرا مضمون شائع ہوا ہے۔ ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ کلوں کے آٹے کے متعلق بھی اپنی مختصر معلومات پیش کردوں جن کا دارومدار عورتوں کی ہی ذات سے وابستہ ہے جو خانہ داری کا ایک ضروری شعبہ ہے۔ سطحی نظر رکھنے والے ان ذرا ذرا سی باتوں کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے سمجھ میں نہ آنے والے نقصانات کا ہمیشہ مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ جس کی تلافی پھر مشکل سے ہوتی ہے۔

جب آٹا پیسنے کی کلوں کا رواج نہ تھا۔ لوگ چکّی کا پسا ہوا آٹا کھاتے تھے۔ اور خانہ داری کی ضروری اشیاء میں گھروں میں چکّی کا ہونا بھی ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اب جابجا آٹا پیسنے کی مشینیں مہیا ہوگئی ہیں اور چکّی کا نام و نشان دنیا سے اُٹھتا چلا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ جن لوگوں کے پیٹ آٹا پیسنے کی مزدوری پر بھرتے تھے وہ بھی کلوں سے ہی آٹا پسواتے ہیں جس کا نتیجہ صرف وقتی ضرورت کو پورا کرلینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ گو چکّی سے پسے ہوئے آٹے کی بہ نسبت کلوں سے پسا ہوا آٹا نہایت مہین۔ زیادہ سفید اور مقدار میں بھی معقول حاصل ہوتا ہے اور تھوڑی دیر میں جتنا چاہیئے اُتنا پس کر مِل جاتا ہے۔ لیکن مشین سے آتے ہی اگر دیکھا جائے تو اسقدر گرم ہوتا کہ اس کی غذائیت کا اصل جوہر مشین کی بجلی سے جل کر جاتا رہتا ہے اس خیال کی بنا پر پانچ چھ سال سے میں نے اپنے ہاں کلوں سے پسا ہوا آٹا منگانا چھوڑ دیا۔ اور بہ ہزار دقت خوشامد اور نقصان کے مزدوروں سے چکّی کا آٹا پسوا کر استعمال میں لاتی ہوں۔ اور مصمم ارادہ ہے کہ حتیٰ الامکان کلوں کا پسا ہوا آٹا آیندہ بھی استعمال نہ کیا جائیگا اس ارادے کو نبھانے کے لئے ایک بار تو مقابلہ بھی کرنا پڑا کہ آٹا پیسنے والیوں نے کئی بہانے تراشے۔ پیسنے سے ہڑتال کردی گھر میں پہلے وقتوں کی چکیاں موجود ہیں۔ تھوڑا خود میں نے پیسنا شروع کردیا۔ پھر کیا تھا گھر کی اور عورتوں نے میرا ہاتھ بٹایا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ مجھے اٹھا کر خود پیسنے لگیں۔ یہ محسوس کرتے ہی کہ ان کا کام رُک نہیں سکتا پیسنے والیاں کام پر آنے لگیں اور ضرورت پوری ہوگئی۔ لیکن اور لوگوں کو مشینوں سے پسے ہوئے آٹے میں ہی سہولت معلوم ہوتی ہے جس میں غذائیت کا اصل جوہر جل کر زایل ہو جاتا ہے۔

محققوں کے خیالات کے مطالعہ نے اب تو میرے یقین کو اور پختہ کردیا کہ چکّی کا آٹا مشین کے آٹے سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ اناج جب چکّی میں پیسا جاتا ہے تو وہ تخم جس سے اناج پیدا ہوتا ہے ہر ایک دانے کے ساتھ پس کر آٹے کا جزو بن جاتا۔ اور چکّی کی رگڑ سے غذائیت کا کوئی جز جلنے نہیں پاتا۔ مشین میں وہ روئیدگی کا مادہ جلکر ضائع ہو جاتا ہے اور اور غذائیت بھی جاتی رہتی ہے جو پرورش جسم کے لئے بہت ضروری اور مفید ہے۔ چکّی کے آٹے کی رنگت بھوری ہوتی ہے جس سے انسان مضبوط و طاقتور رہتا ہے۔ اس تحقیق کا محقق مسٹر فرانسس فاکس ہے۔

پس ہم مستورات کو لوازمۂ خانہ داری کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں بھلائی برائی کے سمجھنے اور نقصانات سے بچکر فواید حاصل کرنے کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ جو اصل نسوانی جوہر ہے پہلی عورتیں چکی پیسنے کو عیب نہیں سمجھتی تھیں۔ اور روزانہ اس ریاضت سے خوب ہٹی کٹی مضبوط بنی رہتی تھیں کیونکہ روزانہ یہ کام ورزش کا عادی بناتا تھا اور اس سے خون میں گردش ہونے سے وہ بہت کم امراض کا شکار بنتی تھیں۔ اب یہ باتیں کسرِ شان سمجھی جاتی ہیں جس سے آئے دن ہم بیماریوں میں مبتلا رہنے کی وجہ سے ہمیشہ نحیف وزار اور دوسرے کی محتاج رہتے ہیں۔ گو آجکل دوسری قوموں کی تقلید میں خوشنما فیشن ایبل ورزشیں کرنیکو فخر سمجھتے ہیں لیکن وہ اسقدر مفید نہیں ہوتیں۔

یہاں میں اپنا ایک تجربہ بھی بیان کر دینا مناسب سمجھتی ہوں گو لوگ مجھے دقیانوسی خیال کیا چاہے کچھ کیوں نہ کہیں۔ ایک بار یعنی اس زمانہ میں جبکہ پیسنے والیوں نے ایجیٹیشن کر دیا تھا۔ کئی مہینہ مجھے مسلسل خفیف سا بخار ننانوے ۹۹ سو تک روزانہ آتا رہا۔ کونین کا استعمال اس حد تک کیا کہ کان تک بہرے ہو گئے۔ مگر یہ تبخیر روزانہ اپنے وقت پر ہوتی رہی۔ اور پھر کم ہو جانے پر جسم بالکل ناقابلِ برداشت سرد پڑ جاتا۔ ضد کہئے یا خدائی انتظامات کہ دو چار روز آٹا پیسنا تھا کہ بخار جاتا رہا اور بجائے سردی کے گرمی جسم میں آگئی۔ گویا اصلی حرارت معمول کے مطابق رہنے لگی اور تمام شکایتیں رفع ہو گئیں۔ اب بھی مجھے اگست کے آخری ہفتہ سے پھر اتنی ہی بخار کی شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ اور باوجود ڈاکٹر کے زیر علاج ہونیکے کم نہ ہوئی۔ ارادہ ہے کہ ذرا کمزوری کم ہو جانے پر انشاء اللہ ننھی سی چکی سے چند روز یہی عمل کروں اور ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق اس پرانی ورزش سے صحت کی صحت ہو کام کا کام۔

سردار محمدی بیگم بنت نواب آف ۔۔۔ (ادنی؟)

زیکو سلوویکیا کی خواتین کا ذوق دستکاری

ایک خاتون اپنے گھر کے اندر قالین بن رہی ہے -

مسز سروجنی نائیڈو اور مسز کزنس ناشتہ فرما رہی ہیں -

اجلاس کانگریس میں شامل ہونے والی خواتین کا ایک مجمع

جاپان پر ایک نظر

سر للو بھائی سامل داس نے انگریزی میں ایک کتاب مائی امپریشن آف جاپان" کے نام سے لکھی ہے۔ یہ اصل میں آپ کا سفرنامہ ہے۔ کتاب بہت عمدہ اور دلچسپ ہے۔ اسکے علاوہ چونکہ آپ نے بذات خود ہر جگہ کو دیکھا ہے اس وجہ سے بہت سی باتیں نئی بھی ہیں۔ میرا ذیل کا مضمون اسی کتاب کے بعض ضروری اور دلچسپ مضمون کا ترجمہ ہے۔ جو یقیناً عصمتی بہنوں کے لئے دلچسپ ہوگا۔

جاپانیوں کی چند قومی خصوصیات

سب سے زیادہ اہم چیز یہاں کی صفائی ہے۔ ہر عورت و مرد صاف رہتا ہے۔ جب میں ٹاگا ماکی پہونچا جو پہلی جاپانی بندرگاہ ہے اور جہاز سے اتر کر شہر میں سیر کے لئے گیا تو مجھے بہت تعجب ہوا کہ نہ صرف بڑی اور وسیع سڑکیں صاف ہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی تنگ گلیاں بھی اسقدر صاف تھیں کہ ہمارے شہروں کی عظیم الشان سڑکیں بھی ان کے مقابلے میں گندی اور خراب نظر آتی ہیں۔ غریب اور مزدور طبقے کی عورتیں جو سامان خریدتی پھر رہی تھیں یا مزدوری کر رہی تھیں رنگین اور سفید صاف شفاف لباس پہنے ہوئے نظر آئیں۔ اور صفائی کی جو حالت میں نے یہاں دیکھی تقریباً ہر جاپانی شہر اور قصبے میں یکساں ہے میری اکثر ہندوستانی دوستوں نے دعوتیں کیں۔ ان دعوتوں میں تمام انتظام جاپانی مرد اور خصوصاً عورتوں کا ہی ہوتا تھا اور جتنی صفائی میں نے یہاں کھانے پینے میں دیکھی ہمارے ملک میں اس کی پاسنگ بھی نہیں ہے۔

یہاں ریل کے ہر ڈبے میں کئی کئی اگالدان لگے رہتے ہیں۔ مسافر اُن ہی میں تھوکتے اور سگریٹ یا کاغذ کے پرزے یا اور دوسرا کوڑا وغیرہ ان ہی میں ڈالتے ہیں۔ ان احتیاطوں کے علاوہ ہر دو گھنٹے کے بعد ایک آدمی آکر فرش صاف کرتا ہے اور گرد وغیرہ کو احتیاط سے جمع کرکے لے جاتا ہے۔ دن میں دو مرتبہ فرش پر چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ اور چھڑکاؤ کے تھوڑی دیر بعد ایک ملازم آکر فرش کو جھاڑو سے رگڑ کر صاف کر دیتا ہے۔

اسکول، کالج، اسپتال، ہوٹل، مندر، مکان غرضکہ ہر جگہ داخل ہوتے وقت جوتے اتارنا پڑتے ہیں اور داخل ہونے والے کو ایک سلیپر پہننے کے لئے دیا جاتا ہے جو اس غرض سے وہاں رکھا ہوتا ہے بعض جگہ اندر داخل ہوتے وقت جوتوں پر ایک خاص قسم کا ربڑ چڑھا لیا جاتا ہے۔ اور ان تمام احتیاطوں کا نتیجہ ہے کہ ان کے مکانات میں گرد کا نام بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے ملک میں بھی مندروں اور مسجدوں میں جاتے وقت جوتے باہر اتارنے پڑتے ہیں۔ جس کا مقصد تو یہی ہے کہ جوتوں کے ساتھ گرد اور کیچڑ وغیرہ اندر نہ جائے۔ مگر وہاں سے واپسی میں پاؤں کا یہ حال ہوتا ہے کہ جوتا پہننے کو دل نہیں چاہتا۔

ہمارے یہاں اکثر لوگ دن میں ایک مرتبہ نہاتے ہیں اور خصوصاً برہمن تو دن میں کئی مرتبہ نہاتے ہیں۔ جاپانی

لوگ دن میں صرف ایک مرتبہ غسل کرتے ہیں اور ہم لوگوں سے زیادہ صاف نظر آتے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے یہاں نہانا محض رسماً مذہباً یا عادتاً جاری ہے برخلاف اس کے وہ لوگ اپنے بدن کا میل کچیل صاف کرنے کیلئے نہاتے ہیں۔

جاپانی عورتیں چائے تیار کرنے، کھانا پکانے اُس کو صفائی قرینے سے میز پر چننے میں بہت مشاق ہوتی ہیں۔ ہر جاپانی عورت کے لیے تھوڑا بہت گانا سیکھنا ضروری ہے۔ جاپانیوں کو پھولوں کا بہت شوق ہے اس وجہ سے وہاں کی ہر عورت کا یہ فرض ہے کہ اُس کو پھولوں کے متعلق کافی معلومات ہوں۔

جاپانی بہت ہی خوش اخلاق ہیں۔ دوسرے ملک کے باشندوں سے وہ بہت ہی محبت اور اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ یہ اپنے افسروں اور عہدہ داروں کا بہت ادب کرتے ہیں۔ اور ہر معزز شخص کو بہت جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ ایک ہندوستانی صاحب جو جاپان میں مقیم تھے اُنہوں نے اُن کی نقل کرنا چاہی مگر چند ہی روز بعد وہ جھکنے سے گھبرا گئے۔ یہاں معمولی چوریاں بہت کم ہوتی ہیں اور اکثر لوگ رات کے وقت اپنے مکانوں کے دروازے بھی بند نہیں کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ بہت ایماندار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مجکو تین مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں کسی ہوٹل میں چھتری یا چھڑی وغیرہ بھول گیا اور یہ چیزیں دوسرے روز میرے مکان پر پہونچا دی گئیں۔ ایک جگہ میں اپنا ریل کا ٹکٹ بھول گیا۔ اور بلا ٹکٹ ریل میں سوار ہو گیا۔ مگر جب دوسرے اسٹیشن پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ ہوٹل والے نے تار دیا ہے یہ میرا ٹکٹ اس کے پاس ہے۔ اس قسم کی دوسری اعلیٰ صفات ان میں مدرسہ کی تعلیم سے پیدا نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ گھروں کی تعلیم کا اثر ہے۔ اور یہ وہ سبق ہوتے ہیں جو بچہ اپنی ماں کی گود سے سیکھتا ہے۔ ان کو بتایا جاتا ہے کہ ایک جاپانی میں کیا کیا خصوصیات ہونی چاہئیں اور جس میں یہ خصوصیات نہیں وہ سچا جاپانی نہیں ہے۔ ایک جاپانی کے خیال میں دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی گالی نہیں ہے کہ اس سے کہا جائے کہ وہ جاپانی نہیں ہے۔

تعلیم — موجودہ زمانہ میں ہر ملک کی ترقی کا دارومدار اور تمدن کا میعار تعلیم پر ہی ہے چنانچہ یہاں بھی تعلیم عام ہے اور یہاں کے ۲۳ء ۹۹ فیصدی باشندے تعلیم یافتہ ہیں ۳۲ء ۹۹ فیصدی مرد اور ۱۵ء ۹۹ فیصدی عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ یہاں ایک قانون ہے جسکی رو سے ہر بچہ کو خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی سات سال تک تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے اور جبری تعلیم کی ابتدا چھ سال سے ہوتی ہے۔

میں ایک پرائمری اسکول میں گیا۔ اس کی عمارت وسیع اور دو منزلہ تھی ہر طرف بڑے بڑے ہال تھے جن میں ہوا اور روشنی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ کھیلوں کے لئے وسیع احاطہ تھا۔ ایک طرف جمناسٹک کا بھی انتظام تھا۔ ایک کلاس میں تصویر کشی کا درس ہو رہا تھا چنانچہ استاد کیمرے سے بچوں کی تصویریں لے کر دکھا رہا تھا اور ان کو دھونے، بڑا کرنے کی ترکیبیں بھی بتا رہا تھا۔ ایک دوسرے درجے میں دانتوں کی صفائی پر سبق دیا جا رہا تھا۔ ہر بچے کے سامنے ایک آئینہ لگا ہوا تھا اور ایک ایک برش ان کے پاس تھا۔ اُستاد کے ہاتھ میں بھی ایک برش تھا اور وہ ان کو دانتوں کی صفائی کے طریقے بتا رہا تھا وہ ایک دو تین کہکر برش کو دانتوں پر پھیرتا تھا بچے بھی اُسی طرح کرتے تھے۔ بظاہر یہ چیزیں بہت مضحکہ انگیز معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو یہی وہ تعلیم ہے جو انسان کو انسان بناتی ہے۔

اگرچہ جاپان نے صنعت و حرفت، تجارت سائنس اور دوسرے زندگی کے شعبوں میں کافی ترقی کر لی ہے مگر ابھی تک وہاں چند دقیانوسی عقائد اور خیالات موجود ہیں مثلاً یہ لوگ مخلوط تعلیم کو بہت ہی بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہاں لڑکے اور لڑکیوں کے اسکول اور کالج الگ الگ ہیں۔

لڑکیوں کے مدرسہ میں اُن کو ایک ہوشیار ماں بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ میں ایک لڑکیوں کے اسکول میں گیا وہاں۔ تاریخ، ریاضی، اور مادری زبان کے علاوہ مصوری بھی سکھائی جاتی ہے۔ کپڑے دھونے اور کھانا پکانے کی عملی تعلیم کے لئے بڑے بڑے دھوبی اور باورچی خانے بنے ہوئے ہیں۔ یہاں ہر قسم کے کپڑے دھونا سکھائے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی مرمت اور استری وکلف وغیرہ کی بھی تعلیم دیجاتی ہے یہاں ہاتھ اور مشین دونوں کا استعمال ہے یہی حال باورچی خانوں کا ہے۔ پھر اس مدرسے میں بھی لڑکیوں کے واسطے کھیل کا بہت اچھا انتظام ہے اور ایک طرف رقص گاہ ہے جہاں پندرہ سولہ سالہ جاپانی لڑکیاں رقص سیکھتی ہیں۔

جاپان میں ابتدائی تعلیم پر سوا دو کروڑ روپیہ اور محکمہ تعلیمات پر ۵½ کروڑ روپیہ خرچ ہوتا ہے اور یہ ملک کی کل آمدنی کا ۴۰ فیصدی حصہ ہے۔ کیونکہ وہاں ایک تو روپیہ بہت کثیر مقدار میں صرف کیا جا رہا ہے دوسرے سات سالہ جبری تعلیم کا قانون ہے اس وجہ سے ملک میں تقریباً تمام لوگ تعلیم یافتہ ہوگئے ہیں۔ اور موجودہ نسلیں بہت بہتر پیدا ہو رہی ہیں۔ جبری تعلیم کرنے کے بعد ماں باپ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں یا ملازمت کر لیتے ہیں۔ لڑکیاں یا تو کارخانوں میں مزدوری کرتی ہیں یا ہوٹل اور گھروں پر ملازمہ کے کام انجام دیتی ہیں۔ جو لڑکے اور لڑکیاں جبری تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے وہ اسکولوں اور کالجوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہاں تجارتی، زراعتی، صنعتی تعلیم کے لئے تقریباً دو ہزار سے زیادہ کالج ہیں یہاں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم پر اتنی زیادہ توجہ نہیں ہے جتنی کہ لڑکوں کی تعلیم پر۔ اور عام لڑکیاں ہائی اسکول کا امتحان پاس کرتی ہیں اور پھر تعلیم چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ ہائی اسکول کا امتحان ہمارے یہاں کے ففتھ سٹنڈرڈ یا نویں جماعت کے قریب قریب برابر ہوتا ہے۔ ہائی اسکولوں میں لڑکیوں کو نقاشی، کھانا پکانا، کپڑے دھونا۔ پھولوں کی کاشت وغیرہ کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ اور یہ چیزیں نصاب میں اس لئے داخل ہیں کہ گورنمنٹ کا مقصد لڑکیوں کو امور خانہ داری کی تعلیم دینا مقصود ہے اور وہ ان کو ایک بہترین ماں اور گھر چلانے والی بیوی بنانا چاہتے ہیں۔

صنعت و حرفت

یہاں ہر قسم کے بڑے بڑے عالیشان کارخانے موجود ہیں۔ میں ایک کارخانے میں گیا یہاں کنوارے لڑکے اور لڑکیاں کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے رہنے کے انتظامات الگ الگ تھے۔ نہانے کے لئے صاف و شفاف غسل خانے موجود ہیں۔ کھانے کا کمرہ بہت وسیع تھا۔ مزدوروں کے لئے تفریح گاہ اور کھیل کے میدان بھی موجود تھے۔ ایک دوسرے کارخانے میں۔ میں نے ایک سینما دیکھا جو کارخانہ کی حدود کے اندر تھا۔ اور یہ تماشہ مزدوروں کو مفت دکھایا جاتا ہے۔ جس وقت میں یہاں پہونچا تو یہاں ایک فلم دکھایا جا رہا تھا جس میں دیہات کی لڑکیاں بہت خوش نظر آتی ہیں۔

وہ مزدور جن کو ہم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جن کے بدن پر ڈھنگ کے کپڑے بھی نہیں ہوتے جو ہمارے

ملک میں تنگ و تاریک اور ٹوٹے پھوٹے جھونپڑوں میں رہتے ہیں۔ جاپان میں اس قسم کے مزدور نظر نہیں آتے ان کے مکانات دو منزلہ ہوتے ہیں۔ یہاں کو ہر کارخانے میں مزدوروں کی تمام آسائش اور آرام کا سامان موجود رہتا ہے۔ چنانچہ ایک کارخانے کی تفریح گاہ میں میں نے دیکھا کہ دو مزدور بلیرڈ کھیل رہے تھے۔ اور دوسری طرف چھوٹی چھوٹی میزوں پر تاش یا دوسرے قسم کے جاپانی کھیلوں سے مزدور اپنا جی بہلا رہے تھے۔

یہاں ہر ایک مزدور کے خاندان کو ایک مکان ملتا ہے جس میں دو کمرے ہوتے ہیں اور ان کے آگے برآمدہ ہوتا ہے۔ مزدوروں کے گھروں میں سامان بہت کم ہوتا ہے۔ عام طور پر ہر مکان میں فرش پر جاپانی چٹائیاں بچھی رہتی ہیں۔ ایک کونے میں لکڑی کا ایک اسٹول ہوتا ہے جس پر پھولوں کے گلدستے یا گملے وغیرہ رکھے جاتے ہیں اور دوسرے کونے میں ایک تپائی پر شیشے کی ایک چھوٹی سی الماری ہوتی ہے جس میں مہاتما بدھ کا مجسمہ ہوتا ہے جس کی وہ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ بستر وغیرہ روزانہ صاف کئے جاتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ ان کو دھوپ دی جاتی ہے۔ لڑکیوں کے لمبے بالوں کو دھونے کے لئے خاص انتظام ہے۔ بہرحال یہاں کے کارخانوں کی لڑکیاں جسمانی صحت کے لحاظ سے بہت تندرست اور خوش وخرم ہیں۔ اور ہمارے یہاں کے مرد مزدوروں سے سے زیادہ کام کرتی ہیں۔

ان لڑکیوں کی تنخواہ کچھ زیادہ نہیں ہوتی اس لئے ان سے مکانات کا کرایہ نہیں لیا جاتا ہے۔ یہ لوگ خود اپنا کھانا نہیں پکاتیں بلکہ سرکاری طور پر ان کے کھانے کا انتظام ہوتا ہے اور ان سے اس کی نصف قیمت لی جاتی ہے ہر کارخانے میں ڈرائنگ ہال ضرور ہوتے ہیں۔ جب دوپہر کو چھٹی ہوتی ہے تو سب لڑکیاں یہاں جمع ہو جاتی ہیں اور کھانا کھانے کے بعد اخبار وغیرہ پڑھتی ہیں اور پھر کام پر چلی جاتی ہیں۔ ایک کارخانے میں مجھے کھانے کے وقت جانے کا اتفاق ہوا۔ کھانا مقدار میں کافی ہونے کے علاوہ لذیذ تھا۔

بعض ہندوستانیوں کی رائے ہے کہ جاپان میں لڑکیوں سے بہت زیادہ سخت محنت لی جاتی ہے۔ اور وہ چار پانچ سال کے بعد بیکار ہو جاتی ہیں۔ مگر یہاں آکر میں نے دیکھا تو یہ بات غلط ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ میں نے خود لڑکیوں سے دریافت کیا تو بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے کام میں بہت خوش ہیں اور ان کو ناقابلِ برداشت محنت نہیں کرنی پڑتی۔

یہاں کی لڑکیاں چھ سال کی عمر میں مدرسے میں داخل کر دی جاتی ہیں اور تیرہ سال کی عمر تک وہیں رہتی ہیں پھر تعلیم ختم کرنے کے بعد یہ دو ایک سال کے لئے اپنے والدین کے پاس بسر کرتی ہیں۔ اور پھر ادھر ادھر کارخانوں دوکانوں، ہوٹلوں میں کام کرنے آجاتی ہیں۔ ان کی شادی عام طور پر انیس اور اکیس سال کے درمیان ہوتی ہے۔ جب یہ کسی کارخانے میں آتی ہیں تو ان سے پہلے تو بہت معمولی کام لیا جاتا ہے۔ اور اسی زمانہ میں تنخواہ بھی کم ملتی ہے مگر اس دوران میں ان کو کارخانے کی تعلیم دی جاتی ہے اور چونکہ یہ نوشت وخواند سے واقف ہوتی ہیں اس لئے بہت جلد تمام اصولوں کو یاد کر کے ترقی کرتی جاتی ہیں۔ چار پانچ سال تک وہ کارخانوں میں خوب کام کرتی اور احتیاط سے آمدنی کو جمع کرتی ہیں۔ اور یہ جمع شدہ رقم ان کی شادی میں جہیز وغیرہ کے کام آتی ہے۔ چار پانچ

سال کے بعد وہ اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی ہیں۔ یہاں ابھی تک ملک کے بہت بڑے حصے میں شادی والدین کی مرضی سے ہوتی ہے چنانچہ وہ لوگ ان کی غیر موجودگی میں کوئی اچھا سا بر ان کے لئے تلاش کر لیتے ہیں۔ اور ان سے انکی شادی کر دی جاتی ہے
یہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ عورت اور مرد، مزدوروں اور افسروں کی تنخواہوں میں بہت فرق نہیں ہے جیسا کہ ہمارے یہاں ہے۔ مرد اور عورت کو اجرت قریباً یکساں ملتی ہے۔ اور افسروں کو مدارج و مراتب کے لحاظ سے کچھ کچھ زیادہ

شہروں کی حالت

ہر ایک جاپانی کا فرض ہے کہ وہ اپنے بدن کو صاف رکھے، ہر ایک خاندان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے مکان کو صاف ستھرا رکھے۔ بالکل اسی طرح ہر ایک شہری اپنے شہر یا قصبے کی صفائی اپنے ذمہ خیال کرتا ہے۔ اور اس عظیم الشان مشترک عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں محکمہ صفائی میں کافی لوگ ملازم نہیں ہیں مگر ہر شہر اور قصبہ اپنی صفائی میں بہتر ہے۔ سڑکیں، گلیاں، کوچے، بازار، سب صاف و شفاف چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی کسی سڑک پر کوئی بیکار اور فضول چیز نظر نہیں آتی۔ بعض قصبات میں میونسپلٹیاں ہیں اور وہاں ان کے ذمہ صفائی کا انتظام ہے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جہاں یہ بلدی حکومتیں نہیں ہیں وہاں کی صفائی میں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔

جاپانیوں کا اتحاد عمل سب سے زیادہ قابلِ عزت چیز ہے۔ اور اس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ اس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک سڑک پر ابھی تک بجلی نہیں ہے۔ ایک شخص وہاں بجلی لگوانا چاہتا ہے مگر اس کے پورے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ اپنے دوستوں یا ہم پایہ لوگوں سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ اب دس پندرہ آدمی اس کام میں شریک ہو جاتے ہیں کوئی کچھ مہیا کرتا ہے۔ دوسرا دوسری مقدار کو پورا کرتا ہے۔ اور اس طرح سے پوری سڑک روشنی سے منور ہو جاتی ہے۔

جن قصبات میں بلدیات ہیں وہاں کے چیرمین سال میں دو مرتبہ پورے شہر کے گھروں کا معائنہ کرتے ہیں۔ اس معائنہ میں بڑی سختی ہوتی ہے اور ذرا سی بھی فروگذاشت تک کی بعض پرس کی جاتی ہے۔ اور معقول جواب نہ ملنے پر تھوڑا بہت جرمانہ داخل کرنا پڑتا ہے۔ یہ چیرمین بہت ہی خوش اخلاق اور ملنسار ہوتے اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ کوئی سیّاح اس شہر میں آرہا ہے تو اپنا ایک آدمی اسٹیشن پر بھیج دیتے ہیں۔ اور وہ شخص سیّاح کو شہر کی تمام باتوں کی اطلاع دیتا ہے اور کسی عمدہ سرائے میں ٹھیرنے کا انتظام کر دیتا ہے۔ بعض شہروں اور قصبوں میں وہاں کے چیرمین کی طرف سے ایک کتاب مفت دی جاتی ہے۔ جس میں شہر کا پورا نقشہ ہوتا ہے اور شہر کی تمام مشہور عمارتوں، مندروں، بازاروں، سڑکوں، تاریخی اور پر فضا و دلچسپ مقامات کا ذکر ہوتا ہے۔ اور سیّاح کو اس سے بہت مدد ملتی ہے
یہ ہے اس جاپان پر ایک نظر جو گو چند چھوٹے چھوٹے جزیروں کا مالک ہے مگر آج مختلف طریقوں سے ساری دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔

محمد احمد سبزواری۔ بھوپال)

چھتیس گڈھ کا زچہ خانہ

چھتیس گڈھ کے خطے میں تین ضلع ہیں۔ رائپور۔ بلاس پور اور دُرگ۔ یہ وہ حصّہ ہے جو ترقی کی دوڑ میں سب سے پیچھے ہے۔ یہاں کے اصلی باشندے غیر آریہ نسل کے ہیں۔ جو ہندوستان میں آریہ لوگوں کے آنے سے پیشتر آباد تھے۔

اس خطے میں جس عورت کے ہاں بچّہ ہونے والا ہوتا ہے اُسے سرے میں ہونا کہتے ہیں اور خدانخواستہ اگر قدرتی وقت سے قبل ضائع ہو جائے تو اس کو خدائی قدرت نہ سمجھ کر کسی ڈائن کے کرتوت سمجھتے ہیں۔ اپنی زبان میں ٹُونائن کو نہی کہتے ہیں۔ اور ہر اس عورت کو جس کے بچّہ نہ ہو یا کم عمر میں بیوہ ہو گئی ڈائن سمجھتے ہیں۔

بچّہ کی پیدائش کے وقت زچہ خانہ میں سوا گھر کی عورتوں کے کوئی نہیں جا سکتا۔ بچّہ پیدا ہونے کے بعد دائی اندر داخل کی جاتی ہے اور اپنی زبان میں اس کو چھومن کہتے ہیں۔ نال بھی کاٹنے کا عجیب طریقہ ہے۔ کسی دھار دار ہتھیار سے نہیں کاٹتے۔ کیونکہ یہ منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ ہانڈی کے چھوٹے ٹکڑے سے اور خوش حال گھروں میں ٹین کے ٹکڑے سے کاٹا جاتا ہے۔ نال کٹنے کے بعد مع غلاظت گھر کی معتبر عورت اپنے سامنے نہایت احتیاط سے زچّہ خانہ میں ہی دفن کراتی ہے۔ اور اس کے اوپر لکڑیاں جلائی جاتی ہیں۔

اکثر موقع پا کر دائی کچھ نال اور غلاظت کو چھپا کر رکھ لیتی ہے اور اس کو ان عورتوں کے ہاتھ جن کے ہاں بچّے پیدا نہیں ہوتے بیچتی ہیں۔ یہاں کی عورتیں خیال کرتی ہیں کہ نال کھا لینے سے عورت کے ہاں لڑکے پیدا ہونے لگتے ہیں اور جس عورت کی نال ہوتی ہے اوس کے ہاں بچّہ پیدا ہونا بند ہو جاتا ہے۔

دائی جب اپنا کام ختم کر لیتی ہے تو تلاشی لینے کے بعد باہر نکال دی جاتی ہے۔ اور بچّہ کو غسل دینے کے بعد ایک مٹی کے برتن میں جس کو گوریی کہتے ہیں کنڈا سلگا کر رکھ لیتے ہیں اور نوزائیدہ بچّہ کے پیٹ میں اور اپنے ہاتھوں میں تیل لگا کر آگ پر سینک کر اپنے ہاتھوں کو بچّہ کے پیٹ پر رکھ رکھ کر پیٹ کو سینکتے ہیں اور اتنی سنکائی کی جاتی ہے۔ کہ بچّہ کا پیٹ سُرخ ہو جاتا ہے اور سینکنے والی اپنی مٹھی بند نہیں کر سکتی۔

۶ بجے صبح۔ دس بجے دن۔ دو بجے دن۔ شام کو بعد غروب آفتاب اور رات کو ۲½ بجے بچّے کا پیٹ سینکا جاتا ہے۔ بچّے کی پیدائش کے بعد تین دن تک زچّہ کو کھانا یا پانی نہیں دیا جاتا۔ اکثر گرمی کے دنوں میں پیاس کی شدّت سے عورتیں مر جاتی ہیں۔ بہت پیاس لگنے پر ناریل کا ایک چھوٹا ٹکڑا دیا جاتا ہے۔ جس سے سخت پیاس میں کچھ تسکین بھی نہیں ہوتی سونٹھ۔ گڑ اور تھوڑا گھی ملا کر لڈو بنائے جاتے ہیں جس کو تین دن (بہتّر گھنٹے) پورے ہونے کے بعد سے زچّہ کو دیتے ہیں۔ اور ایک لکڑی جس کو کانکے کہتے ہیں۔ اور وہ گاؤں کی دھوبن لا کر دیتی ہے۔ سُرخ رنگ کی ہوتی ہے۔

ہانڈی میں پکاتے ہیں اور وہی پانی پینے کو دیا جاتا ہے۔ یہ پانی بھی سُرخ ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا رسم ادا کرنے سے پہلے نائن کا ذائقہ جسے وہ اپنی زبان میں مردنن کہتے ہیں گاؤں کی عورتوں کو دعوت دے کر بلاتے ہیں اور پانی چولھے پر چڑھنے سے پہلے سب عورتیں گاتی ہیں اور پانی جب پک جاتا ہے تو لونگ سے بگھار کر وہ زچہ کو دیا جاتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا پانی اور بتاشے دیگر عورتیں رخصت کر دی جاتی ہیں۔ حریرہ وغیرہ کچھ نہیں دیا جاتا بلکہ پانی دو دن تک دیا جاتا ہے۔

پیدائش کے پانچویں دن بھات کھانے کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اوس دن گھر کے سب آدمی نہاتے ہیں زچہ بھی۔ اور اُس کو ارہر کی دال منگا کی ترکاری جو یو پی کے قریب قریب کل حصّوں میں ہوتی ہے۔ ایک وقت کھلاتے ہیں۔ دھوبی سے گھر بھر کا کپڑا دھلواتے ہیں اور مرد اپنی حجامت بھی بنواتے ہیں کچھ دنوں تک زچہ کو ایک وقت کھانا اور دوسرے وقت لڈو کھلاتے ہیں۔ جب تک یہ رسم ادا نہ ہو گھر کے سب لوگ نہایت ناپاک خیال کئے جاتے ہیں۔ اور اگر اُن سے کوئی کسی طرح مس ہو جاوے تو اُس کو غُسل کرنا پڑتا ہے۔ مس ہو جانے کے بعد دوسرا آدمی اوتنا ہی ناپاک خیال کیا جاتا ہے۔ اور اس کے مس ہونے سے دوسروں کو بھی وہی ناپاکی کا اثر ہو جاتا ہے۔

یہاں کھانے کے دن جس کو برھی بھی کہتے ہیں ہنیا خوب لال کرتے ہیں اور لوک سے بچّہ کا پیٹ آدھ آدھ انچھ کے فاصلہ پر داغ دیتے ہیں۔ اس کو انکنا کہتے ہیں۔ اور راب پیٹ پر راکھ مل دیتے ہیں اس پر بھی سینکائی ختم نہیں کی جاتی بچّہ کا شکم سال بھر تک برابر سینکا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا رسوم ادا ہونے کے بعد زچہ خانہ سے عورتیں نکل آتی ہیں اور حسب معمول اپنا کام شروع کر دیتی ہیں چھ ماہ تک بچّہ کو چھپائے رکھتی ہیں۔ کیونکہ ڈائن سے ڈرتی ہیں۔ دونوں وقت کے کھانے سے یہاں یہ خیال ہے کہ دودھ گاڑھا ہو جاتا ہے اور بچّہ اس کو ہضم نہیں کرسکتا۔

اگر بچّہ کسی وقت بیمار ہو جاتا ہے تو اُس کو ٹوہنی (ڈائن) کا اثر خیال کیا جاتا اور گاؤں کا جہتر جھاڑو ہلا ہلا کر اُس کو جھاڑتا ہے۔

یہ حالات چشم دید ہیں۔ یہاں کا زچہ خانہ دوزخ کا نمونہ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے بچّوں کی موتیں عام طور پر زیادہ ہوتی ہیں۔ اِن بے ہودہ لغو خیالات اور جاہلانہ رسوم کی خدا جانے کب اصلاح ہو گی۔

ح۔ ن۔ اہلیہ سراج الدین قدوائی

تصحیح عصمت اکتوبر میں اے ڈبلیو اینڈ سنز کمرہ بنگش دہلی کے اشتہار میں کتابت کی ایک غلطی ہو گئی ہے دوا کا نام دردشکم نہیں راحت شکم ہے۔ بہنیں براہ مہربانی تصحیح کرلیں۔ منیجر

غم نصیب عورت سے

(جس کو اپنے شوہر کی جو پردیس میں ہے کئی سال سے خیر و خبر معلوم نہیں ہوئی)

او غم نصیب عورت! کیوں آہ رو رہی ہے — جانِ عزیز اپنی کیوں مفت کھو رہی ہے
کس کے الم میں آخر برباد ہو رہی ہے — کیوں آنسوؤں میں اپنے جی کو ڈبو رہی ہے
ہر وقت کس لیے ہے یہ جوش آہ و زاری — یہ دل کی بیقراری آنکھوں کی اشکباری
خاموش اور غمگین ہر وقت تیرا رہنا — پوچھیں سہیلیاں بھی تو حالِ دل نہ کہنا
یہ سسکیوں کا لینا، یہ آنسوؤں کا بہنا — یہ جان کو گھلانا، یہ دل پر رنج سہنا
یہ چند ہی دنوں میں کیا تجھ کو ہو گیا ہے — آخر بتا تو دل پر کیا غم گذر رہا ہے
رہتا ہے رات اور دن کیوں جی نڈھال تیرا — ہے کس کے ہجر میں دل وقفِ ملال تیرا
کس دھن میں محو ہے تو کیا ہے خیال تیرا — کچھ تو بتا ستم کش کیوں ہے یہ حال تیرا
مُنہ فق ہے، زرد چہرہ، لب خشک چشم پرنم — پہلے کبھی تو ہے ہے دیکھا نہ تھا یہ عالم
افسردہ کیوں طبیعت، صورت اداس کیوں ہے — ہر وقت تجھ پہ آخر غالب ہراس کیوں ہے
کیوں حال ہے پریشاں اور دل اداس کیوں ہے — مرنے کی کیوں تمنا، جینے سے یاس کیوں ہے
اندوہِ ہجر ہے یہ کس خوگرِ ستم کا — آخر ہے کچھ ٹھکانا تیرے غم و الم کا
تیری ہر ایک ادا سے پیدا ہے شانِ ماتم — تو بن گئی ہے غم کی اک پیکر مجسّم
یہ کنجِ نامرادی، یہ بیکسی کا عالم — یہ خامشی سی ہر دم یہ بیخودی سی پیہم
ہے ہے نہیں رہا اب اپنا بھی ہوش تجھکو — یعنے کئے ہوئے اک دھن خموش تجھکو
اے ناشناس راحت اے خوگرِ مصیبت — اے پیکرِ تمنا، اے وقفِ یاس و حسرت
خاموشیاں ہیں تیری گو رازدارِ فرقت — گو چاہتی نہیں تو اظہارِ رنج و راحت
لیکن بتا رہا ہے اندازِ درد تیرا — یہ جسم زرد تیرا، یہ رنگِ زرد تیرا
اندوہِ ہجر سے ہے دل تیرا پارہ پارہ — اس آتشِ نہاں نے تجھکو جلا کے مارا
اک برقِ جانستاں ہے اس آگ کا شرارا — یوں پھنک رہا ہو جب دل جینا ہو کیا گوارا
رنجِ فراقِ شوہر دشمن ہے زندگی کا — اللہ صبر اس پر پڑتا نہیں کسی کا

(محوی صدیقی)

ملاقات کے ساتھ دعوت

اکثر جگہ عورتوں میں ملاقات کے ساتھ دعوت کا غیر معقول رواج اب تک چلا آتا ہے یعنی اگر کوئی بہن اپنی کسی سہیلی کے یہاں بغرض ملاقات جائیں تو اُس سہیلی کا فرض ہوگا کہ وہ اپنی مہمان بہن کے تمام گھرانے کی معہ نوکروں کے دعوت کریں یہ بہت بُری اور تکلیف دہ رسم ہے جس کو فوراً ترک کر دینا چاہیئے اس کا نتیجہ سوائے کوفت اور پریشانی کے کچھ نہیں نکلتا اور ملاقات بجائے مسرت بخش ہونے کے باعث مصیبت بن جاتی ہے ۔ میزبان کا تمام وقت کھانے کے انتظام میں گذرتا ہے اور مہمان بہن کا تنہائی و بیکاری میں اگر گھر میں کچھ لوگ اور بھی ہوئے تو بھی غنیمت ہے لیکن اگر میزبان بہن بالکل تنہا ہوئیں تو یہ دعوت واقعی عداوت بن جاتی ہے۔ کھانے پکانے کا انتظام بچوں کی دیکھ بھال غریب کا دم ناک میں آجاتا ہے اور پھر اسی حالت میں مہمانوں کی راحت اور دلجوئی کا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے جہاں ذرا فرصت ملی اور مہمان سہیلی کے پاس جا بیٹھیں مگر حلیہ بھی عجیب ہوتا ہے کپڑے پسینے میں شرابور دھوئیں کے باعث آنکھوں سے پانی نکلتا ہوا بات کر رہی ہیں لیکن دھیان باورچی خانہ میں پڑا ہے غرضکہ تمام دن اسی بے لطفی میں ختم ہو جاتا ہے شام کو مہمان بہن کھانا کھا کر اپنے گھر رخصت ہوتی ہیں اور میزبان بہن تھک تھکا کر پلنگ پر لیٹ جاتی ہیں اب سوچیے ایسی ملاقات سے سوائے زحمت اور پریشانی کے فائدہ کیا حاصل ہو سکتا ہے آپس کی ملاقات بھی ایک نعمت ہے خصوصاً ہم عورتوں کے لئے جن کا تمام وقت گھر کے اندر گذرتا ہے آپس کے میل جول اور باہم ملاقات سے اپنی معاشرتی برائیاں اور بھلائیاں معلوم ہوتی ہیں معلومات میں اضافہ اور خیالات کی اصلاح ہوتی ہے لیکن یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ہم اپنے طریقہ میل و ملاقات میں اصلاح کریں غیر ضروری اور تکلیف دہ رسمیں ترک کر دیں۔

اس سے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنے دوستوں کی دعوتیں اور مہمانوں کی خاطر مدارات کرنی بالکل چھوڑ دیں مگر ہر بات موقعہ اور وقت پر اچھی لگتی ہے یہ ضروری نہیں کہ آپ مہمان کو کھانا کھلا کر ہی فرض مہمان نوازی ادا کر سکتی ہیں یہ فرض آپ چائے پھل اور مٹھائی کے ذریعہ بھی انجام دے سکتی ہیں بلکہ روزمرہ کے ملنے ملانے میں یہی طریقہ آسان اور مناسب ہے مہمان کی خاطر مدارات بھی ہو جاتی ہے اور سہولت بھی رہتی ہے مہمان کی خوشی اور تواضع کھانا کھلانے پر ہی منحصر نہیں بلکہ آپ کے اچھے برتاؤ اور عمدہ اخلاق پر ہے آپ مہمان کے ساتھ خوش اخلاقی اور محبت سے پیش آئیے اچھی اچھی دل خوش کن اور پُر از معلومات باتوں سے اُس کا دل بہلائیے پھر دیکھیے وہ آپ کے گھر سے خوش جاتا ہے یا رنجیدہ آپ کے تھوڑے سے اور مہربانی کے مقابلے میں آپ کے اخلاق کا اثر یقیناً دیرپا ثابت ہوگا۔

اے آر (از تھانہ بھون)

شہزادی روشن آرا پر حملے

از سیّد قاسم علی بشارد ساہت النکا

بعض ہندی اخباروں میں بے بنیاد جھوٹی غلط سلط من گھڑت باتیں تاریخ کے بالکل خلاف محض مذہبی تعصب کی وجہ سے لکھی جاتی ہیں مسلمان شہنشاہوں کو توخوب برا بھلا لکھا جاچکا اب خاندان مغلیہ کی بیگمات اور شہزادیوں کے متعلق آئے دن بے ہودہ باتیں لکھی جارہی ہیں ایک کتاب سوا باؤنی ہندی میٹرک کے کورس میں ٹیکسٹ بک منظور ہوچکی ہے اس کے مضامین کے خلاف کئی پرچوں میں لکھا گیا ہے لیکن اس وقت تک وہ کورس سے باہر نہیں کی گئی ابھی دہلی کے روزانہ ہندی اخبار "نویگ" مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۴ء میں ایک مضمون "روشن آرا ہرن" صفحہ ۲ پر کسی مہا سبھائی بی ایس۔ ٹھاکر نے اتنا زہریلا لکھا ہے کہ ہندو بھی اُسے دیکھکر ناک بھوں سکیڑ لیتے ہیں۔ پروفیسر کنھیا لال شرما شاستری۔ ایم اے نے میرے پاس اس اخبار کو بھیجا اور اپنی رائے بھی لکھی ہے کہ دیکھو کیسے کیسے بیہودے رائٹر صرف تعصب کی وجہ سے ایسی بے بنیاد باتیں گھڑکر ہندو مسلمانوں میں نفرت پیدا کر رہے ہیں۔ اس مضمون میں تین باتیں ظاہر کی گئی ہیں۔

(۱) شہزادی روشن آرا اورنگ زیب کی دلاری دختر ہے اور وہ سیواجی بہادر کی سازش سے اڑائی جاتی ہے (۲) سیواجی اپنی کنیزوں کے ذریعہ اور خود خواہش کرکے اپنی بیوی بنا لیتا ہے۔ (۳) شہزادی روشن آرا دیوانی ہوجاتی ہے اور وہ سیواجی کے ساتھ شادی کرکے رانی بنکر اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔

کچھ زیادہ مدت نہیں گذری اسی طرح ایک فلم اور ناٹک پر سینکڑوں لوگوں کا خون بہہ چکا ہے اور سرکار نے اسے بند کردیا مسٹر جادو ناتھ سرکار مشہور تاریخ داں ہیں انھوں نے بھی اس کو بالکل غلط ثابت کیا ہے پھر نہیں معلوم یہ بار بار ہنگامے مچانے کی کوشش کس وجہ سے کی جاتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ سیواجی کی سازش سے اڑانا اور سیواجی کی کنیزوں کے ذریعہ شادی پر اُسے رضامند کرنا اور سیواجی کا شہزادی سے شادی کرنا بالکل غلط ہے جس سیواجی کی نیک دلی پر مضمون آرائی کی گئی ہے اور اسے نیک عورتوں کا خادم اور بہتری چاہنے والا ظاہر کیا گیا ہے اس مضمون سے تو اس کا کیریکٹر کمزور ظاہر ہوتا ہے یوں کہنا چاہئیے کہ اس کے چال چلن پر کھلم کھلا حملہ۔ دوسرے شہزادی کا سیواجی پر دیوانہ ہوجانا بھی غلط ہے اگر کوئی شریف خاتون کسی لیڈر کی سنی ہوئی تعریفوں سے خود بھی تعریف کردے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کی بیوی بننا چاہتی ہے۔ سیواجی جو مغلیہ سلطنت میں آنے سے کانپتا تھا اور پھر جس نے مغلی زمین کی قدم بوسی تین مرتبہ کی وہ ایک شہنشاہ کی دختر پر بدنظر کیسے ڈال سکتا ہے اور اگر یہ گستاخی کرتا بھی تو کیا مغلیہ سلطنت اسے زندہ چھوڑ دیتی۔ ہرگز نہیں۔ اس "تاریخ دانی" کو دیکھئیے کہ شہزادی روشن آرا شہنشاہ اورنگ زیب کی ہمشیرہ اور شاہ جہاں کی بیٹی تھی مگر اس مضمون میں غضب خدا کا کہ شہزادی کو اورنگ زیب کی بیٹی لکھا گیا ہے۔ بھلا کوئی مہاسبھائی ٹھنڈے دل سے بتائے کہ شہزادی روشن آرا کی شادی سیواجی کے ساتھ۔ کب۔ کہاں۔ اور کس طرح ہوئی ہے؟ اس قسم کے بے ہودہ بے بنیاد لغو مضمونوں سے نہ ہمارے علم و ادب میں ترقی ہوسکتی ہے اور نہ ہم سیاسی میدان میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں مسلمانوں کی خودداری اور غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ہندی کتابوں اور اخباروں پر پوری نظر رکھیں اور جب کبھی تاریخ کے خلاف اس طرح ان کے بزرگوں کی شرافت پر کوئی حملہ کیا جائے تو فوراً اس کا جواب دیدیا جائے تاکہ آیندہ مسلمان بیگمات اور شہزادیوں پر غلط الزامات لگانے اور ان کے خلاف بے بنیاد جھوٹے قصے گھڑنے کی غیر مسلموں کو ہمت نہ ہو۔

مہلک غلطی

کیلر اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھا سگرٹ کے کش لگا رہا تھا۔ اس کا چہرہ پر فکر و تردد کے آثار نمایاں تھے وہ کسی کے قتل کی اسکیم تیار کر رہا تھا۔ ان تجاویز کا ہونے والا شکار لیل ہام اسی وقت اُس کے پاس سے اُٹھ کر گیا تھا۔ لیل ہام دراز قد، خاموش مخمور آنکھوں والا مشہور بت ساز تھا اور اپنے فن میں یکتا۔

اسے اب معلوم ہو گیا تھا کہ کیلر اسے گزشتہ چار سال سے فریب دے رہا اور اس کا روپیہ غصب کر رہا ہے۔

کیلر مشہور دلاّل اور کاروباری شخص تھا اور فریبی۔

لیل ہام نے چند منٹ پہلے کیلر کو دھوکہ باز کہا تھا اور قانونی کارروائی کرنے کی دھمکی دی تھی۔ لیل ہام نے خوفناک آواز میں کہا "میں مصوّر ہوں" دلال نہیں، کیلر! میں نے تم پر اعتبار کیا اپنے کاروبار کا مختار بنایا۔ پہلے تم نے مجھے بتایا کہ مجھے نفع ہوا ہے اس کے بعد نقصان اور نقصان بڑھتا گیا۔ اب میں بخوبی سوچ سکتا ہوں کہ تم نے کس طرح مجھے دھوکہ دیا اور میرا روپیہ غصب کیا۔ میں تمھیں تباہ کر کے رہوں گا تمھیں نیست و نابود کر کے رہوں گا۔"

"دوست" کیلر نے جواب دیا "یہ سب بے معنی ہے تمہارے تخیل نے تمہاری عقل کو بھگا دیا ہے۔ ذرا عقل کے ناخن لو اور سوچو کہ تم مجھے کیا کہہ رہے ہو۔ میں اپنی بے گناہی ثابت کر سکتا ہوں، کچھ سوچ کر" اگر آج رات تم مجھے اپنے سٹوڈیو میں تنہا ملو تو میں حساب اور تمسکوں کے ذریعہ بتاؤں گا کہ میں نے فریب سے کام نہیں لیا۔"

"آج رات کے آٹھ بجے میرے سٹوڈیو میں اپنے ثبوت لے کر آؤ۔ اگر پانچ منٹ بھی دیر ہوگئی تو میں پولیس کو مطلع کر دوں گا" لیل ہام نے سر ہلا کر کہا اور اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ اب کیلر اکیلا تھا۔

فاسد خیالات اس کے دماغ میں رقص کر رہے تھے۔

"لیل ہام کو آج رات ضرور قتل کر دینا چاہئے۔ صرف یہی طریقہ اس سے رہائی حاصل کرنے کا ہے۔ مگر قتل کس طرح کیا جائے؟

قتل اس طرح کیا جائے کہ تمام واقعہ کو اتفاقی حادثہ کہا جا سکے۔ خودکشی بھی نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں لیل ہام کے معاملات میں بہت گہری تفتیش کی جائے گی۔

لیل ہام کو اس کے سٹوڈیو ہی میں قتل کرنا چاہئے۔ جلدی سے اور خاموشی سے اس طرح کہ کوئی ایسا نشان باقی نہ رہے جس کی مدد سے پولیس مجھے ملزم قرار دے سکے۔ مجھے ایسے مکمل جرم کا ارتکاب کرنا چاہئے جس کا کسی کو پتہ بھی نہ چل سکے۔

لیکن یہ کیسے ہو۔؟

اب وہ قتل گاہ کا تصوّر کر رہا تھا۔ سٹوڈیو کا نقشہ اس کے سامنے تھا۔

سٹوڈیو مکمل اور نامکمل ادھورے بتوں سے اٹا پڑا تھا۔ ایک طرف آگ جلانے کی انگیٹھی تھی۔ انگیٹھی کی دائیں طرف میز اور کرسی تھی، وہ کئی دفعہ لیل ہام کے سٹوڈیو میں جا چکا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ بلّوری پیالہ پھلوں سے بھرا ہوا میز پر ہر وقت موجود رہتا تھا۔

یک لخت اسے سٹوڈیو کی ایک اور چیز بھی یاد آگئی۔ یہ پیتل کا زرہ پوش نیزہ باز کا بت تھا جو آتش دان کی بائیں طرف تنا ہوا نیزہ لئے ہوئے قالین کے سرے پر کھڑا ہوا تھا۔

یہ بت ایک ریٹائرڈ فوجی افسر کی درخواست پر بنایا گیا تھا۔ فوجی افسر نے تمام عمر جنوبی امریکہ میں گذاری تھی۔ اور اب وہ اپنے گھر میں چھوٹے سے پیمانے پر عجائب خانہ تیار کر رہا تھا۔

نیزہ حقیقت میں ایک زولو سپاہی کی ملکیت تھا اور فوجی افسر کی
درخواست پر بت کے ہاتھ میں پکڑوایا تھا۔ بدقسمتی سے بت کی تکمیل
سے پہلے فوجی افسر موت کا شکار ہو گیا۔ اب زولو نیزہ باز لیل ہام
کے سٹوڈیو میں تھا۔

"تنا ہوا نیزہ جھکے ہوئے بت کے آہنی ہاتھوں میں۔ ..
اگر لیل ہام کا پاؤں دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے پھسل جائے
اور نیزہ باز کے اوپر گر پڑے تو نیزہ کی تیز نوک اس کا خاتمہ
کر دے گی" کیلر کا خوفناک چہرہ خوشی سے چمک پڑا۔ وہ اپنی
عقل پر خود حیران تھا۔

" اگر کسی طرح اس کا پاؤں پھسل جائے تو اس میں میرا کیا
قصور ہے۔ لیکن یہ کیسے کیا جائے" انسان کا پاؤں اتفاقاً پھسل
جاتا ہے" وہ سوچ رہا تھا" تازگی کے چھلکوں پر سے۔ چکنی سطح پر
سے پاؤں پھسل جاتا ہے۔ بعض دفعہ کیلے کی کھال" اس نے ایک
ایسا خوفناک اور بھیانک قہقہہ لگایا کہ کمرہ بھی لرز اٹھا۔

کیلے کے چھلکوں کے ساتھ اسے بلوری پیالہ اور پھل یاد
آ گئے۔ یہ پیالہ ہمیشہ میز پر رہتا تھا۔ اور سب پھلوں کے اوپر
کیلے موجود رہتے تھے۔

"جب لیل ہام مجھے دیکھ کر دروازہ کی طرف بڑھے گا اور
قالین کے سرے پر پہنچ جائے گا۔ بالکل نیزہ باز کے سامنے....
.... تو میں قالین کا سرا کھینچ دوں گا اور وہ نیزہ پر گر کر مر جائے گا"
کیلر سوچ رہا تھا" پھر میں کیلے کا چھلکا اس کی جوتی کی ایڑی
سے رگڑ دوں گا۔

اگر آج بلوری پیالہ میں کیلے نہ ہوں تو؟ ایک کیلے کا
چھلکا اپنے ساتھ لے جانا بہتر ہے" سکیم پر نظر ثانی کرتے ہوئے
اسے خیال آیا۔

کیلر کی کار لیل ہام کے بنگلہ کے صدر دروازہ کے سامنے
کھڑی تھی۔ لیل ہام کا ملازم سمتھ باہر نکلا" اس طرف سے حضور۔
آقا آپ کے انتظار میں ہیں"

شکریہ سمتھ"
دونوں سٹوڈیو کے دروازہ کے سامنے ٹھہر گئے۔
کمرے میں کوئی گا رہا تھا۔

"کیلر کو متفکر پا کر سمتھ نے کہا" یہ ریڈیو ہے۔ کام کرتے وقت
آقا گانا سنا کرتے ہیں"

"ہاں خوب یاد آیا" اور ایک دم ایک خیال کیلر کے
دماغ میں بجلی کی طرح کوندا۔ ریڈیو سٹ بھی اس کی سکیم کو
پورا کرنے میں مددگار تھا۔

سمتھ کو کیلر نے واپس کر دیا۔ اور خود ہی دروازہ کھول کر
کمرہ میں داخل ہو گیا۔

لیل ہام کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ نیزہ باز تنا ہوا نیزہ پکڑے
ہوئے کھڑا تھا۔ لمبا قالین میز پر بلوری پیالہ۔ اور اس میں کیلے
سب کچھ اس کی سکیم کے مطابق تھا۔

پندرہ منٹ میں سب کچھ ہو گیا۔ لیل ہام کا پاؤں پھسل گیا
نیزہ اس کے سینہ میں پیوست تھا۔ اس کی بے جان لاش نیزہ پر
لٹکی ہوئی تھی۔

کیلر خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے جیب سے کیلے کا چھلکا
نکالا۔ اور لیل ہام کے بوٹ کی ایڑی کے ساتھ خوب رگڑ کر
کھال کو لاش سے کچھ فاصلہ پر پھینک دیا۔

اب حادثہ کے وقت اپنی غیر حاضری ثابت کرنا باقی رہ گیا تھا
ایک خطرہ اور بھی تھا۔ لیل ہام عموماً گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا
کرتا تھا کہ وہ مہمان کو واپس دروازہ تک لے جائے۔ کیلر نے
ایک لمبا سانس لیا اور اپنے آپ کو تیار کر لیا۔ گھنٹی بجائی اور
ریڈیو کی سوئچ کو آن کر دیا۔ خود پاؤں کے بل دروازہ تک آ گیا
ریڈیو اسی وقت چلنا شروع نہ ہوا کیلر جانتا تھا کہ بجلی کی
رو پہنچنے میں چند منٹ لگتے ہیں اور ریڈیو بھی اسی وقت چلنا شروع
ہوتا ہے وہ سیکنڈ گن رہا تھا۔ کیونکہ اس کی زندگی ان
سیکنڈوں پر منحصر تھی۔

جونہی اسے سمتھ نظر آیا اس نے دروازہ بند کر دیا اور کہا
"سمتھ تکلیف مت کرو مسٹر بیل ہام نے صرف مجھے باہر پہنچانے
لئے تمھیں بلایا تھا۔"

بند دروازہ کے باہر سے کیلر نے چلّا کر مردہ بیل ہام کو
کہا" شب بخیر۔ ریڈیو پھر کیوں نہیں چلا لیتے۔ مجھے بہت افسوس
ہے کہ میں نے تمہارے پروگرام میں دخل دیا ہے"

جونہی اس نے دروازہ بند کیا۔ ریڈیو سے گانے کی آواز
آنے لگی۔ کیلر اور سمتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اس نے ریڈیو پھر چلا لیا ہے۔ موسیقی سے تو اسے عشق
ہے" یہ کہہ کر کیلر اپنے گھر واپس آگیا۔ ریڈیو اور سمتھ حادثہ کے
وقت کیلر کی غیر موجودگی کا ثبوت تھے۔

"بیل ہام مر گیا"؟ یہ الفاظ کیلر نے ایسے لہجے میں کہے
جس میں حیرانی۔ خوف اور ہمدردی پائی جاتی تھی
کیلر نے یہ لہجہ پہلے کئی بار پریکٹس کرنے پر اختیار کیا
تھا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ پولیس انسپکٹر جو اس وقت اس کے
سامنے کھڑا تھا ضرور اس کے پاس آئے گا۔

"آپ کو یہ خبر سن کر افسوس تو ضرور ہوا ہوگا۔ اور ہونا
چاہیئے۔ جس وقت سمتھ نے لاش دیکھی ہے اس سے کچھ عرصہ
پہلے آپ سٹوڈیو میں تھے؟" انسپکٹر نے دریافت کیا۔

"میں آج شام ان کے پاس گیا تھا۔ اور بالکل ہشاش
بشاش چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ واقعہ ہوا کیسے؟ خودکشی تو نہیں؟
کیلر نے جواب دیتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں۔ یہ اتفاقی حادثہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر آپ مسٹر
بیل ہام کے گھر چلیں تو میرے خیال میں آپ ہماری کچھ مدد
کر سکیں گے"۔

سمتھ کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ اس نے انسپکٹر کو بتایا کہ ڈاکٹر
جیکبس بیل ہام کے کمرہ میں ہیں۔

کیلر سوچنے لگا" ڈاکٹر جیکبس؟ اس نام سے تو میرے
کان آشنا ہیں۔ اوہ! وہ بیل ہام کا ڈاکٹر ہے۔ لیکن اسے
کیوں بلا گیا ہے؟"

لاش ابھی تک نیزہ پر لٹکی ہوئی تھی۔ قالین اور لباس خون
سے تر" کم از کم لاش کو تو سٹریچر پر لٹا دیتے۔ یہ پولس مین کمرہ کے
ساتھ کیا کر رہا ہے؟" کیلر سوچ رہا تھا۔

مسٹر کیلر۔ یہ ڈاکٹر جیکبس ہیں۔ بیل ہام مرحوم کے ڈاکٹر"
ڈاکٹر نے ایک لمبے مضبوط شخص سے کیلر کا تعارف کرتے ہوئے کہا
ڈاکٹر اس کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر کیلر" انسپکٹر نے کہنا شروع کیا" لاش ابھی تک اسی
حالت میں ہے جس میں سمتھ نے دیکھی تھی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ موت
کس طرح واقعہ ہوئی؟"

"میرے خیال میں تو ان کا پاؤں پھسل گیا اور وہ نیزہ پر
گر پڑے۔ کیا یہ چھلکا کیلے کا نہیں۔؟"

"ہے تو یہی۔ اور کھال کے ریزے بھی ان کے بوٹ کی
ایڑی پر لگے ہوئے ہیں" انسپکٹر نے کہا" کیا کیلا آپ نے کھایا تھا؟"

"نہیں!"

"کیا آپ کیلے کا چھلکا اپنے ہمراہ نہیں لائے تھے؟"

نہیں ہرگز نہیں" کیلر نے قہقہہ لگا کر جواب دیا" میں کیلے
کا چھلکا تو اپنے جیب میں ڈالے نہیں پھرتا۔ بہت کم لوگ ایسا
کرتے ہونگے"

"تو کیا آپ نے بیل ہام کو کیلا کھاتے دیکھا تھا؟"

"میں"———کیلر نے رک رک کر جواب دیا" میں
کاروباری معاملات پر گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس عرصہ میں بیل ہام نے
پھلوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جب میں
کمرہ سے نکل رہا تھا۔ تو بیل ہام نے ریڈیو چلانے سے پہلے بلوری
پیالے سے ایک کیلا اٹھایا تھا۔۔۔۔"

"کیا آپ کو پورا یقین ہے؟"

"ہاں یقیناً اس نے اٹھایا تھا۔"

"مسٹر کیلر! آپ کے خیال میں لیل ہام نے کیلا کھایا اور چھلکے کو غلطی سے زمین پر پھینک دیا۔ جب وہ اٹھے تو ان کا پاؤں پھسل گیا اور زینہ پر گر کر مر گئے۔"

"بیشک بالکل اسی طرح یہ غلطی بیچارے لیل ہام کے لئے مہلک ثابت ہوئی" کیلر نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔

اور انھوں نے کیلا ریڈیو چلانے سے پہلے اٹھایا۔

اس شیشہ کے پیالے میں سے؟" انسپکٹر نے سوال کیا۔

"ہاں"

انسپکٹر نے ڈاکٹر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ریڈیو کی طرف جا بیٹھا اور اسے چلانے لگا۔ خود اپنی گھڑی پر سیکنڈ گننے لگا کیونکہ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ لہروں میں بجلی پیدا ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے۔

کیلر کا جسم ٹھنڈے پسینہ سے تر ہو گیا۔ "وہ جانتے ہیں! یہ ناممکن ہے! لیکن وہ جانتے ہیں!!"

جب لاؤڈ اسپیکر میں سے آواز نکلنے لگی تو ڈاکٹر نے ریڈیو کو بند کر دیا" اتنے وقت میں انسان بہ آسانی دروازے تک پہنچ سکتا ہے" ڈاکٹر نے سختی سے کہا۔

انسپکٹر آگے بڑھا اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے کیلر کو پکڑ لیا۔ "میں تمھیں قتل کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں"

"لیکن تم مجھ پر یہ الزام نہیں لگا سکتے" کیلر نے چلا کر اپنے آپ کو آزاد کرنے کی جدوجہد کرتے ہوئے کہا "میں نے اسے قتل نہیں کیا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں۔ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے جس سے قتل کا الزام ...."

"میرے پاس کافی سے زیادہ ثبوت ہیں" انسپکٹر کہہ رہا تھا

"پولیس میں اب تم عکس لے سکتے ہو۔

"یہ تصاویر گواہی میں کارآمد ثابت ہونگی۔ معاملہ قتل کا ہے"

"لیکن کیسے" کیلر نے چلا کر کہا "کوئی ثبوت بھی ہے یا یونہی" بلوری پیالہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "اگر لیل ہام نے کیلا کھایا تو مجھے کیا؟ میرا کیا قصور ہے"؟

"لیل ہام نے کیلا ہرگز نہیں کھایا" ڈاکٹر جیکبس نے کہا۔

"لیکن ...."

"ابھی تم نے پولیس انسپکٹر کو بتایا ہے کہ تم کیلا اپنے ساتھ نہیں لائے"

"بیشک۔ مجھے کیلا اپنے ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہی بات تمھیں مجرم ٹھیراتی ہے" ڈاکٹر نے کہا "تم ہی کیلے کا چھلکا اپنے ساتھ لائے۔ اور یہ کیلا پہلا تھا جو اس کمرے میں لایا گیا"

"لیکن وہ جو میز پر پھل پڑا ہے کیا ہے" کیلر نے غصہ اور ڈر سے کانپتے ہوئے کہا" یہ پیالہ ہمیشہ میز پر رکھا رہتا ہے"

"میز والا پھل؟ میز والا پھل؟" ڈاکٹر نے میز والے کیلوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے خوفناک آواز میں کہا "تم نے کیلے کے چھلکے کی موجودگی کی وجہ سے مجھے اور پولیس کو بلایا۔ تمہاری سکیم بہت اعلیٰ تھی مگر نامکمل۔ ادھوری۔ میں گذشتہ تیس سال سے لیل ہام کا ڈاکٹر رہا ہوں۔ مجھے اس کی ہر بیماری کا حال معلوم ہے اور خوراک کا بھی۔ لیل ہام نے پھل کبھی نہیں کھائے وہ اسے موافق نہ تھے۔ لیکن وہ قدرت کی پیدا کردہ اشیا کے رنگ و شکل پر جان دیتا تھا۔"

ڈاکٹر نے چند کیلے بلوری پیالے سے اٹھا اور ------ زمین پر پھینک دئے۔

اب وہاں مٹی کے رنگین چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پڑے تھے۔

ڈاکٹر نے پھر کہنا شروع کیا "یہ کیلے نقلی تھے۔ لیل ہام کے فن کا اعلیٰ نمونہ۔ ان میں اور قدرتی کیلوں میں کوئی تمیز نہیں کر سکتا۔ تم نے بھی ان کو اصلی خیال کیا۔ یہ ہی وہ غلطی ہے جو تمہارے لئے مہلک ثابت ہوئی ہے۔ اور تمھیں گرفتار کروا رہی ہے"

(ترجمہ از انگریزی)

سکینہ چراغ الدین (بی اے فائنل)

بہترین زمانہ

زندگی کا بہترین زمانہ کونسا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا حل چکر میں ڈال دیتا ہے۔ اگرچہ جوانی حیات انسانی کا بہترین زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ زمانہ زندگی کی بہار ہے اس زمانہ میں سنہری خواب اور سرسبز باغ نظر آتے ہیں۔ لیکن انسان اس زمانہ میں کچھ مدہوش سا ہو جاتا ہے۔ اس بے خبری کے عالم میں بہت سی غلطیاں ایسی کر لیتا ہے جن کی تلافی کسی حد تک نہ ہو سکنے سے پھر دستِ تاسف ملتا ہے۔

اکثر انسان منزلِ مقصود پر اُسی وقت پہنچتا ہے۔ جبکہ اپنی محنتوں کے ثمر سے لطف اٹھانے کا وقت گزر جاتا ہے اور اپنی پیش از وقت جانفشانیوں پر حسرت بھری نظر ڈالتا ہے انسان کو اپنی ہستی کے رموز سمجھنے کی اُسی وقت تمیز ہوتی ہے جب اس سے تجاوز کر جاتا ہے۔ تاہم زندگی کا ہر دور اپنی جگہ پر بہترین زمانہ ہے۔ اس کا انحصار خود انسان کی کارکن ہستی پر ہے۔ چاہئے انسان زندگی کے کسی دور میں ہو۔

اطمینان کا میسر آنا واقعات پر منحصر ہے۔ اکثر ایسے ہیں جنکی زندگی کی ابتدا آرام و عشرت سے ہوتی ہے۔ اور انجام مصائب سے لبریز۔ اور بہتر سے ایسے ہیں۔ جن کی ابتدا رنج و الم سے ہوتی ہے۔ لیکن آخر زمانہ مسرت خیز ہوتا ہے۔ ایک امر اگر ایک کے لئے خوشی کا سبب بن سکتا ہے۔ تو وہی دوسرے کے لئے رنج کا۔ اسی طرح اگر ایک شے ایک کے لئے مفید ہے تو وہی دوسرے کے لئے غیر مفید۔ کسی زمانہ کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

زندگی کا بہترین زمانہ وہی ہے۔ جب انسان اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہو جب مصروفیت حیات کی ہنگامہ زار زندگی میں مشکلات پر غالب آنیکا طریقہ معلوم ہو جائے اس کشمکش گاہ میں بہت تھوڑے لوگ ایسے ہیں۔ جن کے لئے زندگی ایک اہم شے ہو۔

ایس۔ بی طاہرہ۔ پشاور

انتظار

دن کی سفیدی شام کے دھندلکے میں ملتی جا رہی ہے پہاڑی کوّے کائیں کائیں کرتے ہوئے اپنے گھونسلوں کو واپس ہو رہے ہیں۔

درختوں کے متحرک سائے تاریکی میں لپٹے جا رہے ہیں۔ کسان اور اُن کے تھکے ہارے مویشی خوشی کے گیت گاتے ہوئے گھروں کو واپس ہو رہے ہیں میں بھی دن بھر کے کاروبار سے تھکی تھکائی تمہارا انتظار کرتی ہوں شاید تم بھی آجاؤ۔

کائنات سیاہی میں ڈوبی جا رہی ہے۔ ہر ذرّہ سکوت کا تمنائی ہے۔ میری روح بھی تمہارے انتظار میں بے چین ہے دریچوں کے آگے برستی ہوئی گہری سیاہی پر میری آنکھیں آنسو بھری آنکھیں گڑی ہوئی ہیں۔

انتظار بہترین دوست کا انتظار کس قدر شیریں ہوتا ہے مگر آہ میرے لئے کتنا دلسوز ہے۔ میں ہر روز تمہارا انتظار کرتی ہوں۔ دنیا تاریک سے تاریک ترین ہو جاتی ہے۔ مگر یونہی تمہارے انتظار میں بیٹھی سفید دیواروں کو تکا کرتی ہوں۔ آہ میری مضمحل پریشان روح ہمیشہ مایوس تمنا رہ جاتی ہے میں ایک آہ کے ساتھ شکست خوردہ سپاہی کی طرح اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی ہوں۔

آہ میرا انتظار آہوں آنسوؤں بھرا انتظار روز کی طرح بے کار ثابت ہوتا ہے۔

چاک جگر مہر النساء

چاٹ کھانیکی عادت

یہ بات سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بچوں میں چاٹ کھانیکی عادت بہت ہوتی ہے۔ جہاں کسی بچہ نے خوانچہ والے کی آواز سنی اُس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ فوراً اُس کو آواز دے کر بلا لائیگا اور ڈیوڑھی پر بٹھا کر گھر میں جائیگا (اور ضد کرے گا کہ" پیسہ دیدو ہم جلیبی لائیں گے" یا "ہم امرود لائیں گے۔" "اماں ہم دہی بڑے لائینگے" وغیرہ وغیرہ جب تک اس کو پیسہ نہ مل جائیگا وہ مچلتا اور ضد کرتا رہیگا۔ نہیں مانیگا۔ روٹھ جائیگا اور پیسہ لیکر ہی ٹلے گا۔ بچوں کو گھر میں سب پیار کرتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی انکی خواہش پوری کر ہی دیتا ہے۔ لیکن اس طرح بچوں کو چٹورا بنا دینا بہت برا ہے۔ اوّل تو یہ وہ اناب شناپ جو کچھ اُن کے جی میں آتا ہے کھالیتے ہیں۔ اور پھر ضدی بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو پیسہ نہیں ملا تو ایک طوفان برپا کر دیا۔ بیچاری ماں کا ناک میں دم ہے۔ بعض بچوں کو جب چاٹ کھانے کی عادت ہو جاتی ہے تو وہ چوری کرنا سیکھ جاتے ہیں۔ جہاں کہیں اور جب کبھی ان کو پیسہ یا اکنی یا دونی نظر آئی لے بھاگتے ہیں۔ اور مزے سے ضرورت سے زیادہ چاٹ کھاتے ہیں۔ اس سے ان کی صحت پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے۔ ایسے بچے کمزور ہو جاتے ہیں۔ ان کے ہاضمہ کی قوت بگڑ جاتی ہے کبھی پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ کبھی دست آتے ہیں۔ کبھی بخار۔ غرض یہ کہ اُن کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور ان کے والدین کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ان سب باتوں پر غور کرکے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چاٹ کھانیکی عادت بچوں میں ہرگز نہ ڈالنی چاہئے چٹورپن کی عادت بچپن میں اگر پڑ گئی تو مشکل سے چھوٹتی ہے اور پھر ہمیشہ چٹورا انسان بیمار رہتا ہے اور آئے دن حکیم اور ڈاکٹر آتے رہتے ہیں۔ کچھ تو روپیہ وہ خود چاٹ جاتے ہیں اور کچھ روپیہ ان کا حکیم ڈاکٹر کی نظر ہو جاتا ہے اگر یہ سچ ہے کہ آپ کو اپنے بچے اور بچیوں سے محبت ہے تو چاٹ کھانیکی بری عادت کو روکئے کبھی کوئی خاص چیز بک رہی ہو تو بے شک والدین خوشی خوشی اجازت دیدیں مگر یاد رکھیں اس طرح کی کھانے سے انسان کا پیٹ بگڑ جاتا ہے اور تمام عمر تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ تمام بیماریوں کی جڑ یہی ہے والدین کو اس کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔

مسز گر راج بہاری ماتھر

ڈاکٹر صالحہ بیگم صاحبہ

ڈاکٹر صالحہ بیگم صاحبہ ایم بی بی ایس (لاہور) اور ایل ایل آر سی پی۔ ایم آر سی ایس (لندن) زنانہ دواخانہ عثمانیہ کی سول سرجن مقرر ہوئی ہیں۔ آپ دکن کے ایک ممتاز خاندان کی رکن ہیں ہندوستان میں سب سے پہلی مسلم خاتون ہیں جنھوں نے یہ اعلیٰ طبی ڈگریاں حاصل کی ہیں آپ نے گرلز کالج حیدر آباد سے سکول فائنل پاس کیا زنانہ طبیہ کالج دہلی میں پڑھا اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی گورنمنٹ نظام سے وظیفہ حاصل کرکے آپ انگلستان تشریف لے گئیں وہاں مختلف اداروں اور دواخانوں میں عملی تجربے حاصل کئے اور اعلیٰ ڈگریاں پائیں۔

امین سلطانہ

بچے کی پیدائش سے قبل

تندرست عورتوں کا بچہ کی پیدائش سے پہلے کا زمانہ پوری صحت اور کامل خوشی سے گزرنا چاہئیے۔حیوانات اس منزل سے اتنے آرام اور اس قدر مزے سے گذرتے ہیں گویا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی۔ دنیا کے خطے جہاں "تہذیب" نہیں پہنچی وہاں عورتوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ وہ عورتیں نہ اس زمانہ میں کوئی تکلیف محسوس کرتی ہیں نہ بچے کی پیدائش اور اس کے بعد کسی خطرہ میں مبتلا ہوتی ہیں۔ بغیر ڈاکٹر کی مدد اور دایہ کے وسیلہ کے اِن کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں۔لیکن جہاں جہاں تہذیب اور تمدّن کی ترقی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ انسان کا اٹھنا بیٹھنا۔چلنا۔ پھرنا۔سونا جاگنا۔ہنسنا بولنا۔اور یہانتک کہ نہانا اور بیت الخلا جانا بھی آرام وچین سے ڈاکٹر کی امداد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔وہاں یہ اُمید فضول اور یہ توقع عبث ہے کہ عورتیں زچگی سے بغیر کوئی تکلیف اُٹھائے فارغ ہوجائیں۔

انسان کے اخلاق کا تنزل۔اس کے قوائے جسمانی کا انحطاط۔اس کے عادات واطوار میں قوانین فطرت سے بُعد۔اور اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں تصنع اور بناوٹ کی روزافزوں ترقی اِن سب کو بحیثیت مجموعی تہذیب وتمدن کہا جاتا ہے۔تہذیب کے اس دور میں عام عورتوں کے لئے بالعموم اور ہندوستان کی مسلمان عورتوں کے لئے بالخصوص بچہ کی پیدائش سے قبل اور زچگی کا زمانہ زندگی اور موت کا سوال بن گیا ہے۔یا یہ زمانہ سنیچر کا منحوس تارہ یا بھوت پریت کا سایہ ہے کہ عورت پر قابو پالیتا ہے۔اب دعائیں مانگی جارہی ہیں منتیں مانی جارہی ہیں۔تعویذ اور گنڈے آرہے ہیں۔بکرے کئے جارہے ہیں۔یہ کیفیت غربا اور پرانے فیشن کے لوگوں کی ہے۔امرا اور مہذب لوگوں کا یہ حال ہے کہ جونہی آثار ظاہر ہوئے بیگم صاحبہ گھر کے معمولی کام کاج سے بھی بے تعلق ہو پلنگ کی ہو رہیں۔اب نرس پر نرس اور ڈاکٹر پر ڈاکٹر آرہی ہے۔فیسوں اور دواؤں پر بے اندازہ روپیہ صرف ہو رہا ہے۔بچہ کی پیدائش کا وقت کیا آتا ہے گویا سمندر پار کے سفر کی تیاری ہے جہاں سے بخیر واپس آنا معلوم۔رشتہ داروں کو تار دئے جارہے ہیں۔میاں۔بیوی اور ان کے والدین و اقربا زار وقطار رو رہے ہیں۔اور ایک دوسرے سے اپنے قصور معاف کرا رہے ہیں۔ڈاکٹر اور نرس کو بار بار عجب پریشانی اور نا اُمیدی سے دیکھا اور پوچھا جارہا ہے۔دوا پر دوا پچکاری پر پچکاری اور انجکشن پر انجکشن پھر بھی بچہ پیدا ہوجائے تو خدا کا شکر ورنہ ہسپتال۔اوزار۔پیٹ چاک یا موت!

یہ تو خیر ممکن نہیں کہ اس تہذیب میں رہ کر بچہ کی پیدائش سے پہلے اور بعد کا زمانہ اس طرح گزر جائے گویا کوئی انوکھی بات نہیں ہوئی۔مگر یہ ضرور ہے کہ ان ہدایات پر عمل کرنے سے تکالیف میں بہت کمی واقع ہوجائے گی۔

(۱) ورزش زچگی کی پریشانیوں سے وہی عورتیں بچی رہتی ہیں جو محنت کی عادی ہیں جن کا جسم مضبوط ہے۔اس سے بڑھکر کوئی کم عقلی اور

اس سے زیادہ خطرناک کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کہ عورتیں
سب کام کاج ترک کردیں اور بستر کی پیوند بن جائیں۔
جو عورتیں سیر کی عادی ہیں۔ انھیں اپنی سیر جاری رکھنی چاہیے
اور جن کو یہ عادت نہیں انھیں یہ عادت ڈال لینی چاہیئے۔
اگر یہ ناممکن ہو تو اس کی بجائے گھر کا معمولی کام کاج مثلاً
آٹا گوندھنا۔ روٹی پکانا۔ کپڑے دھونا۔ وغیرہ نہایت
باقاعدگی اور شوق سے کرنا چاہیئے۔ ورزش سے طبیعت
چست اور صحت درست رہتی ہے۔ بھوک بڑھتی اور تازہ
خون زیادہ پیدا ہوتا ہے جس کی ماں اور بچہ دونوں کو سخت
ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اعصاب وعضلات قوی
ہوتے ہیں جس سے عورت اِس مرحلے سے بڑی آسانی سے گذر
جاتی ہے جو آجکل ہر عورت کے لئے ہزارہا خطرات کا
باعث اور بے انتہا تکالیف کا موجب بنا ہوا ہے۔

۲۔ خوراک بہترین خوراک وہ ہے جو بہت سادہ
اور قدرتی حالت کے بہت قریب ہو
تازہ پھل۔ تازہ یا بہت کم پکی ہوئی سبزیاں۔ بے چھنے
آٹے کی روٹی۔ دودھ۔ مکھن۔ بالائی۔ حاملہ عورت کیلئے
بہترین خوراک ہے۔ پھلوں کے چھلکے بھی مفید ہوتے ہیں۔
چنانچہ سیب۔ ناشپاتیاں۔ شفتالو۔ زردآلو۔ آلوچے
وغیرہ سب پھل چھلکوں سمیت کھانے چاہیں۔ آجکل شہروں
میں جو سبزیاں اور پھل فروخت ہوتے ہیں۔ وہ غلیظ پانی میں
دھوئے جاتے ہیں اور ایسی ہوا میں رکھے جاتے ہیں جو ہزاروں
کثافتوں اور لاکھوں جراثیم کی حامل ہوتی ہے اس لئے استعمال
سے قبل ان کو پوٹاشیم پرمینگنٹ کے [1] ہلکے محلول سے پاک
کر لینا چاہئے گوشت کا استعمال محدود ہو زیادہ سے زیادہ
دن میں ایک دفعہ۔ مچھلی اور پرندوں کا گوشت بکرے
اور دوسرے چوپاؤں کے گوشت سے کم مضر ہوتا ہے
بھوک سے زیادہ کھانا ہر حالت میں مضر ہے۔ اس
لئے زیادہ خوری نہیں ہونی چاہئے۔ بچہ کی پیدائش سے
قبل جو عورت بہت زیادہ بہت جلد اور بہت پرتکلف خوراک
کھاتی ہے۔ مرچ۔ مسالحہ۔ اچار۔ پیسٹری۔ چائے۔ مٹھائی
قہوہ وغیرہ محرکات کا استعمال کثرت سے کرتی ہے
اس کو یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے کہ اس کی اور
بچہ کی صحت اچھی رہ سکتی ہے۔ یا اس کا بچہ خوبصورت۔
تندرست اور چست و چالاک ہو سکتا ہے۔ اور اس کا یہ
زمانہ بغیر تکلیف یا بیماری کے گذر سکتا ہے

۳۔ ہوا تازہ ہوا سے بہتر دنیا میں کوئی نعمت نہیں۔ اور
جسکو یہ نعمت حاصل نہیں اس کے لئے عیش و
آرام کے باقی تمام سامان بے فائدہ و بیکار ہیں۔ اگر
گاؤں کی تازہ اور پاک ہوا میسر نہیں تو کم از کم اپنا
مکان ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں ہوا کا ہر وقت گذر
ہوتا ہو۔ ہوا کی ضرورت دن کو بھی ہے اور رات کو بھی
اس لئے رات کو خوابگاہ کی کھڑکیاں کھلی رہنی چاہئیں۔

۴۔ روشنی دھوپ اتنی ہی ضروری ہے جتنی تازہ
ہوا۔ جس مکان کے کمرے میں کبھی دھوپ
نہ آئے۔ اور جس کے جسم پر سورج نے اپنی کرنیں بھی
نہ ڈالی ہوں۔ اس کے بچہ کا جسم کمزور۔ ہڈیاں نازک۔
دماغ ضعیف۔ ذہن کند۔ اور مزاج چڑچڑا ہوگا۔ صبح
اٹھتے ہی سورج کی شعاعوں میں (جب اُن میں حرارت بہت

---

[1] دوا کی مقدار اتنی ہو کہ محلول کا رنگ ہلکا گلابی ہو۔ نہ اس سے کم نہ زیادہ
اور پھل اس محلول میں دس منٹ تک ڈوبے رہیں۔

کم ہو) پندرہ منٹ یا نصف گھنٹہ تک کپڑے اتار کر بیٹھنا مفید ہے۔

۵۔ غسل موسم گرم ہو یا سرد روزانہ غسل نہایت ضروری ہے۔ گرمیوں میں تو حرارت کو کم کرنے کے لئے غسل کئی بار کیا جاتا ہے لیکن سردیوں میں ایک دفعہ ضرور ہونا چاہئے۔ تاکہ جسم صاف رہے اور جلد کے مسام کھلے رہیں۔

۶۔ عادات وخیالات یاد رکھو بچہ کی پیدائش سے قبل جو خیالات و عادات ماں کے ہوں گے وہی بچہ کے دماغ میں منتقل ہوں گے۔ اس لئے سستی۔ کاہلی۔ غم۔ غصہ کو نزدیک نہ آنے دو۔ کام کاج میں مصروف و مستعد رہو۔

۷۔ لباس سادہ۔ ہلکا۔ ڈھیلا۔ اور موسمی حالات کے مطابق گرم یا ٹھنڈا ہو۔ تنگ اور چست لباس خون کے دوران کو روکتا ہے۔ پیٹ کے اعضا کی حرکت میں خلل ڈالتا ہے اور قبض کا باعث ہوتا ہے۔

سید ممتاز حسین۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔

شریر

بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کو بے محل استعمال کرنے سے اُن کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر لفظ شریر کو پیش کرتی ہوں۔

بچے نے کوئی حرکت کی تو گو وہ بالکل ناسمجھ ہے کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا شریر ہے۔ بچہ چلتے چلتے جلدی میں گر پڑتا ہے تو ماں بہنیں بھی فرماتی ہیں بڑا شریر ہے۔ بھائی پیار سے گود میں اٹھاتا ہے یا باہر سے ابا جان آئے محبت سے گود میں لیا اور بچہ نے ڈاڑھی پکڑ کر نوچنا شروع کیا۔ تو وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بڑا شریر ہے خالہ نے گود میں لیا اور اس نے پیشاب کر دیا۔ یا پھوپی کی ناک پکڑ لی تو وہ بھی یہی کہتی ہیں۔ چچا نے گود میں لینا چاہا اور نہ آیا یا پھوپا کے بال پکڑ کر کھینچے تو یہ دونوں بھی کہتے ہیں بڑا شریر ہے۔ تھوڑا کھانا کھا کر منہ پھیر لیا اور روٹھ گیا۔ تو یہی الفاظ وہ سنتا ہے۔ بھائی بہنوں میں لڑائی ہوئی بہن کے بال کھسوٹ لئے تو بہن چلائی بی بی یہ تو بڑا شریر ہے۔ غرضیکہ ہر ہر حرکت پر بڑا شریر ہے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ خیر ننھے بھائی کا تو یہ حال ہے مگر بچارے بڑے بھائی کا بھی اس لفظ سے پیچھا نہیں چھوٹا۔ بہن نے کسی کام کو کہا اور دیر کی تو بولی تو بڑا شریر ہے۔ دھوپ میں بغیر چھتری کے باہر گیا تو ماں نے ڈانٹ کر کہا کہ بڑا شریر ہے۔ سیاہی سے کپڑے خراب کر لئے تو ماں نے اور اگر کتاب پھٹ گئی تو بہنوں نے فرمایا کہ بڑا شریر ہے۔

گھر میں بچوں کے ساتھ ملکر شور مچانے لگا تو سب چلائے
کہ بڑا شریر ہے۔ غرضیکہ بچہ بڑا شریر ہے بڑا شریر ہے۔
سنتے سنتے اسقدر عادی ہوجاتا ہے کہ اس لفظ کو بے
معنی سمجھنے لگتا ہے۔ گو سب اُس کو پیار اور محبت میں
کہتے ہیں تاہم ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ بچہ اُس
کی مرضی کے موافق اُٹھے گویا بچہ کیا ہوا ایک مشین
ٹھیری جدھر گھمایا گھوم گیا اور اچھی خاصی کٹھ پتلی
کی طرح کام کرنے لگا۔

بچے آئینہ ہوتے ہیں جو کچھ دوسروں کو کرتا دیکھتے
ہیں خود بھی اوس کی نقل کرنے لگتے ہیں اگر اُن کے
سامنے بُرے کام یا خراب الفاظ استعمال کئے جائیں
تو اُن کے دل پر سب نقش ہوجاتے ہیں اور پھر
وہ تاعمر اُن باتوں کو نہیں بھول سکتے۔ جیسے بچے کو
بار بار شریر کہنے سے وہ خود بھی دوسروں کو شریر
کہنے لگتا ہے۔ باپ نے پیار کرنے کی غرض سے گود میں
اٹھالیا تو اپنی توتلی زبان میں کہنے لگا۔ آپ بڑے
شریر ہیں۔ ماں سے کھانا مانگا اور ماں نے کھانا دینے
میں دیر کی تو کہنے لگا آپ بڑی شریر ہیں غرضیکہ وہ
بھی دوسروں کو شریر کہنے لگتا ہے۔ والدین بچہ سمجھکر
اُن باتوں کو نظر انداز کرجاتے ہیں بلکہ اُس وقت اُسکی
توتلی زبان سے سُنکر خوش ہوتے ہیں۔ جب بچہ بڑا
اور سمجھدار ہو جاتا ہے تو اِن عادتوں کا چھوٹنا بہت
مشکل ہوتا ہے اُس وقت ہر شخص اُون الفاظ کو سُن کر
ناخوش ہوتا ہے جن کو لڑکپن کے زمانہ میں سُن کر
دل باغ باغ ہوجاتا تھا اور والدین خلاف توقع ۔۔

(بقیہ صفحہ ۵۸۷ پر)

گداگری

ہندوستان میں ایک مستقل پیشہ گداگروں کا ہے۔
جوگی۔ سادھو۔ "پیر"۔ "فقیر"۔ باوے۔ "جمعراتیئے"۔ وغیرہ
وغیرہ بیسیوں فرقے ہیں جن کی گذران گداگری اور
صِرف گداگری پر ہے۔ جب گداگروں نے دیکھا کہ
لوگ سیانے ہوتے جا رہے ہیں اور بجائے بھیک
دینے کے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ میاں ہٹے کٹے ہو۔
قوتِ بازو سے کام لو تو وہ بھی موقع کی نزاکت کو
بھانپ گئے اور دانت پیس کر کہا کہ لو اب قوتِ بازو
سے ہی کام لیں گے۔

لاہور کے رہنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ
وہاں کے گداگروں نے "یونین از سٹرینگتھ"
Union is strength کے مسئلہ کو
خوب سمجھا ہے۔ اُنھوں نے تنہا بھیک مانگنا اب
قریب قریب ترک کر دیا ہے۔ وہ دس دس پندرہ پندرہ
مرد عورت مل کر ٹولیاں بنا لیتے ہیں اور گلی کوچوں
میں شور و غوغا برپا کرتے ہوئے جس مکان پر جی چاہتا
ہے دھاوا بول دیتے ہیں اور مالک مکان کو اس
بلائے ناگہانی سے نجات حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ
دینا ہی پڑتا ہے یہاں سرگودھا کا ذکر ہے پچھلے دنوں
ایک کوڑھی ہماری کوٹھی کے دروازہ پر آدھمکا۔ اُسے
ہم نے مختلف اشیاء بطور خیرات دیں مگر وہ اس بات پر
اَڑ گیا کہ ایک روپیہ نقد لئے بغیر نہیں ٹلے گا۔ دو گھنٹہ تک

وہ چلایا مگر ہم نے بھی چپ سادھ لی آخر اُس نے چند قابلِ اعتراض حرکات شروع کر دیں مثلاً اس طرح رونا شروع کیا گویا خدانخواستہ کوئی ماتم کی جگہ ہے۔ ہمارے ملازمین نے ہر چند اُسے روکا مگر وہ باز نہ آیا۔ بلکہ انھیں یہ کہہ کر بھگا دیتا کہ اگر میرے نزدیک آؤگے تو اپنا گندہ خون تم پر گرا کر تمھیں بھی کوڑھی بنا دوں گا۔ اُس کی آہ و بکا نے ایک آفت بپا کر رکھی تھی نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ کوڑھی صاحب کی ہنٹر سے خوب مرمت کی گئی مگر اس کی جرأت دیکھیے۔ کہ اپنے تھیلہ سے ایک چاقو نکال کر اپنی پیشانی میں گھونپ لیا اور جو خون باہر نکلا اُسے میرے بیان پر گرانے کی کوشش کی۔ جس میں اُسے ناکامی ہوئی۔

اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ کہ پولیس کے حوالہ کیا جائے چنانچہ خط لکھکر ملازم کو دیا گیا کہ تھانہ دار صاحب کو اطلاع دے جب نوکر روانہ ہو چکا تو کوڑھی صاحب سر پر پاؤں رکھ کر یہ جا وہ جا۔

اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ایک ہٹا کٹا ڈاڑھی منڈا فقیر ہمارے مکان پر آپہنچا اور کہنے لگا۔ کہ ملنگ ہوں وزیر آباد سے آیا ہوں ایک روپیہ میرا نذرانہ ہے۔ کوڑھی والا واقعہ ہم کو یاد تھا۔ ہم نے ملنگ سے کہا کہ اگر کھانا کھانا ہے تو کھلائے دیتے ہیں مگر روپیہ ہم نہیں دیں گے۔ جب ہم نے قطعی انکار کر دیا تو اُس نے حاضرین کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ڈرانا شروع کیا مگر جلدی ہی اُس کو بغیر روپیہ حاصل کئے جانا پڑا۔

یہ واقعہ بیان کرنے سے میرا ایک خاص مقصد ہے۔ خواتین قدرتاً نرم دل واقع ہوئی ہیں اور یہ اُن کی نرمی کی وجہ ہے کہ گداگر اس قدر گستاخ اور نڈر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ معذور اپاہج بے شک امداد اور خیرات کے مستحق ہیں مگر بھلے چنگے۔ تندرست توانا گداگر یقیناً مستحق نہیں۔

دوسرے ممالک میں قوانین انسداد گداگری نافذ ہیں اور وہاں کے لوگوں کو اس قدر تکالیف پیش نہیں آتیں۔ میں تمام بہنوں کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ ایسے موقعوں پر ذرا ہوشیاری سے کام لیا کریں آپ کی غلط رحمدلی کا نقصان آپ کی دیگر ہزاروں بہنوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔

م۔ ر۔ اشفاق بیگم

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۹۶ کالم اول)
بچہ سے نیک اور خوش گفتار بننے کی خواہش کرتے ہیں اسلئے اوّل ہی سے بچوں کی تربیت میں ہمیشہ ان باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئیے۔ تا کہ آیندہ زندگی میں اُن کے لئے نقصان دہ ثابت نہ ہو ؎
نتیجہ کیونکر اچھا ہو نہ ہو جب کہ عمل اچھا ۔۔۔ نہیں بویا ہے بیج اچھا تو کب پاؤ گے پھل اچھا (محسنہ دختر محمد یوسف)

رکھنی چاہئے کیونکہ رنگوں کی موزونیت پر کپڑے کی خوبی کا دارومدار ہے۔

ذیل میں رنگین کپڑوں اور ان میں گوٹ یا بیل لگانے کے لئے رنگوں کے نام تجویز کرتی ہوں جو ایک ماہر فن سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ بہنیں اس سے فائدہ اٹھائیں گی اور دیکھیں گی کہ صرف رنگوں کی موزونیت سے کپڑے کی خوبی میں کس قدر اضافہ ہو جاتا ہے ؎

ایک وہ ہیں جنھیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

کپڑے کا رنگ	گوٹ کا رنگ
سُرخ	سیاہ یا سُنہرا یا بسنتی
نارنجی	سیاہ یا نیلا
پیازی	سنہرا یا گندمی یا خاکی
فیروزی	(ٹولی) سُرخ یا تیز نیلا یا گندمی
سیاہ	سنہرا یا زرد یا نارنجی
سبز	سنہرا یا خاکی یا فوجی یا ہرا
ہرا	اودا۔ یا گندمی
آسمانی	خاکی یا لسنواری
بسنتی	سیاہ یا نارنجی
نیلا	نارنجی یا بسنتی۔ یا سلیٹی
گندمی	سنہرا یا فیروزی
سفید	ہر رنگ

بیگم محمد سمیع اللہ صاحب۔ لاہور

خط وکتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے۔ مینیجر

موٹاپے کا علاج

اکتوبر کے "عصمت" میں محترمہ کلثوم سلطانہ بیگم صاحبہ از کراچی کا مضمون "موٹاپے کا بہترین علاج" نظر سے گزرا میں نے بھی ایک انگریزی اخبار میں سے یہ ترجمہ کیا تھا بہن صاحبہ نے صرف ایک ترکیب کا ترجمہ کیا ہے ایک اور ترکیب مندرجہ ذیل ہے۔

صبح اٹھکر نہار منہ ایک بڑا گلاس پانی کا پینا۔
نو بجے چائے یا کافی کی ایک پیالی پینا۔ لیکن اس میں شکر بالکل نہ ہو۔ اگر میٹھی کی خواہش ہو تو سیکرین ملا کر میٹھی کر لینی چاہئے۔ ایک ٹکڑہ خشک روٹی کا اور تازہ میوہ۔

ایک بجے ایک گلاس سادہ پانی کا۔

دوپہر کو کھانے کے وقت آدھ پاؤ گوشت اور سبزی (یہ دونوں بہت کم مقدار گھی میں پکائی ہوئی ہوں) روٹی اور تازہ میوہ۔

پھر پانچ بجے ایک پیالی چائے کی بغیر دودھ اور شکر کے
رات کو آدھ پاؤ مچھلی۔ گوشت آدھ پاؤ۔ سبزی اور روٹی پھر کافی۔

کافی کو سیکرین سے میٹھا کر لیا گیا ہو۔

احتیاط:۔

سبزیوں میں۔ مٹر اور آلو نہ کھاؤ۔

پھل میوے۔ کیلا۔ انجیر۔ آم۔ انگو۔ بادام اور اخروٹ نہ کھاؤ۔ اس عمل سے ایک ماہ میں جسم کا بھدا پن جاتا رہیگا

امتہ الحفیظ

جدید طریقہ تعلیم

(۱) تعلیم میں اہم ترین چیز یہ ہے کہ بچوں میں دلچسپی پیدا کر کے ان کو خود بخود پڑھنے پر آمادہ کیا جائے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس چیز سے وہ دلچسپی رکھتے ہوں تعلیم اس کے تعلق سے دیجائے۔ دلچسپی پیدا بھی کی جاتی ہے اور اس کے کسی شے میں موجود ہونے کی صورت میں اُس سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ معلّم کوشش کرے اور اُسے یہ کام آتا بھی ہو۔ یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ معلّم جو مجبوراً تعلیم کا کام کر رہا ہے اور وہ جو تعلیم سے قوم کے بنانے میں شوق کے ساتھ مصروف ہے دونوں کتنا فرق رکھتے ہیں اور قدیم مدرسین بچوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے کچھ کم اور چھڑی کے استعمال کے زیادہ قائل ہوتے ہیں۔

جو لوگ تعلیم میں مار پیٹ کو بے روک ٹوک مفید قرار دیتے ہیں وہ یہ تو سوچیں کہ سزائے جسمانی نے کتنوں کو بنایا اور کتنوں کو بگاڑا۔ یقیناً اُس نے بنایا کم اور بگاڑا زیادہ۔ بچوں کے نرم نرم ہاتھ پیر۔ ان کے نازک آنکھ۔ ناک۔ کان۔ بہت جلد ایک غضبناک اُستاد کے قوی ہاتھ سے مجروح ہو کر عمر بھر کے لئے بیکار ہوسکتے ہیں۔ اور پھر یہ کہ ہر سزا کے دوسری بار استعمال پر اپنے پہلے موقعہ سے کم اثر رکھتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک معمولی سی بات ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کے بار بار کے استعمال سے بچے کی حمیت کو دھکا پہنچتا ہے۔ اور وہ اس بات کا عادی ہوجاتا ہے کہ بغیر سزا کے ڈر کے اور کسی اثر سے کام نہ کرے۔ اصل تو یہ ہے کہ بچے میں پڑھنے کی خواہش پیدا کرنا چاہیئے اگر وہ صحیح راستہ پر چلنے سے گریز کرتا ہے تو غلط روی کے برے نتائج اسپر روشن کئے جائیں۔

موجودہ زمانہ کی ایک خاص روش یہ بھی ہے کہ طالب علم کے رجحان کے مطابق اس کی تعلیم ہو اور یہ اُس جدید تحقیقات کا نتیجہ ہے جو یورپ و امریکہ نے بچوں کے خواص اور دماغی کیفیتوں کو معلوم کرنے میں کی ہے۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ وکیل کا بچہ ایک بہتر وکیل یا ڈاکٹر کا لڑکا بہتر ڈاکٹر نکلے۔ طالب علم کی رغبت جس طرف ہو اُس کا خیال رکھنا اُسے ترقی کے صحیح راستہ پر لگاتا ہے۔ دورانِ تعلیم مدرسہ میں اگر کسی بچے کو حساب سے لگاؤ نہیں ہے تو اُسے اُس کی وجہ سے دوسرے مضامین میں آگے بڑھنے سے نہیں روکنا چاہئے اور نہ اُسے اعلیٰ حساب کی مشکلات میں ڈالنے کی ضرورت ہے ہاں اِس قسم کے علوم جو روزانہ زندگی کے کاروبار سے متعلق ہیں کوشش کر کے سکھانے چاہئیں کہ آئے دن کی محتاجی نہ رہے۔ ایسی مثالیں بے شمار ہیں کہ طالب علم فطرتاً حساب میں دلچسپی نہ رکھنے کے باعث انٹرنس پاس نہ کرسکا حالانکہ وہ انگریزی۔ تاریخ۔ جغرافیہ اور اپنی مادری زبان میں

قابل تعریف تھا۔ جس چیز میں کہ وہ آگے بڑھکر میدان مار سکتا تھا اُس میں اُسے اس لئے روک دیا گیا کہ وہ وہ بات پیدا نہ کرسکا جو کرہی نہیں سکتا تھا۔ نی زمانہ اس بات پر زور دیا جارہا ہے کہ کسی خاص مضمون میں رجحان خاطر نہ ہونے کی وجہ سے اُس میں کمزوری کا باعث ہونا ترقی سے مانع نہیں ہوتا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک میں اس اصول پر عمل ہونے لگا ہے

آج کل اتالیق کو اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ وہ جہاں تک ہو سکے طالب علم سے خود آگے نکلوائے جوبات بچے خود معلوم کرسکتے ہیں مدرس کو ہرگز نہ بتلانا چاہئے۔ معلّم کا فرض رہبری کا ہے نہ کہ متعلم کا کام خود کرنیکا۔ بچّوں کو مناسب آزادی دینا چاہئے اور عادی بنانا چاہئے کہ وہ خود سوالات کریں اور سوالات کا جواب غور کرنیکے بعد دیں۔ جس بچّہ کی تعلیم اُستاد کی صحیح رہبری اور مناسب آزادی میں ہوتی ہے وہ دلیر اور جدید اختراعات کا بانی ہوتا ہے اور جہاں متعلم کو یہ سبق یاد کرایا جاتا ہے کہ اُستاد کے قول کو سمجھنے کے لئے حجت کرنا نہایت درجہ کی گستاخی ہے وہاں ذہن رسا بنتا ہے نہ موجد طبیعت۔

کھیل اور ورزش کو بھی آجکل مدرسہ کی لازمی چیز قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں دماغ کی تعلیم و تربیت جاری ہے وہاں جسم کی نشو ونما کی فکر بھی لابدی امر ہے۔ صحت جسمانی کے لئے کمروں میں تازہ اور کافی ہوا و روشنی کا آنا جانا اور طلباء کی نشست و برخاست کا لحاظ رکھنا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قدیم طریقہ تعلیم میں ڈرل کا اسقدر پابندی کے ساتھ ٹائم ٹیبل میں درج ہونا یا کھیلوں میں باقاعدگی کے ساتھ شریک ہونا کہیں نہیں پایا جاتا۔

(مرزا آفاق بیگ بی۔اے)

رباعیات

استقلال

ہو لاکھ کٹھن راہ، کڑی منزل ہو
اور سر پہ اجل بن کے کھڑی مشکل ہو
ہر سُو سے مصیبت کے پہاڑ آ ٹوٹیں
انساں کو مگر چاہئے مت بیدل ہو

دنیا و عقبےٰ

دلدادۂ آرائش محفل مت رہ
اِس راحتِ دوروزہ پہ مائل مت رہ
دنیا کے بکھیڑوں میں اُلجھنے والے!
رسم و رہ عقبےٰ سے بھی غافل مت رہ

تقدیر و تدبیر

تقدیر کا ہر دم نہ گلہ کر تازہ
ملعون فلک کو نہ سدا کر تازہ
یوں ہاتھ پہ کیا ہاتھ دھرے بیٹھا ہے
تدبیر بھی کچھ مردِ خدا کر تازہ

(ابوالظہر ادیب)

وفا

ڈراما

گذشتہ اشاعت سے آگے

دریا۔ جہاں پناہ اب کیا حکم ہے۔

خان۔ دریاخان ایک زندہ درگور اور بدقسمت انسان کیا حکم دے سکتا ہے۔ ہر چہار جانب موت منہ پھیلائے ہے بس حکم ؟ حکم یہی ہے کہ آتش خیز اور آتش فشاں پہاڑ کا روپ دھارے ہوئے بے ایمان مغل کی تسخیر آمیز زمین کو چھوڑنے کے سوا میرا اور کوئی حکم نہیں۔

دریاخاں۔ بیگم اور لڑکی کو ہمراہ لیکر کتنی دور تک جاسکوں گا جمنا کو عبور کرتے ہی پکڑا جاؤں گا۔ پھر کون کس کی عزت بچائیگا۔ بیگم اپنی عزت بچانے کے لئے چلی گئی ہیں۔ تم اپنی عزت بچاؤ۔ تم سو سپاہی اور عظمت کو ہمراہ لیکر ابھی مالوے کی راہ جاؤ۔ اور میں باقی سپاہیوں کو ہمراہ لیکر جھانسی کی راہ جاتا ہوں۔

....

عظمت۔ اماں جان گھڑی بھر یہاں آرام کرنے سے شاید کوئی ہرج نہ ہوگا۔

گلنار۔ آرام بیٹا کہاں آرام کروں گی۔ کیا اس شیطان کی سلطنت سے باہر آگئے ؟

عظمت۔ اندھیرے میں کچھ سوجھائی نہیں دیتا کچھ ہی دور چنبل ندی کی ریت چمک رہی ہے۔ ہم بغیر راستہ جانے جارہے ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا چنبل یہاں سے کتنی دور ہے۔ اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو پتہ لگانے کے لئے میں نے بھیجا ہے

گل۔ اچھا جب تک وہ واپس نہ آئے تب تک آرام کرلو۔

عظمت۔ اے خواہ آپ کسی آرام کی ضرورت محسوس نہ کریں۔ لیکن رضیہ ابھی بالکل بچہ ہے۔ دن بھر اور رات بھر وہ لگاتار ہم لوگوں کے ساتھ چلی آتی ہے۔ ذرا بھی آرام نہ کرنے سے وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔

گل۔ کیوں بیٹی رضیہ یہاں آرام کروگی۔؟

رضیہ۔ کہاں میں نے آرام کی بات کسی سے نہیں کی۔

گل۔ دریاخاں اور تم لوگ ؟

دریا۔ مغلوں کے ملک میں ہم آرام نہیں کرسکتے۔

گل۔ گرم ریت سے ہمارے پاؤں جلے جاتے ہیں۔

عظمت کیا یہی دیکھکر تم نے ہمیں آرام کرنے کے لئے کہا ہے

عظمت۔ خیر جب تک ہمارا آدمی راستہ کا پتہ لگاکر واپس نہیں آتا۔ تب تک ہی آرام کرلیں۔

گل۔ عظمت جب تک اجین گڑھ کے جھنڈے کے نیچے اور اپنے والد ـــــ میرے آقا کے قدموں کے پاس مجھے نہیں پہنچا دیتے۔ تب تک آرام کا لفظ زبان پر بھی مت لاؤ۔

عظمت۔ اماں جان آپ آرام راحت کی
عادی ہیں۔ ایسی مصیبت آپ نے رضیہ نے اور آپ کی
خادماؤں نے کبھی نہیں دیکھی۔ آپ کی حالت اس بات کی
شاہد ہے۔ جس مطلب کے لئے آگرہ چھوڑ کر اور اس قدر
اذیت اٹھا کر ہم لوگ اتنی دور آئے ہیں وہ کہیں متواتر
چلنے کے باعث ——— آپ لوگوں کی زندگی نہ رہنے
سے مٹی میں نہ مل جائے ——— مجھے یہی کھٹکا ہے۔

گل۔ یہ اچھا ہو کہ ہماری جان چلی جائے لیکن
آرام کا نام مت لو۔ عظمت میں اپنے تمام آرام اور
راحتیں آگرے میں چھوڑ آئی ہوں۔ تم اسے نہیں سمجھ سکتے
بزدل اور کمینے آدمی بھی جو ایسا کرنے میں ہچکچاتے ہیں۔
وہی کام تمہارے والد کو کرنا پڑا ہے۔ ان کے دلی صدمے
کو میرے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ مجھے اگر وہ نہ دیکھینگے
تو تمام دنیا کی بادشاہت ملنے پر بھی ان کا دلی صدمہ نہیں
ہٹے گا مردہ یا زندہ جیسے بھی ہو میرا سر اُن کے قدموں
میں پہنچا دو۔ دشمن نے یقیناً ہمارا تعقب کیا ہوگا اگر دشمن
کی فوج سے مقابلہ ہوگیا۔ پھر تم یہ کام نہیں کرسکوگے۔

عظمت۔ تو پھر چلو ٹھیرنے کی کیا ضرورت ہے؟

گل۔ چلو بیٹی رضیہ چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

باندی۔ نواب زادی آ میں تیار رہوں۔

(رضیہ اور باندی کا جانا)

گل۔ یا خدا تو ہماری اس مشکل کو آسان کرنیوالا ہے

(ایک سپاہی کا آنا)

سپاہی۔ نواب زادے؟

عظمت۔ کیا ہے بھائی۔

سپاہی۔ تمام ختم ——— جنگل میں سخت طوفان آیا ہوا ہے

عظمت۔ طوفان ——— ان دنوں؟

سپاہی۔ اوپر پہاڑ پر کہیں زور کی بارش ہوئی ہے۔
جس کے باعث ندی ایک ساتھ چڑھ گئی ہے۔

گل۔ عظمت ٹھیک ہوا۔ چاروں طرف تاریکی مسلط
ہے۔ اور کچھ نہیں مجھ پر خدا کا قہر ہے۔

عظمت۔ اماں جان۔ برف یہ کیا ہوا۔

گل۔ عظمت طوفان آنے دو خوف کیا ہے۔ پوچھو
ہاں صرف ایک بار اس تاریک دنیا سے پوچھو کہ تمہارے
والد کہاں ہیں۔ ہزاروں دشمنوں میں فتح حاصل کرنے والے
مالوے کے بہادر نواب کہاں ہیں؟ یہ جنگل تو کسی صورت
بھی انھیں یہاں جانے سے نہیں روک سکتا۔

(دوسرے سپاہی کا آنا)

سپاہی۔ نواب زادے دشمن آگیا۔ اس جگہ کو جلد چھوڑ دیجئے

عظمت۔ دشمن ناممکن ہے۔ آسمان پر اُڑنے والے
جانور بھی اتنی جلدی نہیں پہنچ سکتے۔

گل۔ عظمت تم جاؤ۔

عظمت۔ کہاں؟

گل۔ اپنے والد پاس ممکن ہے تمہارے والد کی بھی
یہی حالت ہو۔ اپنے ان سو سپاہیوں سے ان کی مدد کرو
اور مجھے چھوڑ جاؤ۔ خدا کے بھروسہ پر۔

(ترجمہ) (باقی آیندہ)

کنیز محمد بیگم منشی فاضل

سلمہ اور شنائیل

ہندوستان کی نامور دستکار محترمہ خدیجہ بائی رکن ادارت جوہر نسواں کی کتاب سلمہ ستارہ کا کام جس کا دو ڈھائی سال سے خواتین کو شدید انتظار تھا چھپکر تیار ہے یہ صفحہ اُسی کتاب سے نقل کیا جاتا ہے۔

شنائیل مخملی چمکدار خوبصورت ڈوری سی ہوتی ہے اور سلمہ کے ساتھ بہت اچھی معلوم ہوتی ہے نیز خاکہ خوبصورت کاریگری کی صفائی وار کڑھت اور رنگوں کا عمدہ انتخاب ہو تو چشم بددور دستکاری کا لاجواب نمونہ آپ کے پیش نظر ہوگا۔

اس کڑھت کے دو طریقے ہیں ایک سوئی کے ذریعہ۔ دوسرا ہم رنگ تاگے سے بالا ہے ریشم پر ٹکوایا جاتا ہے اس کی سوئی معمولی سلائی کی سوئیوں سے موٹی اور لمبے ناکے کی ہوتی ہے۔

شنائیل کی خریداری میں بھی احتیاط لازم ہے۔ چونکہ اکثر بوسیدہ اور ہلکا مال بھی ملا ہوتا ہے۔ خراب شنائیل کی روئیں الگ الگ۔ تاگے میں بندھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سوئی میں پرتے وقت۔ کافی ہشیاری کی ضرورت ہے۔ ورنہ نوچ نوچ کر خراب ہوجائیگا۔

نقشہ نمبر ۱۵

شنائیل کا سرا بہت چھوٹا

اُس کا رخ نیچے کی طرف ہو
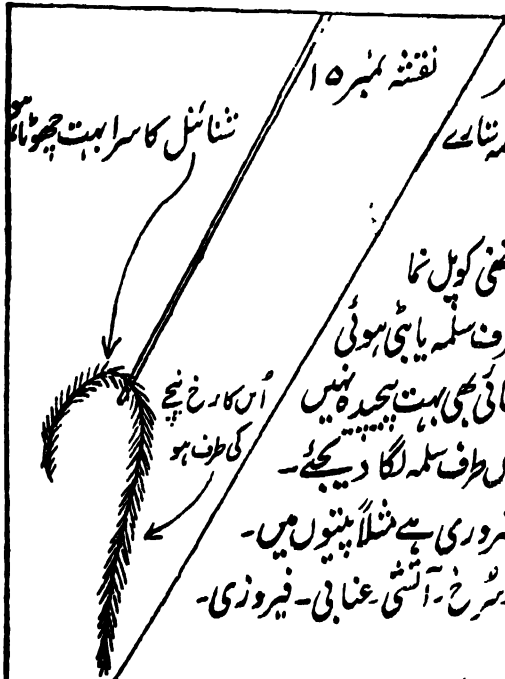
روئیں سوئی کی جانب ہو اور سرا بہت چھوٹا رکھا جائے پھر ریشمی چکن کاری کی طرح پھول پتیاں کاڑھ لیجئے۔ اور حسب مذکور سلمہ تارے یا بٹی ہوئی کلابتون بیرونی دائرہ لگا دیجئے۔

بعض چھوٹے چھوٹے لونگ نما پھولوں کی پنکھڑیوں میں ننھی ننھی کونپل نما پتیوں میں صرف ایک ایک ٹانکا سوئی کافی ہے۔ اس میں دونوں طرف سلمہ یا بٹی ہوئی کلابتون درمیان میں شنائیل کی ڈوری عجیب بہار دے گی۔ کڑھائی بھی بہت پیچیدہ نہیں ہے ہم رنگ تاگے سے پہلے تار کی طرح شنائیل ٹانک لیجئے پھر دونوں طرف سلمہ لگا دیجئے۔

بڑے پھولوں پتیوں میں رنگ آمیزی۔ اور تقسیم رنگت بھی ضروری ہے مثلاً پتیوں میں۔ دھانی۔ سبز سیاہی مائل گہرا سبز۔ بڑے پھولوں میں کاسنی۔ گلابی۔ سرخ۔ آتشی۔ عنابی۔ فیروزی۔ وغیرہ۔ مگر ہر رنگ سہ رنگی آمیزش سے کاڑھنا چاہئیے۔

نوٹ:۔ رنگ آمیزی کے لئے فلورل ایمبرائڈری بڑی مفید اور رنگین بلاک کی رہبر کامل کتاب ہے۔ Floral Embroidery (انجمن اصلاح نسواں سے مل سکے گی

لیکن یہ یاد رکھئے کہ سلمہ کے ساتھ خواہ آپ ریشم۔ کلابتون شنائیل شکوپس یا مخملی پھول جو بھی پسند ہو کاڑھ سکتی ہیں لیکن وستی پھول سلمہ اور ستاروں کا بنے گا۔

گلدستہ

اختر جہاں دہلی

گلدستہ

ڈی۔ایم۔سی نمبر ۱۸۱ سے کاڑھیے

رنگ:۔

گملہ۔ سُرخ۔ پتیاں۔۔۔ سبز۔ ڈالیاں۔۔۔۔۔ سبز

نمبر ۱ پھول نیچے والے دونوں۔۔۔۔۔ نارنجی

نمبر ۲ اس کے اوپر والے۔۔۔۔۔۔ کاسنی شیڈ دار

نمبر ۳ دونوں پھول۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔ گلابی

نمبر ۴ دونوں پھول۔۔۔ ۔۔۔۔ خوشرنگ آسمانی

نمبر ۵ دونوں پھول۔۔۔۔۔۔۔۔ سرخ

نمبر ۶ دونوں پھول۔۔۔۔۔۔۔ بسنتی شیڈ دار

نمبر ۷ اوپر والا پھول۔۔۔۔۔۔ نارنجی

یہ گلدستہ پلنگ پوش۔ چادر۔ میز پوش وغیرہ کے لئے مناسب ہوگا۔

پھُول

تکئے وغیرہ کے بیچ میں یہ پھُول بنائیں
پھُول کا رنگ زرد یا اُودا ہو پتیاں سبز رنگ
ڈنڈیاں کتھئی بنائیں بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔

مسز ایس۔ کے۔ محمد اسلم علیگ

خوشنما مور

کراس سٹیچ میں مور

مائی کلوتھ پر حسب پسند۔ ڈی۔ ام۔ سی سے۔ بنائیے خاص کر میز پوش کے کونوں پر بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔

ف۔ ہ۔ آنسہ صالح محمد۔ مدراس

اتفاقی حادثوں کا فوری علاج

دفعتاً بعض وقت شیرخوار بچہ اس طرح رونے اور تڑپنے لگ جاتا ہے کہ کسی عنوان نہیں بہلتا اور گھر بھر کو پریشان کر دیتا ہے۔ ماں بھوکا سمجھ کر دودھ دینے لگتی ہے۔ اور کبھی اوپری خلل اور نظر بد کا اثر سمجھ کر جھاڑ پھونک کراتی ہے۔ اور کبھی پیٹ کا درد سمجھ کر پیٹ پر مالش کرتی ہے اور کان کا درد سمجھ کر کانوں میں تیل ڈالتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن بچہ ہے کہ تڑپتا رہتا ہے اور کسی صورت خاموش نہیں ہوتا۔ ایسے وقت پر اگر بچہ روتا اور اپنی دونوں ننھی ننھی ٹانگیں اوپر کی طرف سکیڑتا دیکھو تو سمجھ لو کہ جائے پیشاب کی طرف تکلیف ہے۔ بعض مائیں لاپرواہی سے بچے کو پیشاب کرواکے آب دست نہیں کرتیں۔ بلکہ دوسرا کلوٹ بدلنے پر اکتفا کرتی ہیں۔ اس طرح چند مرتبہ کے پیشاب لگنے سے بچے کا نازک و نرم جسم نہایت سرخ اور متورم ہو کر جلن اور سوزش سے بچے کو بیتاب کر دیتا ہے اور اس پر مزید پیشاب کا لگنا گھاؤ یا زخم پر نمک کا کام کرتا ہے۔ اور بچہ گھنٹوں تڑپتا ہے۔

ایسی حالت میں اگر سردی سخت ہو تو نیم گرم ورنہ ٹھنڈے پانی میں چھ ماشے رسوت گھول کر ایک لوٹا بھر لیں۔ اور بغیر ہاتھ لگائے پانی کی دھار سے آب دست کریں اور پھر روئی سے پانی خشک کر کے بورک پاؤڈر کافی چھڑک دیں بچہ فوری تسکین حاصل کرے گا۔ اور تین چار مرتبہ کے عمل سے پورا فائدہ ہو جائے گا۔

چھوٹے بچے کے حلق میں اتفاقیہ اگر روٹی کا ٹکڑا یا کوئی پھل از قسم بیر وغیرہ۔ مصری کی چھوٹی ڈلی۔ آلوکاٹ کی گٹھلی۔ یا کوئی اناج کا دانہ اٹک کر سانس لینا دشوار کر دے۔ اور بچہ کی آنکھیں آنسو بھر کر سرخ ہو جائیں۔ تو ایسی حالت میں۔ ماں کو چاہئے کہ حلق میں انگلی ڈال کر مدخولہ شے کو نکالنے کی کوشش کر کے بچہ کی تکلیف میں اضافہ نہ کرے۔ کیونکہ اکثر مائیں ایسا کر کے بچہ کی جان کو خطرہ میں ڈال دیتی ہیں۔ بلکہ بچے کے منہ کو نیچے کی جانب اوندھا کر گردن یا پیٹھ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کر دیں۔ اسی طرح بچہ کھانستے ہوئے خود بخود شے مدخولہ کو اگل دیگا۔ اور آپ کی پریشانی اس تدبیر کے فوری اثر سے دور ہو جائے گی۔

گ۔ن۔ بنت ڈاکٹر ابو الفضل

جسم کی دلکشی۔ بدن موزوں ہو تو آدمی پر دلکشی سی آجاتی ہے۔ بدن موٹا ہونے لگے تو بھدا معلوم ہوتا ہے اور عمر بھی زیادہ معلوم ہوا کرتی ہے۔ لیکن خواہ مخواہ موٹاپے کے پیچھے بھی نہ پڑنا چاہیئے۔ ایک خاص حد تک موٹاپا بھی جسم کی خوبصورتی کے لئے ضروری ہے۔ موٹاپا وہ ہے کہ جسم ڈھیلا ڈھالا ہو بیڈول ہو اور مضبوطی نہ پائی جائے۔ اس کے لئے کھانے کی احتیاط ضروری ہے۔ نشاستہ والی چیزیں جیسے آلو۔ پیسٹری۔ مٹھائیاں ترک کر دینی چاہئیں خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا جائے۔ تھوڑی سی بھوک باقی رہنے دی جائے۔ ورزش بھی کرنی چاہیئے۔ صبح اٹھتے ہی گرم پانی کا ایک گلاس پی لینا چاہیئے۔

سر پیچھے کو کر کے منہ کھولنا اور بند کرنا چاہیئے اور ٹھوڑی آگے کو رکھنی چاہیئے۔ اس سے ٹھوڑی پھیلنے نہیں پاتی۔ فرش پر لیٹ کے پاؤں جوڑ لو اور ٹانگیں اونچی کرو اور اسی طرح فرش تک آہستہ آہستہ لے جاؤ۔ اس سے پیٹ پھیلنے نہیں پاتا۔ فرش پر کندھوں کو تان کے لڑھکتے پھرنا چوتڑوں کو ہموار رکھتا ہے۔ اس میں اس کا خاص خیال رہے کہ جسم کا زیریں حصہ زمین سے خوب مس کرتا جائے۔ یہ گویا ایک قسم کی جسمانی استری ہے جس سے فضول گوشت دب جاتا ہے۔ بازوؤں کو گوندھنا اور ملنا چاہیئے اس سے وہ ہموار رہتے ہیں اور موٹے ہو کے بدنما نہیں ہوتے۔

کھانے میں یہ احتیاط رکھو کہ نہ بالکل کم ہو نہ زیادہ۔ ہر بات میں اعتدال مدنظر رکھو۔ یہ نہ ہو کہ کھانا بالکل زاہدوں کا سا کر دیا جائے اور ورزش سخت کرنی شروع کر دی جائے۔ یہ مضر ہے۔

چھریرہ بدن گداز۔ موٹاپے کو دور کرنے کا شوق آج بھی جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور اس پر عجیب عجیب چہ میگوئیاں اور موشگافیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن اس مضمون کی طرف بہت کم توجہ ہے کہ سٹک جیسی عورت بھی کسی کی نظروں میں کھبتی ہے۔ سپاٹ بدن کسی کو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایسے جسموں پر اگر گوشت آجائے تو جسم میں موزونیت پیدا ہو جائے اور آدمی خوبصورت معلوم ہو۔

ایسی عورتوں کی مشکلات کا اندازہ وہی بخوبی لگا سکتی ہیں جو موسمی یا لنگڑے بخار میں مبتلا ہو چکی ہوں۔ نوجوان لڑکیاں بھی بہت سا وزن کھو بیٹھتی ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بدنما معلوم ہونے لگتی ہیں، تناسب اور خوبصورتی رفو چکر ہو جاتی ہے۔

پتلے بدن کو موٹا کرنے کے لئے زیادہ غذا کی ضرورت نہیں جیسے موٹاپے کو دور کرنے کے لئے فاقے

غیر ضروری ہیں البتہ اس بات کی ضرورت ہے کہ معدہ اچھی حالت میں رکھا جائے تاکہ جو کچھ کھایا جائے ہضم ہو کے جزو بدن بن جائے۔ معدہ درست حالت میں نہ ہو تو وہ چیزیں کھانی چاہئیے جو آسانی سے ہضم ہو سکیں۔

جو کئی روز تک بھگو کے اُن کا مغز نکال لینا چاہئیے اس کی روٹی مفید ہوتی ہے۔ کچے انڈے۔ شہد۔ مکھن، دلیا اور آئس کریم غذا میں زیادہ شامل کرنے سے بدن گداز ہونے لگتا ہے۔ علاوہ ازیں گرم دودھ کے تین گلاس دن بھر میں چسکی سے آہستہ آہستہ پینے چاہئیے اگر سوتے وقت دودھ کے آخری گلاس میں کوئی پیٹنٹ غذا ملائی جائے نیند خوب آتی ہے اور یہ گداز کرنے کے لئے بڑی ضروری چیز ہے۔

ایک مشہور ڈاکٹر نے جسم موٹا کرنے والوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ روزانہ دوپہر کے کھانے سے پہلے زیتون کے تیل کا ایک چمچہ پیا کریں۔ سردیوں میں سالٹ اور مچھلی کے تیل بھی بڑے مفید ہیں۔ شروع میں یہ موٹا کرنے والی چیزیں تھوڑی مقدار میں کھائی اور آہستہ آہستہ بڑھانی چاہئیے ورنہ جگر میں تکلیف بڑھنے کا اندیشہ ہے جو کہ فائدہ کی بجائے نقصان اور تکلیف ہونے کا باعث ہو جائیگا۔

خوبصورتی بڑھانے کے لئے دن میں کم از کم پانچ گلاس پانی ضرور پینا چاہئیے۔ موٹاپے کی متلاشی عورتوں کو اس سلسلہ میں دو باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہئیے کیونکہ یہ نہایت مفید ثابت ہونگی۔ سادہ پانی کی بجائے اگر جو کا پانی استعمال کیا جائے تو چہرہ کی خوشنمائی کے علاوہ جسم کی گدازی میں بڑا زود اثر ہے۔ دوسرے پانی نلکی کے ذریعہ پیا جائے۔ اس سے پچکے ہوئے گال پھول لیتے ہیں۔

چونکہ فکرمند اور چڑچڑے مزاج کی عورتیں موٹی نہیں ہوتیں انہیں دن بھر میں دو یا تین مرتبہ پلنگ یا لمبی آرام کرسی پر لیٹے اور بدن کو بالکل ڈھیلا ڈھالا ڈال دینے کی عادت ڈالنی چاہئیے۔ دوپہر کو کھانے کے بعد قیلولہ سخت پابندی سے کرنا چاہئیے۔ رات کو نو گھنٹے سونا چاہئیے۔ یہ تدابیر ہیں جو مفید پڑتی ہیں۔ اب نسخے لیجئے۔ پتلا منہ اور گردن بہت کچھ گداز بنائی جاسکتی ہے اگر مندرجہ ذیل لیپ ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ لگایا جائے۔ ایک انڈے کی زردی روغن زیتون ایک چمچہ کے ساتھ پھانٹو۔ منہ اور گردن پر لیپ کردو اور آدھ گھنٹے لگا رہنے کے بعد ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالو۔

لینولین (روغن اون) Lanoline ایک حصہ۔ روغن دو حصہ کو خوب گھوٹ لو اور اسے گردن بازوؤں اور ٹانگوں پر مالش کیا کرو۔ مالش کے تیل کے لئے ہر روز غسل کے بعد جسم میں مل مل کر جذب کرنا چاہئیے مندرجہ ذیل تیل خوشبودار ہے اور بدن میں اچھی طرح ملنے سے جلد جذب ہو جاتا ہے۔ روغن بادام ۱۲ اونس۔ روغن زیتون ایک اونس۔ روز واٹر (گلاب کا پانی) ایک اونس۔ عطر گلاب ۱ قطرے شیشی میں ڈال لو بوقت ضرورت خوب ہلا لینا چاہئیے

رات کو اور صبح کے وقت گہرا سانس لینا بھی پتلے جسم کو گداز کرتا ہے۔ سپاٹ سینہ درست کرنے اور نظر آنے والی ہنسلی کی ہڈیوں کو چھپانے کے لئے یہ ورزش بے نظیر ثابت ہوگی۔ دروازہ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ ہتھیلیاں

اسپر رکھ لو۔ ایک گہرا سانس لو اور آہستہ آہستہ باہر نکالو اور جسم کو آگے کی طرف جھکاتی جاؤ حتیٰ کہ کہنیاں دروازہ سے چھوٹنے لگیں۔ آرام لے لے کے پانچ دفعہ یہ مشق کرو۔

آگ یا پانی سے جلنا۔ آگ یا گرم پانی بدن میں بڑی سخت تکلیف پیدا کرتے ہیں۔ خراب نتائج سے بچنے کے لئے اسکے خانگی علاج سے واقف ہونا ضروری ہے۔ آگ کے مقابلہ میں گرم پانی سے جلنا زیادہ تکلیف دہ ہے اس کے جلد پر لگے رہنے اور زیادہ نقصان پہونچانے کا احتمال ہے۔ بظاہر جلی ہوئی جگہ کم معلوم ہوتی ہے لیکن اس کی وسعت زیادہ ہونی ممکن ہے۔ اگر جلن شدید ہے تو حادثہ کے فوراً بعد صدمہ کا اثر محسوس ہونے لگتا ہے۔ نبض پتلی پتلی تیز چلتی ہے اور سانس تیز اور اوپری ہوتا ہے درجۂ حرارت اوسط سے نیچے جا پڑتا ہے اور چہرہ پر زردی اور بے رونقی آجاتی ہے۔ معمولی جلن کی صورت میں صدمہ ہلکا ہوتا ہے اور یہ جلد دور ہو جاتا ہے۔ صدمہ کی وسعت کا اثر عمر پر منحصر ہے۔ بچوں اور بڑی عمر کے آدمیوں پر جلن کا زیادہ صدمہ پڑتا ہے اور صدمہ کی سختی زخم کی گہرائی کی نسبت اُس کی وسعت پر منحصر ہے۔

جلن تین قسم کی ہو سکتی ہے معمولی حالت میں جلد اوپری اوپر سُرخ ہو جاتی ہے اور جلد ضائع نہیں ہوتی۔ دوسرے درجہ پر جلد پر پھپکی پڑ جاتی ہیں اور شدید صورت میں جلد مختلف درجہ میں ضائع ہو جاتی ہے۔ ان کے علاج ان کی شدت کی نوعیت کے لحاظ مختلف ہے۔ معمولی جلن کا علاج گھر پر ہو سکتا ہے جس کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ بیرونی ہوا نہ لگے اور تکلیف بھی دور ہو جائے اور سمیت پیدا نہ ہونے پائے معمولی جلن کی صورت میں سٹارچ اور بورکیک ایسڈ مساوی مقدار میں ملا کے چھڑکنے اور کاٹن وول (نرم روئی) کا پھاہا لیکر نرمی سے باندھ دینے سے جاتی رہتی ہے۔ گرم پانی میں ایک بڑا چمچہ سوڈا بائیکاربونیٹ بھر کے ملا کے جلا ہوا حصہ ڈبونے سے تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ اگر جلنے سے جلد پھٹ جائے تو احتیاط کی ضرورت ہے۔ تیل لگانے کا عام رواج ہے اور اس سے تکلیف میں بھی آرام آجاتا ہے لیکن جراثیم سے حفاظت حاصل نہیں ہوتی۔ آج کل تیل لگانے کو ترک کر کے ٹینک ایسڈ Tannic Acid کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ شفا خانوں میں بڑے پیمانہ پر جاری ہے لیکن اب بطور خود لگانا بھی رائج ہوتا جا رہا ہے اس سے سمیت بھی نہیں ہونے پاتی اور تکلیف بھی دور ہو جاتی ہے۔ یہ قرصوں یا سفوف کی شکل میں ملسکتا ہے جسے پانی میں گھول لیتے ہیں۔ پھر صاف روئی یا روئیں دار کپڑا اس میں ڈبو کے مقام سوزش پر لگایا جاتا ہے۔ چہرہ کے زخم کی صورت میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ آنکھوں کے قریب پانی نہ جانے پائے۔ تازہ بہ تازہ طریقہ اور بھی رائج ہونے لگا ہے۔ ایکری فلیوین Acriflavine جیلی کا تیار شدہ پانی ٹینک ایسڈ کے مقابلہ میں یہ فوقیت رکھتا ہے کہ وہ آنکھوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا اور چہرہ پر بے کھٹکے لگایا جا سکتا ہے۔

خانگی ٹوٹکے۔ شربت ناپنے کے برتن کو اُبلتے ہوئے پانی سے گیلا کرنے سے شربت آسانی سے ناپا جا سکتا ہے۔

(۲) تھوڑی سی ریہ سرکہ میں اُبال لو یہ ہر قسم کے داغ کپڑے سے دور کر دیتی ہے (۳) جاذب کے ٹکڑے تارپین کے تیل میں بھگو کے کپڑوں میں رکھنے سے کیڑا نہیں لگتا (۴) کھڑکیوں اور دروازوں پر سرکہ ملنے سے مکھی اور مچھر کمرہ میں نہیں گھستے۔ (۵) چمڑے سے منڈھے ہوئے سامان کو روغن السی میں روغن تارپین ملا کے لگانا چاہئے۔ (۶) زرد جوتے کیلے کے چھلکے سے خوب صاف ہوتے ہیں۔ زرد جوتہ پر آلو مل کے سیاہ پالش لگایا جائے تو سیاہی اچھی آجاتی ہے۔

محمد ظفر
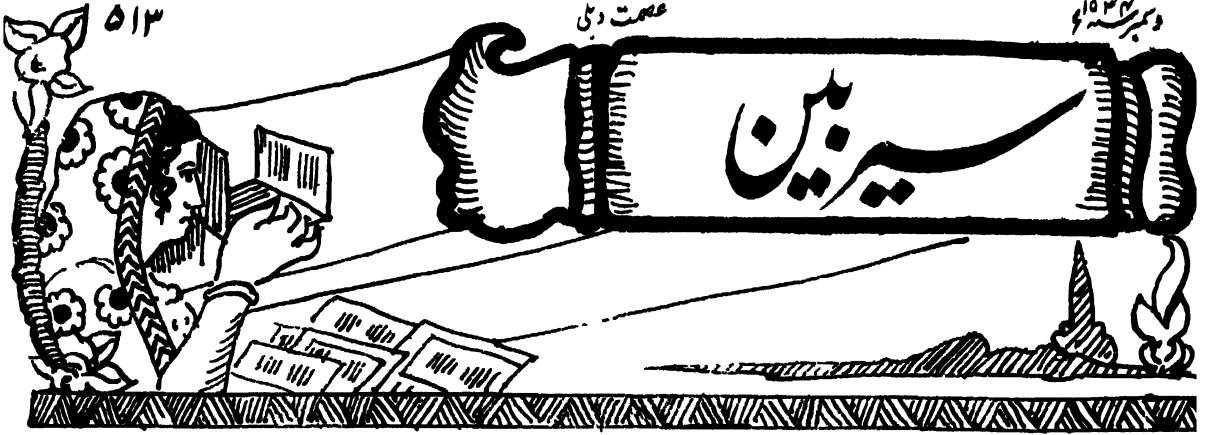
پولس کو بلانیوالا آلہ۔ فرانس میں ایک آلہ طیار ہوا ہے جو معمولی قیمت میں یا ماہواری قسطوں پر ڈاک خانہ سے لیا جا سکتا ہے۔ دروازہ یا کھڑکی میں ایک پوشیدہ تار ٹیلیفون سے جڑا ہوتا ہے اور اس کا تعلق ایک نہایت چھوٹے سے گراموفون سے ہوتا ہے۔ تار کو چھوتے ہی بجلی کی رو سے باجہ چلنے لگتا ہے۔ اس کی رکابی میں مالک مکان کا نام ہوتا ہے جس کی خبر فوراً تھانہ میں پہنچ جاتا ہے۔ چور کو خبر بھی نہیں ہوتی اور پولس نام سنتے ہی مکان پر آدھمکتی ہے اور چور پکڑا جاتا ہے۔

روشن جسم۔ اٹلی کی ایک عورت کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اس کے جسم سے روشنی کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ وہ بیمار رہتی ہے اور غالباً اس روشنی کا اس کی خاص بیماری سے کچھ تعلق ہے۔ حال میں وہ سو رہی تھی اس کے منہ کے آگے روشنی کا ایک قطعہ دیکھا گیا جو سانس کے ساتھ ساتھ ہلتا جلتا تھا۔ اس کی تصویر لینے کی کوشش کی گئی مگر تصویر نہیں آئی۔

سالونیکا میں ایک ڈاکیہ کا پتہ چلا ہے جس کے جسم سے روشنی نکلتی ہے۔ اندھیرے کمرہ میں اس کی موجودگی سے اجالا ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ایسے آدمی پہلے بھی ہوتے رہے ہیں۔ ایک طالب علم کی یہ حالت تھی کہ جب وہ بجلی کا قمقمہ ہاتھوں سے رگڑتا تو قمقمہ جل اٹھتا تھا۔ ایک اور شخص اٹلی میں ایسا تھا جو جب بیمار ہوتا روشنی کی شعاعیں خارج کرتا تھا۔

ورجینا کے توہمات۔ ورجینا امریکہ کی ایک ریاست ہے یہاں باوجودیکہ لوگ نہایت مہذب اور ترقی یافتہ ہیں بعض توہمات عجیب و غریب ہیں۔ مونگا نکسیر اور اس قسم کے خون جاری ہونے کو مفید ہے۔ کپڑے سے چکنی رکابیاں پونچھ کر بچہ کے منہ پر مل دیں تو ام الصبیان جاتا رہتا ہے۔ کنگھی کرتے وقت جو بال گر جائیں جلا دئے جائیں ورنہ جو پرند انھیں اٹھا کے گھونسلے میں لے جائیں گے جب تک ان کے بچے بڑے ہو کر گھونسلے سے چلے نہ جائیں سر میں درد رہیگا۔ بچوں کے ناخن دانتوں سے کاٹے جاتے ہیں تاکہ وہ بڑا ہو کے چور نہ بنے۔

افغانستان کی علمی ترقی۔ مولانا مہر نے افغانستان کی خوب سیر کی۔ انھوں نے ثابت کیا ہے حضرت شہید بادشاہ کے چار سالہ دور حکومت میں افغانستان نے نہایت زبردست ترقی کی ہے۔ تعلیم کے متعلق تو کمال کر دیا ہے۔ انھوں نے تین مدرسے دیکھے ایک میں فارسی اور فرانسیسی سکھائی جاتی ہے۔ بارہ جماعتیں ہیں۔ بی۔ اے تک کی تعلیم ہے چھ پروفیسر فرانسیسی ۱۸۔ افغان ایک مصری ہے۔ اس میں ۵۷۲ طلبا ہیں۔ دوسرے میں فارسی کے ساتھ جرمنی پڑھائی

جاتی ہے۔ ۱۲ جماعتیں ہیں۔ ۷ پروفیسر جرمنی۔ ۱۶ افغان ہیں۔ طلبا ۶۰۰ ہیں۔ تیسرے میں صنعتیں سکھائی جاتی ہیں۔ کسی مدرسہ میں فیس نہیں لی جاتی۔ کتابیں اور کاپیاں حکومت دیتی ہے۔ اوپر کا کھانا حکومت اپنے پاس سے دیتی ہے۔ ایک میز پر مدرسہ ہی میں امیر و غریب بچے ساتھ کھانا کھاتے ہیں تاکہ گھر آنے جانے میں وقت ضائع نہ ہو۔ غریب طلبا کو وظیفہ دئے جاتے ہیں جو گیارہ روپیہ افغانی سے ۵۰ روپیہ افغانی تک ہوتا ہے۔ یورپ و امریکہ میں بھی تعلیم کا ایسا زبردست اور حوصلہ افزا انتظام نہیں۔ صنعت و حرفت کے مدرسے کے طلبا کی بنائی ہوئی ایک میز شاہ کابل نے ۴۰۰ روپیہ میں خریدی۔ ایک الماری شاہ محمود خاں صاحب نے ایک ہزار روپیہ میں مول لی۔ افغانستان میں ایک روزانہ اخبار نکلتا ہے جس کا نام اصلاح ہے ایک مشہور ہفتہ وار اخبار انیس ہے۔ کئی ماہوار رسالے نکلتے ہیں۔ مختلف مذاق کے مختلف رسالے ہیں۔ تجارت کا الگ علمی الگ۔ لشکر کا الگ۔ اس کا نام "اردوئے افغان" ہے اور بہت دلکش اور دلچسپ ہے۔ ایک علمی مجلس کی طرف سے "مجلہ کابل" نکلتا ہے جس کا سالنامہ اس قدر خوبصورت ہے کہ ہندوستان میں تو کیا یورپ و امریکہ میں بھی اس کے خاص نمبروں اور سالناموں کا جواب نہیں مل سکتا۔ صنعتی مدرسہ میں قالین بافی، مصوری، معماری، نجاری وغیرہ سکھائی جاتی ہے

عورت کا کارنامہ۔ قراقرم کی مہم میں ایک عورت ہٹل ڈہر نفرنتھ شامل تھی۔ پہاڑ پر ۲۲ ہزار فٹ کی بلندی پر چڑھ کے اس نے نام پیدا کیا ہے کوئی عورت اس سے پہلے اتنی بلندی تک نہیں گئی۔ برف نے اُسے اندھا کر دیا اور بھوک نے اسے بُری طرح ستایا۔ تین دن یہ کیفیت رہی لیکن مرد ساتھیوں کے ساتھ اس نے ان سب تکالیف کو استقلال سے برداشت کیا۔

ترکی عورتوں کی ترقی۔ آج کل انقرہ اور اسلامبول میں ۱۵ عورتیں مجسٹریٹ ۱۲ وکیل۔ آٹھ ڈاکٹر۔ ۵ کیمیا داں چار میونسپل کمشنر۔ ۲۰ یونیورسٹی پروفیسر۔ آٹھ سو مختصر نویس اور ٹائپ نویس سرکاری محکموں میں کام کر رہی ہیں۔ بنکوں اجارہ کے انتظاموں اور عام نوکریوں میں ۱½ ہزار سے زیادہ عورتیں ملازم ہیں۔ ۲۰ ہزار سے زیادہ عورتیں اور لڑکیاں ان دونوں شہروں کے کارخانوں میں کام کرتی ہیں۔ سمرنا، ادانہ، ریبیزنڈ اور سمسون میں خشک میوہ غیرہ کارخانوں میں کام کرنے والیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

۱۵۵ سالہ بڑھیا۔ یکوسلوویہ کے ایک گاؤں میں ایک ۱۵۵ سالہ عورت رہتی ہے جسکے سات بچے ۱۲۰ سال پیشتر پیدا ہوئے تھے۔ جو سب کے سب اس کی زندگی میں عمر طبعی کو پہنچ کے مرگئے۔ گاؤں کے قریباً سارے باشندے اس کے سامنے کی نسل کی پانچویں یا چھٹی پشت کے ہیں۔ اس سے پوچھا کہ آج کل کی لڑکیوں کی بابت اس کی کیا رائے ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں جب لڑکی تھی میں روزانہ سو بکریوں کا دودھ دوہتی تھی۔ آج کل کی لڑکیاں بیس سے زیادہ نہیں دوہ سکتیں۔ وہ کہتی ہے کہ میں اب جینے سے اُکتا گئی ہوں اور مرنا چاہتی ہوں۔

چینی عورتیں۔ گذشتہ دس سال میں چین میں مغربی اثرات ترقی پر ہیں۔ دکانوں میں موجودہ زمانہ کی ہر قسم کی چیز نظر آتی ہے جن علاقوں میں انگریز نہیں رہتے وہاں ایسی چیزوں کے معنے صاف ہیں کہ وہاں والے استعمال کرتے ہیں۔ موٹریں بائسکلیں بھی خوب چلتی ہیں۔ اکثر شہروں اور قصبوں میں ٹیلیفون جاری ہے۔ جہاں موٹروں کا زیادہ رواج

ہے ٹرکیں اچھی بنتی جارہی ہیں چینی انگریزی لباس بھی پہننے لگے ہیں گو ان کی شکل عجیب ہو جاتی ہے۔ اکثر عورتیں بال کٹوانے لگی ہیں اور ان میں لہریں بناتی ہیں۔ پاؤں میں آہنی جوتی ڈالنے کا رواج کم ہونا شروع ہو گیا ہے۔ معزز عورتیں لباس بھی نئی طرز کا پہننے لگی ہیں۔ اور باہر نظر آتی ہیں حالانکہ پہلے وہ گھروں میں بند رہتی تھیں۔

پوشیدہ خزانے۔ شمالی امریکہ میں ایک جزیرہ نما لیبراڈور ہے جو انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ اس میں سونا پیدا ہوتا تھا۔ نکل اور لوہا بیشمار تعداد میں مدفون پڑا ہے۔ یہ جزیرہ نما الگ تھلگ واقع ہے اور لوگ وہاں جاتے ہوئے کتراتے ہیں کیونکہ وہاں جیتا نہیں اور برف ہی برف ہے۔ مضبوط آدمی ہی وہاں زندہ رہ سکتا ہے۔ برف نہیں ہوتی تو آگ وہاں کے درختوں وغیرہ کو جلا کے خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ وہاں کے اصلی باشندے خانہ بدوش ہیں۔ جون میں جنوب کو چلے جاتے ہیں اگست میں پھر واپس آجاتے ہیں۔ بڈھے اور کمزور جنگل میں بے یار و مددگار چھوڑ دئے جانے کے مقابلہ میں اپنے عزیزوں کے ہاتھوں مار ڈالا جانا پسند کرتے ہیں وہ لوگ پرندوں اور جنگلی جانوروں کا شکار کمانوں سے کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسکیمو کہلاتے ہیں۔ اور بڑے قانع لوگ ہیں لیکن دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں ۱۸۹۱ء میں ان کی تعداد ۴۰ ہزار تھی ۴۰ سال ہوئے ان کی تعداد ۲۴ ہزار پائی گئی۔ وہ بہادر اسقدر ہیں کہ اُن کا اکیلا آدمی صرف کتے کے ہنٹر سے قطبی ریچھ کا شکار کر لیتا ہے۔

فرانسیسی لڑکیاں۔ ۱۵ سال کی عمر میں فرانس کی لڑکی اپنی رفتار و گفتار میں انگریزی لڑکی کے مقابلہ میں عمر رسیدہ سی ہوتی ہے۔ وہ لباس کے معاملہ میں بڑی عقلمند ہے وہ اپنے مذاق اور کنبہ کی آمدنی کے مطابق فیشن کی پابندی کرتی ہے۔ وہ لباس ایسا پہنتی ہے جو دیکھنے میں اُس کے مقابلہ میں زیادہ قیمتی معلوم ہوتا ہے۔ وہ دبلی پتلی اور سرو قد ہوتی ہے وہ بھڑکیلے لباس اور شوخ ٹوپی کو پسند کرتی ہے۔ بناؤ سنگار کم کرتی ہے۔ ہاتھوں کا خاص خیال رکھتی ہے۔ جوتوں میں بے پروا معلوم ہوتی ہے۔ اس کے جوتوں کی ایڑی چوڑی اور پنجہ پھیلا ہوا ہوتا ہے جس سے پاؤں آرام سے رہتے ہیں۔ بالوں کو درست رکھتی ہے قومی زندہ دلی کے آثار بخوبی مزاج میں پائے جاتے ہیں وہ دلیل کی دلدادہ ہے عقل سے خارج نہیں زود فہم ہے۔ اس کے دل پر اس کے دماغ کو قابو حاصل ہوتا ہے۔ وہ شادی کے بعد اپنی پہلی عادتوں کو بہت کچھ چھوڑ کے اپنی نئی زندگی کے مطابق اپنے آپ کو بنا لیتی ہے۔ شادی کو سنجیدہ نظر سے دیکھتی ہے۔ بچوں کی پرورش میں توجہ دکھاتی ہے۔ بڑی خانہ دار عورت بن جاتی ہے جنگ کے بعد اسے بھی آزادی کی ہوا لگی جس نے دوسرے ملک کی عورتوں کے دماغ خراب کر دئے مگر وہ اس حالت میں بھی بیخود نہیں ہوئی۔ وہ بالکل صاف گو بے خوف صاف دل ہے اور جس کام کو کرتی ہے خوب کرتی ہے۔

بھینگاپن۔ پانچ سو بھینگے بچوں کا معائنہ کر کے تحقیق کی گئی کہ ان کا بھینگاپن کس طرح شروع ہوا۔ یہ پتہ چلا کہ ۹،۷ فیصدی ایسے بچے تھے جن کی آنکھوں کے نقص یا جسمانی خرابی سے بھینگاپن واقع ہوا۔ باقی ۱۲ فیصدی نفسیاتی وجوہ کی بنا پر یہ نقص نمودار ہوا۔ ان میں سات فیصدی محض نقل کرنے سے پیدا ہو گئے۔ چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائیوں کی ریس یا ہمدردی میں ترچھا دیکھنا شروع ہوا جس کا انجام سچ مچ بھینگاپن ثابت ہوا۔ اور بعض بچوں میں حسد باعث ہوا۔ عام طور نیا بچہ اس حسد کا سبب ہوا۔ بڑے بچہ نے غمزدہ ہو کے منہ سجا لیا اور اچانک بھینگا ہو گیا۔ مقصد یہ تھا کہ بڑوں کی توجہ اس ننھے مُنّے نئے بچہ کی بجائے پھر اس کی طرف ہو جائے۔ خوف اور صدمہ سے ۲۶ فیصدی بھینگے ہو گئے۔ رات کے اندھیرے

ہیں شراب میں چور باپ سے بچہ ڈر گیا اور صبح کو اٹھا تو بھینگا دیکھا گیا۔ باقی ایسے ہیں جو بچپن میں حالات ناموافق ہونے سے بھینگے ہو گئے

پھلجھڑیاں - جزائر شرق الہند میں ایک مچھلی منہ سے ایسا مادہ فوارہ کی طرح چھوڑتی ہے کہ پانی کے اوپر اڑنے والے کیڑے اس سے گر پڑتے ہیں اور وہ پانی کے اوپر ہی انھیں لپک کے نگل جاتی ہے۔

اوسطاً گھر کا کام کرنے والی عورت سال بھر میں ۹۵۲۰ من یعنی اپنے وزن سے ۱۶۰ گنا زیادہ بوجھ رکابیوں دیگچیوں وغیرہ کے دھرتے وقت اُٹھاتی رہتی ہے۔

جنوبی امریکہ کے صوبہ ونزویلا میں داماد اپنی ساس سے بات نہیں کر سکتا۔ بیٹھیں گے تو دونوں ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بیٹھینگے

اٹھارھویں صدی میں ایک انگریز ہوا ہے جسکی ناک ۷½ انچ لمبی تھی وہ اسے دکھا کے روپیہ کماتا تھا اتنی بڑی ناک اب تک کسی کی نہیں ہوئی

شمالی افریقہ میں الیبریا میں سے سیاہی کا دریا بہتا ہے دو چشموں کے پانی میں ایسے معدنیات ہیں جنکے ملنے سے سیاہی بن جاتی ہے

۱۵۲۴ سال پہلے چین سے ایک اخبار پیکن پاؤ نکلا تھا وہ اب بند ہوا ہے۔ وہ دنیا کا سب سے پرانا اخبار تھا۔ یہ پہلے پہل ریشمی کپڑے پر چھپا کرتا تھا۔

فرانس میں مجلس مسرت بخش شادی کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی۔ جب کسی لڑکی کی کسی سے نسبت ہوتی ہے تو اس انجمن کی عورتیں منگیتر کو مختلف اوقات میں طرح طرح سے گھیرتی ہیں۔ اگر وہ ان کی طرف توجہ نہ کرے تو اُسے موزوں دولھا تصور کیا جاتا ہے ورنہ لڑکی کی نسبت توڑ دیتی ہیں۔

انگلستان میں عورتوں کے مردانہ شوق کا اثر یہ ہوا کہ اکثر لڑکیوں کی آوازیں مردوں کی سی ہو گئی ہیں اور بہت سی منہ پر استرا پھیرتی ہیں کیونکہ مونچھوں کے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے۔

قطب شمالی میں لیپ لینڈ ایک برفانی ملک ہے۔ اس کی برف میں ایک درخت اُگتا ہے جس کا نام ٹبولا اورڈورا ہے۔ اس کی جڑیں برف کی موٹی تہ میں سے نیچے کا پانی کھینچ لیتی ہیں۔

ایک مکھی ۲۰ ہزار بچے دیتی ہے اور ان میں سے ہر ایک پھر ۲۰-۲۰ ہزار بچے دیتی ہے۔

انگلستان میں ۷۲ سالہ مرد اور ۷۰ سالہ عورت کا بیاہ ہوا ہے۔ ۵۰ برس ہوئے دونوں ۵ سال تک منسوب رہے لیکن شادی محض دو وجہ سے نہ ہو سکی کہ یہ تو اپنا گاؤں چھوڑنا نہ چاہتا تھا اور عورت دنیا کی سیر کی خواہشمند تھی۔ اس عرصہ میں مرد کی دو شادیاں ہوئیں اور اس عورت کی ایک۔

امریکہ میں ایک برش ایجاد ہوا ہے جس میں ۱½ پاؤ روغن بھر لیا جاتا ہے۔ سرے پر نمدہ کا گچھا لگا ہوتا ہے۔ رنگ یا روغن اُس وقت تک پہنچتا رہتا ہے۔ جب روکنا منظور ہو تو بانسری کے سے ایک سوراخ پر انگلی رکھ دیتے ہیں۔ روغن اور نقش و نگاری کا کام کرنے کے بعد یہ نمدہ کی ٹوپی پھینک کے دوسری دفعہ نئی ٹوپی لگائی جاتی ہے۔

ایک بنگالی عورت ۱۰۴ برس کی عمر میں ابھی مری ہے۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا اس وقت ۷۳ سال کا ہے اور دوسرا ۶۷ کا۔ اس کی تین پشتیں ہیں جو تعداد میں ۷۰ ہیں۔

کابل میں ۱۴ قسم کے قندھار میں ۶۰ قسم کے اور ہرات میں ۷۲ قسم کے انگور ہوتے ہیں۔ شمالی افغانستان میں خربوزے ایسے نازک ہوتے ہیں کہ اگر کوئی گھوڑے پر سوار کھیت کے پاس سے گزر جائے تو سموں کی دھمک سے پھٹ جاتے ہیں۔

ایک لڑکی کی شادی سے انگلستان میں ایک ماں سخت ناراض تھی۔ اُس نے بیٹی کو بد دعا دی چنانچہ جس مرد نے اس سے شادی کا ارادہ کیا مر گیا۔ اب تک ۴۴ آدمی مر چکے ہیں۔

محمد ظفر

پہلا سال
یادگار محترمہ خاتونِ اکرم جنت مکانی
جملہ حقوق محفوظ
جوہرِ نسواں
دھلی
جلد اول نمبر ۳
نومبر
سنہ ۱۹۳۴ء
مالک پرنٹر پبلشر
رازق الخیری
ایڈیٹر عصمت
مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کا مفید مجموعہ
جوہر انگریزی مہینہ میں ایک بار دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے
ایڈیٹرز
غدیر فاطمہ مؤلفہ گلدستہ کشیدہ
آمنہ نازلی مؤلفہ موتیوں کا کام
خدیجہ بانی مؤلفہ سلمہ ستارہ کا کام
قیمت فی پرچہ چار آنے
چندہ سالانہ ڈھائی روپے

جوہر نسواں دہلی کے تیسرے پرچہ نومبر نمبر میں بلاک کے نمونے
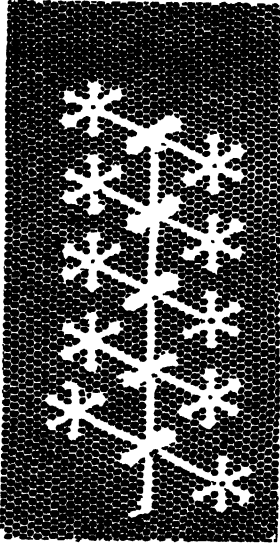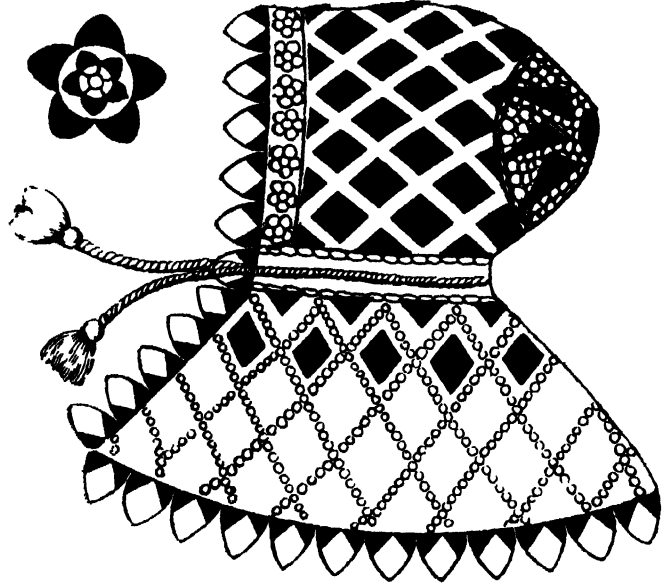
جالی میں بیل

اونی کام بچے کا جالی دار ٹوپا

کینوس میں واسکٹ کے پیس

کروشیا کی کنگورے دار لیس

Cover Printed at the Calcutta Art Press, Delhi.
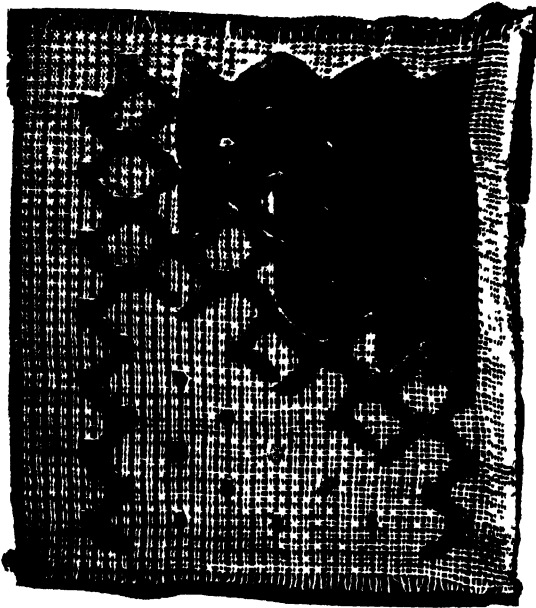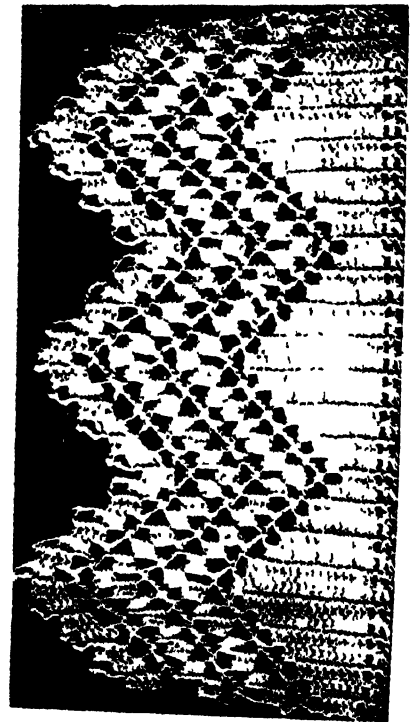
بزم عصمت کے متعلق

آج کل تقریبًا ہر زنانہ رسالہ میں حسب گنجائش یا ضرورت دو تین صفحے اپنی ناظرات کے لئے وقف ہوتے ہیں کہ خواتین ان سے مستفید ہوں۔ اور اپنی ضروریات میں دوسری بہنوں سے مدد و مشورہ لے سکیں۔ چنانچہ بہنیں ان صفحوں سے فائدہ اُٹھاتی ہیں۔ اکثر بہنیں اپنے ذاتی رنج و راحت کے واقعات بھی بھیجتی ہیں۔ بعض لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے لیکن میرا خیال ہے کہ چونکہ رسالے کی سب خریدار آپس میں بہنیں سمجھی جاتی ہیں اور عصمت اور تہذیب ایسے رسالے ہیں۔ کہ ان کے خریداروں کے درمیان درحقیقت ایک خاص تعلق پایا جاتا ہے اس لحاظ سے اپنے ذاتی رنج و راحت کے واقعات لکھنا کچھ ایسا ناموزوں نہیں۔

البتہ استفسارات کے باب میں ہم کو اپنی بہنوں سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ اس میں احتیاط سے کام لیں بار بار ایسے استفسارات آتے ہیں جن کے جوابات مہینہ دو مہینے قبل ہی چھپ چکے ہیں بار بار اڈیٹر صاحب کو اعلان کرنا پڑتا ہے کہ ایسے استفسارات نہ بھیجے جائیں جن کے جواب شائع ہو چکے ہیں مگر بعض بہنیں اس اعلان کا خیال نہیں کرتیں۔ دوسری چیز یہ ہوتی ہے کہ بعض مرتبہ ایسی معمولی باتیں دریافت کی جاتی ہیں۔ جن کا جواب اگر تھوڑی سی عقل سے کام لیں تو وہ خود ورنہ اپنے ملنے جلنے والوں سے بآسانی دریافت کر سکتی ہیں۔

میرے خیال میں پہلی شکایت حافظہ کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ آجکل نسیان کا مرض اتنا بڑھا ہوا ہے کہ شاید فی صدی ایک ایسی ہونگی جنکا حافظہ ٹھیک ہو ورنہ اکثر تو ایسی ہیں کہ انہیں اپنا کھایا پیا یاد نہیں رہتا تو رسالوں کے مضامین اور نسخے کیا یاد رکھیں گی۔ بالفرض تھوڑا بہت خیال رہا بھی کہ فلاں بات رسالے میں دیکھی تھی تو اب اگر اُس کی تفصیل معلوم کرنا چاہو تو سارے رسالے الٹ پلٹ ڈالو۔ گھنٹوں ضائع ہو جائیں گے۔ پھر بہت سی بہنیں ایسی ہیں جو فائل بھی نہیں رکھتیں۔ اس لئے ان مشکلات کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ ایک نوٹ بک بنالی جائے اور جو بات کام کی نظر آئے وہ اس میں علیحدہ عنوان قائم کر کے لکھ لیں مثلاً بالوں کے متعلق نسخے الگ۔ رنگ صاف کرنے چھائیاں مہاسے دور کرنے کے الگ دانتوں کے متعلق الگ۔ نوٹ بک کے شروع میں ایک مفصل فہرست لگا دی جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ میں نے تو جب سے ایسا کرنا شروع کیا مجھو بہت آرام ملا۔ جب کسی چیز کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی فوراً مل گئی۔ میں نے ہر رسالے کی کتاب الگ الگ بنائی ہے جس میں رسالوں کے نمبر کا حوالہ دیکر لکھ لیا کرتی ہوں۔ ممکن ہے بہت سی بہنوں کو اتنا لکھنا بار معلوم ہو ان کے لئے ایک تدبیر اور ہے کہ وہ کم از کم نسخے وغیرہ کا عنوان اور رسالے کا نام و نمبر نوٹ کر لیا کریں تاکہ ضرورت پڑے تو اس رسالے کے نکالنے میں آسانی ہو۔ آپ جب کوئی استفسار کرنا چاہیں تو پہلے اپنی کتاب کی تنقیح کر لیں۔ اُس کے بعد رسالے میں بھیجیں اس طرح آپ ڈاک کے غیر ضروری خرچ سے اور اڈیٹر صاحب پریشانی سے بچیں گے۔

دردانہ

دستِ کرم

خدا جزائے خیر دے ان دردمند خواتین و حضرات کو جنہوں نے اس سہ ماہی میں تربیت گاہ بنات کی مالی امداد فرمائی

محمودہ بیگم صاحبہ بنت خواجہ غلام حسن صاحب جہان آباد للعہ محمد عبدالاحد خانصاحب خلیل شاہجہانپور عہ نواب فخرالملک بہادر حیدرآباد دکن للعہ ۵۹ پروفیسر ڈاکٹر محمد صدرالدین صاحب لاہور عہ مسز اے کے بخش صاحبہ میموں رنگون عہ ۔ ا ۔ و عبدالقدوس صاحب بنگلور چھاونی عہ ایس اے کریم صاحب امرتسر عہ محمد خادم حسن خاں صاحب شاہجہانپور عہ ۔ بڑی رانی صاحبہ نان پارہ عہ مسز خان بہادر قریشی صاحبہ میرپور خاص سندھ عہ نذیر احمد خاں صاحب رینجر بیلی بھیت عہ محمد ابراہیم حاجی داؤد صاحب شاپخری عہ حاجی عیسی عبدالستار صاحب کوچین عہ قاضی ابراہیم غلام علی صاحب بمبئی نمبر ۳ عہ ۲۵ بی این حسن ابراہیم ابوبکر صاحبہ جی ٹی مدراس عہ مسز ایس حامد علی صاحب آگرہ عہ بیگم محمد غوث محی الدین صاحب بلمین چلی وزیگاپٹم عہ ، نواب غازی جنگ بہادر حیدرآباد دکن للعہ ۵۹ احمد خانصاحب جی آئی پی کانپور عہ بیگم انور علی صاحب قدوائی عہ ہمشیرہ آل احمد صاحب سرور علیگڈھ عہ محمد سعید صاحب بلیٹن کانپور عہ محمد اکبر علی صاحب بی۔ اے بنارس للعہ ۲۴ مسز فضل الدین صاحب گوجرانوالہ عہ ۔ قاضی ابراہیم علی غلام علی صاحب یوہلاؤ علاقہ کلابہ۔

راشد الخیری

تربیت گاہ بنات ۔ کوچہ چیلان دہلی

بزمِ عصمت

عصمتی بہنوں کو خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ میری پیاری سہیلی امۃ اللہ بیگم کی شادی کتخدائی جناب عبدالعظیم صاحب بی۔ اے عملدار کے ساتھ ۲۹ جولائی ۱۹۳۴ء کو بخیر و خوبی انجام پائی۔ دعا ہے کہ پیاری بہن اور بھائی صاحب ہمیشہ خوش و خرم شاد و آباد رہیں آمین اس خوشی میں عصمت کو ایک خریدار دیتی ہوں۔

حامدہ افروز لبون گڑھی بنگلور

نہایت افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دیتی ہوں میری پیاری پھوپھی خوشنما بیگم بنت نواب امیر اللہ خانصاحب رئیس میرٹھ ایک سال دس ماہ بیمار رہ کر ۲۳ اکتوبر کو ہم سب کو داغ مفارقت دے گئیں مرحومہ کے والدین اور ہم سب کو شادی کا ارمان رہا مرحومہ عصمت کی پرانی قدردان تھیں۔ ابھی یہ غم کم نہ ہونے پایا تھا کہ میری پیاری چچازاد بہن حمیدہ خاتون الماس بنت اسلام حامد خان صاحب نے ۷ نومبر کو بوقت صبح چار بجے انتقال کیا مرحومہ نے اپنی نشانی ایک پیاری بچی گیارہ ماہ کی چھوڑی ہے مرحومہ عصمت کی مضمون نگار بھی تھیں عصمتی دسترخوان کشیدہ کاری وغیرہ کتابوں کی تیاری میں بھی حصہ لیا تھا اور ابھی شادی کو پورے دو سال بھی نہ ہوئے تھے۔ اگر کوئی بھائی یا بہن دونوں کی تاریخ وفات لکھدیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

غمزدہ نور جہاں بیگم بنت اسلام احمد خان دیرہ دون

میں نہایت رنج و ملال کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری ۲۰ سالہ نوجوان لڑکی زچگی کے بعد یکایک حرکت قلب کے بند ہو جانے سے انتقال کر گئی قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بروز جمعہ ۶ اپریل بنات کی نادار بچیوں کے لئے مرحومہ کے چند جوڑے کپڑے اور ۱۵ روپے کی حقیر رقم روانہ کرتی ہوں۔ تاکہ مرحومہ کے لئے دعائے خیر اور اس کے ڈیڑھ سالہ بچے کی درازی عمر کے لئے دعا کریں

اہلیہ محمد امین اللہ ای۔ اے۔ سی

آہ میں کس دل سے عصمتی بہنوں کو یہ خبر سناؤں کہ میری جان

سے زیادہ عزیز باجی (حسن بانو عرف دولاری بیگم) نے بعمر ۲۱ سال ۱۱ اکتوبر کو انتقال کیا نشانی ایک دو سالہ لڑکی چھوڑی ہے عصمتی بہنوں سے التجا ہے وہ ایک ایک پارہ قرآن شریف پڑھکر مرحومہ کو ثواب پہونچائیں۔

اقبال بیگم عرف جمیلہ بیگم پٹنہ

ماہ اکتوبر کے پرچہ عصمت میں مکرمہ بہن نور افروز عتیقہ خاتون بدایوں نے مکا سر آئیل کا پتہ و قیمت دریافت کی ہے۔ آئیل مذکور مسز عبدالرزاق اینڈ کو عابد روڈ حیدر آباد دکن سے بذریعہ وی پی طلب فرمالیں جس کی قیمت فی شیشی مبلغ ۴ سکہ حالی ہے۔

مسز سید محمد یونس صاحب انجینیر بنگم پلی۔

بہن نور افروز عتیقہ خاتون بدایوں کو معلوم ہو کہ مکا سر آئیل کی قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے اور اس کا پتہ یہ ہے۔ ڈی سید عثمان اینڈ کو رزل مارکیٹ اسکوئر بنگلور

ح۔ ب از بنگلور

بزم عصمت میں مسز نواب الدین یوگنڈا افریقہ نے اپنے فرزند کے سینہ کی کمزوری کی بابت جو نسخہ طلب کیا ہے [illegible] کا استعمال کرائیں میری آزمودہ نہایت مجرب اور بہت مفید ہے۔

مسز ڈاکٹر شریف خاں بریلی

بہن۔ ان صاحبہ نے اپنے چچا زاد بھائی کے لئے تاریخی نام دریافت کیا ہے۔ دو نام لکھتی ہوں

صفیر احمد ۱۳۵۳ مظفر عباس ۱۳۵۳

فقط روشن آرا بیگم انبالہ شہر (پنجاب)

ایک بہن نے برقعہ میں ہیٹ کے متعلق دریافت کیا ہے میرا خیال ہے کہ نقاب میں ہیٹ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ اور برقعہ ڈھلتے وقت مشکل ہوگی۔ ہیٹ کی بجائے کپڑے کے اندر اگر ڈک دیا جائے جو کہ کوٹ وغیرہ اور شیروانی کے کالر میں سخت ہونے کو اندر دیا جاتا ہے تو زیادہ بہتر اور خوبصورت ہوگا اور آسانی سے ڈہل بھی سکتا ہے۔ جس طرح عورتوں کو خدا نے نرم و نازک بنایا ہے اسی طرح ان کا لباس بھی نرم و خوبصورت ہونا چاہیئے۔ ہیٹ کی ٹوکری تو کچھ مغربی ہی عورتوں کو زیب دیتی ہے

قدسیہ عطاء الرحمٰن آرہ

محترمہ مس جان محمد اسمٰعیل سیٹھ کرچی کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے والد کے تلوے میں رات کو سوتے وقت اور دوپہر کو روغن چنبیلی یا روغن گل ایک گھنٹہ تک برابر ملیں ایک ماہ تک مل کر دیکھیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

قدسیہ عطاء الرحمٰن آرہ

خریدار نمبر ۱۳۱ نے پتھر کے جیو کو دریافت کیا ہے میں نے اندور میں پتھر کے جیو کو تلاش کیا' وہ یہاں ملتا ہے ہوتا ہے ۸۰-۶۰-۵۰-۳۰ روپے تولہ چار قسم کا ہوتا ہے اگر آپ کو اشد ضرورت ہو تو اطلاع دیں۔

خریدار نمبر ۹۵۷۴ بذریعہ دفتر عصمت دہلی۔

یہ استفسار بہن نجم النساء بیگم صاحبہ المبارکی غرض ہے انکی ممانی صاحبہ کو مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کرائیں۔ ہلیلہ سیاہ تولہ نیلا تھوتھا ایک تولہ نوشادر ساڑھے سات تولہ ہیرا کسیس ایک تولہ سنگر سنج غاسی ساڑھے تیرہ تولہ۔ سب دواؤں کو باریک کرکے کسی لوہے کے برتن میں آملہ کے پانی میں بھگو دیں پھر دو روز کے بعد ان کو خوب گھوٹ کر گولیاں بنا کر سایہ میں خشک کرکے رکھیں۔ وقت ضرورت مناسب گولیاں آملہ کے پانی میں بھگو کر بالوں پر لگا کر برگ ارنڈ یا برگ انجیر باندھ دیں۔ تھوڑے عرصہ بعد کھول کر دھوویں اور چنبیلی کا تیل بالوں میں لگائیں عمدہ سیاہ رنگ چمکدار ہو جائیگا

بیگم میر جعفر دیولائی

عرصہ سال بھر کا ہوا چند روز بیمار رہنے کے باعث میری آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے کچھ دن مطلق علاج کا خیال نہ کیا لیکن وہ سیاہ حلقے اب مستقل ہو گئے ہیں براہ مہربانی کوئی بہن یا بھائی مجرب علاج یا دوا لکھکر بذریعہ عصمت مطلع فرماویں ممنون ہونگی۔

صالحہ مخفی ہمزہ

میری نند کی عمر قریبًا ۶۰ سال ہے۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں پر زخم ہیں جن کو عام لوگ چنبل کہتے ہیں۔ عرصہ قریبًا ۵ سال کا ہوا ہے ہر قسم کا علاج کیا گیا ہے۔ مگر وہ موذی مرض جڑ سے نہیں جاتا۔ چند یوم بعض بعض وقت آرام ہو جاتا ہے اور پھر مرض ہو جاتا ہے۔ زخم پھٹ جاتے ہیں پانی رستا ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ براہ مہربانی کوئی بہن یا بھائی۔ کوئی ایسا آزمودہ نسخہ بذریعہ عصمت عنایت فرماویں۔ جس سے شفا ہو۔ بہت ممنون ہونگی۔

راقم ک۔ ب

براہ مہربانی کوئی عصمتی بہن ایسا تیل یا کوئی اور چیز بتائیں جس سے میرے سر کے بال کم از کم چار یا پانچ بالشت لمبے ہو جائیں۔ اس وقت میرے سر کے بال دو ڈھائی بالشت ہیں بہت ممنون ہونگی۔

ن۔ س فیروزپور چھاونی

یہ استفسار بہن حمیدالنسا صاحبہ عرض ہے دانتوں کے لئے آسان و مجرب نسخہ روانہ کرتی ہوں۔ لوبان عمدہ پھٹکڑی کو بریاں کریں۔ پھٹکڑی و لوبان دونوں کو الگ الگ پیسکر کپڑچھان کریں۔ دونوں ہموزن لیکر شیشی میں بھر کے رکھ لیں ہر روز صبح و شام دو وقت دانتوں پر خوب ملیں پندرہ منٹ تک ملتے ہوئے منہ کھول کر نیچے کو لٹکائیں تاکہ پانی نیچے گر جائے۔ پانی منہ سے جتنا نکلے گا اتنا خوب ہے تھوڑے دنوں کے استعمال سے آپ کی شکایت دور ہو جائیگی مگر آپ اس منجن کو ہمیشہ اپنے استعمال میں رکھیں تو آئندہ پھر آپکے دانتوں میں کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہوگی۔ مجھکو بھی یہی شکایت تھی جو آپکو ہے خاکسار کے والد مرحوم ڈاکٹر تھے انھوں نے مجھے یہ نسخہ بتایا تھا چھ ماہ سے برابر استعمال کرتی ہوں خدا کے حکم سے اب وہ شکایت دور ہو گئی۔

بیگم میر جعفر۔ مسلم بورڈنگ اسکول دیولالی

دُوربین

مدراس میں تعلیم نسواں اکتوبر کے آخر میں مدراس میں پڑھنے والی لڑکیوں کو مسٹر اور مسز حامد حسن نے سالانہ دعوت دی۔ اس میں ساٹھ مسلمان لڑکیاں شریک ہوئیں جو مختلف مقامی سکولوں اور کالجوں میں پڑھتی ہیں پردہ کا خاص اہتمام تھا۔ دعوت کھانے کے بعد ماہرانِ تعلیم نے انتخاب مشاغل پر دلچسپ تقریریں کیں۔ مسز حامد حسن نے بتایا کہ تین مسلمان لڑکیاں طبی کالج میں اور دو ایل ٹی (معلمی) کی جماعت میں پڑھتی ہیں۔ مسلمان لڑکیوں کو دایہ کا کام بھی سیکھنا چاہئے جنوبی ہند کی تعلیمی انجمن نے مسلمان لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے کافی وظیفے دئے ہیں۔ اس انجمن نے پہلی مرتبہ تعلیمی کمیٹی کے لئے پانچ عورتوں کو ممبر منتخب کیا۔ وہ خوب کام کر رہی ہیں۔ لڑکیوں کو آیندہ مشاغلِ فرصت دانشمندی سے منتخب کرنے چاہئے۔ نماز اور تلاوت قرآن ضروری مشاغل ہیں۔

عورتوں کی کانفرنس صوبجات متحدہ کی زنانہ کانفرنس کا آٹھواں اجلاس رانی صاحبہ شیر کوٹ کی صدارت میں ۲۷-۲۸ اکتوبر کو لکھنؤ میں ہوا جس میں اس بات پر افسوس کیا گیا کہ نابالغوں کی شادی روکنے کا قانون تقریباً بے اثر ہے اس میں حکومت سے ایسی ترمیم کروائی جائے کہ ایسی شادیاں ناممکن ہو جائیں۔ حکومت سے استدعا کی گئی کہ عورتوں کے لئے تعلیم کا انتظام وسیع پیمانہ پر کرے اور مدرسہ کی اعلیٰ جماعتوں میں سائنس کی تعلیم لازمی کر دے علاوہ ازیں عورتوں کی قانونی کمی دُور کی جائے اور مردوں کے برابر حقوق دئے جائیں اور مرد و عورت کی تفریق ہٹا دی جائے شادی وراثت، طلاق وغیرہ کے متعلق اُنھیں حقوق دئے جائیں۔

یہ بیبیاں اسلام کا راستہ اختیار کریں جہاں عورتوں کو زبردست حقوق ملے ہیں اور اس زمانہ کی اصلاحیں بڑی سے بڑی ہمت کر کے بھی اتنے حقوق اُنھیں نہیں دلا سکیں۔

کانگریس کا اجلاس اکتوبر کے آخر میں بمبئی میں کانگریس کا اجلاس کئی سال بعد ہوا اس کا اہم واقعہ یہ ہے کہ گاندھی جی کانگریس سے یہ کہہ کے الگ ہو گئے کہ اب میرے بس کا کچھ نہیں رہا۔ تم لوگ زبان سے تو میری ہاں میں ہاں ملا دیتے ہو اور عمل کے نام سے صفر ہو۔ ایسی سرداری کس کام کی۔ لوگوں نے بہتیری ان کی منت سماجت کی لیکن وہ نہ مانے اُن کا ارادہ یہ ہے کہ وہ کانگریس سے باہر ملکی کام کرتے رہیں اور جب ضرورت ہو پھر کانگریس کی مدد پر آ جائیں۔ اس دفعہ پنڈت مالوی نے اپنی ایک علیحدہ جماعت قائم کر لی ہے اور یہ مقصد ڈنکے کی چوٹ بیان کیا جاتا ہے کہ وزیر اعظم انگلستان کا فیصلہ ثالثی جس سے غریب مسلماں کو اُن کے جائز حقوق سے بھی کم ملا ہے منسوخ کرایا جائے اور مسلمانوں کو علیحدہ انتخاب ممبروں کا حق جو دیا گیا ہے چھین لیا جائے۔ اُن کی رائے میں کانگریس مسلمانوں کی حمایت کرتی ہے حالانکہ کانگریس بھی انہی دونوں باتوں کی خواہشمند ہے لیکن کھلم کھلا کارروائی مصلحت کے خلاف بتاتی ہے۔

ٹکٹوں سے کانگریس کو ۲½ لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوئی۔ متحرک تصویریں جو جلسہ کی لی گئی ہیں اس کی آیندہ آمدنی علیحدہ ہے

اور دو روپیہ والے ٹکٹ ۴۰ ہزار سے زیادہ بکے۔

کپورتھلہ میں بےچینی

ریاست کپورتھلہ میں ۵۰ فیصدی مسلمان۔ ۲۲ فیصدی سکھ۔ ۱۰ فیصدی اچھوت اور ۱۰ فیصدی ہندو رہتے ہیں۔ مگر ہندوؤں کے سوا تقریباً سب گاؤں کے باشندے ہیں۔ ریاست کا واحد ذریعہ آمدنی مالگذاری ہے جو ان دیہاتیوں سے وصول کی جاتی ہے۔ ریاست کے عہدے تقریباً ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہیں۔ مہاراجہ صاحب نے زمینداروں کے فائدہ کیلئے پنجاب کی طرح کا ایکٹ انتقال اراضی منظور کیا جس کی رو سے زراعت پیشہ لوگوں کی زمینیں بنئے قرق نہیں کرا سکتے اور نہ آپس میں خرید سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک قانونی مجلس بھی قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ ان شہری ہندوؤں کو بُرا لگا۔ اس سے ریاست کی مختلف جماعتوں میں باہم بےچینی پھیلی مسلمانوں کو شکایت ہوئی کہ مہاراجہ تو صحت کی مصلحتوں سے یورپ میں پہلے کی طرح چلے گئے اور پیچھے حکومت نے کمزوریاں دکھائیں اور ہندوؤں کے شور و غوغا سے دب گئی۔

ترکی میں زبان کا دن

حکومت ترکی نے زبان کا دن منائے جانے کا حکم دیا ہے۔ شہروں قصبوں میں جلسے کئے جائینگے اور اس نئی ترکی زبان میں تقریریں کی جائیں گی۔ جس میں کوئی عربی و فارسی لفظ استعمال نہ کیا جائیگا۔ اور لوگوں کو اس نئی زبان کے استعمال کی ترغیب ہوگی۔ اُس روز ہر اخبار کو کم از کم ایک مضمون نئی زبان میں لکھنے کا حکم ہے۔ ایک نئی لغت بھی طیار کی جا رہی ہے

ہٹلر کے ارادے

ہٹلر اس وقت جرمنی کا خودمختار ترین شخص ہے۔ وہ ساری عمر کیلئے غیر ذمہ دار صدر بن گیا ہے۔ اب افواہ ہے کہ وہ عنقریب شاہی خاندان میں شادی کر کے ڈیوک جرمن کہلائیگا اور اپنا نام اڈولف اوّل رکھے گا۔ اس کا خیال ہے کہ جرمنی کے لوگ شاہ پسند ہیں اس لئے وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہیگا۔ اگر یہ افواہ درست ہے تو وہ جرمنی کا نیا قیصر بن جائیگا۔

ہوائی دوڑ

انگلستان سے آسٹریلیا تک ہوائی جہازوں کی دوڑ ہوئی اور اوّل و دوم کے لئے بڑے بڑے انعام دئے گئے چنانچہ سکاٹ اور کیمبل ۳ دن اور ۴ ½ گھنٹے میں پہنچ کے سب سے اوّل رہے۔ دوسرے ہوائی جہاز میں ڈاک کے تھیلے اور تین مسافر بھی تھے وہ پونے تین دن کو پہنچا۔ پہلی پرواز سنہ ۱۹۱۹ء میں ہوئی اور یہ سفر ۲۸ دن میں پورا ہوا۔ اس وقت اس کارنامہ پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ دوسری پرواز سنہ ۱۹۲۸ء میں ½ ۲۵ دن میں ختم ہوئی۔ تیسری سنہ ۱۹۳۲ء میں ۹ دن میں۔ چوتھی سنہ ۱۹۳۳ء میں ½ ۷ دن میں۔ اب اس نئے کارنامہ نے سب کو مات کر دیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اوّل کا جہاز صرف ۴۷ گھنٹے ہوا میں رہا۔ باقی بیچ میں اُترنے اور کچھ آرام کرنے میں لگا

ثمر ممنوع

لنکا میں ایک درخت کا پھل خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے۔ اسے ہونڈل کہتے ہیں مگر یہ زہر ہے۔ اس کا اثر تین گھنٹے بعد ہوتا ہے۔ عورتیں اور مرد جو زندگی سے تنگ ہو جاتے ہیں اسے کھا کے اپنی مصیبتوں کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ لوگ اپنے بچوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ شروع نومبر میں چند بچے محلہ کے چند بچوں کے گھر آئے اور انھیں ساتھ لے کر جنگل گئے۔ وہاں ان پھلوں کو توڑ توڑ کے کھایا اور گھر لے آئے اور جو بچے پیچھے رہ گئے تھے انھیں کھلایا۔ ایک نوجوان عورت نے بھی کچھ پھل کھائے۔ شام کو بچے یکے بعد دیگرے بیمار پڑنے شروع ہوئے۔ جسے معلوم ہوا کہ انھوں نے ہونڈل کھائے ہیں۔ فوراً علاج شروع کیا گیا مگر ایک پانچ سالہ لڑکی اگلے دن مرگئی۔ ایک اور کی حالت خراب ہے باقی اچھے ہوتے جا رہے ہیں۔

پنجاب کا تعلیمی زنانہ جلسہ

تعلیمی انجمن خواتین پنجاب متوسط کا سالانہ جلسہ بصدارت بیگم صاحبہ مسٹر لطیفی فنانشل کمشنر پنجاب ہوا جلسہ میں بیگم صاحبہ نے بُری رسموں کی ممانعت کی جن کے اسراف بے جا سے لوگ مفلس ہوتے جاتے ہیں۔ تعلیم نسواں پر زور دیا اور بتایا کہ نصاب تعلیم جب لڑکوں کے لئے ہی مفید نہیں تو لڑکیوں کے لئے کیسے موزوں ہو سکتا ہے لڑکیوں کے لئے مناسب تعلیم ہو اور مخلوط لڑکے لڑکیوں کی تعلیم خطرناک ہے۔ آٹھ برس کی عمر تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ عورتیں دستکاری

سیکھیں تاکہ خالی وقت میں فضول باتیں کرنے کی بجائے کچھ کما سکیں۔ جلسہ نے یہ تجاویز کیں کہ مسلمان عورتوں کو وراثت بموجب شرع ملنی چاہئے اور ہندو عورتوں کو حقوق دلانے کے لئے دھرم شاستر میں تبدیلی ہونی چاہئے۔ مسلمان عورتوں کو طلاق دینے کا حق بموجب شرع ملنا چاہئے اور عورتیں پیشہ ور بھیک منگوں کو خیرات نہ دیا کریں۔

تاروں کا جھرمٹ

لنکا میں مس ایڈلن پہلی لڑکی ہے جو ۱۹۳۵ء کے شروع سے بیرسٹری شروع کرے گی اس کی عمر ۲۶ سال ہے اس نے آکسفورڈ سے بی اے پاس کیا تھا۔

مس بھنڈارکر آگرہ یونیورسٹی کے ایم اے کے امتحان میں اول آئی۔ اب وہ لڑکوں کے ایک کالج میں پروفیسر مقرر ہوئی ہے۔

جنوبی ٹراونکور میں ایک مسلمان لڑکی حوا بی نے بی اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ اُسے سرکاری وظیفہ ملتا تھا اور بڑی لائق لڑکی ہے۔ اُردو بولتی ہے۔ وہ برطانوی مالابار کوچین اور ٹراونکور میں پہلی مسلمان بی اے لڑکی ہے۔

ضلع رائچور (دکن) میں بارش نہ ہونے سے ایسا سخت قحط پڑا ہے کہ لوگ فاقہ مر رہے ہیں اور گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ رہے ہیں سارا دن محنت کر کے بھی مشکل سے ایک آنہ مزدوری ملتی ہے۔ ریاست نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ بطور امداد دیا جو فی کس ۱۵ یا ۲۰ روپیہ پر

ٹراونکور میں مسلم خواتین کی ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس مقصد مسلمان عورتوں میں تعلیم کو ترقی دینا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی سے صفیہ بیگم نے علم ریاضی کا پورا مضمون لے کے بی اے پاس کیا۔ وہ سر غلام حسین ہدایت اللہ کی دختر ہیں۔ اور اب انگلستان جا رہی ہیں۔

جنوبی ٹراونکور میں ایک بچہ ہاتھی درخت کے نیچے سو رہا تھا۔ ایک سانپ نے اُس کی اگلی ٹانگیں اور سونڈ جکڑ لی آنکھ کھلنے پر اُس نے اپنے آپ کو بے بس پایا۔ اس کی خرخرانے کی آواز پر لوگوں نے دوڑ کے مشکل سے سانپ کو مارا۔

کراچی میں کمیٹی نے ٹریم میں عورتوں کے لئے علیحدہ نشستوں کا انتظام کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ اب ان باتوں کا زمانہ نہیں

جس ریل میں شاہ بورس والئے بلغاریہ صدفیہ سے وارنہ کو جا رہا تھا وارنہ سے ۴۰ میل ادھر انجن میں آگ لگ گئی۔ شاہ نے جا کے خود انجن چلانیوالے کی مرہم پٹی کی اور دریا پرے جا کے آگ بجھانے میں مدد دی اور پھر ۶۰ میل ریل خود چلائی۔

۱۸۹۲ء میں ضلع اٹک کے ایک مسلمان زمیندار نے ایک بنئے سے پانچسو روپیہ ۲۵ روپیہ فی صدی سود پر قرض لیا اور زمین رہن رکھدی۔ سود بڑھتا رہا۔ بنئے نے دعوےٰ کر کے ۹۹۶۰۰ روپیہ کی ڈگری لے لی۔ اب اپیل عدالت عالیہ میں دائر ہے۔

سیتا پورہ کے ضلع میں ایک بیوہ نے ایک شخص سے شادی کر لی جس کے پہلی بیوی سے چار بچے تھے اس سے ایک اور شخص کو جو بیوہ کی روٹیوں پر پڑا ہوا تھا سخت رنج ہوا۔ اُس نے نوکرانی کو اپنے ساتھ ملا کے اُسے سنکھیا دی جو اُس نے چھاچھ میں ملا دی۔ اتفاق سے چھاچھ کم ہونے کی وجہ سے محلہ سے اور منگا کے اس میں ملائی گئی جس سے سنکھیا کا اثر کم ہو گیا پینے کے تھوڑی دیر بعد سب بیہوش ہو گئے لیکن علاج سے بچ گئے۔ وہ آدمی اور ماما گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

اکتوبر کے آخر میں ایٹہ میں اچھوتوں کا جلسہ ہونے والا تھا اُن کا ارادہ مسلمان ہو جانیکا تھا کیونکہ ہندوؤں نے ان سے کبھی عمدہ سلوک نہیں کیا۔ ہزارہا اچھوت مقررہ تاریخ پر آنے لگے لیکن مجسٹریٹ علاقہ نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری نافذ کر کے جلسہ روکدیا اور لوگوں کو منتشر کر دیا۔

ایک ۳۰ سالہ ہندو بیوہ نے ہاپوڑ میں ایک کنوئیں میں کود کے خودکشی کر لی۔ وہ رشتہ داروں کی بدسلوکی اور فاقہ کشی سے تنگ ہو گئی تھی۔

کلکتہ میں فیض آباد کا ۵۰ سالہ ہندو سرکاری وکیل نمونیہ میں دم توڑ رہا تھا کہ اس کی چارپائی کے پاس اس کا ۲۹ سالہ بیٹا جو لکھنؤ کالج میں پروفیسر تھا گر کے فوراً مر گیا اور اس کے فوراً بعد اس کی ۲۲ سالہ بیوی۔ اس اثنا میں باپ ختم ہو گیا۔

۷۹۵۲